نقوشِ مہر و وفا

جلد اوّل

محمد صدیق ڈار توحیدی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوئم)

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

نقوشِ مہر و وفا

جلد اوّل

محمد صدیق ڈار توحیدی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوئم)

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیرِ ملّت، جی ٹی روڈ، گوجرانوالہ

نام کتاب	نقوشِ مہر و وفا (جلد اوّل)
مرتب	شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ محمد یعقوب خان توحیدی
اشاعت اوّل	2025ء
تعداد	300
قیمت	1000/-
صفحات	**442**
ناشر	شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ محمد یعقوب خان توحیدی

ملنے کا پتہ:

مرکز تعمیر ملت، وحید کالونی کوٹ شاہاں

ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

0303-0466321- 0344-9000042

بسم الله الرحمن الرحيم

انتساب

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

فہرست

پیش لفظ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے عالمین کو وجود بخشا، ان میں طرح طرح کی مخلوقات کو بسایا۔ ان مخلوقات میں انسان کو سب سے بہترین ساخت پر پیدا کیا۔ اسے عقل، شعور، ارادہ اور علم جیسی نعمتوں سے نوازا، خیر و شر کے راستوں میں تمیز کی صلاحیت عطا کی۔ انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے انبیاء و رسل کا ایک عظیم سلسلہ قائم فرمایا۔ ہر قوم اور ہر دور میں اللہ نے اپنے برگزیدہ بندے مبعوث فرمائے، جو حق وصداقت کا پیغام لے کر آئے۔ انہوں نے انسانیت کو معرفتِ الٰہی، اخلاقِ فاضلہ، عدل و انصاف اور امن و سلامتی کا درس دیا۔ یہ مبارک سلسلہ بالآخر خاتم النبیین، سرورِ کونین، رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر آ کر کامل و مکمل ہوا۔ حضور ﷺ نے انسانیت کے سامنے ایسا نظامِ حیات پیش فرمایا جو قیامت تک کے لیے راہِ ہدایت ہے۔ آپ ﷺ کے بعد دعوت و تبلیغ، اصلاح و فلاح، اور رشد و ہدایت کی ذمہ داری اُمتِ مسلمہ کے سپرد کی گئی تاکہ ہر زمانے میں انبیاء کی تعلیمات زندہ و تابندہ رہیں۔

یہی تعلیمات اہل اللہ، اولیاء کاملین اور سلاسل طریقت کے ذریعے دلوں میں اُتریں اور معاشروں میں روشنی بن کر پھیلیں۔ اسی سلسلہ رشد و ہدایت کی ایک عظیم کڑی سلسلہ عالیہ توحیدیہ ہے، جس کی بنیاد حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک صاحبِ علم، صاحبِ عرفان اور صاحبِ تحقیق بزرگ تھے جنہوں نے ذاتی مشاہدہ و تجربہ کے بعد "دیدارِ ذاتِ باری تعالیٰ" کو اپنے سلسلہ

تصوف کا نصب العین قرار دیا۔ آپ ؒ نے تصوف و معرفت الٰہی کی تعلیمات کو اپنی شہرہ آفاق کتب تعمیر ملت، طریقت توحیدیہ، حقیقتِ وحدت الوجود اور چراغِ راہ میں قلمبند فرمایا۔

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری ؒ کی تعلیمات کی حقیقی عکاس ایک شخصیت، سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے تیسرے شیخ جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی ؒ ہیں، جو اس عہد جدید میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے روشن چراغ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ ؒ نے سالکینِ راہِ طریقت کے روحانی پیشوا کے طور پر نہ صرف اپنے شیخ کے پیغام کو خلوص، علم اور بصیرت کے ساتھ عام کیا بلکہ محافلِ وعظ و نصیحت کے ذریعے ہزاروں قلوب کو سکون، ایمان، اور عملِ صالح کی راہوں پر گامزن کیا۔ زیرِ نظر کتاب انہی بابرکت محافل وعظ و ارشاد کا نچوڑ ہے۔ اس میں وہ نکات، ہدایات اور روحانی رہنمائیاں جمع کی گئی ہیں جو انسان کے باطن کو سنوارنے، اعمال کو نکھارنے اور تعلق باللہ کو مضبوط کرنے میں مددگار ہیں۔

جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی ؒ کی مجالس کو دو جلدوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہ اس سلسلہ کی پہلی جلد ہے۔ کتاب ہذا کی تدوین میں اندازِ گفتگو اور طرزِ استدلال کی اصلیت کو حتی المقدور برقرار رکھا گیا ہے۔ چونکہ زیادہ تر تحریر تقریری انداز میں ہے، اس لیے اگر کہیں آیاتِ قرآنی، احادیثِ نبویہ یا فارسی اشعار کے تراجم کا اضافہ کیا گیا ہے تو وہ قوسین میں درج ہیں۔ محافل میں شریک افراد کے نام حذف کیے گئے ہیں۔ بعض طویل محافل کو موضوعات کے لحاظ سے متعدد محافل میں تقسیم کیا گیا ہے تاکہ قاری کے لیے مطالعہ آسان اور مفید بن سکے۔

مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے لیے اس کتاب کی افادیت و اہمیت کئی حوالوں سے ہے۔ یہ ایک طرح کا روحانی فیض ہے جو لفظوں میں محفوظ ہو کر تربیتِ باطن، اصلاحِ نفس اور سلوکِ الی اللہ کا ذریعہ بنے گا۔ وعظ و ارشاد کی قلمبند محافل ایک

تاریخی، دینی، فکری اور علمی سرمایہ ہیں جنہیں آئندہ نسلوں کے لیے زمانے کی دست بُرد سے محفوظ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے مندرجات توحیدی کردار اور سیرتِ صالحہ کی جھلک پیش کرتے ہیں۔ زیرِ مطالعہ صفحات نہ صرف چیدہ چیدہ فکری و نظریاتی مسائل کا بیان ہیں بلکہ ان مسائل کے حل مختلف زاویوں سے پیش کرتے ہیں۔ توحیدی محافلِ وعظ کے یہ احوال دعوت و تبلیغ، رشد و ہدایت اور تزکیہ نفس کا ایک مؤثر انداز پیش کرتے ہیں۔ الغرض، مریدینِ سلسلہ عالیہ توحیدیہ اس کتاب سے ذاتی، روحانی، علمی اور عوامی مقاصد کے لیے استفادہ کر سکتے ہیں۔ امید ہے کہ یہ مجموعہ ایک عام قاری کے لیے بھی سکونِ قلب، راہِ ہدایت اور عملِ صالح کی ترغیب کا ذریعہ بنے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کاوش کو قبول و مقبول فرمائے، اسے ہمارے لیے صدقہ جاریہ بنائے، سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی دعوت کی ترسیل، تشہیر اور ترقی کا بہترین ذریعہ بنائے، اور ہمیں ان بیان کردہ تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

میں ان مخلص مریدینِ سلسلہ، بالخصوص سید رحمت اللہ شاہ، تنویر احمد اور ماجد محمود توحیدی کے لیے بھی دعا گو ہوں جنہوں نے اس کاوش میں حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ ان بھائیوں کو، اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے تمام وابستگان کو، دنیا و آخرت میں اپنی بہترین نعمتوں اور اعلیٰ روحانی مراتب سے سرفراز فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

محمد یعقوب خان توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
14 ربیع الثانی 1447ھ
08 اکتوبر 2025ء

محفل 1

ہر ایک نے اپنی اپنی بات بتا دی ہے کہ اس طرح ہوتا ہے۔ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے ہیں:

یار یگانہ ملسی تینوں جے سر دی بازی لائی ہُو
نال تصور اسم اللہ دے دم نوں قید لگاویں ہُو

اللہ کے نام کا تصور کر لو اور سانس پہ پہرہ لگا دو۔ یہ کرو۔ یہ کتنا آسان ہے۔ نہ پیسہ، نہ ٹکہ۔ نہ ہینگ نہ پھٹکڑی۔ وہ اللہ پھر اس میں محبت پیدا فرماتا ہے۔ کہتا ہے کہ تم ایک دفعہ میرا ذکر کرو، میں دس دفعہ یاد کروں گا۔ جو حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ حق ہے۔ اس کو حق ماننا ہی ایمان لانا ہے۔ ایمان کا مطلب ہے پیغمبر کی بات پر یقین کرنا کہ جو کہا ہے سچ کہا ہے، یہ ایمان ہے۔ آپ نے تو اللہ نہیں دیکھا۔ پڑھتے ہیں:

اٰمنتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ۔

ہمیں ان کا نہیں پتہ کہ کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سچ مان لیا تو مسلمان ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ بھی ہے، فرشتے بھی ہیں، کتابیں بھی ہیں، جنت بھی ہے، دوزخ بھی ہے، مرنا جینا ہے، یہی ایمان بالغیب ہے۔ یہی يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ ہے [1]۔ یہ چیزیں غیب سے ہیں۔ کسی کا کوئی پتہ معلوم نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا مان کے

(1) سورۃ البقرہ 2: آیت 3۔

بات ماننا یہی ایمان ہے۔وہ مان لو کہ اللہ دس دفعہ یاد کرتا ہے۔تم یہ کام کرتے ہو اللہ اتنے درجات بلند کر دیتا ہے۔ایک حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَنا جَلِیسُ مَن ذَکَرَنِی۔

جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں۔اس کے پاس بیٹھا ہوتا ہوں۔اور کتنا قُرب چاہئے؟ اللہ کہتا ہے: اَنا جَلِیس۔ میں ہم نشین ہوتا ہوں، مَن ذَکَرَنِی۔ جو مجھے یاد کرتا ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو ذکر کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا وہ ایسے ہیں کہ جیسے ایک مردہ اور دوسرا زندہ ہو۔جو نہیں کرتا وہ مردہ ہے۔یہ ٹیوب لائٹ نہیں جل رہی، اس کی تار کٹ گئی ہے۔ہم بھی کہتے ہیں کہ Dead ہو گئی ہے۔بلب نہیں جل رہا تو کہتے ہیں کہ تار Dead ہو گئی ہے۔مین لائن کے ساتھ تعلق نہیں رہا۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو ذکر کرتا ہے وہ زندہ ہے، جو نہیں کرتا وہ مردہ ہے۔جس کی تار لگی ہوئی ہے اس کی روشنی ہی روشنی ہے۔اس کے اندر نور ہے۔

قرآن میں آتا ہے:

یَومَ تَرَی الْمُؤْمِنِینَ وَالْمُؤْمِنَاتِ یَسعَی نُورُھُم بَینَ أَیْدِیھِمْ وَبِأَیْمَانِھِم(1)۔

مومن جب قیامت کے دن اُٹھیں گے، ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں طرف ایسے ساتھ آگے چلے گا۔پیچھے سے منافق کہیں گے کہ ٹھہر جاؤ ذرا، ہمیں بھی اپنے نور سے تھوڑا نور لینے دو۔ہم بھی تمہارے ساتھ ہی تھے۔وہ کہیں گے کہ ساتھ تو تھے لیکن تم سوچوں میں پڑے ہوئے تھے۔اس وقت تم اللہ کے بندوں کے ساتھ نہیں بیٹھتے تھے جہاں سے نور ملتا تھا۔اب کیا؟

(1) سورۃ الحدید 57: آیت 12۔

قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُوراً فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِن قِبَلِهِ الْعَذَابُ (1)۔

پھر ان کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی جس کے اندر رحمت ہوگی۔ ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے جاؤ، وہاں سے اپنا نور تلاش کرو۔ اُدھر ہی جدھر سے ملتا ہے۔ وہاں جاؤ۔ کئی بدروحیں ادھر ہی پھرتی رہتی ہیں جو لوگوں سے چمٹی رہتی ہیں کہ میں فلاں کی بیٹی ہوں۔ وہی ہیں جو نور سے محروم رہ گئے۔ اِدھر ہی پھر رہی ہیں۔ جہاں ذکر ہوتا ہے چلی جاتی ہیں۔ تھوڑی سی بوند لے کر، کسی کے ساتھ تار ملا کر تھوڑا سا کھینچ لیا۔ وہ مومن ہیں جن کا نور تھوڑا ان کے آگے آگے چلے گا۔ جو کہیں گے:

رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (2)۔

ہمارے نور کی تکمیل فرمادے اور زیادہ کر دے۔ ذکر کے صدقے میں ہی یہ سارا کچھ آگے بٹتا ہے۔ ذکر کی بہت سی حدیثیں ہیں۔ یہ ایسے ہے جیسے زندہ ہے اور مردہ ہے۔ جو ذکر کرتا ہے وہ ایسے ہے جیسے Live ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سب سے اچھی جگہ مساجد ہیں جہاں پہ اللہ کا ذکر ہوتا ہے۔ سب سے بری جگہ بازار ہیں جہاں پر دنیا کا سودا ہوتا ہے: لے جاؤ، اُٹھا لو۔ سب سے اچھی مساجد ہیں۔ فرمایا: مساجد آسمان سے ایسے چمکتی ہیں جیسے یہاں سے ستارے چمکتے ہیں۔ وہاں سے مسجدیں ایسے چمکتی ہوئی نظر آتی ہیں جہاں پہ اللہ کا ذکر ہوتا ہے۔ جب وہ جگہ چمکتی ہے

(1) سورۃ الحدید 57: آیت 13۔
(2) سورۃ التحریم 66: آیت 8۔

جہاں ذکر ہوتا ہے تو وہ بندہ جو ذکر کرتا ہے، اس بندے کا اپنا کیا حال ہے؟ جس جگہ ذکر کیا وہ چمکی ہے۔ آپ کے ذکر نے اس کو چمکایا ہے۔ بندے بھی ایسے چمکتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قیامت کے دن ہم آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیسے پہچانیں گے؟ ہمیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ضرورت ہوگی، سخت گھڑی ہوگی، ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چاہتے ہوں گے۔ اتنی اُمتیں ہوں گی، دنیا ہوگی، اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی اُمت کو پہچان لوں گا۔ پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیسے؟ اتنے لوگ ہوں گے۔ فرمایا: میری اُمت کے وضو کے اعضاء دور سے ہی چمک رہے ہوں گے۔ ایسا وضو صرف میری اُمت ہی کرتی ہے۔ دور سے یہ اعضاء چمک رہے ہوں گے۔ لائٹیں جل رہی ہوں گی، چہرے روشن ہوں گے، دور سے پتا چل جائے گا۔ رات کو گاڑیاں جا رہی ہوں تو لائٹ کوئی دور سے نظر آتی ہے تو پتا لگ جاتا ہے کہ کوئی چیز آ رہی ہے۔ ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی اُمت کو پہچان لوں گا۔ ان کے یہ اعضاء روشن ہوں گے۔ یہ وضو کی برکت ہے۔ نماز ابھی نہیں پڑھی۔ نماز پڑھیں گے تو پھر کیا ہوگا؟ اس کا نور کتنا ہوگا؟ یہ تو تیاری کی بات ہے۔ وضو کا اتنا نور ہوگا۔ جب نماز ادا کرے گا تو پھر کیسا نور ہوگا؟ اس نور کو قائم کر لیں۔ اپنی پہچان بھی بنا لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح اُدھر پہچان لیں گے ورنہ تو اُدھر اتنے ہجوم میں ہم گم ہو جائیں گے۔ یہ نشانی رکھی ہے۔ وہ جو کہتے ہیں کہ نماز پڑھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دنیا میں بھی کفر میں اور ایمان میں فرق کرنے والی چیز نماز ہے ورنہ کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر ہندو ٹی وی پر بیٹھے ہوں اور مسلمان بھی بیٹھے ہوں، کوئی پتا نہیں چلتا کہ کون ہے؟ کئی شکلیں ایک جیسی ہیں۔ نماز کا وقت ہوگا، مومن

اُدھر سے چلا جائے گا کہ اللہ کی پکار آگئی ہے۔ادھر دنیا میں بھی فرق والی چیز نماز ہے۔ وہاں بھی فرمایا کہ باقی اُمتوں سے اپنی اُمت کو نماز کی وجہ سے، وضو کی وجہ سے پہچانوں گا۔جو اپنی شناخت ہی گم کرنا چاہتے ہیں تو وہ اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہوں گے۔اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے پیغام دے دیا۔یہی ہے، اس کو نہیں چھوڑ سکتے۔نماز فرض ہے۔جس کو شوق ہے کہ اللہ کی راہ پہ چل پڑے، یہ صرف اس کے لئے نہیں ہے۔نماز شوق پہ نہیں رکھی گئی۔

ہمارے قبلہ حضور رحمۃ اللہ علیہ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) ذکر کی اور نماز کی بات کرتے تو کوئی کہتا کہ بابا جی! ذکر تو کر لیں گے، نماز کو جی نہیں چاہتا۔دُعا کریں۔بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کہتے کہ میں دُعا نہیں کرتا کیونکہ جو چیز اختیاری ہے اس کے لئے دعا نہیں ہوتی۔نماز آپ کے بس میں ہے۔آپ کے اختیار میں ہے۔جو کام اختیاری ہے اس کے لئے دُعا نہیں ہوتی۔حج کرنا ہے، پیسہ نہیں ہے۔اس کیلئے پیسہ بھی ہو، صحت بھی ہو۔یہ اس کی شرائط ہیں کہ یہ ہوں تب حج کرنا ہے۔اس کے لئے دعا ہوسکتی ہے۔نماز کے لئے دعا نہیں ہوتی۔جو اختیاری کام ہے، آپ کے بس میں ہے، اس کے لئے دعا نہیں ہوگی۔وہ لوگ کہتے کہ جی نہیں کرتا۔بابا جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے: فرض کی تعریف ہی یہ ہے: دل چاہے، نہ چاہے، وہ کرنا پڑتا ہے۔فرض اسی کو کہتے ہیں۔یہ دل چاہے تو پڑھ لو اور دل نہ چاہے تو نہ پڑھو، یہ نفل ہے۔نہیں جی کرتا تو نفل نہ پڑھو۔نماز کے ساتھ ہے بے شک یہ نفل چھوڑ دو۔فرض کی تعریف ہی یہ ہے کہ جی چاہے یا نہ چاہے وہ کرنا ہی پڑتا ہے۔ڈیوٹی پہ جانا ہے، فوجی آدمی ہے۔بارش ہو، آندھی ہو، یا جو مرضی ہو، یہ وردی پہن کے چل پڑتے ہیں۔نماز کا فرمایا کہ اختیاری فعل ہے یہ آپ خود کریں۔

میں بھی یہی کہتا ہوں: مولوی جو کہتا ہے کہ اللہ نماز کی توفیق دے۔ وہ یہ غلط بات کہتے ہیں کہ نماز کی توفیق دے۔ اللہ نے جس کی توفیق نہیں دی وہ فرض نہیں کیا۔ جس کے پاس پیسہ نہیں ہے اس پہ زکوۃ فرض نہیں ہے۔ اس پہ قربانی فرض نہیں ہے۔ حج فرض نہیں ہے۔ یہ سب ساقط ہیں۔ جب توفیق ہوگی یہ پھر فرض ہوں گے۔ جس کی توفیق نہیں دی وہ فرض نہیں ہے۔ نماز سب پہ فرض ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ سب کو توفیق دی ہوئی ہے۔ سارے پڑھو۔ توفیق کا مطلب ہے کہ آپ انجام دے سکیں۔ بیچ میں رکاوٹ نہ ہو۔ بیچ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اذان ہوگئی ہے، مسجد جا کے نماز پڑھے۔ آپ پڑھ سکتے ہیں، ہر کوئی پڑھ سکتا ہے۔ اب مرضی ہے آپ کی کہ پڑھیں۔ توفیق اللہ نے دے رکھی ہے، آپ کے مسجد جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ نماز کے اندر اس میں بڑی سہولتیں ہیں۔ کوئی بیمار ہے، خدانخواستہ کھڑے ہو کے نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کے پڑھو۔ اشارے سے پڑھو لیکن جب تک ہوش و حواس قائم ہیں چھوڑ نہیں سکتے۔ اس لئے ہم بھی کہتے ہیں کہ یہ توفیق والی بات نہیں ہے۔ توفیق کی دُعا اس کام کے لئے ہے جس کام کو آپ نہیں کر سکتے۔ حج کے لئے دُعا کرو تو ٹھیک ہے۔ پیسہ اللہ دیتا ہے۔ نماز کی اللہ نے توفیق دے رکھی ہے اس لئے سب پر فرض کر دی ہے۔ ہر بندہ ادا کر سکتا ہے۔ سہولت اللہ نے خود پیدا کر دی ہے کہ کب نہ پڑھیں۔ حیض کے وقت عورتیں نہ پڑھیں۔ آپ بیمار ہوئے ہیں، قضاء ہوگئی ہے تو قضاء ہی پڑھ سکتے ہیں لیکن جب تک ذہنی توازن ٹھیک ہے آپ کو پڑھنی ہے۔ اس لئے وہ نماز کی توفیق کی بات نہیں ہے۔ توفیق اللہ نے دے رکھی ہے۔ ہماری غفلت ہے، سستی ہے، جو کچھ مرضی کہیں لیکن توفیق کی بات ٹھیک نہیں ہے۔ ایک کام کی توفیق

دی ہےتو فرض ہے۔ایک ہی تو فرض ہے نماز جو روزانہ کرنا ہے،اور کون سا ہے؟ باقی سارے فرائض جو ہیں وہ سالانہ ہیں۔ روزے سال کے بعد، حج بھی سالانہ، زکوۃ بھی سالانہ۔روز کا تو یہی فرض ہے: نماز۔تو یہ پڑھیں۔ذکر اگر شوق ہے اور اپنے درجات بڑھانا چاہتے ہیں، اللہ کے قریب جانا چاہتے ہیں تو یہ کرو۔

جو دم غافل سو دم کافر

ہروقت اللہ کا ذکر کرو۔حضور ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ الـــم. تین حروف ہیں۔جو الـــم پڑھتا ہے اسے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اس کے کوئی معنی نہیں ہیں، کسی چیز کا نام نہیں ہے۔اس کی مثال بیان کی ہے۔ قرآن میں ہاتھی کا، گھوڑے کا، مچھر کا، اور سب کا نام آتا ہے۔جب قرآن میں پڑھیں گےتو ان کی بھی اسی طرح نیکیاں ملیں گی کیونکہ قرآن میں ہیں۔جو اللہ کا نام پڑھے گا، اب یہ تو نہیں ہوسکتا کہ مچھر کا نام لیں اور اللہ کا نام لیں تو ایک جیسا اجر ہوگا۔ جب اللہ کا نام لیں گےتو پتا نہیں اس کی کتنی Multiplication ہوگی۔اللہ کی ذات کا نام لیں گےتو اور بھی بڑھے گا۔ جب اللہ کا ذکر کریں گےتو اس کا کیا مقام ہوگا؟ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: یار! جنت کا کیا ہے۔ جنت تو ایک دفعہ اللہ کہو، پیارسے ایک دفعہ اللہ کہنے سے بھی جنت مل جاتی ہے۔لیکن جو درجے ہیں وہاں ان کے لئے بھی کوشش ہونی چاہئے۔ High درجات جو ہیں ان کے لئے کوشش ہو۔ایک ایک نیکی وہاں ایسے ہوگی جیسے زمین اور آسمان ہیں۔ایک درجے کا یہ فرق ہوگا۔ایک نیکی ایسی ہوگی۔ دوسری اس سے اوپر۔ جنت بڑی وسیع ہے۔ جنت میں ان اعلیٰ درجات کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔

محفل 2

تقدیر جو ہے یہ آپ کیلئے نہیں ہے۔ یہ اُن چرند پرند کیلئے ہے جو اس کے پابند ہیں، اپنی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں لا سکتے۔ بھینس جو ایک لاکھ سال پہلے اس کی زندگی تھی، اب بھی ویسی ہے۔ چارہ کھاتی ہے، دودھ دیتی ہے، پانی پیتی ہے، وہ اپنی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں لا سکتی اور نہ اس میں یہ Capability ہے۔ یہ سورج، چاند، ستارے سب اپنی ڈیوٹی میں لگے ہوئے ہیں لیکن بندھے ہوئے ہیں۔ اس سے ہٹ نہیں سکتے۔ وہ تقدیر انسان اپنے لئے نہ سمجھے کہ میں بھی ایسے ہی بندھا ہوا ہوں، میں کچھ نہیں کر سکتا، وہ ان کیلئے ہے۔

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

آپ کے لئے احکام ہیں اور آزادی ہے۔ نہیں کرو گے تو یہ دوزخ کا طبقہ ہے، یہاں رہو گے اور کرو گے تو درجہ بدرجہ وہ جنتیں ہیں وہاں پہنچ جاؤ گے۔ اللہ کے احکام یہی ہیں۔ جو کرے گا وہ یہ اجر پائے گا، جو نہیں کرے گا اس کے ساتھ یہ ہوگا۔ تمہارے لئے یہ تقدیر ہے۔ ایسے جکڑی ہوئی نہیں ہے۔ یہ اعمال ہیں۔ تمہارے اختیار میں ہیں۔ چلو گے تو ان پر چل جاؤ گے۔ انسان کو حکم وہ ہے۔ فرمایا کہ معرفت کیلئے پیدا کیا ہے۔ اللہ کو پہچان کے سجدہ کرے۔

بزرگ کہتے ہیں کہ کچھ مخلوقات قیام میں ہیں، کھڑے ہیں، رکوع نہیں کر سکتے۔ سجدہ نہیں کر سکتے۔ درخت قیام میں ہیں۔ اُدھر اللہ کی تسبیح جو اللہ نے سکھائی ہے، وہ کرتے ہیں۔ کچھ رکوع میں ہیں، سجدہ نہیں کر سکتے جیسے جانور گائے، بھینس وغیرہ سب جھکے ہوئے ہیں۔ انہوں نے رکوع کی حالت میں ساری زندگی گزارنی ہے۔ کیڑے مکوڑے جو ہیں، جو سب زمین پہ چل رہے ہیں، وہ سجود میں ہیں۔ وہ سجدے میں رہتے ہیں، کھڑے نہیں ہو سکتے۔ لیکن انسان کو اللہ نے کھڑا کیا ہے۔ تیری پیشانی کو اوپر کر دیا ہے۔ اللہ کو پہچان کے، اللہ کی تکبیر بیان کر کے یہ اُٹھے، اور اللہ اکبر کہہ کے یہ سجدے میں جائے پھر اس کا سجدہ قبول ہے۔ اللہ کی شان کو جان کر، اور پھر اپنا سر جسے کھڑا کیا، اس کو خود جھکا۔ پہچان ہو۔ آپ سے وہ نماز چاہتے ہیں۔ زندگی پہچان والی، اللہ کی معرفت والی، آپ کیلئے ہے۔ وہ حدیث بھی ہے کہ

کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً۔ میں چھپا ہوا خزانہ تھا۔

چھپے ہوئے خزانے کے بارے میں کوئی جانتا ہی نہیں ہے کہ کہاں پڑا ہے؟ کیا ہے؟ فرمایا کہ بس ایسے ہی تھا۔ زمین و آسمان سارا کچھ تھا۔ میری شان کو نہ کوئی سمجھتا تھا اور نہ کوئی مجھ سے پیار کرتا تھا۔ میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ ہر مخلوق اللہ کی بات کو سمجھتی ہے۔ اپنے شعور کے مطابق اس کی تعریف بھی کرتی ہے۔ سب سے اعلیٰ شعور اس نے انسان کو دیا۔ اس لئے اسے اشرف المخلوقات کہا۔ اس میں یہ بات ہے کہ یہ سب سے زیادہ اللہ سے پیار کر سکتا ہے۔ اس کو پہچاننے کیلئے بنایا گیا ہے۔ اسی کو پہچان ہے اور یہ اس کے لئے قربانیاں کرتا ہے۔ انسان کو پہچان کیلئے بنایا اور دنیا میں اس لئے بھیجا کہ سب کچھ جان سکے اور میری پہچان کی مکمل تکمیل کر کے واپس آئے۔ اسی کے مطابق درجات ہوں گے۔

بچہ جو ہے جب یہ پیدا ہوتا ہے تو صحیح سلامت ہوتا ہے۔ سارے اعضاء اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ کان بھی، آنکھ بھی، دل بھی، دماغ بھی، سب کچھ لیکن اس وقت یہ پڑھ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے کہ

وَاللّٰهُ أَخْرَجَكُم مِّن بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا(1)۔

ماؤں کے پیٹوں سے ایسا تمہیں پیدا کیا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ زیرو میٹر پر تھے۔ لیکن اندر وہ علم حاصل کرنے کے اعضاء: کان، ناک، عقل، سب کچھ دیا ہے۔ اس وقت کچھ نہیں جانتا۔ یہاں آئے گا۔ آہستہ آہستہ چلے گا۔ بچہ ہے۔ اس کا ہاتھ نہیں ٹکتا۔ آنکھیں نہیں ٹکتیں۔ آہستہ آہستہ وہ ہاتھ مارتا ہے۔ چلنا شروع کرتا ہے۔ پہلے گھٹنوں کے بل چلتا ہے، پھر کھڑا ہوتا ہے، پھر اوپر چلتا ہے۔ پہلے ایک قدم لیتا ہے پھر دوسرا قدم لیتا ہے۔ ہم خوش ہو جاتے ہیں کہ بچہ چل پڑا ہے۔ چیزیں موجود ہیں لیکن ٹائم کے ساتھ ان کا کنٹرول بنے گا۔ ٹائم کے ساتھ انہیں استعمال کرے گا۔ ٹائم کے ساتھ ہی اللہ کی معرفت حاصل ہوگی۔ پاؤں پہ کنٹرول ہوگا۔ پڑھنے پر دماغ چلے گا۔ زبان چلے گی، پہلے الفاظ ادا کرے گا۔ الف، ب چل پڑے گی۔ وہ شروع میں ہی کتاب نہیں پڑھ سکتا۔ ٹائم پہ جا کے ہی اس کا Brain develop ہوگا۔ اسی طرح وہ روح ہے۔ جوان ہوگی، اس کی Understanding بنے گی اور پھر کہیں جا کے اللہ کی معرفت کا سفر ہوگا۔ فرمایا کہ

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ(2)۔

زمین کے اندر اہل ایمان کیلئے بہت سی نشانیاں اکٹھی کر رکھی ہیں۔

---

(1) سورۃ النحل 16: آیت 78۔

(2) سورۃ الذاریات 51: آیت 20۔

وَفِيْ أَنفُسِكُمْ أَفَلا تُبْصِرُونَ [1]

تمہارے جسموں کے اندر بھی۔ تمہیں دکھائی نہیں دیتا کہ کیسے کیسے نظام تمہارے اندر چل رہے ہیں۔ ہر پرزہ جو ہے وہ ایک کرشمہ ہے۔ قلب کو دیکھو۔ کیسے چل رہا ہے؟ پمپ کیسے کر رہا ہے؟ کیسی مشین اللہ نے بنائی ہے جس میں چار Valve ہیں۔ خون بھیجتا ہے اور واپس لے رہا ہے۔ اس کو چلاتا کون ہے؟ یہاں تو کوئی مشین بھی بجلی کے بغیر، یا ڈیزل اور پٹرول کے بغیر نہیں چلتی۔ یہ کیسے چل رہا ہے؟ ایک پمپ چل رہا ہے۔ سارے بدن میں نیچے بھی خون پہنچا رہا ہے، اوپر بھی خون پہنچا رہا ہے۔ دماغ تک بھی جاتا ہے۔ کوئی ہے ایسا پمپ جو پہاڑوں پر بھی پانی بھیج سکے اور نیچے بھی سیراب کرے، پھر یہ پانی سارے کھیتوں کو دے کر واپس بھی لے آئے؟ کوئی نہیں ہے۔ صرف ایک یہ پمپ ہے جو سارے کھیتوں کو سیراب بھی کرتا ہے، واپس بھی لے آتا ہے۔ سب کو زندگی بھی ملتی ہے، سیراب بھی ہو جاتے ہیں۔ اکٹھا بھی کر دیتا ہے، پھر صاف کر کے دوبارہ بھیج دیتا ہے۔ کوئی ایسا پمپ کسی نے آج تک بنایا ہے؟ اللہ کہتا ہے کہ تمہارے اندر میری نشانیاں ہیں۔ یہ پھیپھڑے کیسے چل رہے ہیں؟ ان کو پھیلاتا کون ہے؟ کوئی نہیں کر سکتا۔ اللہ کا امر ہے۔ یہ جاری ہے۔ وہ جیسے چاہتا ہے سب کر دیتا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ اس کو دیکھو۔

وَفِيْ أَنفُسِكُمْ أَفَلا تُبْصِرُونَ [1]

تمہارے اندر بھی سب کچھ ہے۔ نظر دوڑاؤ۔ غور کرو اس پہ کہ کیسے چل رہا ہے؟ اس میں نشانیاں ہیں۔

إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَاخْتِلافِ اللَّيْلِ

---

(1) سورۃ الذاریات 51: آیت 21۔

وَالنَّهَارِ لآيَاتٍ لِّأُوْلِي الألْبَابِ (1)۔

زمین کی اور آسمان کی پیدائش میں، دن رات کے بدلنے میں، اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں أُوْلِي الألْبَاب کیلئے۔اہل دانش کے لئے۔جو جستجو رکھتے ہیں اللہ کی، ان کیلئے نشانیاں ہیں۔أُوْلِـي الألْبَـاب کا مطلب سائنسدان نہیں ہے۔أُوْلِـي الألْبَاب کا مطلب وہ صوفیاء ہیں جو اللہ کی محبت کے قائل ہیں۔'لب لباب' کہتے ہیں اندروالی چیز کو۔لب لباب۔یہ أُوْلِي الألْبَاب ہے۔جو اندروالی بات کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ان کے لئے نشانیاں ہیں۔بتایا بھی ہے کہ کون ہیں۔وہ کون ہیں؟

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّهَ قِيَاماً وَقُعُوداً وَعَلَىَ جُنُوبِهِمْ (2)۔

وہ جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔وہ ہیں۔یہ نشانیاں جو ہیں اللہ ان کی ساری حقیقت کھول دیتا ہے۔اس کی تیاری کے لئے انسان کو یہ سلیبس دیا گیا ہے۔ذکر کرو تو وہ حقیقتیں کھلیں گی۔پہلے ذکر کرو پھر وہ تفکر کرو۔پہلے وہ ذکر کرو۔

وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ (2)۔

اللہ ان پہ یہ حقیقتیں کھولتا ہے جو پہلے ذکر کرتے ہیں پھر اس کے بعد تفکر کرتے ہیں۔قرآن جس فقر کی تعلیم دیتا ہے وہ ذکر وفکر کا Combination ہے۔

اسی آیت کے تحت ذکر کرتے ہیں۔علامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

فقرِ قرآں اختلاطِ ذکر و فکر

وہ نہیں کہتا کہ دنیا کو چھوڑ دو اور کسی جگہ پر جا کر بیٹھ جاؤ۔اس کو ساتھ ساتھ

---

(1) سورۃ آل عمران 3: آیت 190۔

(2) سورۃ آل عمران 3: آیت 191۔

کرو۔اللہ کا ذکر ساتھ ساتھ کرواور اس کی تخلیق میں غور بھی کرو کہ کیسے یہ بنی ہے؟تم اس کے راز کو پالو گے۔سائنس کیا ہے؟تدبر وتفکر جس سے چیزوں کی حقیقت معلوم ہو جائے۔اسے انسانیت کے فائدے کیلئے استعمال کرو۔

فقر ِ قرآں اختلاطِ ذکر و فکر

فکر را کامل ندیدم جز بذکر

اس نے کہا کہ اسلام کا فقر جو ہے وہ دونوں کے Combination سے ہے۔فرمایا:

فکر را کامل ندیدم جز بذکر

میں نے کسی عقل کو ذکر کے بغیر کمال تک پہنچتے نہیں دیکھا۔عقل وہی کمال کو پہنچتی ہے جس کے ساتھ اللہ کا ذکر شامل ہو۔

ہمارے مسلمانوں کے سارے اکابر وہ تھے جو اہل ذکر تھے۔وہ غزالی ہوں، شاہ ولی اللہ ہوں، یا جو مرضی ہوں۔یہ وہی تھے جو اہل ذکر تھے۔ان کا ہی نام ہے علماء میں بھی اور سب جگہ صوفیاء میں بھی۔پاکستان میں علامہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح پی ایچ ڈی (PhD) کوئی نہیں آئے؟ بے شمار پی ایچ ڈی تھے۔چپے چپے پر آئے۔وہ (علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ) پی ایچ ڈی تھا لیکن اہل ذکر تھا۔اللہ والوں کی صحبت میں پلا تھا۔وہ مولانا میر حسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے پیر تھے، استاد تھے، یہ اُن کا پڑھایا ہوا تھا۔جب اقبال کو سَر (Sir) کا خطاب ملا تو گورنر نے پوچھا کہ آپ مسلمانوں کے لیڈر ہیں، شمس العلماء کا خطاب دینا ہے، کسی کا نام آپ بھی تجویز کریں۔انہوں نے کہا کہ میں تجویز کروں گا تو پھر انہیں کو دینا پڑے گا۔گورنر نے کہا کہ بتائیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میر حسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ہیں وہ ہیں شمس العلماء۔انہوں نے کہا کہ وہ

تو مشہور رہی نہیں ہیں۔ نہ کوئی کتاب، نہ تفسیر۔ علامہ نے کہا کہ تفسیر کی بات چھوڑیں اگر مجھ میں کوئی خوبی ہے تو میں ان کی تصنیف ہوں۔ اگر مجھ میں کوئی خوبی نظر آتی ہے تو یہ مجھے انہی کے دَر کا دیا ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ اُنہیں یہ خطاب گھر جا کے دینا پڑے گا۔ اُنہوں نے دربار میں نہیں آنا کہ کسی گورنر نے بلایا ہے میں کوئی سُوٹ پہن کر جاؤں۔ فرمایا: انہوں نے یہاں کوئی نہیں آنا۔ اُنہیں گھر جا کے دینا پڑے گا۔ یہ خطاب پھر اُنہیں کو دیا گیا۔ ان کے بیٹے نے وصول کیا۔ وہ آتے تھے بھلا۔ وہ تو خود بادشاہ تھے۔ انہوں نے کہہ دیا کہ وہ نہیں آئیں گے۔ ان کے گھر جا کے دینا پڑے گا۔ آپ کی سفارش تھی۔ کہا کہ میں ان کی تصنیف ہوں۔ مجھے اُنہوں نے بنایا ہے۔ یہ ہے۔ جو اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھتے ہیں تو اللہ کی محبت ان میں نفوذ کرتی ہے۔ سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ اللہ والوں کی مجلسوں میں بیٹھو۔

آج کل تو آٹے، چاول، چینی کا سیاپا بنا ہوا ہے۔ ہے کوئی ایسی مجلس جس میں اللہ کی بات ہو؟ اللہ کے پیار کی بات ہو؟ ان کو نظر انداز کر کے اپنا سفر جو اللہ کی طرف ہے وہ طے کرو۔ کل یہ بند ہو جائے گی۔ بلا لیں گے کہ آؤ جی۔ انہوں نے نہیں پوچھنا کہ زرداری نے کیا کیا؟ وہاں تو آپ کی بات پوچھی جائے گی کہ آپ نے کیا کیا ہے؟ ادھر لے آؤ۔ اُن کا وہ ہے، اُن کا وہ دیکھیں گے، تم اپنی بتاؤ۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

کلکم راع و کلکم مسئول۔

ہر بندہ حکمران ہے۔ ہر بندے سے اس کی حکومت کے بارے میں سوال ہو گا۔ بادشاہی ہے سب کی۔ سب اپنے گھر میں بادشاہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مثال دی اس غلام کی کہ جو بکریاں چرانے پہ مامور ہے۔ فرمایا: وہ بکریاں اس کی رعایا

ہیں۔وہی بادشاہی ہے اس کی۔ان پر اس کا مکمل کنٹرول ہے۔جب گھر سے باہر لے جاتا ہے تو ان کا خیال اس نے کرنا ہے۔جو جو دیا ہے، اس کا امتحان ہوگا۔

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلاَئِفَ الأَرْض (1)۔

خلفاء بنایا تم کو زمین کے۔

لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَا آتَاكُم (1)۔

تاکہ تمھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے آزمائے۔اس میں ٹیسٹ ہے کہ وہ بکریوں کو اس طرف لے جاتا ہے جس طرف چارہ یا گھاس ہے یا اُجاڑ کی طرف لے جاتا ہے۔جب انہیں دھوپ لگتی تھی تو اسے احساس ہوتا تھا کہ یہ اللہ کی مخلوق ہے، انہیں سائے کے نیچے لے چلوں۔پیاس لگتی تھی تو اسے احساس ہوتا تھا کہ انہیں پیاس لگی ہے کسی پانی کی جگہ لے کے جاؤں۔اُسی کا حساب ہوگا جو دیا ہوا ہے۔

اپنی اپنی بادشاہی کی فکر کرنی ہے جو خدا نے دیا ہوا ہے۔خدا نے فرشتے پیدا کیے ہیں، وہ دائمی ہیں۔وہ ہمیں بھی ایسے پیدا کرسکتا تھا کہ ایک مخلوق جو ہمیشہ رہتی۔لیکن نہیں۔ایک نسل چلی جاتی ہے، دوسری پیچھے آجاتی ہے۔باپ نواب تھا تو پیچھے اس کی کرسی پر بیٹا بیٹھ جاتا ہے۔وہ چلا جاتا ہے تو پیچھے پوتا آ کے بیٹھ جاتا ہے۔دادا نے جو کیا وہ جانے۔آپ نے جو کیا اب آپ کی باری ہے۔اب آپ دیکھیں کہ آپ نے کیا کیا؟ ساری اسی طرح ہے۔جو کچھ ہمیں ملا ہے، ہم سے اسی کی پوچھ گچھ ہے۔اللہ تعالیٰ نے بتایا ہوا ہے۔ساتھ تو کوئی نہیں لے کے گیا خلائف کا مطلب ہے باری باری ایک دوسرے کے پیچھے آ رہے ہیں۔

(1) سورۃ الانعام 6: آیت 165۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ دنیا جو اس وقت موجود ہے، سو سال کے بعد ان میں سے کوئی نہیں ہوگا۔ سارے چلے جائیں گے۔ یہ دفتر، سامان، یونیورسٹیاں، سکول سب رہیں گے لیکن عملہ بدلا ہوا ہوگا۔ ڈیوٹی پر نیا عملہ ہوگا۔ ان سے ان کا حساب ہوگا۔ یہ ہے کہ اس کی فکر ہونی چاہئے۔ اللہ کا ذکر کریں اور پیار کریں۔ اس کو اپنالیں۔ بڑا Easy ہے، آسان سا ہے۔ اس کے ثمرات جو ہیں اللہ کے فضل و رحمت سے وہ محسوس ہوتے ہیں۔

أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ(1)۔

(اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔)

جب ذکر کریں گے تو دلوں کو اطمینان ملے گا، اس سے جو دنیا کے غم ہیں ان سے تھوڑی بے نیازی ہو جائے گی۔ روزگار کا غم ہے یا کوئی اور غم ہے۔ بندہ اللہ کے عشق میں لگ جائے تو یہ سارے غم مٹ جاتے ہیں اور اس اللہ کی طلب لگ جاتی ہے۔ اس لئے کریں۔ اللہ کو یاد رکھیں۔ اللہ میاں بندے کا ہر دم ساتھ دیتا ہے۔ میاں محمد بخش جیسے کہتے ہیں:

اس دا نام چتارن والا
کسے میدان نہ ہردا

بندہ ہر وقت اس کے ساتھ ہے تو وہ بھی اس کے ساتھ ہے۔ وہ اکیلا کبھی نہیں چھوڑتا۔ اس کی فضل و رحمت ہر وقت ساتھ رہے گی۔

(سالانہ دورہ حلقہ عاشق پور لسوڑی مورخہ 19 نومبر 2008ء بروز بدھ بعد از ذکر)

---

(1) سورۃ الرعد 13: آیت 28۔

محفل 3

حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور نبی کریم ﷺ کے پاس انسانی صورت میں آئے اور سوال کیا کہ اسلام کیا ہے؟ ایمان کیا ہے؟ ایمان میں یہ آیا کہ مانو۔ اللہ کو ماننا ہے یعنی عقیدہ آگیا۔ اس میں صرف عقیدہ آیا کہ اللہ پہ ایمان لایا، فرشتوں پہ، کتابوں پہ، رسولوں پہ، اور روز آخرت پہ۔ یہ ایمان ہے۔ ایمان کیا ہے؟ تو یہ ایمان ہے۔ اسلام کیا ہے؟ اسلام اس کا Practicle ہے۔ اب یہ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ایمان پہلے ہے اور اسلام بعد میں شروع ہوتا ہے۔ عملی طور پر جب شروع ہوگا تو وہ اسلام کہلائے گا۔ جب آپ نے (ایمانیات کی) یہ چیزیں پڑھ لی ہیں، یہ آپ کی بنیادیں ہیں۔ آپ کے دین کی بنیادیں ہیں۔ جس کو آپ نے مان لیا۔ ربّ مان لیا۔ آگے ارکان اسلام ہیں۔ ہر مسلمان جو اس دین میں ایمان کے بعد Enter ہو گیا تو یہ ارکانِ اسلام جو ہیں ان کی اس نے پابندی کرنی ہے۔ وہ ان ساری چیزوں کا پابند ہے۔ نماز پڑھے۔ روزہ رکھے۔ یہاں جو پریکٹیکل صورت ہے اس کو اسلام کہا ہے اور عقیدے کی بات کو ایمان کہا ہے۔ اب یہاں جو Situation ہے وہ علیحدہ ہو گئی۔ اس طرح احسان کا پوچھا گیا کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے کہا کہ احسان یہ ہے کہ اللہ کی بندگی اس طرح کرے گویا کہ اللہ کو دیکھ رہا ہے۔

اَن تَعبُدُ اللّٰہ کَاَنَّکَ تَرَاہُ۔

بندگی اللہ کی ایسے کرو گویا کہ تم اُسے دیکھ رہے ہو۔

یہ بہت اونچی بات ہے۔آگے یہ بھی فرمایا کہ آپ نہیں بھی دیکھ سکتے تو وہ تو پھر دیکھ ہی رہا ہے۔لیکن پہلی بات Priority وہی ہے کہ آپ اللہ کو دیکھ رہے ہوں ۔آپ کو اللہ کی حضوری کا اتنا ادراک ہو کہ اللہ سامنے ہو۔اللہ سامنے ہو تو کون سا بندہ ہے جو اس کے حکم کی خلاف ورزی کر سکتا ہے؟ کوئی ملازم ہی ہو، کسی فیکٹری کا مالک اسے دیکھ رہا ہے تو ہر بندہ میں احسان پیدا ہو جائے گا،اس کے ہر کام میں حسن پیدا ہو جائے گا۔جھاڑو دے رہے ہیں تو خیال رہے گا کہ کوئی تنکا نیچے نہ رہ جائے ۔احسان یہی ہے کہ اس میں حسن پیدا ہو جائے ۔اس کا اعلیٰ مقام ہے۔جو مشین پر لگا ہوا ہے وہ اِدھر اُدھر نظر نہیں ہٹائے گا کہ میرا مالک مجھے دیکھ رہا ہے۔جب اللہ کے دیکھنے والی بات ہوتی ہے تو خود بخود عمل میں حسن پیدا ہو جاتا ہے۔اس میں بھی میرا خیال ہے کہ عبادت کی بات کو صرف نماز تک محدود نہ کیا جائے ۔بندگی اور نماز علیحدہ علیحدہ باتیں ہیں ۔بندگی ٹوٹل زندگی پہ حاوی ہے اور نماز صرف نماز تک ہے جسے صلوٰۃ کہا گیا ہے۔اس کو علیحدہ علیحدہ بتایا گیا ہے ۔ہم یہ دعا پڑھتے ہیں ۔

اللھم ایاک نَعبُدُ وَ لَکَ نُصَلّی۔

تیری بندگی کرتے ہیں اور نماز بھی تیری پڑھتے ہیں ۔

بندگی ایک علیحدہ کام ہے اور صلوٰۃ جو ہے وہ بھی آپ پڑھتے ہیں ۔اور بھی قرآنی آیات میں بندگی کی بات ہے ۔بندگی جو ہے وہ ٹوٹل بندگی ہے اللہ کی

کہ اس کا بندہ بن کے گزاری جائے۔ وہ صرف اس لئے نہیں ہے کہ نماز کے لئے۔ وہ (بندگی) اس میں ہے کہ پوری زندگی ایسے گزرے گی کہ خدا آپ کے ساتھ ہے اور وہ آپ کو دیکھ رہا ہے۔ جہاں کوئی بھی، کہیں بھی ہو۔ اس طرح وہ مسجد والی بات ہے۔ وہ بھی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ میری خصوصیات میں سے ہے کہ ساری زمین جو ہے وہ میرے لئے مسجد بنا دی گئی ہے۔ کسی نے پوچھا کہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خصوصیت دے دی ہے تو یہ نماز جو ہے۔ فرمایا: جہاں جگہ ملے اُدھر ہی پڑھ لو۔ کھیت میں ہیں تو اُدھر ہی پڑھ لو۔ آپ کے لئے ضروری نہیں ہے کہ مسجد میں جائیں۔ مندر میں بھی جا کے آپ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ جدھر بھی ٹائم ہے، اُدھر ہی پڑھ لو لیکن اس کی ذمہ داری بھی آپ پہ عائد ہو گی۔ جیسے مسجد کا احترام کرتے ہو کہ مسجد میں بیٹھے ہو، خدا کا خوف کرو، یہاں یہ حرکت نہیں کرنی۔ اب آپ کو ساری زمین پہ ایسے رہنا پڑے گا۔ آپ کیلئے ساری زمین کو مسجد کا Status دے دیا گیا ہے۔ مسجد میں بیٹھے ہیں تو کہتے ہیں کہ خدا کا گھر ہے۔ مسجد میں بیٹھے ہیں، یہ بات کر رہے ہیں، تو ساری زمین کے بارے میں بھی آپ پر یہ ذمہ داری عائد ہو گی کیونکہ ساری زمین آپ کیلئے مسجد بنا دی گئی ہے۔ جس کی Facility ملتی ہے، اس کی ذمہ داری بھی ملتی ہے۔ ذمہ داری بھی دے دی گئی ہے۔ وہ جب دیکھ رہا ہے تو یہ بھی ذمہ داری بن جائے گی کہ اللہ ہر جگہ مجھے دیکھ رہا ہے، کہیں بھی ہوں۔ میں مسجد میں ہوں یا مسجد سے باہر ہوں۔ اس میں بھی یہی کہا گیا ہے۔

(بمقام مرکز تعمیر ملت مورخہ 20 جولائی 2009ء بروز سوموار)

محفل 4

سوال کیا گیا کہ یہ تصوف کی تعلیم جو ہے یہ سب لوگوں کے لئے ہے؟یا صرف کچھ خاص لوگوں کے لئے ہے؟اس کے جواب میں فرمانے لگے:

کون سا کام ہے جس میں سب لوگوں کو ایک جیسی ٹریننگ دی جاتی ہے؟ اب ڈاکٹر ہیں ۔سب ایم بی بی ایس (MBBS) کر کے آتے ہیں ۔اب آگے جس کا شوق ہے۔جو Specialization کرنا چاہتا ہے وہ کرتا ہے ۔کوئی Heart میں جانا چاہتا ہے،کوئی Neurology میں جانا چاہتا ہے،کوئی Orthopedic کی طرف جانا چاہتا ہے ۔بندہ ایم بی بی ایس ہوگیا تو ڈاکٹر وہ بن گیا ۔بعد میں اپنی مرضی سے آگے چل سکتا ہے ۔اسی طرح یہ بھی ہے ۔

حضور نبی کریم ﷺ کے پاس ایک بدو آیا ۔اس نے کہا:حضور ﷺ! مجھے اسلام کے بارے میں بتا دیں ۔آپ ﷺ نے اسے بتایا کہ اسلام یہ ہے کہ کلمہ پڑھو،نماز پڑھو،اور یہ کام کرو ۔اس نے کلمہ پڑھ لیا ۔اس نے نماز کا پوچھا تو فرمایا کہ پانچ ہیں ۔اس نے پوچھا کہ اس سے زیادہ تو نہیں ہیں؟ فرمایا کہ پانچ ہی ہیں ۔ روزے کا پوچھا تو فرمایا کہ تیس ہی ہیں ۔زکوۃ ڈھائی فیصد ہے،حج اگر پیسے ہیں تو کرو ۔اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں نے کلمہ پڑھ لیا ہے، پانچ نمازیں میں نے نہیں چھوڑنیں، چھٹی میں نے پڑھنی نہیں ۔پانچ ہیں تو پانچ ہی پڑھوں گا۔

روزے تیس رکھوں گا، اکتیسواں میں نہیں رکھوں گا۔ زکوٰۃ ڈھائی فیصد دوں گا۔ پیسے ہوئے تو حج کروں گا۔ چلا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ سچ کہہ رہا ہے تو کسی نے جنتی کو دیکھنا ہے تو اس کو دیکھو۔

ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز، یہ تیس روزے، ڈھائی فیصد زکوٰۃ، اور توفیق ہو تو حج کا فریضہ ادا کرو، یہ Minimum سلیبس ہے۔ یہ Minimum سلیبس کامیابی کے لئے ضروری ہے۔ (حضور ﷺ نے) یہ نہیں کہا کہ صرف یہی ہے، اس سے زیادہ نہیں کرنا۔ ہاں۔ آگے درجات ہیں۔ جس بندے میں پیار ہو، جو ذوق رکھتا ہے، وہ زیادہ کرے۔ ہر بندہ تو ایسا نہیں ہوتا جس میں ذوق ہو۔ قرآن میں ذکر کا لکھا ہوا ہے۔ بہت سی آیات ہیں۔ اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔ اُٹھتے، بیٹھتے، لیٹے ہر حال میں اس کو یاد کرو۔ اب جوان قرآنی آیات کو پڑھتا ہے وہ یہ کیوں نہیں کرتا جبکہ ذکر کا حکم ہے؟ انسان ذکر کرے بلکہ سب کو کرنا چاہئے۔ صرف نماز کیوں؟ جب کہا ہے کہ

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى۔ وَذَكَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى[1]۔

فلاح پا گیا وہ جس نے تزکیہ کیا، اپنے رب کے نام کا ذکر کیا اور نماز پڑھی۔

یہ تینوں چیزیں ہیں۔ نماز اور ذکر کے ساتھ تزکیہ بھی بتایا۔ اس وقت یہ نبی پاک ﷺ کی ڈیوٹی تھی اور کہا بھی ہے کہ وہ تزکیہ کرتے تھے۔ اس کے بعد صحابہ اور پھر اولیائے کرام کرتے رہے۔ اس زمانے میں بھی کسی اللہ والے سے ملیں گے تو تزکیہ ہوگا۔ وہ رگڑ کے، مانجھ کے، گردوغبار اتار دے گا پھر اس کی سفیدی یا جو اصلیت ہے وہ سامنے آجائے گی۔ اس کے بعد وہ اللہ کے ذکر کی تعلیم دے گا اور نماز ہوگی۔

---

(1) سورۃ الاعلیٰ 87: آیات 14-15۔

سب کے لئے ہے۔ ہر کوئی کرسکتا ہے جس کو شوق ہو۔ کسی بھی Profession میں آگے جو Specialization ہوتی ہے وہ ہر ایک کے لئے ہوتی ہے۔ جو جو آگے Willingly جانا چاہتا ہے، وہ جا سکتا ہے۔ قرآن میں جو بات لکھی ہوئی ہے وہ سب کے لئے ہے۔ قرآن میں پانچ نمازوں کا ٹائم دیا گیا ہے تو وہاں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّداً وَقِيَاماً[(1)]۔

ان کی راتیں قیام اور سجدے میں گزرتی ہیں۔ یہ بھی لکھا ہوا ہے۔ حضور ﷺ کے اسوۂ مبارک میں بھی لکھا ہوا ہے کہ آپ ﷺ رات کو اتنا قیام کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے پائے مبارک میں ورم آجاتا تھا۔ اتنا لمبا قیام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نفل پڑھ رہے تھے تو ایک صحابی ساتھ جا کے کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے سورۃ البقرہ شروع کی۔ انہوں نے سوچا کہ سو آیت پر رکوع ہوگا۔ سورۃ البقرہ بھی ختم ہوگئی پھر جا کے رکوع ہوا۔ رکوع بھی اتنا لمبا تھا جتنا کہ قیام تھا۔ سجدہ کیا تو وہ بھی اتنا لمبا تھا جتنا کہ رکوع تھا۔ وہ ذکر اس سے آگے کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ قرآن ہی ہے بس۔ اس (قرآن) کو بھی ذکر کہا گیا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ[(2)]۔

یہ بھی ذکر ہے۔ مگر وہ جو سمجھتے تھے وہ اسے پڑھتے تھے اور ساتھ ساتھ درجات کے لئے مزید کرتے تھے۔ وہ سورۃ الاحزاب[(3)] میں حکم بھی دیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْراً كَثِيْراً۔

اے اہلِ ایمان! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔ کثرت کا مطلب ہے سب سے

---

(1) سورۃ الفرقان 25: آیت 64۔
(2) سورۃ الحجر 15: آیت 9۔
(3) سورۃ الاحزاب 33: آیت 41۔

زیادہ۔نمازیں پانچ فرض ہیں، روزے تیس لیکن ذکر کی تعداد متعین نہیں ہے۔کہا کہ سب سے زیادہ ذکر اللہ کا کرو۔یعنی حساب کتاب ہو تو سب سے زیادہ ذکر ہی ہو۔

وَاذْکُر رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعاً وَخِیفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ وَلاَ تَکُن مِّنَ الْغَافِلِیْنَ (1)۔

ایسی کوئی گھڑی نہیں ہونی چاہئے جس میں تم غافل ہو جاؤ۔سارے کریں۔ اندر وہ بات اُٹھتی ہے کہ نہیں اُٹھتی، یہ اللہ کی مرضی ہے۔جن بھائیوں کو ذوق شوق ہے وہ کر لیں۔پانچ نمازوں سے جنت مل جائے گی۔یہ کوئی حویلی نہیں ہے کہ جس میں جو سارے داخل ہو گئے وہ ایک جیسے ہیں۔ایسی بات نہیں ہے۔وہ بدو جس نے کلمہ پڑھ لیا، وہ بھی جنت میں چلا گیا۔جس نے سچے دل سے پڑھ لیا اس کی جنت میں Entry ہو گئی۔اب درجات جو ہیں وہ نیکیوں سے ہوتے ہیں۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس کی ایک نیکی بھی زیادہ ہو گی وہ دوسرے بھائی سے ایک درجہ بلند ہو گا۔ایک درجہ کا فرق وہاں ایسے ہے جیسے یہاں زمین اور آسمان ہے۔اگر ذرّے ذرّے کا حساب ہونا ہے تو ذرّے ذرّے کا اجر بھی ملے گا۔ایسے درجات ملیں گے۔کوشش جو ہے وہ توان درجات کے لئے ہے۔ایسا نہیں ہے کہ سارے برابر ہو گئے۔کوئی مرتے وقت سچا کلمہ پڑھ رہا ہے وہ جنت میں چلا گیا۔اس کے پچھلے گناہ معاف ہو گئے، اب وہ گیٹ سے داخل ہو گیا۔جنت میں تو آ گیا۔آگے جو Higher stations ہیں وہ ان میں تو نہیں جا سکتا۔ایک آدمی کو اللہ نے توفیق دی ہے۔اس نے کلمہ پڑھا، نمازیں پڑھیں۔ساری عمر اسی طرح گزاری۔چالیس، پچاس، ساٹھ، یا ستر سال نمازیں

(1) سورۃ الاعراف 7: آیت 205۔

پڑھتے رہے، قرآن پڑھتے رہے، اللہ کا ذکر کرتے رہے، وہ سب جیسے حضور ﷺ نے فرمایا کہ **الٓمٓ** جو پڑھتا ہے، اسے تیس (30) نیکیاں ملتی ہیں۔ آپ نے پتا نہیں کتنے قرآن مجید پڑھے ہوں گے۔ کتنا کچھ کیا۔ یہ Stock جو ہے وہ آپ کے ساتھ ہے۔ اب ایک بندہ ہے۔ اس کی عمر اسی (80) سال ہے۔ وہ اناسی (79) سال کی عمر میں آ کر مسلمان ہوتا ہے۔ یہ نمازیں پڑھے تو اس کی نمازوں کا Stock جو ہے وہ One year ہے۔ اب اس کے مطابق ہی اس کی بلندی ہوگی۔ یہ جنتی ہے۔ جنت میں چلا جائے گا۔ جنت میں ہے لیکن اس کے درجات جو ہیں جتنی نمازیں اس نے پڑھیں ان کے حساب سے ہے۔ کئی ہوں گے جنہوں نے نہیں بھی پڑھی ہوں گی۔

جنگِ بدر میں ہے یا اُحد میں کہ ایک مسلمان جو تھا کفار کی فوج سے اِدھر آ گیا۔ حضور ﷺ سے بات کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں ابھی مسلمان ہو کے جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں تو میں جنت میں چلا جاؤں گا؟ فرمایا: بے شک جنت میں چلے جاؤ گے۔ اس نے کلمہ پڑھا، تھوڑی دیر بعد جنگ ہوئی، واقعی شہید ہو گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی نے ایسے سپاہی کو دیکھنا ہے جس نے کوئی نماز نہیں پڑھی، کوئی روزہ نہیں رکھا، کوئی زکوٰۃ نہیں دی، کوئی حج نہیں کیا، اور جنت میں چلا گیا؟ فرمایا: وہ یہ سپاہی ہے۔ ابھی مسلمان ہوا، جنگ ہوئی، شہید ہو گیا، چلا گیا۔ جنت میں چلا گیا۔ شہادت مل گئی لیکن باقی جو درجات ہیں، جو اللہ کے ذکر سے ملتے ہیں، وہ نہیں ہوں گے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! جو جہاد کرتا ہے ان میں سب سے زیادہ ثواب کسے ملتا ہے؟ فرمایا: جو سب سے زیادہ ذکر کرتا ہے۔ دوبارہ پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! جو نمازیں پڑھتا ہے اس میں سب سے زیادہ ثواب کس کو

ملتا ہے؟ فرمایا: جو سب سے زیادہ ذکر کرتا ہے۔اس صحابی نے دوبارہ پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! روزے والوں میں سب سے زیادہ ثواب کسے ملتا ہے؟ فرمایا: وہ جو سب سے زیادہ ذکر کرتا ہے۔ان صحابی رسول ﷺ نے باری باری سارے اعمال پوچھے مگر رسول اللہ ﷺ یہی فرماتے رہے کہ جو سب سے زیادہ ذکر کرتا ہے۔ اس کے ثواب کی Multiplication جو ہے اس سے وہ بڑھ جاتا ہے۔

ذکر کیا ہے؟ محبت ہے۔محبت کے بغیر کون ذکر کرتا ہے؟ جس کو محبت ہے وہی ذکر کرتا ہے اس لئے فرمایا کہ اس کو ثواب زیادہ ملتا ہے جو اللہ کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔اب یہ Catagory ہوگی سب جگہ۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا، نعرہ مارا: اللہ! خدا کی قسم جنت تو ایک دفعہ اللہ کہنے سے مل جائے گی۔جو روحانی درجات ہیں، ان کی بات کریں۔اس کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔اللہ نے فرمایا بھی سورۃ الواقعہ میں کہ تین گروہ ہو جائیں گے۔بائیں ہاتھ والے، دائیں ہاتھ والے، اور ایک وہ جو

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۔ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ(1)۔

تیسرا گروہ وہ ہوگا جو سب سے آگے نکلنے والا ہوگا۔وہ مقربین ہوں گے۔ یہ داہنے ہاتھ والے یا جنت والے نہیں ہوں گے۔وہ ایک اور طبقہ ہوگا جو VIP ہوں گے۔وہ اس میں ہوں گے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے سارے حلقے والے السَّابِقُونَ السَّابِقُونَ بن جائیں۔کسی مرشد سے بیعت ہونا۔ اللہ کا پیار اور اس کی تربیت لینی، اور کام کرنا۔فرمایا کہ کرو۔سارے پہنچو۔

(بمقام مرکز تعمیر ملت مورخہ 20 جولائی 2009ء بروز سوموار)

---

(1) سورۃ الواقعہ 56: آیات 10-11۔

محفل 5

سوال کیا گیا کہ ولی کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ ولی کون ہوتا ہے؟ دوسرا یہ کہ یہ غوث، قطب، ابدال جو کہے جاتے ہیں ان کا بزرگی میں کیا Status ہوتا ہے؟ جواب میں فرمایا:

مومن جو ہیں وہ سارے اللہ کے ولی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام انسانوں کی دو Categories بنا دی ہیں۔ ایک وہ جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم پر چلتے ہیں، پیغمبروں کو مانتے ہیں، وہ سارے ولی الرحمٰن ہیں، حزب اللہ ہیں۔ ولی اللہ ہیں۔ اللہ کا لشکر ہیں۔ دوسرے جو نہیں کرتے وہ ولی الشیطان ہیں۔ حزب الشیطان ہیں۔ فرمایا: اللہ کا لشکر جو ہے وہی کامیاب ہوگا۔ ایک تو وہ ہے کہ سارے مومن جو ہیں ولایت کا درجہ ہر ایک کے پاس ہے۔ درجات آگے ہو سکتے ہیں مگر ہر بندہ جو مومن ہے وہ اللہ کا ولی ہے۔ قران میں آتا ہے کہ

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ[1]۔ اللہ تمام مومنوں کا ولی ہے۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ[2]۔

انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے۔

---

(1) سورۃ آلِ عمران 3: آیت 68۔

(2) سورۃ البقرہ 2: آیت 257۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوا أَوْلِيَآؤُهُمُ الطَّاغُوت (1)۔

جو کافر ہیں وہ شیطان کے دوست ہیں۔

فرمایا: اللّهُ وَلِی ۔اللہ دوست ہے۔اُدھر کہا۔أَوْلِيَآؤُهُم۔بہت سارے دوست ہیں۔ایک نہیں بہت سارے دوست ہیں۔شیطانی لشکر سارا۔أَوْلِيَآء جمع ہے طاغوت کے لئے۔شیطانی لشکر جو ہیں وہ سب۔

يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُون (1)۔

وہ ان کو اجالوں سے نکال کر اندھیروں میں لے جاتا ہے،اور یہی آگ میں رہنے والے ہیں۔اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔

ایک ولایت عامہ جو ہے وہ ہر مومن کے ساتھ ہے۔آگے درجات ہیں۔ ان کو آپ تقسیم نہیں کر سکتے۔اگر تین درجے ہیں تو اس سے اوپر بے شک ہزار درجے کر دیں۔جتنی مرضی لائنیں لگا دیں۔کتب میں تو سب کا لکھا ہوتا ہے کہ عزت مآب۔ رہبر شریعت۔ولی کامل ساروں کے ساتھ ہی لکھا ہوتا ہے۔وہ اللہ جانتا ہے کہ کسی کے درجات جو ہیں وہ کہاں ہیں؟ کدھر ہیں؟اللہ کے نیک بندے جو ہیں ان سے محبت کریں۔ان کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

وَالَّذِينَ جَاؤُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيْمَان (2)۔

ولایت جو ہے یہ ان سب کیلئے ہے۔قلندر،اور یہ اور وہ سب اسی طرح

---

(1) سورۃ البقرہ 2: آیت 257۔

(2) سورۃ الحشر 59: آیت 10۔

ہیں۔سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے ہیں:

غوث ،قطب سب ارے اریے
عاشق جان اگیرے ہو
جس منزل تے عاشق پہنچن
اُتھے غوث نہ پاندے پھیرے ہُو

عاشق جو اللہ سے محبت کرنے والے ہیں وہ بہت اونچے ہیں۔ جو لوگ غوث،قطب کی Practical definition کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہر گاؤں میں ایک قطب ہوتا ہے۔کوئی گاؤں ایسا نہیں ہے جس میں قطب نہ ہو۔ہوسکتا ہے کہ پتا بھی نہ ہو، یہ ضروری بھی نہیں ہے۔ساری یہ تفصیلیں پڑھیں گے جیسے وہ کہ ایک Secret service ہے۔یہ سب معر کے وہی کرتے ہیں۔یہ سب وہی کرتے ہیں۔بابا جی رحمۃ اللہ علیہ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) تو اسے اچھا نہیں سمجھتے تھے۔فرماتے:اگر یہ سیکرٹ سروس ہے تو ہندوستان میں جو ڈیڑھ سو سال تک ہمارا جو حال ہوا، ہماری مسجدوں میں گھوڑے،گدھے باندھے گئے،مسلمانوں کو پھانسی پہ لٹکایا گیا تو یہ سارا کچھ ہمارے غوث،قطب ہی کرا رہے تھے؟ کہنے لگے:اگر ایسا ہی کرانا ہے تو پھر ان کی کیا ضرورت ہے؟

Categories بنا دی گئیں۔اللہ نے سورۃ الواقعہ میں جو تین گروہ کی بات کی ہے کہ تین گروہ ہوں گے:بائیں ہاتھ والے، دائیں ہاتھ والے،اور مقربین۔ اب مقربین جو ہیں ان کی اپنی Grading ہوگی۔وہ مقربین بھی ایک جگہ پہ تو نہیں ہوں گے۔وہ مقربین جو ہیں ان کی ہر Category علیحدہ ہوگی۔ان کے آپس میں درجات ہونگے۔ جنت والوں کے آپس میں درجات ہونگے۔دوزخ والوں میں

بھی درجات ہوں گے۔ جو بہت زیادہ گنہگار ہیں وہ نیچے ہوں گے پھر ان سے اوپر، اوپر، اور پھر جنت کے قریب کہیں چلے جائیں گے۔ اپنے اپنے درجے کے مطابق وہ بھی جائیں گے۔ ان کی بھی آپس میں Grading ہوگی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ جو ہیں وہ ساری اُمت سے علیحدہ گروہ ہیں۔ ان کے درجے کو کوئی غیر صحابی نہیں پہنچ سکتا۔ وہ بالکل علیحدہ ہیں۔ غیر صحابی جتنے مرضی اعمال کرے، ان کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔ ان کی آپس میں بھی Grading ہے۔ ساری اُمت سے علیحدہ۔ ساری اُمت سے خاص اور افضل ہیں۔ کوئی ان کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا لیکن ان کے آپس میں درجات ہونگے۔ سب سے اعلیٰ جو ہیں وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جیسے جیسے ممتاز ہیں ایسے ایسے ان کے درجات بھی اوپر ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے کہ وہ انبیاء کے بعد سب سے افضل انسان ہیں۔ یہی ان کے درجات ہیں۔

یہ غوث، قطب، اور ایسے جو ہیں ان کو بات میں نہ ہی لایا جائے۔ ہر دور میں اللہ کے بندے ہوتے ہیں۔ اس میں ان کے Rank تلاش کرنے کی ضرورت نہیں پڑنی چاہئے۔ جو ہیں، ٹھیک ہیں۔ اللہ کی محبت کے جو پیمانے ہیں انہیں آپ کیسے ناپ سکتے ہیں؟ آپ کو کیسے پتا لگ سکتا ہے کہ کس کا کتنا زیادہ پیار ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت جو باقی صحابہ پر ہے وہ اس لئے نہیں ہے کہ وہ ان سے نمازیں زیادہ پڑھتے تھے، یا اور عبادت زیادہ کرتے تھے۔ فرمایا: ان کے قلب میں ایک چیز ہے۔ قلب میں جو چیز ہے اس کی وجہ سے ان کی نمازیں بھی اور خدا سے پیار بھی سب کچھ اونچے درجے پر ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اعمال ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ان کے قلب میں ایک چیز ہے یہ اس کی وجہ سے ہے۔

قلب کے اندر جو ہے آپ اس کو Measure نہیں کر سکتے۔

اللہ نے کہا کہ تین گروہ ہیں تو وہ تین ہیں۔ تیسرا گروہ مقربین کا گروہ ہوگا۔ اس کی جنتیں بھی علیحدہ ہوں گی۔ جو مانگیں گے وہ ملے گا۔ پھل جو چاہیں گے وہ مل جائیں گے۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ(1)۔

جو پھل وہ چاہیں گے ان کو ملیں گے۔ یہ نہیں ہے کہ جیسے جنتیوں کو کہا کہ کیلے ملیں گے۔ ان کے لئے یہ ہے کہ جو وہ چاہیں گے وہ ملے گا۔

وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ(2)۔

ان پرندوں کا گوشت جن کی وہ خواہش کریں گے۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ آپ کو کون سے پرندوں کا گوشت چاہئے۔ جو وہ کہیں گے ان کو مل جائے گا۔ جیسے وہ دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام پر اپنے نفس کو Surrender کر کے چلتے رہے۔ اللہ کا جو حکم ہے اسے تسلیم کرلیا۔ اس کے مطابق چلتے رہے تو اللہ انہیں فرمائے گا کہ آج ہماری باری ہے۔

میرا خیال ہے کہ اسی میں رہنا چاہئے۔ بہتر ہے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے بھی ایسی کوئی بات نہیں آئی۔ کتابوں میں تو ویسے ہی نہیں لکھا۔ بعض دفعہ کسی کی ٹھکائی کرنے کے لئے کچھ باتیں لکھ دیتے تھے۔ کئی وہمی ہوتے ہیں کہ قلندر کون ہے؟ کون غوث ہے؟ کون قطب ہے؟ کئی ایسی کہانیاں بھی بنی ہوئی ہیں۔ کسی نے کہا کہ شہر کا قطب کون ہے؟ کہا کہ جو فلاں چوک میں خربوزے بیچ رہا ہے وہ شہر کا قطب

---

(1) سورۃ الواقعہ 56: آیت 20۔

(2) سورۃ الواقعہ 56: آیت 21۔

ہے۔پوچھنے والے نے پوچھا کہ اس کی نشانی کیا ہے؟ کہا کہ خربوزہ لینا۔ایک آنے کا دے گا۔تھوڑا سا کھا کے رکھ دینا کہ یہ تو پھیکا ہے،اس میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔وہ رکھ کے دوسرا دے دے گا اس بندے نے ایسے ہی کیا۔گیا۔کہا کہ کتنے کا خربوزہ ہے؟ اس نے کہا کہ ایک آنے کا۔لے لیا۔چکھ کے کہہ دیا کہ بابا!یہ تو بالکل پھیکا ہے۔اس نے کہا:چلو رکھ دو،دوسرا لے لو۔دوسرا بھی تھوڑا سا کھایا رکھ دیا کہ یہ بھی ایسا ہی ہے۔ کہا:اور لے لو۔

کچھ دن بعد آزادی کی لہر چلی۔مسلمان متحرک ہو گئے۔Activity گرم تھی۔اس بندے نے پھر پوچھا کہ آج کل کون ہے؟ حالات بڑے تیزی کا رخ اختیار کر رہے ہیں،آج کل قطب کون ہے؟کمانڈر بدل گیا ناں فوج کا۔فرمایا:فلاں چوک میں شربت پلاتا ہے،وہ قطب ہے۔یہ بندہ گیا۔وہ بھی آنے دو آنے کا گلاس بیچ رہا تھا۔پوچھا: کتنے کا گلاس ہے؟اس نے ایک آنے کا دیا۔اس بندے نے کہا کہ میٹھا نہیں ہے،پھیکا ہے۔اس نے ایک تھپڑ مارا اور کہا کہ بھاگ جاؤ۔اب خربوزے والا نہیں ہے۔ایسی کہانیاں بنی ہوئی تھیں۔ایسے کام چلتے رہتے ہیں۔

باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وہ لکڑی والے کا حال سنایا،کیا ہے یہ؟اس کا یہ درجہ ہے کہ بیوی اس کو نکلنے نہیں دیتی۔اسے صبح شام بے عزت کرتی ہے۔وہ کہتا ہے کہ میں اسی لئے قطب ہوں کہ اسے برداشت کرتا ہوں۔اس بادشاہی کا کیا فائدہ؟بندے نے اس سے کہا بھی کہ تم چاہو تو اس کا بیڑا غرق کر دو۔اس سپاہی کا جو تنگ کرتا ہے، پیسے لیتا ہے۔اس نے کہا کہ کیسے کروں؟ان کی وجہ سے تو میں بنا ہوں۔اب یہ قطب ہے تو اس کی قطبیت کا کیا فائدہ؟وہ کر کیا سکتا ہے؟

اگر ہوں بھی تو وہ ہمارے آدمی نہیں ہیں۔یہ اللہ کی فوج ہے۔جیسے فرشتے

ہیں۔وہ ہر جگہ موجود ہیں لیکن آپ کا حکم نہیں مانتے۔ جو اللہ کی تقدیر ہے وہی ہو گی۔ مشرقی پاکستان میں جو ہوا۔سارے بزرگ سر جوڑ کے بیٹھے رہے مگر جو فیصلہ ہوا وہ ہو کے رہا۔تمہاری کسی کی دعا کی وہاں قبولیت نہیں ہو گی۔ فیصلہ ہو گیا تو ہو گیا اب تبدیل نہیں ہوسکتا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا حضرت نوح علیہ السلام نے ایک موقع پر دعا بھی کی مگر فرمایا کہ جو ہو گیا وہ ہو کے رہنا ہے۔آ گیا فیصلہ تو اب اس نے نہیں بدلنا۔ جو اللہ کا فیصلہ ہو گیا تو ہو گیا۔اب اس میں کہا جائے کہ Meeting ہوتی ہے۔ بزرگ بیٹھتے ہیں۔جو مرضی کرتے رہیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ بھی بڑا زبردست لکھا ہے۔ یہ نہیں لکھا ہوا کہ خضر کون تھے؟ بس یہی لکھا ہے کہ ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ ہے۔سارا کام کیا۔کشتی توڑی، بچہ مارا، یہ کیا وہ کیا۔لیکن لکھا نہیں ہے کہ وہ کون ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ ایسے معاملات بھی چلتے ہیں۔ان کا اپنا کام تھا۔نہ کسی بات میں چوک کرتے تھے، نہ ان کا کسی لحاظ سے جواز تھا کہ بچہ جا رہا ہے اس کو مار دو اس لئے کہ وہ ماں باپ جو ہیں ان کی نافرمانی کرے گا۔ تینوں واقعات میں الگ بات ہے۔کشتی توڑی تو اس نے کہا کہ میں نے چاہا کہ اس کو توڑ دوں۔ میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں۔ادھر بچے کی باری آئی تو کہا کہ ہم نے فیصلہ کیا کہ اس کو قتل کریں۔ جب دیوار بنانے کی باری آئی تو اس میں کہا کہ اللہ نے چاہا کہ ان کے لئے دیوار بنا دیں۔ان کا باپ بڑا اچھا نیک آدمی تھا۔ یہ یتیموں کی دیوار ہے۔اللہ نے چاہا کہ اس کو بنایا جائے۔تینوں (واقعات) کا فیصلہ بھی ایک جیسا نہیں ہے۔ایک کا کہا میں نے چاہا۔دوسرے کا کہا کہ ہم نے فیصلہ کیا۔ تیسرے میں آیا کہ اللہ نے چاہا۔اس میں بھی کوئی سیکرٹ بات ہو گی کہ تینوں میں

علیحدہ علیحدہ بات ہے۔آپ اس چکر میں نہ پڑیں۔اللہ اللہ کریں۔اللہ میاں اور آپ ہوں بس۔

ایک بھائی نے کہا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ حضور نبی کریم ﷺ کے نمائندے ہیں اس دنیا میں۔جواب میں فرمانے لگے:

سارے نمائندے ہی ہیں۔آپ سب نمائندے ہیں۔حضور علیہ السلام کے تو سارے ہی نمائندے ہیں۔حضور علیہ السلام نے حجۃ الوداع پر سب کو کہا کہ تم جو یہاں ہو سب تک یہ بات پہنچاؤ۔جو حاضر ہیں وہ ان تک یہ بات پہنچائیں جو یہاں نہیں ہیں، ہوسکتا ہے کہ وہ تم سے زیادہ اچھے اس پر چلیں۔وہ تو ہم سب کی ڈیوٹی ہے۔وہی تو چھوڑ گئے۔اسی سے تو مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

اسی بھائی نے دوبارہ کہا: وہ لوگ Specify کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے انہیں Nominate کیا ہے۔چنا ہے۔اس بات کے جواب میں فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے یہ سسٹم سارا کچھ صحیح ہے۔باتیں بھی ہو سکتی ہیں۔جاگتے میں بھی ہوسکتی ہیں۔ملتے ہیں۔لیکن آپ۔۔۔وہی فرشتوں والی بات ہے۔اگر آپ اہل ہوں گے تو فرشتے مدد کے لئے اتریں گے۔1965ء کی جنگ ہوئی تھی، کسی نے کہا کہ فرشتوں نے بم اُٹھا کے باہر پھینک دیا۔راوی کے پل پر اسے گرنے ہی نہیں دیا وہاں سبز پگڑیوں والے ہمارے محاذوں پہ لڑ رہے تھے۔یہ ساری باتیں اگر ہیں تو اللہ آپ کو مدد دینا چاہتا تھا۔1971ء کی بات ہے تو وہ سب کدھر گئے؟ جب لڑائی ہوئی اور ملک کا آدھا حصہ ہم سے چھن گیا، اس وقت یہ سب کہاں تھے؟

(بمقام مرکز تعمیر ملت مورخہ 20 جولائی 2009ء بروز سوموار)

محفل 6

محفل میں شریک ایک مہمان نے سوال کیا کہ بیعت ایک ہی بندے کے ہاتھ پر ضروری ہے خواہ اس کے پاس فیض ہو یا نہ ہو؟ یا جب تک بندے کا مقصد پورا نہ ہو وہ مختلف بزرگوں کے پاس جاتا رہے؟ جواب میں فرمایا:

بیٹا! بندہ جو ہے وہ ایک خاص مقصد کے لئے بیعت ہوتا ہے جیسے یہاں اللہ کا دیدار ہے کہ مجھے یہ حاصل ہو جائے، یا جیسے کوئی کہتا ہے کہ میرے روحانی لطائف کھل جائیں، یا روحانیت بندے میں پیدا ہو جائے۔ ایک مقصد کے لئے بندہ بیعت ہوتا ہے۔ بیعت کا مطلب ہے عہد کرنا۔ یہ عہد آپ کے اور آپ کے استاد کے درمیان ہوتا ہے۔ آپ کا مقصد ہوتا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ میرا یہ مقصد ہے۔ مرشد جو ہے وہ یہ کہتا ہے کہ میں آپ کو تعلیم دوں گا، آپ اس تعلیم پر عمل کریں گے تو انشاءاللہ تعالیٰ آپ کو یہ مقصد مل جائے گا۔

اب فرض کیا کہ آپ کسی غلط جگہ پر بیعت ہو جاتے ہیں، یا آپ کہیں گئے جہاں باقی لوگ بیعت ہو رہے ہیں، کسی نے کہا کہ چلو جی بیعت ہو جاؤ، اور آپ بھی بیعت ہو گئے۔ آپ کا اپنا کوئی مقصد اس بیعت کا نہیں ہے۔ کسی نے کہا کہ زندگی میں ترقی اور برکت کے لئے بیعت ہو جاؤ اور آپ بھی بیعت ہو گئے۔ ایسی جگہ سے

کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ بندہ کسی مقصد کے لئے بیعت ہوتا ہے کہ میں نے یہاں سے یہ حاصل کرنا ہے۔اگر بندہ کسی غلط جگہ پر بیعت ہوگیا ہےتو اس کے لئے ضروری ہے کہ اسے Change کرے۔وہاں رہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس بندے سے پیار تھا، کسی مقصد سے پیار نہیں تھا۔ جیسے کوئی سکول بند ہو جاتا ہے، آپ کو تعلیم سے محبت ہےتو آپ کو کسی اور سکول جانا ہوتا ہے۔

جس بندے نے ایک پیر یا بزرگ سے کسی مقصد کے لئے بیعت کی، وہ مر جائےتو اس بندے پر فرض ہے کہ وہ دوسری جگہ جا کر بیعت ہو جائے۔ اس بندے کی زندگی کا ایک مقصد تھا، اگر یہ اس مرنے والے پیر کے ساتھ ختم ہو گیا تو اس کا مطلب ہے کہ اس کا تعلق صرف اس بندے کے ساتھ تھا۔ اپنے مقصد کے ساتھ یا اللہ کے تقرب کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس لئے بندے کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوسری جگہ جا کر بیعت ہو جائے اور اپنی زندگی کا جو مقصد تھا اسے حاصل کرے۔

اگر آپ کسی غلط جگہ پر بیعت ہو گئے ہیں، جہاں سے اپنی زندگی کا مقصد حاصل نہیں کر سکتے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے بہت ادب کے ساتھ اجازت لیں، اگر سامنا نہیں کر سکتے تو چلو خط لکھ دیں کہ میں آپ کے پاس اس مقصد کے لئے آیا تھا، بیعت ہوا تھا، یہ مقصد مجھ سے پورا نہیں ہو سکا، اس لئے میں ادب سے اجازت چاہتا ہوں کہ میں آپ کی بیعت سے نکل کر اپنی زندگی کا مقصد کسی دوسری جگہ بیعت ہو کر حاصل کر سکوں۔

آپ کی بیعت یا عہد جو ایک مرشد کے ساتھ تھا، وہ ایک مقصد کے

ساتھ مشروط تھا۔ اگر وہ مقصد حاصل نہیں ہو رہا تو اس بیعت کو آپ Break کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد کسی دوسری جگہ پر بیعت ہونا چاہئے تا کہ وہ مقصد حاصل ہو سکے۔

سوال کرنے والے مہمان نے دوبارہ پوچھا: صحبت صالحین کی تو بڑی فضیلت ہے۔ کسی بندے کے ماتھے پر تو نہیں لکھا ہوتا کہ اس کا شمار صالحین میں ہوتا ہے۔ بزرگوں کی محفل میں بار بار جانے سے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ صالح بزرگ ہیں۔ اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں کہ بزرگوں کے پاس جانا چاہئے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

جب تک آپ بیعت نہیں ہوئے، آپ کو جانا چاہئے۔ یہ ٹھیک ہے۔ وہ اصل بات جو ہے صحبت صالحین، وہ آپ کے قلب کو محسوس ہونی چاہئے۔ ان کی صحبت میں بیٹھ کر یا ان کی محفل میں جا کر دل اللہ کی جانب راغب ہونا چاہئے۔ آپ کی یہ کیفیت بنی چاہئے کہ میں اچھے اچھے نیکی کے کام کروں، اللہ اللہ کروں، اللہ کا ذکر کروں۔ ان کی صحبت میں یہ بات ہونی چاہئے۔ جب باہر جائیں تب بھی یہ کیفیت ہو، چاہے بعد میں یہ ختم ہو جائے لیکن پھر دوبارہ آئیں تو پھر یہ کیفیت بنی چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ قلب کا رجحان جو ہے یہ نیکی کی طرف ہو جائے اور برائی سے دل اُچاٹ ہو جائے۔ اس طرح کچھ عرصہ جاتا رہے۔ یہ کیفیت سوائے سچے ولی کے اور کہیں پیدا نہیں ہو سکتی۔ جب دل مان جائے کہ ٹھیک ہے، میرا مقصد یہاں حاصل ہو سکتا ہے تو پھر باقاعدہ ان سے بیعت کر کے ان کے حلقہ مریدین میں شامل ہو جائے۔ اس سے پہلے کہیں بھی، کسی بھی بزرگ کے پاس جانا چاہئے، جہاں آپ

چاہیں جائیں۔ جب آپ کسی بزرگ کے ہاتھ پر اپنے مقصد کے لئے بیعت ہو جائیں تو پھر ان کی تعلیمات پر عمل کریں، ان کی صحبت سے فائدہ اٹھائیں۔

باباجی رحمۃ اللہ علیہ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کا بھی لکھا ہے کہ آپ دس سال تک کئی بزرگوں سے ملے، ہر رنگ کے لوگ دیکھے، ان کے اثرات بھی دیکھے، بعض دفعہ بڑے بڑے لوگ تھے مگر ان سے بیعت نہیں ہوئے۔

سوال کرنے والے مہمان نے کہا: میں یہاں پہلی دفعہ آیا ہوں، کئی محفلوں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ بندے کی ایک جستجو ہوتی ہے۔ بدقسمتی سے ہمیں شیعہ، سنی، وہابی، دیوبندی کے چکروں میں ڈال دیا جاتا ہے۔ قحط الرجال ہے، جہاں جاؤ وہاں یہی بات ہوتی ہے کہ پہلے بیعت ہو، اس کے بعد کچھ ملے گا۔ بیعت تو ویسے ہی بغیر مقصد کے کرا دیا جاتا ہے۔ اس بات کے جواب میں فرمایا:

باباجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ لوگ پیر ٹیسٹ کرتے ہیں، میں مرید ٹیسٹ کرتا ہوں کہ کیا یہ واقعی اللہ کی طرف جانا چاہتا ہے؟ یہ کسی ایسے مقصد کے لئے تو نہیں آیا کہ پیر فقیر کوئی نسخہ بتا دے گا، کوئی ایسی بات بتا دے گا کہ روپیہ بڑا ہاتھ آئے گا، پیر بن جائیں گے اور زندگی عیش سے گزرے گی۔ میں دیکھتا ہوں کہ بندہ واقعی اللہ کی طلب میں آیا ہے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہماری کتاب 'طریقت توحیدیہ' ہے۔ جو بھی اس سلسلہ میں آنا چاہتا ہے وہ اسے پہلے دیکھ لے، پڑھ لے کہ وہ اس پر عمل کر سکتا ہے تو آ جائے۔ دوسرا یہ کہ بیعت کسی کو جلدی سے نہیں کرنا۔ پہلے وہ کر کے دیکھے کہ اس کو فائدہ ہو، اس کو محسوس ہو کہ میں چل پڑا ہوں، پھر بیعت ہو۔

بیعت ایسے کرنی چاہئے۔ جو بھی آئے گا کہ میں اب اس سلسلے میں طالب بن گیا ہوں، لکھا ہے کہ چھ ماہ آپ کریں اور دیکھیں کہ نیکی کی طرف آپ کا رجحان بڑھا ہے، ذکر بھی پختہ ہو گیا ہے، اس میں لطف آنے لگا ہے۔ جب آپ میں روحانی کیفیت پیدا ہو، جیسے اللہ کہتا ہے کہ فَاذْكُرُونِيْ أَذْكُرْكُمْ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ ذکر کرے اور بندے کو محسوس نہ ہو؟ بندہ کرتا ہے تو اللہ کرتا ہے۔ جب تک بندہ مطمئن نہ ہو، یہ دیکھ نہ لے کہ میں صحیح چل پڑا ہوں، تب تک بیعت نہ کی جائے۔ ہمارا بیعت کا سسٹم یہ ہے۔

ہمارے ہاں یہ دیکھا جاتا ہے کہ جو بندہ آ رہا ہے اس کی خواہشات کیا ہیں؟ یہ کیوں بیعت ہونا چاہتا ہے؟ مقصد کیا ہے؟ آنے والا بندہ بھی دیکھے کہ ہاں اب میرا کام ٹھیک ہو گیا ہے، ذکر کی کیفیات جو ہیں وہ پیدا ہو گئی ہیں۔ میرا قلب چل پڑا ہے۔ کسی کو پکڑ کر بیعت نہیں کرایا جاتا بلکہ دیکھ کر بیعت کیا جاتا ہے کہ وہ بندہ خود بولے کہ میں نے بیعت ہونا ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہئے۔ بندہ ایک مقصد کے لئے پیر کے پاس آیا ہے، بیعت کی صورت میں اس کے پاس اس مقصد کے لئے رہنے کا عہد کیا ہے تو اسے نبھانا پیر کا بھی فرض ہے۔ جس پیر کو یہ پتا ہی نہیں ہے کہ میرا مرید ہے کون تو اس نے اصلاح کیا کرنی ہے؟ ایسے ہی جا کے بیعت ہو گئے۔ رسماً توجہ لینی پڑتی ہے، اس کی تعلیمات پر عمل کرنا پڑتا ہے، اپنے مقصد کے حصول کے لئے ذوق و شوق سے خود کسی پیر کی صحبت میں میدانِ عمل میں اترنا پڑتا ہے۔

(بموقع تقریب بیادیوم پیدائش بانیٔ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری علیہ الرحمۃ
بمقام مرکز تعمیر ملت مورخہ 2 اگست 2009ء بروز اتوار)

محفل 7

نماز پڑھا کریں اور درود شریف کی چند تسبیحات اپنے اوپر فرض کر لیں کہ پوری کرنی ہیں۔ تین، یا پانچ، یا سات، یا ہزار مرتبہ روزانہ ہر نماز کے ساتھ یا الگ سے باوضو ہو کے بیٹھ کر پڑھیں۔ ہم تو اپنے بھائیوں کو ہزار دفعہ بتاتے ہیں۔ ہزار دفعہ یہ پڑھیں: **صَلی اللّٰہ عَلیکَ یا رَسُول اللّٰہ**۔

درود شریف کی کئی برکات ہیں۔ دنیوی بھی، روحانی بھی، ہر لحاظ سے۔

وعظ کی محفل میں موجود ایک مہمان نے کہا کہ میں درود ابراہیمی پڑھتا ہوں۔ اس پر فرمایا کہ یہ لمبا ہے ناں۔ مختصر ہوتا کہ تعداد پوری ہو جائے۔

صَلی اللّٰہ عَلیکَ یا رَسُول اللّٰہ۔ یا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔

یہ مختصر ہیں، جلدی کر لو گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کہیں بھی ہے، مجھ پر درود پڑھتا ہے تو یہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے، میں اس کا جواب بھی دیتا ہوں۔ جواب کا مطلب ہے کہ آپ نے پڑھا: **الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ**۔

آپ پر بھی سلامتی ہو۔ حضور ﷺ یہ فرما دیں ہمارے لئے تو اور کیا چاہئے؟ نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ ایک صحابی کے گھر گئے۔ آپ ﷺ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ

السلام علیکم یا اھل بیت۔

حکم ہے کہ گھر والوں کو سلام کہو۔ آپ ﷺ نے سلام کہا کہ گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔ دروازہ نہیں کھلا۔ پھر آپ ﷺ نے کھٹکھٹایا، پھر دُعا دی:

السلام علیکم یا اھل بیت۔

دروازہ نہیں کھلا۔ حکم ہے کہ تین دفعہ کھٹکھٹاؤ، جواب نہ آئے تو چلے آؤ۔ پھر تیسری دفعہ کھٹکھٹایا اور کہا: **السلام علیکم یا اھل بیت۔**

آپ ﷺ واپسی کیلئے مڑنے لگے تھے کہ دروازہ کھل گیا۔ صحابی باہر آئے، گلے ملے اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! جب پہلی دفعہ آپ ﷺ نے دروازہ کھٹکھٹایا تھا تو مجھے اس وقت پتا چل گیا تھا کہ آپ ﷺ آگئے ہیں۔ میں دروازے کے پاس آکے کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ آج اتفاق سے ہمارے گھر آئے ہیں، ہمارے گھر والوں کو سلامتی کی دُعا دے رہے ہیں، تین دفعہ دُعا ہو جائے پھر دروازہ کھولوں گا۔ یہ وہ قدر تھی کہ حضور ﷺ کے فرمان سے ہم پر کتنی رحمت ہو گی۔ تین دفعہ دعا حضور ﷺ ہمارے گھر والوں کیلئے کریں، ایسا ہو تو ہماری کتنی موج ہو جائے۔ یہ بات صرف اُن کیلئے نہیں تھی۔ حضور ﷺ رحمۃ للعالمین بن کے آئے۔ میری اُمت کا مسلمان جہاں بھی، جس کونے میں بھی پڑھے گا تو اس کا صلوٰۃ والسلام مجھ تک پہنچایا جائے گا اور میں اس کا جواب دوں گا۔ سب کیلئے پہنچے گا۔ یہ کتنی رحمت ہے؟ اللہ نے حضور ﷺ کی دعائیں لینے کا وسیلہ بنا دیا۔

کوئی ایک دفعہ درود پڑھتا ہے تو اس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ پڑھنے والے تو بنو۔ اس کا فائدہ آپ ہی کو ہو گا۔ پڑھا جائے۔ قلبی تعلق قائم ہو۔ آپ کیلئے دعاؤں کا ذریعہ بن جائے۔ آپ ﷺ کی دعاؤں میں آپ شامل ہو جائیں تو دنیا

میں بھی اور روحانیت میں بھی، دونوں میں اللہ مدد فرمائے گا، رزق میں بھی۔ ہمارے بابا جی ؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحب ؒ) نے بھی فرمایا ہے کہ جو بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے، الا اللّٰہ کی ضربیں لگاتا ہے، اور نمازیں نہیں پڑھتا، درود شریف نہیں پڑھتا، وہ فاقے کو آوازیں مارتا ہے۔ یہ اس کے گھر ضرور آئیں گے۔ ذکر کرتا ہے لیکن نماز نہیں پڑھتا، اور درود شریف نہیں پڑھتا، وہ فاقے کو آواز مارتا ہے۔ میں لکھ کے دیتا ہوں، آگے تم نہ کرو تو تمہاری مرضی ہے۔ درود پڑھو گے تو سب ٹھیک رہے گا۔

اللہ تو بادشاہ ہے۔ وہ جس طرح خود ہے، آپ کو بھی ویسا کر دے گا۔ وہ لامکاں ہے، کہتا ہے کہ میرا کوئی مکاں نہیں، میں بھی بے پرواہ ہو تو بھی بے پرواہ۔ نہ میرا کوئی آگے پیچھے ہے، نہ تیرا کوئی آگے پیچھے ہوگا۔ اگر اس کا پیار ڈالنا ہے تو نبی پاک ﷺ کی برکت ہے۔ سب دنیا ان کیلئے بنائی گئی ہے۔ الصلوٰۃ والسلام پڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے گا۔ روحانی طور پر بھی، دنیاوی طور پر بھی۔ بچوں کو بھی تعلیم دیں ان کو بھی سکھائیں۔ جتنا پڑھ سکتے ہیں اتنا پڑھیں۔ حضور ﷺ کا حکم ہے کہ اتنا مقرر کرو جتنا آسانی سے کر سکتے ہو۔ تین تسبیح کر لیں۔ ہر نماز کے بعد ایک تسبیح کر لیں۔ بیٹھ کے پڑھیں، دیر نہیں لگے گی۔ ویسے بھی زبانی آہستہ آہستہ پڑھتے جائیں۔ سب سے اچھا تو یہ ہے کہ اس درود شریف کو معمولات میں شامل کر لیں، سب ٹھیک ہوگا۔ ان شاء اللّٰہ۔

اللہ کا نام ہی سب سے بڑا برکت والا ہے۔ اس کا نام لیں، اس کے پیارے کا نام لیں۔ اس سے برکت شامل ہو جائے گی۔ ویسے مہنگائی تو ہے آج کل، وہ قابو میں نہیں آ رہی۔ ملکی حالات بھی ٹھیک نہیں ہیں۔ اللہ میاں برکت دے۔ ملکی حالات بھی ٹھیک کرے۔ سب بھائی نماز پڑھ کے ملک کیلئے بھی دعا کرتے رہا کریں۔

محفل 8

وعظ و نصیحت کی وڈیو ریکارڈنگ ہو رہی تھی تو یہ دیکھ کر فرمانے لگے: اللہ بھی ہماری ساری وڈیو تیار کر رہا ہے، ہماری وڈیو بن رہی ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے:

فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُ (1)۔

ذرہ برابر بھی نیکی کی، تو پڑھے گا نہیں، دیکھے گا۔ دکھائی دے گا۔ فوٹو پیش کر دی جائے گی۔ یہ ہماری فلم ہے۔

وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَهُ (2)۔

ذرہ برابر برائی کی ہوگی تو دیکھے گا۔ اگر یہاں ٹیپ ریکارڈ کرتا ہے تو وہ نہیں کرے گا؟ وہ نہیں کر سکتا؟ کرے گا۔

الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (3)۔

منہ بند کر دیے جائیں گے، یہ پاؤں، یہ ہاتھ گواہی دیں گے۔ یہ (ریکارڈ شدہ وڈیو) باتیں کرتی ہے تو یہ (ہاتھ، پاؤں) نہیں کر سکتے؟ بندہ کہے گا کہ تم نے کیوں گواہی دی؟ وہ کہیں گے کہ اللہ نے حکم دیا۔ ہر چیز کو گویائی بخشی۔ ہمیں بھی حکم ملا،

---

(1) سورہ زلزال 99: آیت 7۔
(2) سورہ زلزال 99: آیت 8۔
(3) سورۃ یٰسین 36: آیت 65۔

ہم بھی بول پڑے۔ کہتے ہیں کہ کسی چیز کے بولنے کیلئے زبان ہو، دماغ ہو۔ اس (ریکارڈ فلم) میں کون سی زبان لگی ہوئی ہے۔ ٹیپ ہے، بولتی ہے ریکارڈ۔ یہ بھی بول پڑے گا اللہ کے حکم سے۔ یہ تو ہمارا بنایا ہوا ہے۔ اللہ کا بنایا ہوا کیسے کام کرے گا؟ قرآن میں یہ بھی ہے کہ ہم نے ہر شخص کا نامۂ اعمال اس کے گلے میں ڈال دیا ہے۔

وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا۔ اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا(1)۔

اپنی کتاب پڑھ لے، یہ تیرا ریکارڈ ہے، خود ہی پڑھ لے۔ تم خود ہی کافی ہو اپنا حساب کرنے کیلئے۔ اب بھی تو ایسے ہی ہے۔ ایک ریکارڈ یہاں ہو رہا ہے، ایک Central office میں جا رہا ہے۔ بنکوں میں یہ Centeralize سسٹم چل پڑے ہیں۔ جتنے پیسے یہاں سے نکلواتے ہیں یہ یہاں بھی ریکارڈ ہوتا ہے، اُدھر ہیڈ کوارٹر میں بھی جاتا ہے۔ وہاں بھی ریکارڈ ہوتا ہے کہ فلاں برانچ میں اتنے پیسے جمع ہوئے، اتنے نکل گئے۔ اِدھر بھی متعلقہ برانچ میں ریکارڈ ہوتا ہے۔ گلے میں بھی جا رہا ہے، کتاب میں بھی لکھا جا رہا ہے۔ اعمال نامہ گلے میں بھی ڈالا جا رہا ہے۔ قیامت کے دن ہم نکالیں گے:

وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا۔

تب ایک کھلی کتاب کی صورت میں ہوگا کہ آپ بھی پڑھ لیں۔ اِدھر ماسٹر کاپی بھی جا رہی ہے، وہاں بھی جا رہی ہے:

كِتَابٌ مَّرْقُومٌ(2)۔ ساری دنیا کا ماسٹر ریکارڈ ہے۔

---

(1) سورۃ بنی اسرائیل 17: آیات 13-14۔
(2) سورۃ المطففین 83: آیت 9۔

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ(1)۔

نیک اعمال علیین میں جا رہے ہیں اور برے اعمال سجین میں جا رہے ہیں۔

وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّيْنٌ(2)۔

یہ اللہ کا نظام ہے۔آج انسان نے بھی ویسے نظام بنا لئے ہیں۔اس میں تقویت ہوتی ہے کہ آج ہم نے بھی کچھ سسٹم بنا لئے ہیں۔بہت سے لوگ، یورپین اور دوسرے یہی چیزیں پڑھ کے اسلام کی صداقت پر ایمان لے آتے ہیں۔حیران بھی ہوتے ہیں اللہ پہ کہ کیسا نظام ہے! یہ تو اللہ نے چودہ سو سال پہلے ایسی باتیں بتا دیں۔اُس وقت تو یہ آج کا علم موجود نہیں تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔**یا ساریۃ الجبل!** حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے ہیں، خطبہ دے رہے ہیں، اور یہ بیٹھے دیکھ رہے ہیں۔خطبہ دے رہے ہیں اور اُدھر میدانِ جنگ کو بھی Monitor کر رہے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتا ہے کہ

ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

یہ راکٹوں سے چاند تارے تسخیر کرتے ہیں۔اس کے بغیر بھی انہیں تسخیر کرنے کا ایک سامان تیرے پاس ہے۔وہ تو اس کے بغیر بھی چاند کی سیر کر سکتا ہے۔

اشفاق احمد نے بھی لکھا ہے کہ ہم فرانس میں تھے۔ایک پروفیسر ہمیں لیکچر دے رہا تھا اس نے کہا کہ ہمارے پاس محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی لکھی ہوئی ایک کتاب ہے۔اس میں لکھا ہوا تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھ پہ جو بے حساب

(1) سورۃ المطففین 83: آیت 7۔
(2) سورۃ المطففین 83: آیت 8۔

نوازشیں فرمائیں اس میں یہ بھی ہے کہ مجھے چاند کی سیر کرائی۔اس کی زمین ایسی ہے جس میں ہوا نہیں ہے۔جس میں پانی نہیں ہے۔اس کی Characteristics یہ ہیں۔اس میں آدمی چھلانگ لگائے تو۔۔۔سب کچھ وہ جو سائنس نے بعد میں جا کے دریافت کیا اس کتاب میں وہ لکھا ہوا ہے۔اس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ وہاں سورج کے سامنے انگلی کھڑی کرو تو سامنے سے گرم ہو جاتی ہے،دوسری طرف ٹھنڈی رہتی ہے۔انہوں نے اپنا لکھا ہے۔جس طرف دھوپ ہو گی وہ گرم ہو جائے گا کیونکہ ہوا نہیں ہے۔Temperature کو Equivalence کرنے کیلئے کوئی سسٹم نہیں ہے۔جدھر دھوپ ہے اس طرف گرم ہے، دوسری طرف ٹھنڈی ہے۔اس پروفیسر نے کہا کہ ان کی یہ کتاب ہمارے پاس پڑی ہے۔اُس وقت کی باتیں اس میں لکھی ہیں۔ہم نے چاند پر جا کے اب دیکھا ہے۔

اس (سائنس و ٹیکنالوجی) کے بغیر بھی جا سکتے ہیں چاند کی طرف،سیر کر سکتے ہیں۔ہمارے قبلہ انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ پشاور گئے ہوئے تھے۔بنوں سے وہ آئے ہوئے تھے۔گرم موسم تھا۔کہنے لگے چلو۔اِدھر ایک سٹیڈیم ہے چمن کا۔کہنے لگے کہ چلو چمن میں بیٹھتے ہیں۔عصر پڑھی، وہاں بیٹھ گئے۔ایسے ہی Space کی بات چلی تو کسی نے پوچھ لیا کہ باباجی! آپ نے بھی کبھی Space کی سیر کی ہے؟ کہنے لگے کہ بہت زیادہ تو نہیں دیکھا۔ایک دو سیارے ہی دیکھے ہیں۔مریخ دیکھا تھا۔اللہ نے مریخ دکھایا کہ مریخ کیسا ہے۔اس میں فرمایا کہ جو کچھ زمین سے اُگتا ہے اُدھر اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔جیسے ہماری جو چیز اُگتی ہے وہ سبز ہوتی ہے،وہاں جو کچھ زمین سے اُگتا ہے سرخ ہوتا ہے۔مطلب ہے کہ وہاں پیداوار سب کچھ ہے۔

(سالانہ دورہ شجاع آباد مورخہ 14 نومبر 2009ء بروز ہفتہ بعد از حلقہ ذکر)

محفل 9

یہ جو عبادات ہیں ان کا کثرت سے کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ نمازیں پانچ، روزے تیس، حج اللہ توفیق دے تو سال میں ایک دفعہ، قربانی ایک دفعہ لیکن ذکر کا فرمایا کہ کثرت سے کرنا ہے۔ اس کی کوئی تعداد متعین نہیں کی گئی۔ اہل ایمان کو فرمایا گیا کہ اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ(1)۔

اے اہل ایمان! تمہارے مال، اولاد، تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں۔

یہ نہ کہ نوکری کرتے کرتے بھول جاؤ۔ مال کماتے کماتے، اپنی اولاد کی خدمت کرتے کرتے اللہ کا ذکر بھول جاؤ۔

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ(1)۔

جس نے ایسا کیا وہ نقصان اٹھانے والوں سے ہوگا۔

اہل ایمان کو کہا کہ تم ذکر کثرت سے کرنا، بھول نہ جانا۔ قرآن میں بیسیوں آیتیں ہیں جن میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ نماز کے بعد کرنا ہے۔

---

(1) سورۃ المنافقون 63: آیت 9۔

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَاماً وَقُعُوداً وَعَلَى جُنُوبِكُمْ(1)۔

جب نماز ادا کر چکو تو کھڑے بھی، بیٹھے بھی، پہلو کے بل لیٹے بھی اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔

اب یہ صرف نماز سے وہ اعلیٰ درجات حاصل نہیں ہو سکتے، جو ہمہ وقت ذکر کرنے والوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں:

جو دم غافل سو دم کافر
سانوں مرشد اے سمجھایا ہو

مرشد نے بتایا کہ جو سانس اللہ کی یاد کے بغیر گزر گیا وہ سانس کفر میں گزرا۔ جتنی زندگی اللہ کے ذکر کے بغیر گزر گئی وہ کفر میں گزری۔ اللہ نے اس کا کثرت سے حکم دیا ہے کہ ذکر کرو۔ اپنے بارے میں بھی یہ فرمایا:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ(2)۔

تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا۔ مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

حدیث قدسی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ ایک دفعہ میرا ذکر کرتا ہے میں دس دفعہ اس کا ذکر کرتا ہوں بندہ چل کے آتا ہے، میں دوڑ کے آتا ہوں۔

یہ Start بندے کی طرف سے ہونا چاہئے۔ آپ کی طرف سے یہ Start ہونا چاہئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ یاد بھی فرمائے گا، رحمتوں کا نزول بھی ہوگا۔ یہ

---

(1) سورۃ النساء 4: آیت 103۔
(2) سورۃ البقرہ 2: آیت 152۔

ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ بندے کو یاد کرے اور بندے کو محسوس ہی نہ ہو۔ اس کے قلب پہ واضح ہوتا ہے۔ اللہ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ

أَلاَ بِذِكْرِ اللّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ(1)

خبردار! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور چیز یہ سکون پیدا ہی نہیں کر سکتی۔ صرف اللہ کے ذکر سے ہوگا۔ جو لوگ اللہ کے ذکر پر آ جاتے ہیں ان کے متعلق قبلہ انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انہیں سب سے پہلی چیز جو حاصل ہوتی ہے وہ اطمینانِ قلب ہے۔ جس کے پیچھے دنیا ماری ماری پھر رہی ہے، اس کی تلاش میں پھر رہی ہے۔ کسی کے ہاتھ سرا نہیں آتا کہ ہمارے عوام کا یہ Problem کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ جدھر بہت زیادہ دولت ہے، سب سے زیادہ Disturbed societies وہی ہیں۔ ہماری نگاہوں میں مادّی حوالے سے جن کے پاس بہت مال و دولت ہے، وہیں سب سے زیادہ کرائم ہیں۔ سب سے زیادہ خودکشیاں ہیں، سب سے زیادہ طلاقیں ہیں، سب سے زیادہ خواب آور دوائیں وہ کھاتے ہیں۔ انہیں نیند ہی نہیں آتی۔ جو سب سے زیادہ مادّی طور پر اُونچے ہیں سب سے زیادہ Problem انہیں کے ہیں۔ اللہ کے ذکر میں جو لوگ آ جاتے ہیں وہ ان باتوں سے نکل جاتے ہیں۔

أَلا إِنَّ أَوْلِيَاء اللّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ(2)

جو اللہ کی دوستی میں آ جاتے ہیں، اللہ کے ساتھ دوستی کر لیتے ہیں، اللہ تمام

---

(1) سورۃ الرعد 13: آیت 28۔

(2) سورۃ یونس 10: آیت 62۔

مخلوقوں کا ولی ہے، اللہ تمام قوموں کا دوست ہے، جو اللہ کے گروہ میں شامل ہو جاتے ہیں، اللہ کا ذکر کرتے ہیں، ان کو دلوں کا اطمینان ایسا حاصل ہوتا ہے جو دنیا کی کسی چیز سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ دل کو اللہ کا گھر کہا گیا ہے، جیسے میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

مندر ڈھا دے، مسجد ڈھا دے
ڈھا دے جو کج ڈھیندا
پر دل نہ کسے دا ڈھاویں بندیا
ربّ دلاں وچ رہندا

دل کو اللہ کا گھر کہا گیا ہے۔ اللہ کا گھر جو ہے وہ دل ہے۔ اس کے گھر میں کسی دوسرے کو بسا لیں گے تو پھر یہ دل تکلیف میں رہے گا۔ یہ گھر جس کے لئے ہے اس کو بسائیں گے تو اس کو اطمینان آ جائے گا۔ اللہ کا ذکر کریں گے تو اللہ اس میں آ بسے گا۔ قبلہ انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خط کسی بھائی کے نام لکھا، وہ ہمیں بھی مل گیا۔ اس میں بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نوٹ بھی لکھا کہ اس کو سنبھال کر رکھنا۔ اس کی کاپیاں بھی دی گئیں، رسالے میں بھی شائع کیا گیا۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خط میں لکھا کہ اس کو کہہ دیں کہ اس کام میں آہستہ آہستہ چلنا پڑتا ہے۔ یہ جلدی والا کام نہیں ہے کہ جلدی ہو جائے۔ یہ ذکر جو بتا دیا ہے **لا الٰہ الا اللّٰہ** اور یہ ذکر پاس انفاس جو ہے یہ ساری عمر کرنا ہے۔ سب کچھ اسی سے ملے گا۔ اللہ کا ذکر بتا دیا کہ ہر سانس کے ساتھ اللہ کا ذکر کرو۔ **لا الہ الا اللّٰہ** کہ دل میں اللہ کے سوا کوئی نہیں۔ بس یہی ہے کہ دل پاک ہو جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کی صفائی کے لئے اللہ نے کوئی چیز بنائی ہے۔ کپڑے ہیں وہ صابن سے صاف ہو جائیں گے۔ سوڈا ڈال کر کسی زمانے میں سونے کو صاف کیا جاتا تھا۔ مشینری ہے یہ کسی اور چیز سے صاف ہو

جائے گی۔ دِلوں کی صفائی کے لئے اللہ کا ذکر ہے۔اس سے ہی صاف ہو گا۔ جو اس میں کدورتیں ہیں، برے خیالات اور جو برائی کے سیاہ داغ پڑے ہوئے ہیں، اللہ کا ذکر اُسے دھوڈالتا ہے۔اس کی صفائی کے لئے اللہ کا ذکر ہے۔ یہ نماز بھی اللہ کا ذکر ہے۔قرآن مجید میں آیا ہے:

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي(1)۔

اور میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔

یاد کیلئے نماز بھی ذکر کی ایک صورت ہے، یہ جو چلتے پھرتے کرنے والا ذکر ہے، یہ الگ ہے۔نماز مخصوص وقت میں ہوتی ہے۔باوضو ہوتے ہیں،قبلہ رو ہوتے ہیں، بڑی شرائط کے ساتھ ادا ہوتی ہے،لیکن اللہ کا ذکر جو ہے آپ چلتے پھرتے ، اُٹھتے بیٹھتے، ہر حال میں کر سکتے ہیں۔اس ذکر سے ہی دل صاف ہوتا ہے۔قبلہ انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ساری عمر کرنا پڑتا ہے۔آہستہ آہستہ اس سے غصہ اور نفرت کی نفی ہو جاتی ہے۔اللہ سے پیار کرو،اس سے کو ہر مقصود حاصل ہو گا۔یہ دنیا کا کوئی محبوب نہیں ہے کہ کچھ پیسے خرچ کئے، دو چار مہینے اس کی گلی کے پھیرے لگائے تو مل جائے گا۔یہ اللہ ہے۔ساری عمر بھی اللہ اللہ کرتے رہو اور مرتے دم بھی اگر مل جائے تو گھاٹے کا سودا نہیں ہے۔بڑا زبردست جملہ لکھا ہے کہ ''اس سالک کا انجام جو ہے وہ اللہ کی گود کے سوا اور کہیں نہیں ہو گا''۔اُدھر ہی جائے گا جس نے ایسا کیا۔پھر آپ نے لکھا کہ اس کو دیکھو کہ دنیا کے کسی معزز مہمان کو گھر بلانا ہوتا ہے تو کیسے ہم صفائی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں چلو جی صفائیاں کرو گھر کی ، مہمان آرہے ہیں۔پیر صاحب آرہے ہیں۔سب گند جو ہے یہ ہٹاؤ، پردے اتروا دیے،اس کے بعد سفیدی

---

(1) سورۃ طٰہٰ 20: آیت 14۔

یا چونا کرتے ہیں۔ پردے اچھے اور Decoration کے لئے پھول جو ہیں یہ تیار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ آپ فلاں تاریخ کو ہمارے گھر تشریف لائیں۔فرمایا: اللہ جو ہے یہ دل اس کا گھر ہے۔اس کو بھی اسی طرح صاف کریں۔ پہلے اس میں جو گند ہے اسے نکالیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ یہ غصہ،نفرت،غرور،اور یہ غیبت یہ اس کے گند ہیں۔ان کو نکالنا ہے،صاف کرنا ہے۔پھر فرمایا کہ نماز اور ذکر سے اس میں سفیدی کرو۔ دونوں اکٹھے ہیں۔ان سے سفیدی کرو،یہ صاف ہو جائے گا۔پھر اس کو اخلاق حسنہ کے پھولوں سے سجاؤ۔لکھا کہ اس میں محبت اور صداقت سب سے اچھے پھول ہیں۔ان سے سجاؤ، پھر دیکھو کیسے نہیں آتا۔اس قابل بناؤ اسے پھر دیکھو کیسے نہیں آتا۔یہ بات آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خط میں تفصیلی طور پر بتا دی کہ ایسے ہے۔یہ کرنا پڑتا ہے،آہستہ آہستہ ہو جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کسی آدمی کے گھر کے سامنے اگر نہر بہہ رہی ہو اور پانچ دفعہ وہ اس میں نہا آئے تو اس کے جسم پر میل کچیل رہ سکتی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا:یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !نہیں۔ فرمایا: یہ نماز بھی ایسے ہی ہے۔انسان اس نہر سے یا پانی سے جو گندگی دور کرتا ہے تو یہ بھی ایسے ہی ہے۔یہ نماز بھی ایسے ہی انسان کو دھو ڈالتی ہے، جو بندہ پانچ وقت نماز پڑھتا ہے۔

نہانا تو اس کے اندر ہوتا ہے کہ انسان ڈبکی لگائے۔سارے جسم کو ڈبوئے۔ باہر خالی ہاتھ لگانے سے تو نہیں ہوتا۔نماز میں بھی وہ استغراق حاصل ہو جائے،صحیح جو ہے۔یکسوئی حاصل ہو جب تک نماز میں آپ رہیں **اللہ اکبر** سے سلام پھیرنے تک کوئی دوسرا خیال آپ کے دل میں نہ آئے۔وہ اصل نماز ہوتی ہے۔یہ کیفیت کبھی

بھی حاصل نہیں ہوسکتی جب تک آپ چوبیس گھنٹے اللہ کے ذکر کا گُر نہیں سیکھ لیتے۔ ایسے یہ کبھی حاصل نہیں ہو گی۔ساری عمر پڑھتے رہیں۔جونہی نماز میں جاتے ہیں، خیال بھاگ کر اُدھر چلا جاتا ہے۔دکان میں،کاروبار میں، دفتروں میں، جو کچھ اپنا Profession ہے اس طرف دماغ چلا جاتا ہے۔زمیندار ہوں تو وہ دماغ چارے اور جانوروں کی طرف آئے گا۔دفتر میں کام کرتے ہیں تو یہ اُدھر بھاگ جائے گا۔ جب تک وہ (دماغ) قابو نہ آئے نماز نہیں ہوسکتی۔

نماز میں یہ جو الله اکبر کہا ہے اس تکبیر کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔تکبیر کیا ہے؟ تکبیر تو ہے الله اکبر ۔ الله اکبر کہنا یہ تکبیر ہے۔نعرۂ تکبیر: الله اکبر ۔اللہ کی بڑائی بیان کرنا،اس کو تکبیر کہتے ہیں لیکن یہ تکبیر تحریمہ ہے۔کیوں تکبیر تحریمہ ہے؟اس لئے کہ اس الله اکبر سے بہت سی چیزیں حرام ہو جائیں گی۔نماز میں یہ پہلی تکبیر جو ہے یہ بہت سی چیزوں کو حرام کر دیتی ہے۔اسی لئے اسے تکبیرِ تحریمہ کہتے ہیں۔کیا کیا حرام ہوگا؟اب آپ نے نماز کی نیت کر لی ہے۔اب اسے چھوڑ کر آپ اپنے بٹن یا ٹائی ٹھیک نہیں کر سکتے۔نہ بالوں کو اور داڑھی کو ٹھیک کر سکتے ہیں۔اب آپ نیت کر کے اللہ کے حضور کھڑے ہو گئے ہیں۔اب یہ حرکت کرنی منع ہے۔کوئی ایسا کام کر رہے ہوں جس سے یہ پتہ چلے کہ آپ نماز میں نہیں ہیں جیسے شلوار یا تہبند ٹھیک کر رہے ہیں تو نماز ٹوٹ جائے گی۔اِدھر اُدھر دیکھ نہیں سکتے۔کوئی بات،نماز سے باہر جو ہے وہ نماز میں ادا نہیں کر سکتے۔نماز فسخ ہو جائے گی۔اچھی بات ہے، آپ کو چھینک آئی، آپ نے کہہ دیا الحمد لله تو نماز ٹوٹ جائے گی۔اللہ کا حکم ہے لیکن نماز میں کہہ دیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔نماز کے الفاظ سے باہر کوئی لفظ ادا نہیں کر سکتے۔کوئی قرآن پڑھ رہا ہے،غلط پڑھ رہا ہے، آپ نے تصحیح کر دی تو آپ کی نماز ٹوٹ گئی۔کسی نے کوئی بات

کی، آپ نے کہہ دیا: الحمد للّٰہ !سبحان اللہ ! تو آپ کی نماز ٹوٹ گئی۔حالانکہ اللہ کی بڑائی بیان کی گئی ہے۔

یہ تکبیر تحریمہ ہے جو حرام کر دیتی ہے کہ اِدھر اُدھر جا نہیں سکتے۔کوئی حرکت نہیں کر سکتے۔چل پھر نہیں سکتے۔ہاتھوں کو کھول کر کوئی کام نہیں کر سکتے تو وہ جو دماغ ہے اس کا نماز میں سوچنا کیسے حلال ہو سکتا ہے؟ یہ سارے کام تو حرام ہیں اور یہ اللہ کے سوا سوچنا جو ہے یہ کیسے حلال ہو سکتا ہے؟ بالکل نہیں۔دماغ کو اِدھر ہی نماز میں رہنا چاہئے۔نماز میں کچے ہو یا پکے، پکے ہو تو اس میں کسی کو نہیں آنا چاہئے۔نبی پاک ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ اگر کوئی بندہ دو رکعت نماز پڑھے۔صرف دو رکعت لیکن ایسی پڑھے کہ بیچ میں اس کا نفس بھی جو ہے یہ کوئی بات نہ کرے۔نماز کے علاوہ کوئی خیال بیچ میں نہ آئے۔فرمایا: اللہ اس کے سب گناہ معاف کر دے گا۔اس دو رکعت نماز سے۔کتنے پیار والی بات ہے۔یہ حاصل ہونے کے لئے یہ ہے کہ اللہ کے ذکر کا غلبہ ہونا چاہئے۔کیوں نہیں ہوتیں؟ اس لئے کہ پانچ نمازیں پڑھیں گے تو اس کا ٹوٹل ٹائم ڈیڑھ گھنٹہ لگے گا۔اس میں آپ نے اللہ کو یاد کیا۔باقی جو ساڑھے بائیس گھنٹے ہیں وہ دنیا کی بک بک، جھک جھک۔غلبہ کس کا ہو گا؟ دنیا کا ہی ہو گا۔ڈیڑھ گھنٹے کا غلبہ نہیں ہو سکتا۔اس لئے اللہ نے کہا کہ کثرت سے اللہ کو یاد کرو۔قرآن میں سورۃ الاعراف میں اس کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے۔بزرگوں نے اسی کو استعمال کیا ہے:

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ۔

اپنے ربّ کو اپنے نفس میں یا دل میں یاد کرو۔نفس سانس کو بھی کہتے ہیں، دل کو بھی کہتے ہیں۔

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ۔

اپنے ربّ کو اپنے دل میں یاد کرو۔

تَضَرُّعاً وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ۔

عاجزی کے ساتھ اور ڈر کے ساتھ اور آواز نکالے بغیر۔

دُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ ۔

آواز نہیں نکلے گی باہر۔بلند آواز سے نہیں ہوگا، دل میں کرنا ہے۔

بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ وَلاَ تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ۔

صبح اور شام، اور بھولنے والوں میں سے نہیں ہونا۔غفلت سے بچنے کا اللہ نے جو کہا وہ یہ ہونا چاہئے۔یہ کرنا ہے۔جب تک یہ نہیں کریں گے، وہ بات نہیں بنے گی۔قرآن میں اور بھی آیتیں ہیں۔اللہ کہتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَقْرَبُواْ الصَّلاَةَ وَأَنتُمْ سُكَارَى حَتَّىَ تَعْلَمُواْ مَا تَقُولُونَ (1)۔

نماز کے قریب نہ آؤ جب تم نشے کی حالت میں ہو۔نشے کی کسی چیز کا نام نہیں لیا۔چرس، افیم، یا یہ چیزیں نہیں ہیں۔جب تم نشے میں ہو تو نماز کے قریب نہیں آنا۔اس کی تعریف فرمائی، آگے اسے Define کیا کہ نشہ کیا ہے؟ جب تمہیں یہ نہ پتا چلے کہ منہ سے کیا کہہ رہے ہو۔نشے کی Definition یہ کی کہ جب پتا نہ چلے کہ میں منہ سے کیا کہہ رہا ہوں، اس وقت نماز نہیں پڑھنی۔ہمیں تو کوئی بھی پتا نہیں ہوتا۔ہم نماز پڑھتے ہیں، جس کا گھوٹا لگا ہوا ہوتا ہے وہی سورۃ یا وہی آیت چل پڑتی ہے۔ **الم تر کیف** ہے تو اسے پڑھ لیا۔ **قل ھو اللہ** ہے تو یہ چل جائے گی **انا اعطینا** ہے تو وہ Automatic چل جائے گی۔آپ کو یاد نہیں ہوگا کہ کون سی پڑھی ہے؟

---

(1) سورۃ النساء 4: آیت 43۔

امام کے پیچھے کھڑے ہیں تو امام نے کون سی سورۃ پڑھی ہے؟ کوئی یاد نہیں۔ رکوع اور سجود سارا کچھ ہو رہا ہے مگر یہ نہیں پتا کہ اللہ کے سامنے میں نے کیا کہا؟ یا میں اللہ کے سامنے کیا عرض کر رہا تھا؟ میرا دل اس کے ساتھ ہونا چاہئے، وہ نہیں ہوتا۔ یہ نشہ کام کا بھی ہو سکتا ہے، کسی بندے کا بھی ہو سکتا ہے۔ وہ جو چھایا ہوا ہے، اسی کا نشہ ہے۔ وہی تمہارا رہبر ہے جس کا تم پہ غلبہ ہے۔ یہ جب تک ذکر کی مشق نہ کی جائے، چلتا رہے گا۔ بندہ دکان پر بیٹھا ہوا ہے، اللہ کا ذکر کر رہا ہے۔ گاڑی چلا رہا ہے اس میں اللہ کا ذکر کر رہا ہے۔ گھاس کاٹ رہا ہے، چارہ جانوروں کو ڈال رہا ہے، اس میں اللہ کا ذکر کر رہا ہے۔ اس کے سانس کے ساتھ رواں ہو جاتا ہے۔ ذکر جاری ہو جاتا ہے۔ وہ جو کام کاج کے دوران بھی اللہ کا ذکر کر رہا ہے، اس کو نماز کے دوران کون اللہ کے ذکر سے فارغ کر سکتا ہے۔ حضور ﷺ کی ایک حدیث بھی ہے:

المؤمن فی المسجد کالسمک فی الماء

مومن مسجد میں ایسے ہی ہے جیسے مچھلی پانی میں۔

پانی میں اسے سکون ملتا ہے، باہر نکلا تو تڑپتی ہے۔ مومن بھی مسجد سے باہر یا ذکر سے باہر جب آتا ہے تو وہ تڑپتا رہتا ہے، جب اُدھر آتا ہے تو اس کو چین و سکون مل جاتا ہے۔ ہم جو ہیں جب نماز میں آتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ جلدی جلدی پڑھ لیں، پھر کام کو جائیں۔ دل اُدھر ہوتا ہے، اُدھر کام کی طرف بھاگتا ہے۔ دل اس میں ہونا چاہئے۔ ایک منٹ ہوں یا دو منٹ ہوں، اطمینان کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے۔ اطمینان کے ساتھ وضو کرے۔ ساتھ ہی خیال کرے کہ جب ہاتھ دھوئے تو یہ خیال کرے کہ اگر اس ہاتھ سے کوئی غلطی کی تو اللہ معاف کر دے۔ کُلی کی تو وضو میں یہ خیال کرے کہ تیری شان کے خلاف زبان سے کوئی بات نکالی ہو تو غلطی ہو گئی، معاف کر

دے۔ناک میں پانی ڈالا، منہ، ہاتھ، پیر دھوئے تو ساتھ یہ بھی خیال کرے۔ تیار ہو جائے کہ اب میں اللہ کے دربار میں حاضر ہو رہا ہوں۔ پھر پڑھے۔ شاید وارث شاہ نے یہ لکھا ہے کہ

نماز فرض ہوئی بادشاہ اُتے
اے نئی اتری کمیاں کمیاں اُتے

جو بادشاہ ہوتے ہیں ناں ان کو نماز پڑھنی چاہیے، اس پہ نماز فرض ہوتی ہے۔باقی نوکر چاکر یہ جو ہیں ان پہ نماز فرض نہیں ہے۔اس کا مطلب انسان کے جسم سے ہے کہ یہ تو سارے اعضاء نوکر ہیں، Mind جو ہے یہ ماسٹر ہے۔یہ کنٹرول کرتا ہے۔اس ہاتھ کو تو جو آپ لکھتے ہیں لکھ دیتا ہے، اس کو تو نہیں پتا کہ "ب" کیسے ہوتی ہے، قلم کو تو نہیں پتا، نہ انگلی کو پتا ہے۔کنٹرولر وہ دماغ ہے، وہ کنٹرول کرتا ہے، جو تصویر چاہتا ہے بنا دیتا ہے۔ جو بات بولنا چاہتا ہے یہ سارے Organ جو ہیں یہ Active ہو جاتے ہیں اور وہ بول دیتا ہے۔ ماسٹر وہ ہے۔ بادشاہ نے نماز پڑھنی ہے۔اس کو حاضر ہونا ہے۔ یہ ہاتھ، پاؤں لگا دیے، یہ لگے ہوئے ہیں، اور بادشاہ غائب ہے۔اس کو حاضر رہنا ہے۔بادشاہ پہ فرض ہے۔ یہ ہاتھ، پاؤں تو اس کے ملازم ہیں، اصل اس نے پڑھنی ہے۔

پرانے زمانے کی باتیں بھی لکھی ہوئی ہیں۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مشہور واقعہ آتا ہے کہ ان کو ایک تیر لگ گیا تھا، وہ باہر نہیں نکلتا تھا، بڑا درد ہوتا تھا۔ جب تیر لگ جاتا تو اسے واپس اُلٹا نکالنا بڑا مشکل ہوتا تھا۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس کو رہنے دو، نماز جب پڑھیں گے تو اُس وقت نکال لینا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کی، اتنا استغراق کہ نہ ٹانگ کا اور نہ تیر کا ہوش ہے۔اس حالت میں یہ تیر کھینچ لیا گیا، پتا بھی نہیں چلا۔ یہ استغراق ہے۔

پرانے زمانے کی نہیں، اب یہ اس زمانے کی بات ہے۔اشفاق احمد نے 'زاویہ' کتاب میں لکھا ہے۔انہوں نے لکھا ہے کہ جامعہ اشرفیہ یہ جو لاہور والی ہے اس کے بانی مولانا محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔وہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، انہوں نے یہ مدرسہ بنایا۔ہم نے تو Visit نہیں کیا لیکن سنا ہے کہ اب بھی ہزاروں طالب علم پڑھتے ہیں۔باہر کے ملکوں سے بھی آتے ہیں۔ان کو ٹانگ میں گمبھیر ہو گیا۔سب نے کہا کہ یہ لاعلاج ہے۔اب یہ زہر آہستہ آہستہ آگے پھیل رہا ہے، یہ ٹانگ کاٹنی پڑے گی ورنہ یہ سارے جسم میں پھیل جائے گا۔طبیبوں نے بھی جواب دے دیا۔ڈاکٹروں نے بھی جواب دے دیا کہ آپریشن ہوگا۔ٹائم سیٹ ہو گیا۔ان کو لے گئے۔سارے معتقدین بھی ساتھ تھے۔انہوں نے کہا کہ لو جی! اب آپ کو ٹیکہ لگاتے ہیں، آپ بیہوش ہو جائیں گے تا کہ آپ کی ٹانگ کاٹی جا سکے۔انہوں نے کہا کہ میں نے ٹیکہ نہیں لگوانا۔اُنہوں نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ٹانگ کاٹنی ہے، کانٹا بھی نکالنا ہو تو تکلیف ہوتی ہے، ٹیکہ لگانا پڑے گا۔اِنہوں نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ میرا دماغ ماؤف ہو جائے گا؟ بالکل بند ہو جائے گا؟ اِنہوں نے کہا کہ میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ ایک سیکنڈ کے لئے بھی میرا دماغ اللہ کے خیال سے ہٹے۔مولانا محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رومال لیا ہوا تھا، اِنہوں نے وہ منہ پر لیا اور ایک طرف منہ کر کے لیٹ گئے کہ آپ اپنا کام کریں، مجھے اپنا کام کرنے دیں۔میں نے Injection نہیں لگوانا۔اس حالت میں ان کی ٹانگ کاٹی گئی۔آری سے کاٹی گئی یا کسی مشین سے کاٹی گئی، مگر کاٹی گئی۔اُنہوں نے اسے بند کیا۔پٹیاں لگائیں، سب کچھ کر لیا۔اشفاق احمد نے لکھا ہے کہ Medical history کا یہ منفرد کیس ہے کہ اتنا Major آپریشن بغیر نشہ کے کیا جائے۔جب ڈاکٹروں نے

سب کچھ کرلیا تو وہ خود ہی بولے کہ میاں کام ہوگیا؟ جواب ملا: جی ہوگیا۔ فرمایا: اچھا جی! بہت تکلیف دی، آپ کو بہت زحمت دی، بہت بہت شکریہ۔ اُس زمانے میں ہی نہیں، اِس زمانے کی بھی مثال ہے۔ اتنا استغراق ہو اللہ کی طرف تو سب کچھ ہوسکتا ہے۔ اب بھی ہوتا ہے۔ اس نماز کو ہم نے Improve کرنا ہے، اس کی اچھی کوالٹی بنائیں۔ علامہ رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتا ہے:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان

ہر لحظہ پہ دوسرا لحظہ جو ہے یہ اوپر ہونا چاہئے۔ یہ ہوسکتا ہے بشرطیکہ اُس لحظہ کو ہم نے کیش کیا ہو۔ اسے صحیح معنوں میں Utilize کیا ہو۔

حدیث میں بھی ہے کہ **الٓمٓ** پڑھنے سے بھی یہ تین حروف ہیں، تیس نیکیاں ملتی ہیں، جو قرآن میں ہے، جن کے کوئی معنی نہیں، جن میں کچھ کرنے کا کوئی حکم نہیں ہے، یا کسی چیز سے روکا گیا ہے۔ بس قرآن میں ہے تو **الٓمٓ** بھی پڑھیں گے تو اتنی نیکیاں ملیں گی۔ قرآن میں جانوروں کے بھی نام ہیں، مچھر کا بھی نام ہے، کتے کا نام بھی ہے۔ قرآن کے Text میں جب پڑھا جائے گا تو ان حروف کی بھی ایسے Multiply ہو کے نیکیاں ملیں گی۔ اللہ کے کلام کی برکت ہے، جب اللہ کا نام آئے گا تو اس کا کیا ہوگا؟ اس کی کتنی نیکیاں ملیں گی؟ وہ اس کے برابر ہوسکتی ہیں؟ اس الٓمٓ کے؟ یا کسی جانور کے نام کے برابر ہوسکتی ہیں؟ جب خدا کا ذکر کیا جائے گا تو اس کی اتنی نیکیاں ملیں گی کہ وہ اللہ ہی جانتا ہے۔ اس کو اپنا نام کتنا پیارا ہوگا؟ انسان کو اپنا نام پیارا ہے، اُس کو بھی اپنا نام پیارا ہے۔ فرمایا بھی ہے کہ میرے ناموں سے پکارو۔

وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوهُ بِهَا(1)۔

---

(1) سورۃ الاعراف 7: آیت 180۔

اللہ کے پیارے پیارے نام ہیں، اسے ان سے پکارا کرو، وہ تمہاری ساری مرادیں پوری کر دے گا۔ ذکر پاس انفاس اس طرح کیا جائے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ قرآن میں لکھا ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّى۔ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى۔ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا۔ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى(1)۔

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّى۔

فلاح پا گیا وہ شخص، جس کا تزکیہ ہوا۔ اس کے دل کی سیاہی جو ہے وہ دور ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بارے میں جو آیات آتی ہیں، تین چار ہیں، ان میں یہی باتیں آتی ہیں:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ(2)۔

وہ تمہارا تزکیہ کرتا ہے، فیضِ نبوت ﷺ سے پاک کرتا ہے۔ نورِ نبوت سے آپ کی ساری کثافتوں کو دور کرتا ہے۔ جیسے اب یہ لیزر سے علاج نکل آئے ہیں، یہ اُس وقت بھی تھا۔ فیضِ صحبت سے دلوں کو صاف کر دیتا ہے۔

يُزَكِّيهِمْ

کا مطلب یہی لکھا ہے، پاک صاف کر دینا۔ بعض جگہ پر لکھا ہے: مانجھنا۔ ایک چیز Metal کی ہے، اسے زنگ لگ جاتا ہے، اس کو مانجھ لیا جاتا ہے تا کہ اس کی Originality نکل آئے۔ مانجھ کے صاف کرنا، اس کو تزکیہ کہتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ تزکیہ حضور ﷺ کرتے ہیں۔

(1) سورۃ الاعلیٰ 87: آیات 14-17۔
(2) سورۃ الجمعہ 62: آیت 2۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ بعد میں آیا ہے کتاب اور حکمت۔ تزکیہ فرمایا کہ

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّى

وہ فلاح پا گیا جس کا تزکیہ ہوا۔ اس کو مانجھ کے صاف کر کے، اس کی Originality نکل آئی۔ پتا چل گیا کہ انسان کیا ہے؟ میں کیا ہوں؟ یہی ہے وہ پہلا فلسفہ خودی کا کہ خود کو جان جائے کہ میں کیا ہوں؟ اس کی اتنی لمبی تفصیل نہیں ہے، صرف یہی ہے کہ میں کیا ہوں؟ یہ پتا لگ جائے۔ وہ جان لے کہ میں کیا ہوں؟ وہ صاف ہو جائے۔ اور ربّ کے نام کا ذکر کیا اور نماز پڑھی۔ تین کام بتائے: پہلے تزکیہ ہونا چاہئے، ربّ کے نام کا ذکر کرے، اور نماز پڑھے۔ وہ فلاح پا گیا۔ تزکیہ یہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں ہوتا تھا۔ آگے بزرگانِ گرامی ہیں، ان سے ہوتا ہے۔ جس کو ملا اس نے یہی کہا کہ ایسے ہی ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

مولوی کبھی مولائے روم نہیں بن سکتا جب تک وہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی میں نہ آئے۔ جو پڑھے لکھے نہ تھے۔ مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو عالم تھے۔ وہ (شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ) ایک ہی حرف پڑھے تھے۔ وہ علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے جس کا کہا ہے:

قلندر جُز دو حرفِ لا الٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہِ شہر ہے قاروں لغت ہائے حجازی کا

اس کے پاس گرامر کے اور گردانوں کے خزانے ہیں۔ فقیر ایک ہی جانتا

ہے کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں: لا الٰہ الّا اللّٰہ۔ وہی مالک ہے، وہی میرا آقا ہے۔ اس کے ساتھ میرا پیار ہے، اور میں کچھ نہیں جانتا۔ قلندر کو کوئی گرائمر نہیں آتی۔ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ جو تھے وہ بھی ایسے ہی تھے۔ جب ان کی صحبت میں (مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ) بیٹھے، انہوں نے اللہ کی محبت کی چنگاری لگائی تو پھر پتا چلا کہ ہم کیا کر رہے تھے، اور یہ کیا بات ہے۔ پھر تقویٰ جو تھا اس کو نمی لگی پیار والی، پھر اس سے وہ آگے بڑھے اور مولانا روم بنے اور مثنوی لکھی۔ انہوں نے بھی کہا کہ ایسے ہوتا ہے۔ جب تک وہ نہ ملیں تو وہ نہیں ہوتا۔ علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ جس مومن کے دو دن یکساں حالت میں گزر جائیں، وہ خسارے میں ہے۔ ہمارا ہر آنے والا دن، کل والا، خدا پر ایمان، بھروسے، اور توکل کے حساب سے آج سے بہتر ہونا چاہئے۔ Next اس سے بھی بہتر ہوتا کہ آپ کی زندگی کا یہ سفر جو ہے اس میں

وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ (1)۔

کمال تو وہ ہے۔ علامہ نے بھی یہی لکھا ہے:

کمالِ زندگی دیدارِ ذات است

زندگی کا کمال یہ ہے کہ انسان زندگی میں ہی اللہ کی ذات کا دیدار کر لے۔

طریقش رستن از بندِ جہات است

اس کا طریقہ یہ ہے کہ یہ جو بندھن بنے ہیں کہ یہ میرے بیٹے، یہ میرا مال، اور یہ میری بقاء، یہ جو Ties ہیں ان کو توڑیں۔ ان Ties کو توڑیں تو اللہ مل جاتا

(1) سورۃ النجم 53: آیت 42۔

ہے۔یہ لا الٰہ ہے، کچھ نہیں ہے۔کچھ نہیں ہے صرف اللہ ہے۔یہ جو قطع ماسوی اللہ ہے،اسی سے ہوتا ہے۔اللہ کے سوا باقی تمام خواہشات نکل جائیں۔سوائے اللہ کے باقی کچھ نہ رہے۔تسلیم و رضا اختیار کرے۔اس کی رضا پہ راضی ہو جائے۔شکوہ والی بات نہیں ہے۔علامہ اقبال بھی کہتا ہے کہ

طریقِ اہلِ دنیا ہے گلہ شکوہ زمانے کا
نہیں ہے زخم کھا کر آہ کرنا شانِ درویشی

یہ درویشوں کا کام نہیں ہے کہ یہ ہو گیا، وہ ہو گیا۔کبھی کسی سے شکوہ نہیں کرتے۔میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے ہیں کہ

جہاں دُکھاں تُوں دلبر راضی
اُنہاں توں سُکھ وارے

جب میرا مالک محبوب کہتا ہے کہ یہ تکلیف آپ کو دینی ہے تو ہمیں کیا ہے؟ ہم ان میں خوش۔

جہاں دُکھاں تُوں دلبر راضی
اُنہاں توں سُکھ وارے
دُکھ قبول محمد بخشا
راضی رہن پیارے

ہماری چاہت کا کیا ہے؟ وہ جو کہتے ہیں،ٹھیک ہے۔ملتِ ابراہیمی ہے، جو ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے،اس کے پیچھے چلنا ہے۔حضور علیہ السلام کی نبوت کے پیچھے چلنا ہے۔جو ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی دین ملا۔فرمایا:

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (1)۔

(1) سورۃ الانعام 6: آیت 161۔

آپ ﷺ کہہ دیں کہ مجھے رب نے صراطِ مستقیم بتائی ہے۔کون ہے؟

دِيناً قِيماً مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفاً(1)۔

وہ پکا، سچا، مضبوط دین۔ جو ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ تھا، وہ ہے، اس پہ چلنا ہے۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ(1)۔

ایسے ہی آپ ﷺ کو بھی کہا کہ

قُلْ

آپ ﷺ بھی کہیں وہی بات۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ(1)۔

آپ بھی کہیں کہ میرا مرنا، میرا جینا، میری زندگی سب اللہ کے لئے ہے۔ اس کو کرو۔ اس پہ چلو تو وہ لحظہ ہوسکتا ہے۔ اگر الٓمٓ سے تیس نیکیاں ملتی ہیں تو آپ نے جب ایک سانس اوپر گئی تو اللہ کہا، اس کو آپ Multiply کر لیں کہ یہ نام اللہ کا ہے، پتا نہیں اس کی کتنی نیکیاں ملیں گی۔ آپ پہلے سانس سے دوسرے سانس لینے تک کہاں پہنچے۔ ہر سانس کے ساتھ کریں ہر لحظہ اچھا چل سکتا ہے بشرطیکہ اللہ کا ذکر کیا جائے۔

باباجی رحمۃ اللہ علیہ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے تھے تو فرمانے لگے: خدا کی قسم ایک دفعہ اللہ کہہ دینے سے جنت مل جاتی

(1) سورۃ الانعام 6: آیت 161۔

ہے۔ وہ جو مقامات ہیں بلند ان کے لئے کوشش کرو۔ وہ جو اونچے اونچے ہیں، وہاں حد ہی کوئی نہیں ہے اتنے مقامات ہیں، اس کے لئے کوشش کریں۔ مقربین میں داخل ہو جائیں۔

ملتِ ابراہیم علیہ السلام پر چلنے کی بات آئی ہے، کون کون سی آزمائشیں ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نہیں آئیں؟ اولاد ہوئی تو کہا اسے وہاں چھوڑ آؤ جہاں پانی ہے نہ کچھ اور۔ بچہ تھوڑا سا بڑا ہوا تو کہا کہ اس کو ذبح کرنا ہے۔ یہ کوئی بات کرنے والی؟ بیٹے کو ذبح کرو۔ خواب ہی آیا تھا۔ اور بیٹا آگے سے وہ بھی اس کی کیا بات ہے۔ علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہا:

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی

اتنا تابعدار فرزند کیسے بن گیا؟ کالج سے یا سکول سے ٹریننگ ملی تھی یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نگاہوں سے ملی تھی۔ فیض سے ایسا دل زندہ ہو گیا تھا۔ فیضانِ نظر تھا۔ یہ اُسی سے بنتا ہے۔ وہ صحابہ رضی اللہ عنہما جو تھے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے بنے۔ پڑھنے سے نہیں بنے۔ چند لوگ صرف لکھنا پڑھنا جانتے تھے، اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ قرآن کوئی نہیں پڑھ سکتا تھا، سب نے حفظ کر لیا۔ اس وقت ایک کتابی صورت میں قرآن موجود بھی نہیں تھا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے بنے۔ جس آدمی نے ایک مرتبہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالتِ ایمان دیکھ لیا، وہ اصحاب میں داخل ہو گیا پھر چاہے ساری عمر ملاقات نہیں ہوئی۔ اس کا درجہ ایسا ہے کہ کوئی غیر صحابی اس کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔ ساری عمر نمازیں پڑھے، حج کرے، یا جو مرضی کرے، ایک صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔ وہ جو ایمان کی کیفیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی صحبت سے دلوں کے اندر نفوذ کر گئی وہ نہیں ہو سکتا۔ وہ صحابی تھے، وہ فیض نبوت ﷺ سے بنے تھے۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

وہ کہتے ہیں کہ بیٹا میں نے خواب میں دیکھا ہے۔

قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّيٓ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيٓ أَذْبَحُکَ فَانظُرْ مَاذَا تَرٰى[1]۔

کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ تمہاری کیا رائے ہے؟

قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ[1]۔

انہوں نے کہا کہ آپ کر گزرو۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ یہ خواب ہے، انہوں نے کہا جو حکم ہوا ہے آپ کر ڈالو۔ انہیں بھی پتا تھا بیٹے کو کہ نبی کا خواب خواب نہیں ہوتا، اللہ کا امر ہوتا ہے۔

قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ[1]۔

جو حکم دیا گیا ہے اس کو آپ کر ڈالیں۔

سَتَجِدُنِيٓ إِن شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِينَ[1]۔

مجھے آپ اطاعت کرنے والا پائیں گے۔ باپ بیٹا راضی ہو گئے۔ لٹا دیا زمین پہ، خنجر کو پکڑ لیا۔ بس اتنا ہی کام تھا۔

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا[2]۔

---

(1) سورۃ الصّٰفّٰت 37: آیت 102۔
(2) سورۃ الصّٰفّٰت 37: آیت 105۔

اے ابراہیم علیہ السلام! تو نے تو خواب بھی سچا کر دکھایا۔فرشتہ نہیں چلا کہ جا کے وہاں پیغام دے۔ہم نے خود آواز دی۔اللہ محسنوں کو ایسے ہی اطلاع دیتا ہے۔ براہِ راست مکالمہ۔خدا خود آواز دے کہ ابراہیم علیہ السلام! تو نے کمال کر دیا۔انہوں نے لٹا دیا، تیار ہو گئے تو وہاں دنبے کو بٹھا دیا گیا۔اس طرح خواب بھی سچا کر دکھایا۔

پچھلے دنوں ٹی وی پر ایک بندہ بیٹھا ہوا تھا، پتا نہیں کون تھا، بڑی اچھی بات کر رہا تھا۔ کہنے لگا کہ اتنے سال ہو گئے ہیں، کوئی پندرہ یا بیس سال، میں نے کوئی نماز قضاء نہیں کی۔ایک نماز بھی کبھی قضاء نہیں ہوئی۔ڈیوٹی کے درمیان یا ٹی وی پر کام کرتے ہوئے کبھی میری ایک نماز قضاء نہیں ہوئی۔یہ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں عید کے دوران بات ہو رہی تھی۔وہ کہنے لگا کہ سارے ایشیاء میں پڑھا جاتا ہے کہ

سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

میں نے بھی ایک خطبے میں لکھا ہے کہ آج کل کی اولاد کالج کی پڑھی ہوئی تو والدین کے کہنے پر سر کے بال نہیں کٹواتی۔کالج والی اولاد بال نہیں کٹواتی اور وہ ایک بیٹا ہے کہ جس نے گردن کٹوانے کے لئے پیش کر دی۔

ٹی وی پر بات کرنے والے اس بندے نے ایک بڑے اچھے نقطے پر بات کی۔اس بندے نے کہا کہ بات یہ ہے کہ ہم لوگوں کو عادت ہو گئی ہے کہ ہم دوسروں کی اصلاح کریں، میں خود نہ کروں۔اس میں بھی ہم یہی چاہتے ہیں کہ بیٹا جو ہے وہ اسماعیل علیہ السلام بن جائے۔تم خود پہلے ابراہیم علیہ السلام کیوں نہیں بنتے؟ آپ خود ابراہیم علیہ السلام بنیں کہ میں ابراہیم علیہ السلام بنوں تا کہ ہماری اولاد جو ہے اس میں یہ صفات پیدا ہوں۔مگر ہم کہتے ہیں: نہیں جی، وہ اسماعیل علیہ السلام نہیں بنتے۔آپ خود ابراہیم علیہ السلام بنیں تا کہ آپ کی اولاد اسماعیل علیہ السلام بنے۔وہ مکتب سے نہیں ہوتا، یہ

صحبت سے بنتے ہیں۔ نیک صحبت سے ہی وہ خصائل پیدا ہوتے ہیں۔اس لئے بزرگانِ کرام کا اصل کام یہ ہے کہ تعلیم بھی دیتے ہیں، ساتھ ان کی فیضِ صحبت سے اصلاح بھی کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا تو وہ ایک خاص پیریڈ تھا جس میں لوگوں کو براہِ راست صحبت ملی اور وہ صحابہ بنے۔اس کے بعد صحابہ سے وہ تابعین میں بات آئی۔تابعین سے طبع تابعین اور آگے پھر اولیاءِ کرام نے اس کو لیا۔کام وہی ہے کہ مخلوق کی اصلاح ہو جائے۔انسان کے اندر یہ چنگاری جو ہے وہ جاگ اُٹھے۔اللہ تعالیٰ نے یوم الست کو روحوں کو بلایا اور سب سے پوچھا کہ کیا میں تمہارا ربّ ہوں؟ سب روحوں نے جواب دیا: ہاں، کیوں نہیں۔مطلب یہ کہ ربّ کے ساتھ اس کی ربوبیت کا عہد تو ہو گیا کہ دنیا میں جا کر آپ کو ہی رب مان کر بندگی کریں گے۔ اگر ہم مان لیں تو یہی ایمان ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ(1)۔

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ

جنھوں نے مان لیا ربّ کو اور اس پر قائم ہو گئے تو اللہ ان پر فرشتے اتارتا ہے، پیار و محبت کا پیغام لے کر۔اصل بات تو وہی ہے کہ محبت کا بیج ہر روح کے اندر ڈال دیا گیا ہے۔

می نہ روید تخم دل از آب و گل
بی نگاہی از خداوندانِ دل

(1) سورۃ فصلت 41: آیت 30۔

یہ دل میں ڈالا ہوا بیج جو ہے یہ مٹی، پانی سے نہیں اُگتا۔ باقی بیج تو مٹی میں ڈالو، پانی دو تو اُگ آتے ہیں۔ لیکن یہ ایسا نہیں ہے۔ یہ اہل دل کی نگاہ کی حرارت سے اُگتا ہے۔ ان کے دل سے روح کی جو حرارت ہے وہ اسے ملتی ہے تو یہ اگتا ہے۔

اسی طرح فرمایا:

محبت کے لئے دل ڈھونڈ کوئی ٹوٹنے والا
یہ وہ مَے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں
جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانہ دل کے مکینوں میں
سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق
بھلا اے حسیں ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں

وہ جب پیار والے بندے سے ملتے ہیں تو خود بھی ویسے ہی بن جاتے ہیں۔ اصل یہ کام ہے۔ آج کل تو سائنس بھی مانتی ہے۔ Personality radiations ہوتی ہیں، آگے حاضرین پر ان کا اثر ہوتا ہے۔ ایک بڑی اچھی کتاب تھی، دیکھی مگر پڑھنے کو نہیں ملی۔ The psychic research behind the iron curtains. یہ امریکہ میں چھپی۔ Russia میں جو روحانیت پر تحقیق ہوئی اس پر یہ صحیح کتاب تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ فلاں بندہ دَم کرتا ہے اور مریض ٹھیک ہو جاتا ہے۔ ہاتھ، پیر کا درد ٹھیک ہو جاتا ہے۔ وہ مانتے نہیں ہیں اس لئے Critic انداز سے لکھا ہے کہ کیسے ہوتا ہے؟ اس کے ہاتھ کا معائنہ کرو، اس میں کچھ ہے۔ انہوں نے Photographs لیں، X-ray کئے تو اس کی انگلیوں میں سے شعاعیں نکلتی تھیں۔ اس میں اتنی روحانیت تھی۔ فوٹو گراف اور ایکسرے کی پلیٹیں جو دی

گئی تھیں ان میں دیکھیں تو شعاعیں نکل رہی تھیں۔ وہ کہتے کہ اس سے ہوتا ہے۔ Cause of effect is there. وہ کہتے کہ اس کے اندر ایسی Waves ہیں کہ جس سے وہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔انہوں نے آدمی کی بھی تصویر لی جیسے بزرگوں کی تصویریں بنائی ہوتی ہیں کہ ان کے گرد ایک ہالہ ہے،انہوں نے ہر ایک تصویر کی فلم Develop کر لی۔اس کا اتنا نور کا ہالہ ہے،اس کا اتنا بڑا ہے،اس کا اتنا چھوٹا ہے۔ اس کے Colours کیا ہیں؟ اس کے Colours کے اندر وہ مزاج بھی جان لیتے تھے کہ وہ گرم مزاج کا ہے یا ٹھنڈے مزاج کا ہے۔انہوں نے یہ بنائیں۔اس کا مطلب ہے کہ prove Scientifically ہو چکا ہے کہ ایسا ہے۔اللہ والوں کے ساتھ بیٹھنے سے دلوں میں وہ محبت جو ہے وہ بیدار ہو جاتی ہے۔جو اللہ کا ذکر شروع کر دیتا ہے،اس میں یہ محبت پرورش کر جاتی ہے۔سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے:

الف اللہ چنبے دی بُوٹی
مرشد من مرے وچ لائی ہُو

مرشد نے ڈالی،اس نے بوٹا لگا دیا،محبت کا بیج جو تھا وہ پھوٹ پڑا۔پھر اس نے ذکر کی بات کی یہی نفی اثبات جو لا الہ کا ذکر ہے۔مرشد نے بتا دیا کہ چوبیس گھنٹے بعد اسے پانی دینا ہے۔

نفی اثبات دا پانی ملیا
ہر رگے ہر جائی ہُو
اندر بُوٹی مشک مچایا
جان پھلّن نُوں آئی ہُو

وہ بُوٹی بڑھی،اس پہ اللہ کی محبت کے پھول لگے اور سب کچھ مہک گیا۔

اندر بُوٹی مشک مچایا
جان پھلن نُوں آئی ہُو
جیوے مرشد کامل باہُو
جئیں ایہہ بوٹی لائی ہُو

وہ بوٹی یہی ہے،اسے نفی اثبات کا پانی دینا پڑتا ہے۔ **لا الـــہ** پڑھو اور روز اس کو پانی دو۔

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کہا کہ اللہ میاں! مجھے کوئی خاص ذکر بتایئے۔اللہ نے کہا:ٹھیک ہے۔سب سے اچھا ذکر،سب سے پیارا ذکر یہ ہے **لاالــہ الا اللّٰـہ**۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ تو سب کو پتا ہے۔یہ **لاالـــــــہ** کا ذکر تو سب کو پتا ہے۔فرمایا: موسیٰ علیہ السلام!ایک پلڑے میں ساری دنیا جو کچھ ہے،سب عبادات اور سب کچھ ڈال دو، سوائے میرے نام کے۔دوسرے پلڑے میں یہ ڈال دو تو یہی پلڑا بھاری ہوگا جس میں **لا الہ الا اللّٰہ** لکھا ہوگا۔بہت بڑی بڑی باتیں ہیں۔سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ

ب بســــــم الــــلّٰــــــــہ اسم اللہ دا
ایہہ وی گہنہ بھارا ہو

یہ بھی بہت بڑی بات ہے۔ب **بسم اللہ** کر کے پار گزر جاتے ہیں۔اللہ کا نام جو وہ برکت والا ہے،ہم پڑھتے ہی ہیں:

سبحانک اللھم و بحمدک ۔ وتبارک اسمکَ

اے اللہ!تیرا نام ہی برکت والا ہے۔جدھر ہو برکت ہی برکت ہوگی۔کھل جائیں گے راستے،ڈھل جائیں گے سب **ان شاء اللہ تعالیٰ**۔کثرت سے کریں۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صاف صاف بتادیا ہے کہ **لا الــہ**

کرنا ہے، اور باقی چلتے پھرتے وہ الله الله کرتا ہے۔ جو سانس اندر جائے یا باہر جائے الله کرتا ہے۔ پرانی مائیاں جو ہیں وہ کہا کرتی تھیں:

اللہ اللہ کریا کرو
خالی دم نہ بھریا کرو

سانس لیتے جوشوں شوں ہو رہی ہے اس میں اللہ کو ڈالو۔ اس کے ساتھ اللہ کو شامل کرلو۔ جو سانس اندر جائے اس کے ساتھ ہی اللہ کہو، باہر نکلے تو ایسا ہو کہ الله کہا جائے۔ خالی سانس کیوں بھرتے ہو؟ اس میں بتا دیا کہ یہ کیا کرو۔ جو سانس اندر جائے تو الـلـه، باہر آئے تو الـلـه کہو، پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔ بندہ کسی کو یاد کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ چھینک آتی ہے، اللہ اگر یاد کرے گا تو کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔ ایسے نہیں ہوسکتا کہ خدا یاد کرے اور بندے کو پتا ہی نہ چلے۔ ضرور پتا چلے گا۔ روحانیت آئے گی۔ پریم آئے گا۔ جیسے بلا وجہ بندہ غمگین رہتا ہے پھر بلا وجہ بندہ خوش رہتا ہے۔ اسے کچھ فکر نہیں رہتی، وہ جو چل رہا ہے اسی میں خوش ہوتا ہے کہ ٹھیک ہی ہے۔ روز اللہ کا ذکر کریں، نفی اثبات کریں تو اس کا سرور آئے گا۔

مٹا دیا مرے ساقی نے عالمِ من و تو
پلا کہ مجھ کو مئے لا الـــــٰـــه الا هُـــو

میرے مرشد نے مجھے لا الٰہ الا اللّٰہ کا سبق دیا اور یہ سب دنیا دور ہوگئی۔

اللہ کہتا ہے کہ میں شہ رگ سے نزدیک ہوں، اور ہم کہتے ہیں کہ وہ بہت دور ہے۔ ساتوں آسمانوں سے اوپر کہیں بیٹھا ہوا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ[1]

میں شہ رگ سے قریب ہوں۔

---

(1) سورۃ ق 50: آیت 16۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ[1]۔

کہیں بھی جاؤ، تمہارے ساتھ ہے۔

جہاں تم دو ہو تیسرا وہ ہے، جہاں چار ہو پانچواں وہ ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے۔ اس کو ساتھ ہی رکھیں۔ وہ کہتا ہے کہ ساتھ ہوں تو آپ اس کو ساتھ ہی رکھیں، ساتھ ہی سمجھیں۔ یہ ہے جو آپ نے ساتھ ساتھ کرنا ہے۔ کہتے ہیں کہ جی کیسے ہوگا ساتھ At a time؟ کہتے ہیں:

کبیرا فقیری سیکھنی ہے
پنہارن سے سیکھ

وہ جو عورتیں دو، دو اور چار، چار گاگریں لے کر پانی بھرتی ہیں، اور سر پر رکھی ہوتی ہیں، ان کے لیے پانی بڑا اہم ہوتا ہے۔ وہ انہیں ہاتھ سے نہیں پکڑتیں۔ سر پر رکھ لیتی ہیں اور ایسے ہی چلتی ہیں۔ باتیں بھی کر رہی ہیں، شرارتیں بھی کر رہی ہیں، لیکن وہ اوپر سے توجہ نہیں ٹوٹنے دیتیں۔ کہتے ہیں:

کبیرا فقیری سیکھنی ہے
پنہارن سے سیکھ
بات کرے سکھیوں سے
مگر دھیان گاگر کے بیچ

سہیلیوں سے بات کرتی ہے مگر دھیان ان کا گاگر کے اندر ہی رہتا ہے۔ وہ اِدھر اُدھر ہو جائے تو یہ ٹوٹ جائیں گے۔ دھیان وہ اپنا اُدھر سے ٹوٹنے ہی نہیں دیتیں کہ میں نے گھڑے اٹھائے ہوئے ہیں، اب اِدھر اُدھر نہیں ہونا۔ کبھی کبھی

(1) سورۃ الحدید 57: آیت 4۔

کیمرے سے وہ دکھاتے بھی ہیں۔ کئی Dancer آتی ہیں، ان کے سر پر ایک صراحی رکھتے ہیں، پھر دوسری، اور اس طرح رکھتے جاتے ہیں۔ وہ ڈانس کرتی جاتی ہیں، کیمرے نے فوکس کیا ہوتا ہے۔ وہ صراحیاں نہیں ہلتیں، نہ ہی سر ہلتا ہے۔ اندر Body وہی سب کچھ کر رہی ہے لیکن وہ سر اور صراحیاں Static رہتی ہیں، بالکل حرکت نہیں کرتیں، وہ نہیں ہلتیں۔

یہ کہتے ہیں کہ وہ اگر پانی کا یا صراحی کا دھیان رکھ سکتی ہیں تو آپ اللہ کا دھیان نہیں رکھ سکتے؟ دھیان اللہ کی طرف اٹکا رہے اور دل یار کی طرف رہے، تو کرو اس کو۔ مشق کرنے سے یہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ باقی پرانے بزرگ جو تھے وہ مجاہدے بتاتے تھے، وہ بھی کرنا پڑتا ہے کہ دل کی صفائی ہو جائے اور اس میں نرمی پیدا ہو جائے، یہ اللہ کے رہنے کے قابل ہو جائے اس لئے غصہ اور نفرت یہ سب دل سے نکال دیں، جو اللہ کو پیاری عادات ہیں، وہ اپنائیں۔

تَخلقُوا بِاخلاقِ اللّٰہ۔

اپنے اندر اللہ جیسے اخلاق پیدا کرو۔

جیسے اللہ ہے ویسے تم بھی بن جاؤ۔ وہ رحیم و کریم ہے، تم بھی رحیم و کریم بن جاؤ۔ وہ لوگوں کی پردہ پوشی کرتا ہے، تم بھی پردہ پوشی کرنے والے بن جاؤ، کسی کو لوگوں کی باتیں مت بتاؤ۔ وہ رحم کرتا ہے، تم بھی رحم کرنے والے بن جاؤ۔ وہ رحیم و کریم ہوگا اور تم ظلم کرو تو تمہاری یاری اللہ میاں سے کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ پردہ پوشی کرے اور ہم خبریں چھاپیں کہ یہ ایسے ہو گیا، ویسے ہو گیا، تو یہ دوستی کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ ہم جو مرضی کریں سب کا رزق بانٹتا رہتا ہے، کسی کا نہیں روکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ کرو۔ اللہ جیسے اخلاق پیدا کرو۔ اللہ نے فرمایا کہ میرے حبیب ﷺ کے رنگ میں

رنگ جاؤ۔اس ساری تعلیم کا مکمل ماڈل یہ ہے۔وہ اخلاق اس طرح کا بنانا پڑتا ہے۔

سلام اس پر کہ جس نے
گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اس پر جس نے
خون کے پیاسوں کو قبائیں دیں

ہمیں اس پر عمل بھی کرنا چاہئے۔اللہ نے کامل اتباع کا نمونہ بنایا۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ(1)۔

فرمادیجئے کہ اگر خدا کی محبت چاہئے تو حضور ﷺ کا اتباع کرو، خدا تم سے محبت کرے گا۔یہ اتباع کامل ہے۔یہ نہیں ہے کہ شلوار قمیص پہن لی، یا ٹوپی کسی خاص رنگ کی پہن لی۔وہ اخلاق جو ہے یہ آپ بھی کریں۔باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا کہ پرانے بزرگ جو ہیں وہ بھیک منگاتے تھے، گلیوں میں جھاڑو دلاتے تھے۔کسی کو فقیری چاہئے تو مُندرے پہن لیتے، کالا رنگ کر لیتے اور بیٹھ جاتے۔مانگنے والے سے آنے والا ہر قسم کی بات کرے گا۔وہ فقیر تو بے چارہ کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔یہی کہتا ہے کہ بھلا ہو، بھلا ہو جائے۔کوئی گالی دے تو کہتا ہے: چلو بھائی سلام ہو۔مطلب یہ کہ اس کا غصہ نکل جائے۔مسافروں کو پانی پلواتے، نالیاں صاف کراتے۔باباجی رحمۃ اللہ علیہ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ اب ایسا دور ہے، یہ کون کرے گا؟ کسی سے کہو کہ جھاڑو دو، نالیاں صاف کرو، تو لوگ کہیں گے کہ بابا اپنے پاس رکھا ایسی فقیری۔باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جیسا زمانہ ہوتا ہے ویسی ہی تعلیم ہوتی ہے۔انہوں نے کہا کہ اب ہم نے اس کو مختصر کر دیا ہے۔اب یہ سب کچھ گھر میں

(1) سورۃ آل عمران 3: آیت 31۔

ہی پیدا ہو جائے گا۔ ہم نے دو ذکر بتائے ہیں، بس یہی ہیں اور کوئی نہیں تیسرا۔ لا الٰہ کا ذکر ہے اور اللہ کا ذکر ہے۔ ہم نے اور کوئی نہیں بتایا:

افضل الذکر لا الٰہ الا اللّٰہ۔

قرآن میں بھی ہے کہ جنت میں وہی داخل ہوگا جو غصے کو پی جانے والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (1)۔

غصے کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے، وہ جنت میں جائیں گے۔ وہاں کوئی گالی گلوچ نہ ہوگا۔ وہاں ایسی کوئی بات نہیں۔ سوسائٹی اس معیار کی ہوگی جس کو Entrance ملے گی۔ قرآن میں لکھا ہے: وہاں ایسا نہیں ہوگا۔ یہاں تو راستے میں جاتے جاتے لڑائی ہو جاتی ہے۔ جنت میں داخلے کی ان کی بات ہے جو خرچ کرتے ہیں، خوشحالی میں اور تنگدستی میں بھی خرچ کرتے ہیں۔

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ۔ غصے کو پی جانے والے ہیں۔

وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ۔ لوگوں کی خطائیں معاف کر دیتے ہیں۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ ایسے ہی محسن ہیں جنہیں اللہ محبوب رکھتا ہے۔

بتا دیا کہ یہ کرنا ہے۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ غصہ اور نفرت کو چھوڑ دو۔ اس کے لئے آپ کو باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ گھر میں ہی یہ ہو جاتا ہے۔ وہاں گھر میں ہی زیادہ جلال آتا ہے۔ گھر میں بندہ ماشاء اللہ Administrator ہوتا ہے۔ وہاں غصہ زیادہ آتا ہے۔ بچے ہیں، پلیٹ توڑ دی، سائیکل خراب کر دی۔ اس پہ

(1) سورۃ آل عمران 3: آیت 134۔

غصہ آگیا تو اسے چھینٹی لگا دی کہ کیوں کیا؟ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایسی باتوں سے یہ مجاہدہ گھر میں ہی پورا ہو جاتا ہے۔ باہر نہیں جانا پڑے گا۔ ادھر گھر میں ہی یہ ہو گا۔ یہ Requirements ہیں۔ یہ دی ہوئی ہیں۔ یہ ضرور کرنی پڑیں گی۔ فرمایا کہ یہ گھر میں ہی سلیبس پورا ہو جائے گا۔ ذکر بھی ادھر ہی کرو۔ دنیا کے کام کاج کرتے ہوئے کرنا ہے۔ دنیا سے بھاگنے والی بات نہیں ہے۔ اس میں رہتے ہوئے کرنا ہے۔ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی ایسا کیا۔ جنگیں لڑیں، شادیاں کیں۔ زیادہ زیادہ شادیاں کیں۔ بچے بھی دو ہی اچھے نہیں، چالیس چالیس، پچاس پچاس بچے تھے۔ اس کے ساتھ رہ کر یہ سارا کچھ کرنا ہے۔

ایک حدیث مبارکہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ رضی اللہ عنہم! فلاں صحابی جو ہے وہ بڑی نمازیں پڑھتا ہے، ذکر میں رہتا ہے، مسجد میں رہتا ہے، قرآن پڑھتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے کھانا کون کھلاتا ہے؟ روٹی کون کھلاتا ہے؟ فرمایا گیا کہ اس کا بھائی کھلاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بھائی اس سے اچھا ہے۔ وہ جو بھائی آتا ہے وہ اچھا ہے۔ جو اپنے بال بچوں کو کھلاتا ہے، وہ اس کو بھی کھلا رہا ہے، وہ اس سے اچھا ہے۔ یہ تو صرف اس کام پہ بیٹھا ہوا ہے۔ دنیا کے اندر رہ کر کرنا یہ افضل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے یہ افضل ہی ہونا ہے۔ مشکل ہے، مشکل ہی افضل ہوتا ہے۔ دنیا میں رہ کر کرنا مشکل ہے۔ آج یہ ہو گیا، آج وہ ہو گیا، رشتہ داروں کے ہاں Problem ہو گیا ہے، حق پر چلے تو اس میں تکلیف آئی ہے۔ کہا کہ اسے تحمل کے ساتھ برداشت کریں۔ اچھے مسلمان بنیں۔

(بموقع سالانہ دورہ حلقہ توحیدیہ لاہور مورخہ 17 دسمبر 2009ء بروز جمعرات)

محفل 10

حلقہ ذکر میں شرکت کے لئے نمازِ مغرب کے بعد احباب کی کثیر تعداد موجود تھی۔ آپ حلقہ ذکر کی جگہ تشریف لائے تو فرمایا:

پانی اٹھالیں۔ بیچ میں نہ رکھا کریں۔ جس نے پینا ہے پی لے، اگلے اسٹیشن پر گاڑی رکے گی تو پھر پانی ملے گا۔ راستے میں پانی پینے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے بعد فرمانے لگے:

کثرت سے ذکر کرنے کا جو اللہ کا حکم ہے اس کو سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا کہ

جو دم غافل سو دم کافر
سانوں مرشد اے سمجھایا ہو

جو سانس خالی گزر گیا وہ کفر کا ہے، جو سانس اس کی یاد میں گزرا وہ ایمان کا ہے۔ جس سانس میں خدا یاد نہ آئے اس میں کیا ایمان؟ کوشش کرو کہ کوئی بھی سانس اللہ کی یاد سے خالی نہ جائے۔ ہر سانس سے **اللہ اللہ** کرو۔ ویسے بھی نعمت کا شکر واجب ہے۔ سب سے بڑی نعمت سانس ہے، اگر سانس رک جائے تو زندگی ختم۔ انسان پانی کے بغیر بھی کچھ دن نکال جاتا ہے، روٹی کے بغیر بھی کچھ دن گزار جاتا ہے لیکن انسان سانس کے بغیر ایک لمحہ بھی نہیں رہ سکتا۔ اس سانس کا بھی شکر واجب ہے،

وہ یہ ہے کہ ہر سانس سے اللہ اللہ پکارو۔قرآن میں اس کا طریقہ بھی بتادیا گیا،سورۃ اعراف میں ہے کہ

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ(1)۔

اپنے رب کواپنے سانس میں یا دل میں یاد رکھو۔

نفس کے معنی سانس بھی ہے،نفس کے معنی دل بھی ہے۔اس ذکر کو پاس انفاس کہتے ہیں یعنی سانسوں کا خیال رکھنا۔انفاس،نفس کی جمع ہے۔سانس پر پہرے لگاؤ کہ اس کی یاد کے بغیر نہ آئے،نہ جائے،اگر بغیر یاد کے سانس جائے تو اس پر چیک رکھو،ڈیوٹی لگاؤ،تا کہ لگاؤ کہ اللہ کی یاد کے بغیر نہیں جا سکتا،نہ باہر آ سکتا ہے۔ اس پر پہرہ رکھنا ہے تو اللہ نے بھی یہی کہا ہے کہ اپنے ربّ کو دل میں یاد کرو۔

تَضَرُّعاً وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ وَلاَ تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ(1)۔

زاری اور ڈر سے،زبان سے آواز نکالے بغیر،صبح اور شام اور غافلوں میں سے نہ ہونا۔

جو آواز ہر کوئی سن لے وہ آواز نہیں۔وہ آواز جس کو وہ سنتا ہے۔غافل کا مطلب یہ نہیں کہ دین سے غافل،مطلب یہ ہے کہ اس (اللہ) کو نہ بھولے،کوئی وقت ایسا نہ گزرے جو اس کی یاد کے بغیر ہو،سوتے ہوئے،جاگتے ہوئے،ہر وقت اللہ اللہ۔خدا پاس تو ہے ہی آپ بھی اسے پاس سمجھیں۔تم کہیں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔وہ تو ہے ہی ساتھ لیکن تم بھی اس کو ساتھ سمجھو۔اس کو پاس سمجھو۔شہ رگ کے بھی نزدیک ہے۔ہمیں تو ابھی شہ رگ بھی نہیں ملی،وہ اس سے بھی نزدیک ہے تو اس کو

---

(1) سورۃ الاعراف 7:آیت 205۔

پاس سمجھو ۔بندہ دھیان اندر رکھے تو سانس کی شوکیں سنائی دیتی ہیں ۔خیال کرے کہ اس نے **اللہ** کہا ہے جیسے لوگ کہتے ہیں کہ تیتر بولتا ہے تو کہتا ہے کہ **سبحان تیری قدرت** وہ جو مرضی بولے وہ اپنے حساب سے بولتا ہے ۔ایسے ہی خیال کرے کہ سانس کی جو آواز ہے اس نے **اللہ** کہا ہے۔دل میں سے نکلا اور دماغ کی چوٹی تک چلا گیا، جب پھر اللہ کہے تو دماغ سے دل میں آجائے، اسی طرح دل سے دماغ میں اور دماغ سے دل میں اللہ ۔ اللہ ھو نہیں کہنا۔صرف اللہ ۔ جتنا لمبا سانس ہے اتنا لمبا لفظ اللہ کو کریں ۔دھیان اندر رکھیں، باہر نہ دیکھیں۔ یہ بوہڑ، ٹاہلیاں، بتیاں ۔ یہ تو جلتی رہیں گی ۔روز جاؤ سڑک پر، روز ہی جل رہی ہوں گی ۔ دھیان اپنے اندر رکھو۔ قرآن میں آتا ہے کہ مرد اور عورتیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں تاکہ بوہڑ، ٹاہلیاں وغیرہ نہ دیکھو۔ دھیان اپنے اندر ہی رہے ۔ نیچے دیکھ کر چلیں گے تو آپ کا دھیان باہر اور ادھر ادھر نہیں جائے گا۔ اپنے دھیان میں، من ہی من میں **اللہ اللہ** کریں ۔ پہلے وقتوں میں عورتیں بچوں کو لوریاں دیا کرتی تھیں:

اللہ اللہ کریا کرو
خالی دم نہ بھریا کرو

خالی دم بھرتے ہو۔"شوں شوں" ہو رہی ہے اس کے ساتھ اللہ اللہ کیا کرو۔

ہمارے بابا جی علیہ الرحمۃ کی سلوک کے دوران ایک جنگل میں ڈیوٹی لگ گئی، وہاں ہڈیاں اکٹھی کرتے جو Medicine وغیرہ میں استعمال ہوتیں ۔ کچھ برس وہاں رہے ۔ کہتے کہ میں جنگل میں اکیلا تھا ۔ایک گڑھا کھود کر پانی چھڑکاؤ کر کے چٹائی بچھا کر سو جاتا، بڑا مزا آتا، **اللہ** اللہ کرتا ۔ دور ایک گاؤں میں انجن لگا ہوا تھا جس سے آواز آتی: تو ہ،تو ہ،تو ہ۔فرماتے کہ میرا بس تنہائی کا وہی ساتھی تھا۔ کبھی کبھی آپ کو اچانک آواز

آتی تو کہتے کہ وہ آواز آ رہی ہے۔ وہ جو مرضی کہتا لیکن فقیر کہتا کہ وہ اللہ اللہ ہی کر رہا ہے۔ فرماتے: میں بھول جاتا کہ جنگل میں کدھر ہوں، بس اللہ اللہ کرتا رہتا۔ یہ ذکر پاس انفاس ہے۔ یہ چوبیس گھنٹے کیا جاتا ہے۔ کوئی اس کا مخصوص وقت نہیں ہے، کوئی خاص ٹائم نہیں ہے۔ اس کے لئے کوئی وضو نہیں ہے کیونکہ وہ اندر کا ذکر ہے، ہر وقت آپ کر سکتے ہیں۔

دوسرا ذکر یہ جو ابھی ہم کریں گے وہ لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے۔ اسے صوفیاء نے نفی اثبات کا نام دیا۔ ایک حصہ نفی ہے، دوسرا اثبات۔ نفی کا مطلب: نہیں اور اثبات کا مطلب: ہاں ہے۔ پہلا حصہ لا الہ یہ نفی ہے، دوسرا حصہ الا اللہ یہ اثبات ہے۔ اس کو مرشد کے بتائے ہوئے طریقہ سے کرنا ہے کہ دل میں اللہ کا نقش ثبت ہو جائے۔ بزرگ کہتے ہیں کہ تختی یا بورڈ صاف نہ ہو تو اس کے اوپر اللہ لکھو گے تو کیا پتہ چلے گا؟ پہلے اسے صاف کرو، کوئی نشان نہ ہو پھر اس پر اللہ لکھو یعنی لا الہ سے صاف کرو پھر اس پر مہر لگاؤ۔ اللہ صاف نظر آئے کہ اللہ لکھا ہے۔ یہ ذکر اس طرح کیا جاتا ہے کہ جب لا الہ کہو تو ذہن میں کوئی خیال، کوئی تصویر، کوئی نقش باقی نہ رہے۔ یہ خیال کرو کہ اس وقت کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ کوئی معبود نہیں۔ لیکن ذکر کرتے وقت یہ خیال کریں گے کہ کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ یہ دوزانو بیٹھ کر کیا جاتا ہے۔ لائٹ بجھا دی جاتی ہے تاکہ نفی کرنے میں آسانی ہو۔

پہلے چند مرتبہ درود شریف ہوگا۔ ہر برکت والا کام شروع کرنے سے پہلے درود شریف پڑھیں۔ ہمارا سارا کچھ حضور ﷺ کی ذات سے ہی جڑا ہوا ہے۔ اللہ کا راستہ سب آپ ﷺ کے توسل سے ملا ہے، ساری دنیا کے لئے آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ سب بھائی ترنم سے خوش الحانی کے ساتھ درود شریف پڑھیں

گے۔حضور ﷺ کا نام آئے تو محبت سے ادائیگی کی جائے اور خیال بھی ہو حضور ﷺ کے روضے کا یا جالیوں کا خیال یا یہ کہ رسول اللہ ﷺ سن رہے ہیں اور ہمارا جواب بھی آ رہا ہے۔ دل کھول کر بیٹھیں گے، جواب بھی آتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کے کسی کونے میں بندہ درود شریف پڑھے تو فرشتے مجھے پہنچاتے ہیں، میں اس کا جواب دیتا ہوں۔یہ خیال رکھیں کہ ہمارا پروگرام ٹی وی پر Live براہ راست دیکھا جا رہا ہے۔حضور ﷺ دیکھ رہے ہیں محفل میں پڑھ رہے ہیں تو محفل میں سمجھیں کہ نور کی بارش ہو رہی ہے اور حضور ﷺ کی طرف سے فیض آ رہا ہے۔اس کے بعد لا الہ کا ذکر کریں گے۔

سر جھکا کر ناف کے نیچے سے شروع کریں کہ یہاں سے لفظ **لا** اندر سے ہوتا ہوا دماغ کی چوٹی تک آ جائے۔جب **الہ** کہنا ہے تو سر دائیں طرف آ جائے، جھک جائے اور پھر چند سیکنڈ رک جائیں۔اس وقت یہ خیال کریں کہ کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ذہن میں کوئی تصور، کوئی صورت، کوئی نقشہ باقی نہ رہے۔اب دل پر **الااللہ** کی ضرب لگانی ہے۔دل چھاتی کے بائیں جانب ہے،اس کی پان کے پتے جیسی شکل ہے اور اس کی ڈنڈی کی جگہ کا نشانہ رکھ کر اس پر ضرب لگانی ہے **الااللہ**۔ جب **الااللہ** کی ضرب لگائیں گے تو خیال کرنا ہے کہ صرف اللہ ہے یعنی تختی صاف ہوئی پھر اس پر سنہری حروف میں **اللہ** لکھا ہے اور اس سے روشنی نکل رہی ہے، ساری دنیا میں وہی موجود ہے۔ **الا للہ** کی ضرب سے نور نکلا ہے جو اللہ کا ہے اور پوری دنیا میں وہی ہے ۔دو جگہوں پر ٹھہرنا ہے **لاالہ** کے بعد یہ نفی ہے۔صحیح نفی وہی ہوگی جب خیالات سے آدمی نکل جائے، ایک دو سیکنڈ ٹھہرنا ہے تاکہ نفی پکی ہو جائے پھر ضرب لگانی ہے **الا للہ**۔ زور سے لگانی ہے، قوت سے اور جھٹکے سے تاکہ مہر ثبت ہو جائے۔

محفل 11

حلقہ ذکر سے فراغت کے بعد حاضرین کو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف کرایا:

توحیدیہ سلوک میں ذکر اذکار اور سلیبس مختصر سا ہے جو قرآن وسنت سے باہر نہیں ہے۔قبلہ انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب حلقہ کی بنیاد رکھی تو ان کے پیش نظر یہی بات تھی کہ سلسلہ کی تعلیم مختصر ہو۔زندگی بڑی مصروف ہے۔لوگ صبح سے رات تک روٹی کی فکر میں رہتے ہیں۔تعلیم ایسی ہو کہ اس زمانے میں بندہ جسے شوق ہو با آسانی کر سکے۔ پہلے بزرگ لمبے چوڑے وظائف بتاتے تھے ۔ باباجی انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے مرشد نے روزانہ دس ہزار مرتبہ پاس انفاس، پانچ ہزار مرتبہ نفی اثبات کا ذکر بتایا، چالیس دفعہ سورۃ یٰسین کی تلاوت کی تلقین کی ۔ساری رات ذکر پورا نہ ہوتا تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیش نظر یہ ساری باتیں تھیں کہ تعلیم مختصر سی ہو،اس زمانے کا نوجوان جو نوکری چاکری کر رہا ہے وہ آسانی سے کر سکے،مشکل پیش نہ آئے ۔آپ کو نہ تو راتوں کو جگانا ہے، نہ چلے کٹانے ہیں، نہ قبرستان میں بیٹھانا ہے اور نہ ہی نہر میں کھڑا کرنا ہے۔صرف پندرہ بیس منٹ نفی اثبات خاص طریقے سے کرنا ہے جیسے یہ طریقہ بتایا ہے۔کوئی پابندی نہیں لگائی کہ سبز ٹوپیاں پہننی ہیں، پیری فقیری والی وضع، نہ منکے، تسبیح ،مندریاں، چولے، چغے ۔سالک بس عام لباس پہنے، پینٹ کوٹ پہنے ،ٹائی لگائے ۔باباجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ سوٹ پہن کر نماز پڑھو گے تو زیادہ ثواب

ہوگا کہ کافروں کے لباس کو اللہ کے آگے جھکاؤ گے۔

اصل کام اللہ اللہ کرنا ہے تا کہ اس کے ساتھ تعلق قائم ہو جائے، جہاں کہیں بھی ہو اللہ کی یاد آپ کے ساتھ رہے۔ نیا نیا حلقہ بنا تو سارے داڑھی مونڈے تھے، بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حلقہ تو بنایا ہی داڑھی مونڈوں کے لئے ہے۔ کئی لوگ آتے، اعتراض کرتے کہ آپ کے حلقہ میں لوگ شریعت کے مطابق نہیں۔ ان داڑھی مونڈوں کو نہ مولوی نزدیک آنے دیتے ہیں نہ پیر۔ کہتے ہیں کہ تیری شکل مسلمانوں والی نہیں، نکل جا۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کہتے کہ کیا اس طبقہ کو ہدایت نہیں چاہیے؟ ہر طبقہ کے لئے کوئی ہادی ہے۔ میں ان کے لئے بنایا گیا ہوں اور میں بھی اسی طبقہ سے ہوں۔

بابا جی رحمۃ اللہ علیہ قرآن کی آیت کے مصداق لوگوں کو حکمت کے ساتھ، پیاری پیاری نصیحتوں سے، پیارے اللہ کی طرف راغب کرتے تھے۔ کوئی ایسے مرید بھی تھے جو کہتے کہ ہم ایک نماز پڑھ سکتے ہیں، بابا جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے: ٹھیک ہے۔ ایک ایسا مرید بھی آیا جس نے کہا کہ میں صرف ذکر کروں گا نماز مجھ سے نہیں پڑھی جاتی کیونکہ اس نے ساری عمر نہیں پڑھی تھی۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وضو ہی کرلیا کرو۔ اس نے وعدہ کیا کہ چلو ٹھیک ہے وضو کرلیا کروں گا۔ چھ ماہ تک وضو کرتا رہا، خیال آیا کہ سب سے مشکل کام تو وضو والا ہے۔ وردی، جرسی، بوٹ اتارنا لمبا کام ہے، وضو کے بعد کیا رہ جاتا ہے؟ بعد میں وہ پانچ وقت بلکہ تہجد گزار ہوگیا۔ چھوٹا سا ذکر ہے لیکن کرنے سے بڑا فائدہ ہوگا۔ جب کوئی کام نہیں کرتے تو اللہ اللہ کرو، بڑا مزہ آتا ہے، انسان چارج رہتا ہے، بڑی قوت رہتی ہے، بڑا پریم رہتا ہے، کام کاج میں اور دیگر عبادات میں تھکاوٹ نہیں ہوتی اور جب ذکر چل پڑتا ہے تو اس کے اثرات خود بولتے ہیں۔

بابا جی رحمۃ اللہ علیہ ایسے بیعت بھی نہیں کرتے تھے۔ فرماتے کہ ہمارے سلسلہ میں

بیعت ہونے کیلئے جو آئے وہ پہلے کم از کم چھ ماہ ذکر سیکھے اور کر کے دیکھے، فائدہ محسوس ہو جس کا اقرار وہ خود کرے کہ ٹھیک ہے، پھر بیعت ہو۔ اگر دل نہیں ٹکتا، دل موافق نہیں آتا تو جاؤ۔ ہم بھی دیکھیں گے کہ اسے سچی طلب ہے، واقعی اللہ کے لئے آیا ہے؟ باباجی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ پیر ٹیسٹ کرتے ہیں، میں مرید ٹیسٹ کرتا ہوں۔

آج آپ نے ذکر کیا تو جا کر نماز پڑھ کے سو جائیں، انشاء اللہ رات کو بھی ضربیں لگیں گی۔ فلم، ٹی وی دیکھا تو رات کو فلم چلے گی۔ جو دیکھے گا وہی چلے گا۔ آخری کام نماز ہو اور صبح اٹھ کر پہلا کام بھی نماز ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ عشاء کے بعد مجلس نہ جمایا کرو، عشاء کے بعد سو جاؤ، عشاء سے پہلے سونے کو بھی منع کیا ہے اور عشاء کے بعد مجلس جمانے کو برا کہا ہے۔ نماز پڑھ کر سیدھے بستر پر چلے جاؤ۔ جو اللہ کی یاد میں سوئے تو ان کا سونا بھی اچھا۔ جو اللہ کی یاد میں سو گئے تو سوتے میں ان کے روحانی مقام طے ہو جاتے ہیں۔ ہر وقت اللہ کی یاد میں کروٹ بدلیں، دل اللہ اللہ کرتا رہتا ہے۔

عاجزی پیدا کرنے کیلئے پہلے بزرگ فقیر مجاہدے کراتے: جھاڑو دلواتے، نالیاں صاف کرواتے، پانی پلواتے، بھیک منگواتے تاکہ اکڑ نکل جائے، بندہ بن جائے مقصد عاجزی پیدا ہو جائے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اب ایسے کام کون کرے گا؟ پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سارے مرید پی اے ایف (پاکستان ایئر فورس) کے ملازم تھے۔ جیسا زمانہ ہوتا ہے ویسی تعلیم ہوتی ہے۔ ذکر مختصر کر دیا لا الہ کا ذکر بتایا ہے کہ پندرہ بیس منٹ سے زیادہ نہ کریں۔ فرمایا: مجھے تجربہ سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ اس سے زیادہ ضرورت نہیں ہے۔ جبکہ پاس انفاس خوب کرو۔ جب کوئی کام نہیں کر رہے تو پاس انفاس کرو۔ بھول جائے تو کوئی بات نہیں۔ کمپیوٹر پر بیٹھے ہیں،

کام کر رہے ہیں، گاہک آ گیا ہے، باتیں کر رہے ہیں، ذکر نہ کریں کوئی بات نہیں۔ جب کچھ نہیں کر رہے تو پھر ذکر شروع کر دیں۔ آدمی جب مشق کرتا ہے تو اس پر اللہ کی رحمت ہو جاتی ہے، پھر بات کرتے ہوئے بھی اللہ کا ذکر جاری ہو جاتا ہے، باتیں بھی کرتا ہے اور ذکر بھی جاری رہتا ہے۔ بھگت کبیر نے کہا ہے کہ

کبیرا فقیری سیکھنی ہے تو پنہارن سے سیکھ
بات کرے سکھیوں سے مگر دھیان گاگر کے بیچ

سہیلیاں پانی کی گاگریں اٹھائے باتیں کرتی جاتی ہیں، مذاق بھی کرتی جا رہی ہوتی ہیں مگر ان کا دھیان گاگر میں ہی ہوتا ہے۔ دھیان ادھر ادھر ہو جائے تو گاگر گر جائے گی۔ جنہوں نے پانی بھرا ہوتا ہے وہ دھیان سے چلتی ہیں کہیں گر نہ جائے۔ وہ پانی کی خاطر یہ کر سکتی ہیں تو تم اللہ کی خاطر یہ کام نہیں کر سکتے۔ گاہک کو سودا بھی بیچو مگر دھیان اللہ کی طرف رہے۔

ہتھ کار ول ، دل یار ول

ذکر میں اللہ کی رحمت ہوتی ہے وہ اللہ سانس نہیں لینے دیتا۔ اللہ آپ کو خود نہیں جانے دیتا کہ میرے پاس آ کر پھر جاتے کہاں ہو؟ پیار کے لئے انسان کو پیدا کیا ہے، پیار پا کر اب جاتے کہاں ہو؟ وہ نہیں بھولنے دیتا۔

اُٹھ فریدا ستیا اُٹھ جھاڑو دے مسیت
تو ستیا رب جگدا تیری ڈاڈھے نال پریت

مسیت یعنی مسجد، مطلب اللہ کا گھر یعنی انسان کا دل جسے صاف کرنا ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کی صفائی کیلئے ذکر بتایا ہے۔
جن بزرگوں کو شجرہ میں دعائیہ طور پر یاد کیا جاتا ہے یا ایصال ثواب بھیجا جاتا

ہے وہ بھی یاد کرتے ہیں، ان سے فیض ملتا ہے جس سے دل اور روح روشن ہو جاتے ہیں۔حضور ﷺ کی صحبت میں بیٹھنے والے بھی صحابہ بن گئے ۔ان کے درجہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اللہ والوں کی صحبت سے گرہیں کھلتی ہیں بلکہ بغیر بات کیے بھی عقدے خود بخود حل ہوتے ہیں۔حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ جب مجھے مشکل پیش آتی تو بزرگوں کے مزار پر جاتا، وہاں بیٹھتا تو روحانی مشکل حل ہو جاتی تھی ۔ایک دفعہ وہاں مسئلہ حل نہ ہوا تو دوسری جگہ خانقاہ چلا گیا، وہاں ملنگ موجود تھے،وہ روایتی لباس گدڑیاں پہنے ہوئے تھے، میں نے ان جیسا لباس نہیں پہنا ہوا تھا اور نہ ہی میں ان میں سے تھا۔ان کے لئے بہترین کھانا آیا جو انہوں نے خوب کھایا اور مجھے دال روٹی دیدی۔خود تو وہ پلاؤ کھا رہے تھے جس کی مجھے خوشبو آ رہی تھی ۔میرا نفس شرارتیں کر رہا تھا۔میں نے نفس کو سمجھایا کہ تو فقیر ہے، آرام سے بیٹھ، صبر کئے رکھ ۔ان میں سے ایک نے خربوزے کھائے اور چھلکے میری طرف پھینک دیئے۔ملنگ اپنی ترنگ میں آیا ہوا تھا،خربوزہ کھا کر چھلکا میری طرف پھینکتا تھا،میرے سر پر چھلکے پڑنے سے بڑی ذلت ہوئی۔جب میں نے اللہ کے لئے برداشت کیا تو میرا روحانی مسئلہ حل ہو گیا۔حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثنوی میں لکھتے ہیں کہ اسباب کو نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ اس کے پیچھے مسبب الاسباب اللہ کو دیکھنا چاہیے جیسے ڈاکیا منی آرڈر لے کر آتا ہے، اصل میں اس کو بھیجنے والا اور ہوتا ہے۔مزید فرماتے ہیں کہ آپ سے تو کتا زیادہ سمجھدار ہے، اس کو پتھر مارو تو وہ اس پتھر کو نہیں کاٹتا بلکہ دیکھتا ہے کس نے مارا ہے۔پتھر مارنے والے کو پکڑتا ہے۔خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ فقیری یہ نہیں ہے کہ کپڑا کم پہنا جائے، روٹی نہ کھائی جائے، کہیں بیٹھ رہے بلکہ لباس پہنے، نہ طمع کرے، نہ جمع کرے، خود بخود آ جائے تو اسے منع نہ کرے، سمجھے اللہ ہی بھیج رہا ہے۔

غصہ کونفی کردو۔گھر میں اگر بچے سے پلیٹ ٹوٹ جائے یا کوئی نقصان ہو جائے تو اسے مار مار کر فنا کر دیا جاتا ہے، ایسا ہرگز نہیں کرنا۔اس پر کنٹرول کرلیا تو سمجھ لو آدھی فقیری طے ہوگئی۔آدھا سلوک طے ہوگیا۔آپ کو باہر تبلیغ کیلئے نہیں جانا پڑے گا۔سارا زور گھر میں نکلتا ہے گھر میں ہر آدمی بادشاہ ہوتا ہے۔باہر چاہے کوئی نہ پوچھے، گھر میں میاں پنج ہزاری۔غصہ کو زیر و پر لانا ہے۔

حضور ﷺ سے ایک صحابی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو۔ پھر کہا کہ غصہ نہ کیا کرو۔چار دفعہ پوچھا یہی جواب ملا۔غصہ کو نکال باہر پھینکو۔اسی طرح حضور ﷺ نے پوچھا: پہلوان کسے کہتے ہیں؟ صحابہ نے فرمایا: جو مضبوط ہو، چت کردے، اسے پہلوان کہتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ پہلوان نہیں جو دوسرں کو گرادے بلکہ پہلوان تو وہ ہے جو اپنے غصے کو پی جائے یعنی کنٹرول کرلے۔

باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے اولین مریدین میں سے غیور احمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ بڑے اچھے پیر بھائی تھے۔انہیں باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ غیور! مجھے شکایت ملی ہے کہ تم میں بہت غصہ ہے۔غیور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں کہا کہ میں تو غصہ نہیں کرتا۔باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر فرمایا کہ مجھے تم میں بہت غصہ نظر آتا ہے۔غیور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: بالکل نہیں، مجھے غصہ آتا ہی نہیں ہے، میں تو پریم والا بندہ ہوں۔باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار کہا کہ نہیں تم تو غصہ کرتے ہو، جس پر غیور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جوش میں جواب دیا کہ میں نے کہا ناں میں غصہ نہیں کرتا تو باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہی تو غصہ ہے۔غصہ کے علاج کے طور پر ان کی بیوی کو کہا کہ بچوں کے میلے کپڑے اس کے لئے رکھ دینا، جب غیور دفتر سے واپس آئے تو اس سے دھلوانا۔اس کی ایسی تیسی اور رپورٹ مجھے دیتے رہنا۔

ہمارے سلسلہ کے ایک بزرگ مظہر جانِ جاناں ؒ گزرے ہیں جو بڑے حلیم طبع، نرم مزاج تھے لیکن ان کی بیوی بڑی لڑاکی تھی۔ وہ فرماتے تھے: مجھے کشفاً معلوم ہوا تھا اس سے شادی کرنا ہے۔ آپ ؒ فرمایا کرتے تھے: اگر یہ میری بیوی نہ ہوتی تو میں آسمان کی طرف اُڑ جاتا، مغرور ہو جاتا، یہ مجھے نیچے کھینچ کر زمین پر رکھتی ہے۔ اصل مردانگی ہی تکالیف کو برداشت کرنا ہے۔

ممتاز مفتی کی کتاب 'تلاش' میں لکھا ہے کہ قدرت اللہ شہاب نے کہا: مفتی! جنت چاہیے؟ انہوں نے کہا: نہیں، مجھے نہیں چاہیے۔ ایسی جنت جہاں دودھ اور شہد پیتے رہیں، لیٹ جائیں، کام نہ کار، ایسی بیکاروں والی جنت مجھے نہیں چاہیے۔ انہوں نے کہا: میں اس کی بات نہیں کر رہا، میں تو دنیا کی جنت کی بات کر رہا ہوں۔ دریافت کیا: وہ کیسے؟ تو انہوں فرمایا کہ بیوی جو بات کرے تو جواب میں آپ نے کہنا ہے: اچھا۔ بہت اچھا۔ Very Good اللہ بھلا کرے اس کا جب سے نکتہ بتایا ہے اس وقت سے ہماری زندگی جنت بن گئی ہے، اب موج ہوگئی۔

باباجی ؒ نے فرمایا: غصہ، نفرت نکال دو۔ اس کی مخلوق سے بھی پیار کرو۔ حقوق العباد کی ادائیگی کرتے رہو۔ علماء بھی کہتے ہیں کہ حقوق العباد معاف نہیں ہوں گے، ان کو ضرور ادا کرنا پڑے گا، یہاں دنیا میں حقوق کی ادائیگی کر دی جائے۔ اگر کسی کا مال مارا ہو، واپس کر دو تا کہ آخرت میں کوئی Claimant (دعویدار) نہ ہو۔ نیکیاں اگر کم بھی ہوں گی تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیگا۔ لیکن حقوق العباد کا سخت معاملہ ہے۔

سدا خوش رہیں۔ اس کی رضا پر راضی رہیں۔ کام خوب کریں، رزلٹ جو بھی ہو اس پہ خوش رہیں، پریشان نہ ہوں۔ حضرت رابعہ بصری ؒ عورتوں میں مشہور بزرگ گزری ہیں وہ کہتی ہیں: جس سے بھی پوچھا، خواہ فقیر ہو یا مولوی، سب کہتے ہیں

اللہ ہم سے راضی ہو جا۔ اللہ خوش ہو جائے لیکن مجھے تعجب ہے یہ خود اللہ سے راضی نہیں ۔اللہ نے ہم سے ایسا کیوں کیا؟ ویسا کیوں کیا؟ واصف علی واصف کا قول Daewoo کے ویٹنگ روم کے باہر کھمبے پر لکھا ہوا تھا کہ غم تمہاری خواہشات اور اللہ کی رضا میں تضاد کا نتیجہ ہے۔اگر تضاد نہ ہو تو غم کیسا؟ جو اللہ نے کیا ٹھیک کیا تو غم کیسا؟ اللہ اگر صحت دے، پیسہ دے، تندرستی دے تب تو وہ اللہ اور تم بندے ۔جب خلاف ہو جائے تو کون خدا؟ کون بندہ؟ اس کا مطلب ہے تم اللہ کی مرضی کے مطابق چلنا نہیں چاہتے ،تم اس کو اپنی مرضی کے مطابق چلانا چاہتے ہو۔

ایک پڑھی لکھی لڑکی جو ہمارے سلسلہ سے متعارف ہے، اس نے Massage کیا:

i) Smooth roads never make good drivers.

ii) Smooth sea never make good sailer.

iii) Fair weather never make good pilot.

زندگی کی آسائشیں مت طلب کرو،مشکل زندگی کی خواہش کرو،مشکل زندگی آئے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے اندر جذبہ و ہمت عزم پیدا کرو۔یہ نہ کرو Don't say: Why me? Why میرے اوپر کیوں مصیبتیں آتی ہیں؟ بلکہ Say: Try me. مجھے ٹرائی کریں۔مجھ میں ہمت وعزم اور جذبہ ہے۔ مجھے آزماؤ۔

جستجو قوم کو ہے ایک مسلمانوں کی
جن کو ملتا ہو سکوں گود میں طوفانوں کی

(بموقع سالانہ دورہ حلقۂ حیدریہ ملتان مورخہ 18 نومبر 2011ء بروز جمعہ)

محفل 12

سوال کیا گیا کہ محبت کو صداقت پر قربان کرنے کی کیا حقیقت ہے؟اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

حق کی بات کرو۔جو جج صاحبان ہیں، جو حاکم ہیں ان کے لئے تو زیادہ ضروری ہے کہ حق بات کریں۔حق بات نہ کر کے ہم کمزور ہو گئے ہیں۔تفرقہ بازی میں نہیں پڑنا چاہیے جس کی وجہ سے ہم ایک دوسرے سے سلام ہی نہیں لیتے۔یہ وہابی ہے، یہ بریلوی ہے، یہ دیوبندی ہے، ایسی باتیں نہیں کرنی چاہیں۔رسول اللہ ﷺ کو اپنی امت سب سے پیاری ہے۔جنہوں نے ایک ایک کلمہ پڑھانے کیلئے کتنی مصیبتیں اٹھائیں۔جو اس امت میں تفرقہ ڈالتا ہے وہ کبھی رسول ﷺ کو پیار انہیں ہو سکتا۔جو امت کو اکٹھا کر کے رکھے گا، جو باہمی محبت ڈالے گا، وہی رسول ﷺ کو پیارا ہوگا۔

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بخت خفتہ کو بیدار قوموں نے

جب کسی قوم میں محبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا بخت بھی جاگ اٹھتا ہے۔انسان کی خدمت کا جذبہ پیدا ہونا چاہیے۔مومن اپنا حلال کا محنت کر کے کمایا ہوا

مال بھی اللہ کی راہ میں دے دیتا ہے۔زکوٰۃ کیا ہے؟ یہی تو ہے کہ حلال کا کمایا ہوا دے دو۔جو اپنا کمایا ہوا دیتا ہے بھلا وہ کسی کا کیسے چھین سکتا ہے؟یہ جو کہتے ہیں کہ مال پاک ہو جاتا ہے۔محنت سے کمایا ہوا مال تو پاک ہی ہوتا ہے ۔زکوٰۃ دینے سے مال پاک نہیں ہوتا بلکہ بندہ دولت کی محبت سے پاک ہو جاتا ہے ۔اللہ آپ کو پاک کرتا ہے، آپ کے دل کو پاک کرتا ہے تا کہ آپ کے دل میں صرف اللہ تعالیٰ کی محبت ہو،اس میں اور کوئی نہ ہو۔صبح کی نماز کے وقت لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں،میٹھی نیند کا ٹائم وہی ہوتا ہے، اس وقت بڑی سخت نیند آتی ہے ۔صرف مومن ہی بستروں کو چھوڑ کر اٹھتے ہیں۔الصلوٰۃ خیر من النوم پر مومن دوڑتا ہے۔وہ عملی ثبوت دیتا ہے کہ مجھے اللہ پیارا ہے، مجھے نیند پیاری نہیں ہے ۔علامہ نے جواب شکوہ میں کہا ہے کہ

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہے!ہاں نیند تمہیں پیاری ہے

مسلمان میری محبت کا دعویٰ کرتا ہے،جس نے صبح اٹھ کر نماز پڑھنا بھی گوارا نہیں کی ۔بڑی میٹھی نیند آرہی ہے، کیوں نہ آئے؟ رات کو ایک ایک بجے تک جاگتا رہتا ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع کیا ہے کہ عشاء کے بعد مجلسیں مت جماؤ۔عشاء پڑھو،اللہ کی محبت کے اشتیاق میں ہی سو جاؤ ۔اللہ چاہتا ہے کہ میری یاد کا ہی غلبہ رہے ۔اللہ کو یاد کر کے سوؤ۔صبح اٹھ کر پہلا کام نماز ہوتا کہ اس کے ذکر کا غلبہ رہے۔بار بار Repetition اسی لئے ہے ۔اللہ کی محبت کو بڑھانے کیلئے روزانہ وقفہ وقفہ سے نماز پنجگانہ فرض ہیں جبکہ دیگر فرائض حج روزے سال بعد آتے ہیں۔یہ بھی نہیں کہا کہ ساری نمازیں صبح اکٹھی پڑھ لو۔ ایسا نہیں کر سکتے۔صلوٰۃ جو ہے یہ Time

Interval کے ساتھ فرض کی گئی ہے تا کہ سارا کچھ Fresh رہے۔ دین کی بات، آخرت، اللہ تعالیٰ اور صراط مستقیم۔ اللہ فرماتا ہے کہ میرا خیال، میرا ذکر تازہ رہنا چاہیے، ذرا سا بھی نیچے نہ ہو۔ انسانی ذہن میں باتیں بھولتی بھولتی بھول جاتی ہیں، Subconcious میں چلی جاتی ہیں۔ یہ سارے ذکر اذکار اس لئے ہیں کہ اللہ سے تعلق مضبوط تر ہو جائے۔ اس لئے ذکر کے متعلق بھی کہا کہ ذکر کثرت سے کرو، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے کرو تا کہ وہ اللہ نگاہ میں رہے۔ جو اللہ کی محبت میں زیادہ بڑھنا چاہتے ہیں انہیں زیادہ ذکر کرنا چاہیے۔

ہم اولیاء کرام کے واقعات سنتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم بھی ان جیسے بن سکتے ہیں؟ ہاں! بالکل بن سکتے ہیں۔ اس کے لئے آپ کو وہی کرنا پڑے گا جو انہوں نے کیا۔ Bernard Shaw (برنارڈ شا) کا قول ہے: What man has done, man can do. کسی آدمی نے جو کچھ کیا وہ آپ بھی کر سکتے ہیں۔ کسی نے کے۔ٹو (K-2) فتح کیا، آپ بھی کر سکتے ہیں۔ کسی نے اور کام کیا آپ بھی کر سکتے ہیں۔

قبلہ انصاری صاحب عِشاللہ نے تاریخ میں پہلی دفعہ فقیری کا سلیبس 'طریقت توحیدیہ' لکھی، اس سے قبل کسی بزرگ نے فقیری کا سلیبس نہیں لکھا۔ ان دوسرے بزرگوں کے حالات تو ملیں گے، ان کی کرامات کے تذکرے بھی ملیں گے لیکن یہ نہیں ملے گا کہ انہوں نے کیا کیا؟ کیسے کیا؟ کس طرح انہوں نے روحانی مقامات حاصل کیے؟ اگر ہم اس لائن میں آنا چاہیں تو ہمیں کیا کرنا پڑے گا؟ انصاری صاحب عِشاللہ نے 'طریقت توحیدیہ' لکھ دی ہے، جن کو شوق ہو اس تعلیم کے مطابق

عمل کرنا ہوگا۔ فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جو فقر رسول اللہ ﷺ سکھاتے تھے اس کا علم دیا ہے اور بعد میں جو چیزیں تصوف میں شامل ہوئیں اس کا بھی مجھے علم دیا گیا، میں نے خالص عربی تصوف، جو قرآن وسنت کے مطابق ہے، نکال کر اس سلیبس میں رکھ دیا ہے، جو بالکل مختصر ہے۔ فی زمانہ لوگ مصروف ہو گئے ہیں۔ جیسا زمانہ ہوتا ہے ویسی تعلیم ہوتی ہے۔ آج لمبے لمبے وظیفے کون کرے گا؟ اللہ کی محبت کو بڑھانے کیلئے ہر وقت پاس انفاس کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ کی محبت کا تقاضا ہے کہ اسے ہر وقت یاد رکھا جائے۔ قرآن میں حکم ہے:

اے اہل ایمان! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔

دن کی مصروفیات کا حساب کیا جائے تو ذکر زیادہ نکلے۔ تاکید کی گئی ہے کہ پہلے ذکر کر کے دیکھو اس سے فائدہ ہو تب بیعت کیا جائے۔ فرمایا: لوگ پیر ٹیسٹ کرتے ہیں، میں مرید ٹیسٹ کروں گا کہ واقعی اسے اللہ کی طلب ہے یا ویسے ہی آ گیا ہے کہ پیر بن جاؤں گا، میرے بھی مرید ہوں گے، نذر نیاز ہوگی، ایسا تو نہیں ہے؟ واقعی سچی طلب والا ہے؟ آپ ﷺ چھ مہینے سے پہلے کسی کو بیعت نہیں فرماتے تھے۔ وہ ذکر کرے اور ہمیں دیکھ لے اور ہم بھی اسے دیکھ لیں پھر بیعت کی جائے گی۔ وہ خود کہے کہ ذکر سے تصفیہ قلب ہو گیا ہے یعنی دل صاف ہو گیا ہے۔

ہمارے ایک پیر بھائی کرنل غلام محمد لاہور میں باباجی قبلہ انصاری صاحب ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ باباجی میرا دل بڑا سخت ہے، پتھر کی طرح ہے اور کالا سیاہ ہو گیا ہے، یہ ہو گیا ہے، وہ ہو گیا ہے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کوئی بات نہیں، کالا ہو گیا تو کیا ہوا، میں بھی ایسا ویسا پیر نہیں ہوں، ماڈرن فقیر ہوں، میرے

پاس بھی کیمیکل کلینز ہیں۔اس کو کہا کہ چالیس دن باوضو دس تسبیح درود شریف صلی اللہ علیک یا رسول اللہ پڑھو پھر میرے پاس آنا۔کرنل صاحب دوسرے ہفتہ ہی آ گئے اور کہا کہ باباجی! الحمد اللہ میرا دل صاف ہو گیا ہے۔

بزرگوں کے کہنے کی برکت ہوتی ہے اور ساتھ فیض بھی دیتے ہیں اور اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔دل پاک کرنے کا مطلب ہے مانجھنا، رگڑ کے صاف کرنا تا کہ اندر سے پتہ لگ جائے کہ سونے کا ہے یا پیتل کا ہے۔اولیاءاللہ کی صحبت سے ہی تزکیہ ہو جاتا ہے۔قرآن میں ہے کہ

فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا اور نماز ادا کی۔

تزکیہ، رب کا ذکر اور نماز۔قرآن کی رو سے یہ بات غلط ہے کہ جو نماز پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی ذکر ہے اور علیحدہ ذکر کی ضرورت نہیں ہے۔جو لوگ ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بس ذکر ہی ہماری نماز ہے اور نماز کی ضرورت نہیں۔ تینوں مذکورہ کام کرنے ہیں۔تزکیہ بھی ہونا چاہیے، ربّ کے نام کا ذکر بھی ہو اور نماز بھی ہونی چاہیے۔

ہم بچوں کو اچھے اسکولوں میں کیوں داخل کرتے ہیں؟ اس لئے کہ وہاں استاد اچھے ہیں اور ان کا کیا کہنا جن کے استاد سید المرسلین ﷺ ہوں۔انبیاء کیوں خواہش کرتے تھے کہ ہم وہ زمانہ پائیں جس میں حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا؟ ایسا کیوں؟ نبی نبی ہوتا ہے، اُمتی اُمتی ہوتا ہے۔کوئی بھی اُمتی نبی کے برابر نہیں ہوتا۔اولوالعزم پیغمبر بھی حضور ﷺ کی امت میں آنے کی خواہش اور دعا کرتے

تھے کیونکہ وہ کامل استاد کو دیکھ سکیں جو خُلق عظیم پر فائز ہے۔حضور ﷺ کی اُمت کی ہر چیز علیحدہ ہے۔ان کے مقامات،جنتیں بھی علیحدہ ہیں ترقی بھی ایسے ہوگی۔

جیسے حضور ﷺ کو معراج ہوا ایسا کسی نبی کو نہیں ہوا۔کہتے ہیں :استاد جب پہنچ جاتا ہے تو پیچھے آنے والوں کیلئے راستہ صاف ہوجاتا ہے۔جب حضور ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ کی ملاقات حضرت ابراہیمؑ سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ اپنی اُمت کو میری طرف سے سلام کہنا اور پیغام بھی دینا کہ جنت بڑی وسیع ہے جو آپ کو ملے گی اور اس کی زمین بھی بڑی زرخیز ہے،اور اپنی امت کو کہنا کہ اس جنت میں اللہ کے ذکر سے اپنے لئے باغات لگائیں۔جیسے کوئی بندہ **سبحان اللہ** کہتا ہے تو اس کیلئے ایک پودا لگا دیا جاتا ہے،اس سے اللہ تعالیٰ کی شان کا اظہار ہوتا ہے اور جب **اللہ اکبر** کہتا ہے،ایک اور قسم کا پودا لگا دیا جاتا ہے اور **الحمدللہ**۔ جیسے جیسے وہ ذکر کرتا ہے ویسے پودے لگتے جاتے ہیں اور کہا کہ جب آؤ تو باغات لگے ہوں،زمین خالی نہ پڑی ہو۔اپنی اُمت کو پیغام دے دو۔ذکر ایسی چیز ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ نیک روحیں جنت میں چلی جائیں گی اور گناہ گار مسلمانوں کی روحیں بھی سزا بھگت کر جنت میں چلی جائیں گی۔جنہوں نے کلمہ پڑھ لیا اور اعمال اتنے اچھے نہیں کیے وہ سزا بھگتیں گے تو گناہ جل جائیں گے،مستقل تو وہ رہ جائیں گے جو پکے کافر تھے۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اور جو سب سے آخر میں داخل ہوگا وہ مجھے دکھائی دے رہا ہے۔

(بموقع سالانہ دورہ حلقہ توحیدیہ ملتان مورخہ 20 نومبر 2011ء بروز اتوار)

محفل 13

ایک بھائی صبح نماز قائم کرنے کی بات کر رہے تھے کہ فقیر لوگ کہتے ہیں کہ نماز قائم کرنے کا حکم ہے، پڑھنے کا حکم نہیں ہے۔ پڑھنا تو بالکل علیحدہ چیز ہے۔ پڑھنے کا کہتے تو پھر ہم ویسے ہی پڑھ لیتے۔قرآن مجید کا کہا کہ پڑھیں تو بس آپ نے وہ الفاظ ہی ادا کرنے ہیں، اگر نماز کا کہا جاتا کہ پڑھو تو بس وہ الفاظ پڑھ لیتے۔قائم کرنا یہی ہے کہ ان حرکات کے ساتھ پڑھنا ہے۔امام آگے اور آپ نے پیچھے صفیں باندھ کے حرکات وسکنات کے ساتھ پڑھنا ہے۔اسلام میں اسی کا حکم ہے۔ جب جماعت کھڑی ہوتی ہے تو اس وقت بھی کہا جاتا ہے:

قد قامت الصَّلوٰۃ۔

اب یہ نماز قائم ہوئی۔ وہ نماز سرّی ہو یا جہری۔تکبیر کے ساتھ بلند آواز سے کہا جاتا ہے کہ

قد قامت الصَّلوٰۃ۔

یہ الفاظ آج سے نہیں ہیں۔ اُس وقت سے آ رہے ہیں۔نماز قائم ہوگئی ہے۔یہ ہے قائم کرنا،باقی سب فضول ہے کہ یہ پڑھتے ہیں مگر نماز تو قائم کرنے کا حکم ہے۔یہ کیا ہے؟اسے اقامت صلوٰۃ کہتے ہیں۔

قد قامت الصَّلوٰۃ۔

صلوٰۃ قائم ہوگئی۔اس طرح قائم ہوتی ہے۔

وہ جو مسلمان نماز پڑھتے ہیں انہیں یہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں ہے۔خود نماز نہیں پڑھتے۔ جو وظیفہ کرتے ہیں یا اللہ کا نام کہتے ہیں تو وہ خود پڑھتے ہیں۔ بیٹھے بیٹھے ہی کچھ کرتے ہیں، ادا تو نہیں کرتے۔وہ پڑھتے ہیں۔کوئی وظیفہ مرشد نے بتایا یا کسی نے بتایا تو وہ پڑھتے ہیں۔اقامت صلوٰۃ پانچ وقت یہی ہے کہ آداب کے ساتھ، استغراق کے ساتھ، رکوع وسجود کے ساتھ پڑھی جائے۔یہ وہ بات نہیں ہے کہ قائم کرنے کا حکم ہے، پڑھنے کا نہیں ہے۔ یہ فضول باتیں ہیں۔ یہی اقامت صلوٰۃ ہے۔

محفل میں شریک ایک بھائی کہنے لگے کہ ایک پیر صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ آپ تو نماز میں کہتے ہیں کہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔آج تک تمہیں سیدھا راستہ ہی نہیں ملا اور ہم تو چل رہے ہیں۔اس پر فرمانے لگے:

اھدِنَــــا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ۔

ہے۔ہمیں سیدھے رستے پر چلا۔ دکھا نہیں ہے۔ Guide us۔ دکھا نہیں، چلا ہے۔

اھدِنَــــا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ۔

ہمیں صراط مستقیم پر چلا۔صراط مستقیم کہاں جاتا ہے؟ راستہ جو اللہ تک جاتا ہے، جو بندے کو اللہ سے ملا دیتا ہے وہی صراط مستقیم ہے۔اس پہ چلنا ہے۔جو راستہ دکھا والی بات کرتے ہیں وہ نہیں ہے۔دکھا نہیں، چلا ہے۔ہم چلتے رہیں۔ وہ اللہ کی بندگی کا راستہ ہے۔سورۃ یٰسین میں آتا ہے:

أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِيْ آدَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ـ وَأَنْ اعْبُدُونِيْ هَذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ(1)۔

اے اولادِ آدم! ہم نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی بندگی نہ کرنا، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، اور یہ کہ میری ہی بندگی کرنا، یہی صراط مستقیم ہے۔

اللہ کی بندگی کرنا، یہی صراط مستقیم ہے۔اللہ کے بندے بن جاؤ، غلام بن جاؤ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِيْ الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ(2)۔

اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کے خون کا بدلہ لینا فرض کردیا گیا، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام۔

عَبْدٌ کا مطلب ہے غلام۔غلام بن جاؤ، غلام وہ ہوتا ہے جس کی اپنی مرضی نہ ہو۔بس یہی ہے۔اب جو اللہ کی مرضی پر چلے گا، وہ غلام ہے۔اللہ کے سامنے سرنگوں ہو جاؤ اور اس کے مطابق زندگی گزارو۔یہی عبادت ہے۔

إِنَّ اللَّهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ(3)۔

بے شک میرا ربّ بھی اللہ ہے۔آپ کا ربّ بھی وہ ہے، اس کی بندگی کرو یہی صراط مستقیم ہے۔

---

(1) سورۃ یٰسین 36: آیت 60-61۔
(2) سورۃ البقرہ 2: آیت 178۔
(3) سورۃ آل عمران 3: آیت 51۔

اللہ کا بندہ بن کے رہنا، اس کی اطاعت میں چلنا، اپنے نفس کی خواہشات پہ نہیں چلنا۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ (وہ صوفی لوگ) ایسے ٹوٹکے چلاتے رہتے ہیں کہ ہم تو نمازیں مدینہ شریف میں پڑھتے ہیں۔ تمہاری نمازیں کیا ہیں؟ (ایک ملنے والے کا بتایا جن کے پیر صاحب بانی سلسلہ بھی ہیں) ان کے پاس آنے والے لوگ کہتے ہیں کہ باباجی تو وہاں مدینہ جا کے نماز پڑھتے ہیں۔ وہ آئے کہیں تو کسی نے پوچھا کہ سناؤ جی، پیر کا کیا حال ہے؟ ابھی نمازیں یہاں پڑھتا ہے یا وہاں پڑھتا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ ابھی وہیں پڑھتے ہیں۔ کہنے لگے کہ حضرت صاحب سے کہو کہ نمازیں وہاں پڑھتے ہو، روٹی بھی وہاں کھا آیا کرو۔ پتا لگ جائے گا کہ پڑھتے ہیں یا نہیں پڑھتے۔ نمازیں وہاں پڑھتے ہیں تو روٹی بھی وہیں کھا آیا کریں۔ یہ ایسی فضول سی باتیں ہیں۔

حضور ﷺ نے ساری عمر نمازیں پڑھی ہیں اور آخری عمر تک پڑھی ہیں۔ قدم لڑکھڑا رہے ہیں، گھسٹتے ہوئے مسجد تک آئے ہیں۔ آپ ﷺ نے وصیت بھی فرمائی کہ نماز اور جو لوگ تمہارے ماتحت ہیں، ان کا دھیان رکھنا۔ اس کو حضور ﷺ نے فرمایا:

الصلوٰۃ معراج المؤمنین۔

الصلوٰۃ عماد الدین۔

یہ دین کا ستون ہے۔ جس نے اس کو قائم رکھا، اس نے دین کو قائم رکھا۔ جس نے اس کو گرادیا، اس نے دین کو گرادیا۔

روزے سال بعد آئیں گے۔ زکوٰۃ پیسے ہوں گے تو دیں گے، نہیں ہیں تو نہیں دیں گے۔ نماز تو روزانہ کی بنیاد پر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کافر اور مومن میں فرق کرنے والی چیز صرف نماز ہے۔ یہ لباس، یہ کھانا پینا، لباس تو سب

کا ایک جیسا ہوتا ہے۔نماز ہی ہے جو فرق کرتی ہے۔اس کو بھی چھوڑ دیں تو باقی کیا رہ جائے گا؟ جو محبت کرنے والے ہیں وہ تو چھوڑ ہی نہیں سکتے۔اس کے بغیر رہ ہی نہیں سکتے۔

چکلالہ میں ہمارے ایک بھائی عالمگیر صاحب ہوتے تھے۔ٹرانسپورٹ میں تھے۔ان کا کام تھا،کبھی Trip پر ساتھ چلے گئے،دو چار دن رہے اور پھر واپس آ گئے۔ نمازیں بیچ میں رہ جاتی تھیں۔کہتے کہ دو چار دن نماز کا وقت ہی نہیں ملا۔وہ جو پڑھتے ہیں وہ اسے چھوڑ نہیں سکتے۔جیسے حضور پاک ﷺ فرماتے: مجھے اس دنیا میں خوشبو پسند ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

وَ جُعِلَتْ قُرَّةَ عَينِی فِی الصَّلٰوۃِ۔

صلوٰۃ جو ہے وہ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان بناتی ہے۔ بیگار نہ اتاری جائے کہ پڑھنی ہے،فٹافٹ اسے ختم کرو۔لمبے لمبے رکوع و سجود کرو،اس میں لطف آئے گا۔حضوری والی نمازیں ہوں۔یہ جو Minimum والی بات ہوتی ہے، صرف اس میں نہیں رہنا چاہئے۔ایک حدیث شریف بھی ہے کہ بندہ جب نوافل میں میرا قرب حاصل کرتا ہے،میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے،میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے،کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔وہ قرب نوافل میں ہے۔بندہ نوافل میں یہ قرب حاصل کرتا ہے۔فرض تو وہ Minimum سلیبس ہے۔فرض نمازیں پڑھنی ہیں۔اتنے روزے رکھنے ہیں۔ ڈھائی فیصد زکوٰۃ۔یہ Minimum سلیبس ہے۔یہ پیار والا نصاب نہیں ہے۔ پیار والا نصاب اس سے آگے شروع ہوتا ہے۔سارا گھر دینے والا سلیبس بھی موجود ہے۔آدھا دینے والا بھی موجود ہے۔راتوں کو جاگنے والا بھی سلیبس ہے۔قرآن

میں لکھا ہے:

وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّداً وَقِيَاماً (1)۔

راتیں سجدے اور قیام میں گزارتے ہیں۔ اور حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ بھی ہے کہ اتنا لمبا قیام فرماتے کہ پائے مبارک میں ورم آجاتا تھا۔ وہ نوافل میں ہے۔ جماعت میں نہیں ہے۔ جماعت میں تو مختصر پڑھو۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھو۔ پیچھے بیمار ہوں گے، عورتیں ہوں گی، بچے رو رہے ہوں گے۔ مختصر والی بات جو ہے یہ جماعت میں ہوتا ہے۔ جلدی جلدی پڑھو لیکن نوافل میں یہ ہوتا ہے کہ اتنا استغراق ہوتا ہے کہ بس پڑھ رہے ہیں۔ ایک صحابی سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نفل پڑھ رہے تھے، میں بھی جا کے شامل ہو گیا۔ وہاں تو جماعت بن جاتی ہے۔ کھڑے ہو گئے۔ حضور ﷺ تلاوت کر رہے تھے، میں بھی سنتا رہا۔ سورۃ البقرہ شروع کی۔ میں نے کہا کہ سو، پچاس آیت پہ کہیں رکوع ہو گا۔ سورۃ البقرہ ساری ختم ہو گئی، تب جا کے کہیں رکوع ہوا۔ کہتے ہیں کہ رکوع بھی اتنا لمبا کہ جیسے قیام تھا۔ سجدہ کیا تو سجدہ بھی اتنا لمبا جتنا قیام تھا، یا جتنا رکوع تھا۔ اتنا طویل سجدہ کرتے لیکن یہ نوافل میں تھا۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نوافل پڑھ رہے تھے۔ سجدے میں گئے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے گمان گزرا کہ کہیں روح پرواز ہی نہ کر گئی ہو۔ میں نے آپ ﷺ کے پاؤں کے انگوٹھے کو پکڑا، اس میں حرکت پیدا ہوئی تو مجھے تسلی ہوئی۔ اتنا لمبا سجدہ۔

ہم ساری عمر ہی وہیں پہ بیٹھے ہیں۔ کم از کم تین دفعہ **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيم**۔ کم از کم تین دفعہ **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى**۔ کم از کم سے اوپر نہیں جاتا تو اللہ

(1) سورۃ الفرقان 25۔ آیت 64۔

کی رحمتیں کیسے آئیں گی؟ آپ بھی آگے چلیں۔ Minimum کو چھوڑیں۔ Maximum کی بات بھی کبھی پوچھا کریں۔ Maximum جو پیار والا سجدہ ہے وہ کتنا لمبا ہوسکتا ہے؟ ایک دفعہ حافظ بشیر احمد صاحب ؒ بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے یہ بات پوچھی کہ حافظ صاحب بتاؤناں کہ آگے Maximum کتنا ہے؟ کہنے لگے کہ کتابوں میں بہتر (72) دفعہ کا آیا ہے۔ **سُبحانَ رَبّیَ العَظِیم**. زیادہ سے زیادہ بہتر (72) دفعہ پڑھیں۔اسی طرح **سُبحَانَ رَبّیَ الاَعلیٰ** ہے۔ہم نے بہتر (72) کی طرف کیوں نہیں سوچا کہ کبھی Maximum کی طرف بھی چلیں؟ وہ ہے پیار کا راستہ۔نوافل یہ ہیں۔نماز تو ہوگئی تین دفعہ پڑھنے سے لیکن نوافل کی طرف چلیں۔یہ اپنی طرف سے محبت میں پڑھ رہے ہیں۔وہ پڑھیں۔حکم ہے۔کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ مسائل یہ ہیں کہ جہاں کہیں امام کے پیچھے نماز پڑھیں تو تین دفعہ ہی پڑھیں۔**سُبحـــانَ رَبّیَ العَظِیم**. کیونکہ ہوسکتا ہے کہ امام تین ہی پڑھے اور آپ تجاوز کر جائیں۔امام سے تجاوز کرنے پر سختی ہے۔نماز میں اٹھنا بیٹھنا بھی جو ہے اس میں بھی خیال رکھیں کہ امام سے پیچھے پیچھے چلیں۔سب بھائیوں کو اس کا اہتمام رکھنا چاہئے۔

امام کے ساتھ صف میں کھڑے ہیں تو کہیں **اللّٰہ اکبر** کے ساتھ پہلے ہی ہاتھ نہ باندھ لیں۔جب امام کی آواز آئے گی: **اللّٰـہ اکبر** پھر آپ نے ہاتھ اُٹھا کر ہاتھ باندھنے ہیں۔ایسا نہیں ہے کہ امام کے پیچھے ہیں اور آپ شروع کر دیں۔جب وہ کہے گا: **اللّٰہ اکبر** پھر آپ نے ہاتھ اُٹھانے ہیں۔وہ سجدے سے اُٹھنے لگے تو آپ اسے دیکھ کر اُٹھ جائیں۔جب وہ کہے گا: **اللّٰہ اکبر** تو پھر آپ نے اُٹھنا ہے۔امام کو حکم ہوتا ہے کہ تھوڑا سا پہلے اٹھ کر **اللّٰہ اکبر** کہے تا کہ مقتدی جو ہیں وہ آپ سے تجاوز

نہ کریں۔ آپ نے سجدے سے اسے دیکھ کر نہیں اُٹھنا، سن کر اُٹھنا ہے۔ جب وہ اللّٰہ اکبر کہے تو اُٹھنا ہے۔ رکوع و سجود سب اسی طرح کرنے ہیں۔ سعودی عرب میں آپ دیکھیں تو وہ اللّٰہ اکبر کہہ کے سجدے میں چلا جائے گا پھر جماعت سجدے میں جائے گی۔ وہاں جا کے کہتا ہے: اللّٰہ اکبر پھر جماعت جو ہے وہ سجدہ کرے گی۔ ساتھ ساتھ نہیں چلتے۔ دیکھ کے نہیں چلتے۔ تکبیر سن کے پھر آپ نے ابتداء کرنی ہے۔ پیچھے پیچھے چلنا ہے۔ اس کے پیچھے چل رہے ہیں تو حکم ہوتا ہے کہ جو تسبیحات ہیں وہ تین ہی رکھیں تا کہ امام سے بڑھ نہ جائیں۔ باطنی جو باتیں ہیں ان میں بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ لیکن جب آپ اپنی نماز علیحدہ پڑھ رہے ہیں، نوافل پڑھ رہے ہیں یا فرض تو تین دفعہ سے زیادہ پڑھنا مستحب ہے۔ تین دفعہ نہ پڑھیں، زیادہ پڑھیں۔ وہ پیار کا سودا شروع ہو جاتا ہے۔ Minimum پہ نہیں بیٹھے رہنا۔ آگے چلیں۔ شوق پیدا ہو، لمبے لمبے سجدے کریں۔ اس میں مزہ آئے گا۔ پاس انفاس کی تعلیم پر عمل کریں گے تو اس طرح اللہ میاں آپ کو خود ہی قریب محسوس ہوگا کہ اللہ میاں نزدیک ہی ہے۔

بابا جی رحمۃ اللہ علیہ (خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک دفعہ تہجد کی بات چلائی۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم تو کہتے ہیں لمبا لمبا پڑھا کرو۔ جتنی دیر میں بارہ (12) پڑھنی ہیں، وہ ٹائم دو (2) میں لگا دو۔ اللّٰہ اکبر کرو اور کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں جیسے غلام دربار میں کھڑا ہے۔ پڑھو! جتنی تلاوت توفیق ہے، جتنی یاد ہے پڑھ لو۔ اگر تھوڑی سی یاد ہے تب بھی پڑھ کر کھڑے رہو کہ سامنے کھڑا ہوں۔ اللہ کے حضور کھڑا ہوں۔ رکوع کرو۔ تین دفعہ ہی کہو سُبحانَ رَبِّیَ العَظِیم لیکن ادھر بغیر پڑھے رکوع میں رہو۔ اس خیال سے کہ رکوع ایسے کرو کہ

سرِ تسلیم خم ہے مزاجِ یار میں

اسی طرح رکوع میں رہو جتنی دیر رہ سکتے ہو۔ تھک جاؤ، یا اُکتا جاؤ تو کھڑے ہو جاؤ۔ پھر سجدہ کرو۔ سجدہ بھی ایسے ہی کرو کہ محبوب کے قدموں میں سر رکھ دیا ہے۔ سبحان اللہ۔ یہاں تین دفعہ تسبیحات پڑھو سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلیٰ پھر اس کے بعد بغیر پڑھے ہی سجدے میں گرے رہو کہ پاؤں میں گر گیا ہوں۔ جتنا طویل ہو سکتا ہے اتنا طویل کرو۔ اسی طرح دوسرا سجدہ کرو۔ اسی طرح دوسری رکعت۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جتنا ٹائم بارہ (12) رکعتوں میں لگانا ہے، دو میں لگا دو۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! اگر ایسی پڑھی ہیں تو ان دو پر سینکڑوں رکعتیں قربان ہیں۔

ہمارے بھائی کشتہ صاحب (اشتیاق احمد کشتہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) ہیں۔ فیصل آباد میں ان کے ایک دوست صوفی صاحب داڑھی والے ہیں، ہوزری کا کاروبار کرتے ہیں، بہت نیک آدمی ہیں۔ صدقہ خیرات بھی کرتے ہیں۔ بہت اچھے تہجد گزار ہیں۔ کبھی کبھی آتے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ کشتہ صاحب! نماز بھی پڑھتے ہیں، تہجد بھی پڑھتے ہیں، کبھی رونا نہیں آیا۔ کبھی سوز پیدا نہیں ہوا۔ خشوع پیدا نہیں ہوا۔ کشتہ صاحب آ گئے کہ چلو! میں آج تمہیں فقیر سے ملاتا ہوں، وہ بتاتے ہیں تمہیں تہجد کیسے پڑھنی ہے۔ وہ آئے تو انہیں بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کا نسخہ بتا دیا کہا کہ دو رکعت ہی پڑھو لیکن ایسی پڑھو۔ انہوں نے پڑھیں۔ سویرے آ گئے اور ان (کشتہ صاحب) کے گھٹنے پکڑ لئے۔ کہنے لگے کہ کشتہ یار! اتنی عمر گزر گئی ہے لیکن آج تہجد پڑھنے کا مزا آیا ہے۔ انہوں نے بڑا کہا کہ میرے دفتر میں ذکر کیا کرو۔

نوافل کا یہ قرب ہے، جسے قربِ نوافل کہا جاتا ہے۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ (خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی لکھا ہے کہ قرب کے لئے نوافل بہت

ضروری ہیں۔تہجد کے نوافل سب سے مفید ہیں۔ویسے نمازوں کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں تا کہ وہ جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ہماری وہ نوافل کی وجہ سے دور ہو جائیں۔تہجد کا یہ فرماتے تھے کہ ایسے پڑھو۔زیادہ سے زیادہ ٹائم لو۔لمبے لمبے قیام، لمبے لمبے رکوع و سجود، اطمینان کے ساتھ۔اس میں جلدی نہیں ہونی چاہئے کہ رکعتیں پوری کرنی ہیں۔

پاس انفاس جو کریں گے اس سے سارا کچھ صحیح ہو جائے گا۔باباجیؒ نے لکھا بھی ہے کہ کبھی بھی حضوری والی نماز نصیب نہیں ہوسکتی جب تک پاس انفاس نہ کیا جائے۔جو لوگ پاس انفاس کرتے ہیں، انہیں ہی وہ نمازیں عطا ہوتی ہیں جن میں خیال اللہ کے سوا باہر نہیں جاتا۔

وَالْعَصْرِ ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (1)۔

وقت کی قسم! بے شک انسان خسارے میں ہے۔

وقت ضائع ہو جاتا ہے تو ضائع ہو گیا، چلا گیا۔اس کو Utilize کر لیں گے تو ریکارڈ بھی ہو جائے گا کہ ذکر کیا ہے، **اللہ اللہ** کیا ہے۔پیر کرم شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے ضیاء القرآن میں سورۃ العصر کی تفسیر میں یہ Point ایسے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں ہے کہ ایک مسلمان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا ہوا ہو۔نہ دنیا کا کام کر رہا ہو اور نہ اللہ کا ذکر کر رہا ہو۔فراغت اللہ نے دی ہے تو اللہ کا ذکر کرو۔ٹائم ایسے کیوں جائے؟ کیسٹ چل رہی ہے، آپ نے ایک گھنٹہ کچھ نہیں کیا، ایک گھنٹہ زندگی کا گزر گیا۔کیوں گزرا؟ انہوں نے لکھا ہے کہ اس کو بڑے جلی حروف سے لکھ کر اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔

---

(1) سورۃ العصر 103: آیات 2-1۔

ایک بزرگ کے بارے میں بھی ہے کہ وہ بازار جا رہے تھے۔ایک برف والا تھا جو برف بیچ رہا تھا۔برف تو پگھلتی ہے۔وہ نہیں رکتی۔وہ آوازیں لگا رہا تھا کہ اے لوگو!اس غریب پہ رحم کرو جس کا سرمایہ پگھلا جا رہا ہے۔جس کا سرمایہ نالی میں بہہ رہا ہے اس پر رحم کرو۔نہیں خریدو گے تو ضائع ہو جائے گا، بک جائے گی تو پیسے ہیں۔ وہ بزرگ وہیں کھڑے ہو گئے۔انہوں نے کہا: خدا کی قسم! سورۃ العصر کی تفسیر اس سے اچھی نہیں ہو سکتی۔یہ بات کہ اِنَّ الْاِنسَانَ لَفِیْ خُسْر۔یہ گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔جب کچھ نہیں کر رہے، ذکر بھی نہیں کیا تو نقصان میں چلا گیا۔وہ کیوں ضائع جائے؟ انگریز بھی یہ کہتے ہیں کہ

Nothing is ours, but time.

ہمارا کچھ نہیں ہے، صرف وقت ہے۔جب آئے تو کہیں کہ ہمیں کچھ نہیں ملا۔نہیں! ہمیں ٹائم ملا ہے۔اسے سالوں میں گن لو یا سانسوں میں گن لو، ٹائم ملا ہے۔ اسی کی Utility پر انجام ہو گا کہ اس کو کہاں صرف کیا؟ زندگی کہاں لگائی ہے؟ کیا کیا؟ اس پر ہے سارا کام۔

اللہ کا ذکر جو ہے اس کا حکم ہے کہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرو۔اب ہم نہیں کریں گے تو یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ کافر ہیں لیکن یہ ہے کہ اس کی برکتوں سے تو محروم ضرور ہو نگے۔اللہ کے ذکر سے منہ موڑیں گے تو یہ نہیں ملیں گی۔بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کر لو، لکھا جائے گا، ہر چیز ریکارڈ ہو جائے گی۔

جب رسول اللہ ﷺ معراج شریف پر گئے تو ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔وہ اپنی اولاد میں حضور علیہ السلام کی وہ شان دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ اپنی اُمت کو میرا سلام بھی کہنا اور پیغام بھی دینا۔سلام بھی آیا، پیغام

بھی آیا۔ پیغام یہ ہے کہ جنت کی زمین بڑی ذرخیز ہے۔اُمت کو پیغام دینا کہ اللہ کے ذکر سے اس میں باغات لگائے۔جنہیں زمین ایسے ملے اور انہوں نے کچھ نہیں لگایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے، کہتا ہے سبحان اللہ۔ایک پودا اس کی جنت میں لگا دیا جاتا ہے جس سے اللہ کی تسبیح اور اس کی شان بیان ہوئی ہے۔ جب بندہ اللہ اکبر کہتا ہے تو ایک مختلف قسم کا پودا وہاں لگا دیا جاتا ہے جس سے اللہ کی کبریائی کا اظہار ہوتا ہے۔ جیسے جیسے جن الفاظ سے یاد کرتا ہے، اس نوعیت کا ویسی صفات کا حامل ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔ ساری عمر لگاتے جاؤ، بڑی شان سے لگاتے جاؤ تو کیا بات ہے۔ واقعی وہ اس شان کا ہو جاتا ہے کہ گھوڑے پر بیٹھنے والا گھوڑے پر بیٹھے، تب بھی یہ ختم نہ ہو۔بات یہ ہے کہ باغ تو لگاؤ تاں۔ وسعت بناؤ، اس کو وسیع کرو۔ یہ جناب اُدھر سے سلام بھی آیا اور پیغام بھی آیا۔ میرے اچھے بیٹے! ٹائم ایسے ضائع نہ کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سُنَّۃَ اَبِیکُم ابراھیمؑ

یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بال جبریل میں لکھا ہے۔

موسم اچھا، پانی وافر، مٹی بھی ذرخیز
جس نے اپنا کھیت نہ سینچا وہ کیسا دہقان
اپنی خودی پہچان او غافل افغان!

انہوں نے اسی کی بات لکھی کہ پانی بھی ہو، زمین بھی ہو، پھر بھی اپنا کھیت نہ سینچے، وہ کیسا کسان ہے؟ اے غافل اپنی خودی پہچان۔ ایسا کچھ ملا ہوا ہے اور وہ ایسے ہی چلا جائے۔

محفل 14

حضور ﷺ انبیاء کے سردار ہیں۔ جو انبیاء ہیں وہ بھی خواہش کرتے تھے کہ کاش! ہم اس آخری نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت میں پیدا ہوں۔ اس کامل کا دور دیکھیں جب سب سے اچھا نبی آئے گا، جب سب سے اچھی کتاب آئے گی، جب سب سے اچھی اُمت پیدا ہوگی، جب سب سے اونچے اخلاق والا نبی آئے گا، اس کو ہم دیکھیں، کیسا ہے۔ اللہ نے اور تو کسی کو نہیں فرمایا:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ(1)۔

میرے پیغمبر! بے شک آپ ﷺ اخلاق کی سب سے اونچی سطح پر فائز ہو۔ یہ تو کسی کو نہیں کہا۔ صرف حضور ﷺ کو کہا۔ جو خود فائز نہیں ہوگا وہ اُمت کو کیسے سبق پڑھائے گا؟ اس کی اُمت میں ہی وہ خلق عظیم والے عامل آئیں گے، اس کی اُمت کے اُمتی ہوں گے۔ وہ اُمت بھی اللہ نے Special رکھی کہ یہ اُمت جو ہے یہ اس کی اُمت ہے۔ عالم ارواح میں طے ہو چکا تھا کہ یہ امت میرے نبی ﷺ کی ہوگی۔ اس میں وہ لوگ آئیں گے۔ دین اپنے کمال کو پہنچے گا۔ قرآن میں آیا:

(1) سورۃ القلم 68: آیت 4۔

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي(1)۔

سارے انسانوں کو خطاب فرمایا کہ جو دین حضرت آدم علیہ السلام سے آہستہ آہستہ آتا رہا، نیکی کی تعلیم چلتی رہی، وہ آج تم سب کیلئے پورا ہو گیا۔ نبی ﷺ کو نہیں کہا۔ سارے انسانوں کو فرمایا۔ دین پورا ہو گیا اور تمام نعمتیں جو میں تمہیں دینا چاہتا تھا، وہ آ گئیں۔ اب اسلام سے باہر دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی کہ فلاں نعمت اس میں نہیں ہے، یا ہے لیکن پوری نہیں ہے۔ تمام بھی ہو گئی ہیں اور پوری بھی ہو گئی ہیں۔

أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُم۔

کامل بھی ہو گئیں۔

وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي۔

نعمتیں پوری کی پوری ہو گئیں۔ کوئی ناقص نہیں رہیں کہ اِدھر اُدھر دیکھنا پڑے۔ دین مکمل ہو گیا۔ تمام دین کمال کو پہنچ گیا۔ اب مزید ضرورت ہی نہیں رہی۔ اب دین مکمل ہو گیا، کوئی چیز باہر ہی نہیں رہی۔ اب فرمایا کہ نہ کوئی اور نبی آئے گا، نہ کوئی اور کتاب آئے گی۔ یہ میرے رسول ﷺ کی رسالت جو ہے وہ قیامت تک کیلئے جاری ہو گئی ہے۔ نبوت دائمی ہو گئی ہے۔ باقی رسولوں کی نبوتیں ختم ہو گئیں۔ کوئی دو سو سال رہی، کوئی چار سو سال، کوئی پانچ سو سال، کوئی چھ سو سال، اس کے بعد نیا نبی آ گیا۔ لیکن اب میرا رسول ﷺ آ گیا ہے۔ رسولوں کا سردار آ گیا ہے۔ اب قیامت تک ان کی نبوت ہے۔ خاتم النبیین ہیں۔ نبوت ختم ہوئی، کار نبوت ختم نہیں

(1) سورۃ المائدہ 5: آیت 3۔

ہوا۔نبوت آپ ﷺ کی دائی ہوگئی ہے۔ وہ جاری ہوگئی ہے۔ میرے نبی ﷺ کی نبوت دائی ہوگئی ہے، یہ ختم نہیں ہوگی۔نبیین ختم ہوئے ہیں۔ خاتم النبیین فرمایا۔کوئی نبی نہیں آئے گا۔اب ایک ہی نبی ﷺ ہیں۔قیامت تک انہیں کا دور ہے۔انہیں کا ڈنکا بجے گا۔ ہر انسان جس کو فلاح چاہئے، جس کو آخرت میں کامیابی چاہئے، جس کو دنیا اور آخرت کی بہتر زندگی چاہئے، وہ میرے رسول ﷺ کے دامن کو پکڑ لے، اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

یہ مسلمانوں کا اعزاز ہے، مسلمانوں کیلئے یہ بہت بڑی نعمت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جیسے آقا ملے۔ہمیں اس ملک میں پیدا فرمایا۔ہمیں وہ تعلیم ملی جس میں ہر طرح کی راہنمائی ہے۔ ہمارے گھروں میں قرآن کی دو دو، چار چار کاپیاں پڑی ہیں، ان کو کھولیں، پوچھیں اس سے کہ اے اللہ کے کلام! ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ ہم نے کیا کرنا ہے؟ یہ نہیں ہے کہ جھوٹ بولے، چوریاں چکاریاں کر کے لے آئے اور کہنے لگے کہ لے آؤ میں قرآن اٹھاتا ہوں۔ یہ نہیں۔ یہ اس واسطے نہیں ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ جہاں سے مرضی کھول لو، آپ کیلئے احکام ہوں گے۔ یہ کام اللہ کو پسند ہیں۔ یہ اللہ پسند کرتا ہے۔ ان پہ یہ جرم لگا۔ یہ برے کام ہیں۔ یہ سزا ملے گی۔ اس بات سے کوئی ایک صفحہ بھی خالی نہیں ہوگا۔ یہ اس کا کام ہے۔ کچھ کرنے کے کام بتا دیے، انہیں اوامر کہتے ہیں۔انہیں نیکیاں کہتے ہیں۔ کچھ سے روک دیا کہ یہ نہیں کرنے، وہ نواہی ہیں۔وہ برائیاں ہیں، ان کو نہیں کرنا۔کوئی بڑے بڑے گناہ ہیں، وہ گناہِ کبیرہ ہیں۔کوئی چھوٹے چھوٹے ہیں، تھوڑی سی نیکی سے صاف ہو جائیں گے۔سارا قرآن یہی بتاتا ہے کہ کیا کرو۔اگر کرو گے تو کیا درجات ملیں گے۔ وہاں تک ملیں گے۔

انسان کا درجہ وہ فرمایا: معراج کا بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سارے آسمان طے کر گئے، سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ گئے تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اب آگے میں نہیں جا سکتا۔ میری حد یہ آ گئی۔ اس سے آگے جاؤں تو میرے پَر جل جائیں۔ اللہ کی تجلیات، اس کے جمال کی، اس کی نورانیت اتنی ہے کہ میرے پَر جل جائیں۔ میں ایک بال برابر بھی آگے جاؤں تو آگ لگ جائے گی۔ اس سے آگے جانے کی میری اہلیت نہیں ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ! اب آپ ﷺ نے جانا ہے۔ ان فرشتوں نے جنہوں نے انسان کو سجدہ کیا۔ انہیں مقام بتایا کہ انسان کا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے بعد انسان کا درجہ ہے۔ اس کے بعد فرشتے۔ علامہ نے بھی کہا:

ہمسایۂ جبرائیل امیں بندۂ خاکی
ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشاں

یہ بندہ خاکی جو ہے یہ ادھر کا نہیں ہے۔ یہ تو جبرائیل علیہ السلام کا ہمسایہ ہے۔ اِس پار کا نہیں، اُس پار کا۔ پرلی طرف والا۔ اِدھر والا نہیں۔ اللہ کی طرف بتایا کہ جو اُدھر ہے یہ وہ ہے۔ فرشتوں کے سردار سے اوپر آدمی کا مقام ہے۔ اس پر چلو تو یہ نبی پاک ﷺ کے پاؤں کے صدقے میں یہ مقام ملا۔

جب معراج سے واپس آئے تو مغرب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا کام کرتے ہو؟ میں جنت میں گیا تو تمہارے پاؤں کی آہٹ میرے آگے آگے آ رہی تھی کہ بلال رضی اللہ عنہ چل رہے ہیں۔ تم کیا کام کرتے ہو؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں اور تو کچھ نہیں کرتا، تھیۃ المسجد پڑھتا ہوں۔ جب میں وضو کرتا ہوں تو دو نفل ضرور پڑھتا

ہوں۔اللہ نے مجھے اپنے گھر میں آنے کی توفیق دی،اس کے لئے میں دو رکعت زائد پڑھتا ہوں۔ان خادموں کو یہ جگہ ملی کہ جہاں جہاں حضور ﷺ جا رہے ہیں،ان کے خادموں کے پاؤں کی آواز آگے آگے آرہی ہے۔یہ مقام رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے ملا۔پوری امت کو فرمادیا:

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ(1)۔

اے انسانو! تمام کے تمام۔میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔کسی رسول نے یہ نہیں کہا کہ میں ساری انسانیت کیلئے رسول بن کے آیا ہوں۔اب تک جتنے بھی آتے رہے،وہ اپنی اپنی قوم کی طرف آئے،یا اپنے اپنے قبیلے کی طرف آئے۔بنی اسرائیل کی طرف جو سارے آئے تو انہوں نے کہا کہ میں بنی اسرائیل کی طرف بچانے کے لئے آیا ہوں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کیلئے سب سے آخر میں آئے تو انہوں نے کہا کہ اب میں جاؤں گا۔میرا جانا ہی بہتر ہے کیونکہ میں جاؤں گا تو وہ آئے گا جس کے منہ سے اللہ براہ راست کلام کرے گا۔خدا اس کے منہ سے کلام کرے گا،وہ آئے گا۔میں جاؤں گا تو وہ آئے گا۔اس کا نام احمد ہے۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ(2)۔

اب ان کی باری ہے۔آپ ﷺ آگئے۔انہوں نے آکے کہا:

---

(1) سورۃ آل عمران 3: آیت 31۔

(2) سورۃ الصف 61: آیت 6۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعاً (1)۔

تمام کائنات کیلئے کہے گا کہ میں رسول ہوں۔ کسی قوم کے لئے نہیں، کسی فرقے کیلئے نہیں، کسی ملک کیلئے نہیں، پورے انسانوں کیلئے۔ اس کا کلمہ ہی اس بات پر ہے کہ جو لا الہ الا اللہ پڑھ لے گا، وہ بھائی ہے۔ رانے اور گجر کے تعلق سے بھائی نہیں ہے، یا میرے دادا کی اولاد سے بھائی نہیں ہے، جو کلمہ پڑھے گا وہ میرا بھائی ہے۔ اس بھائی چارے کی بنیاد ہی دین پر ہے۔ اس کی بنیاد اللہ کی محبت پر ہے۔ اس کی بنیاد اللہ کے رسول ﷺ کو ماننے پر ہے۔ وہ بھائی بنے گا۔ جس ملک کا ہے، وہ کالا ہے یا گورا ہے، خان ہے، پٹھان ہے، پشتو بولتا ہے، فارسی بولتا ہے، انگریزی بولتا ہے، جو اس کلمے کو پڑھ لے گا وہ میری امت کا فرد بن گیا۔ وہ بھائی بن گیا۔ اس کی بنیاد ہی یہ بنے گی۔ ساری انسانیت کو وہ ایک مرکز پہ اکٹھا کر دے گا۔

انہوں نے اس پہ اکٹھا کیا۔ وہ فارسی بھی آ گئے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔ بلال حبشی رضی اللہ عنہ بھی حبشہ سے آ گئے، کلمہ پڑھ کے سردار بن گئے۔ وہ عرب کے سردار جو کسی کو مانتے نہیں تھے، وہ بلال رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے: یا سیدی۔ یا سیدی بلال۔ وہ ان کو سیدی کہتے تھے۔ وہ اونچے خاندان والے عرب جو تھے وہ کالے حبشی کو سیدی کہہ کر بلاتے تھے۔ یہ ہمارے سردار ہیں۔ ان سے پیار کرتے۔ بچہ بچہ ان سے پیار کرتا۔ حضور ﷺ کی غلامی میں چلے گئے۔ باقی کسی کا پتا ہو یا نہ ہو، بلال رضی اللہ عنہ کا سب کو پتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کیسے آئے۔ اور سب کے دل میں پیار بھی تھا۔ بچوں کو نام بھی دیے۔ کتنوں کے نام بلال ہوں گے۔ یہ محبت کی بات ہے۔ ان کے دلوں میں

---

(1) سورۃ الاعراف 7: آیت 158۔

اللہ کے رسول ﷺ کی محبت داخل ہوگئی ،اللہ نے ان کی محبت سارے دلوں میں ڈال دی۔ ہر آدمی ان سے پیار کرتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ عاشق رسول ﷺ تھے۔ان کا مزار دمشق میں ہے۔ مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ایک دفعہ ہم وہاں گئے ہوئے تھے تو ہمیں پتا چلا۔اس سے پہلے ہمیں پتا نہیں تھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا روضہ کدھر ہے۔ وہاں ہم گئے تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مزار ایک ہی جگہ اکٹھا ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان ٹھیک نہیں تھی۔اشھد ان لآ الہ الا اللہ کی جگہ اسھد ان لآ الہ الا اللہ پڑھتے تھے۔ش نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن محبت والی بات جو تھی وہ سب سے اونچی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ وصال پا گئے تو پھر اذان نہیں دی، چھوڑ دی۔فرمایا: یار سامنے نہیں ہوتا تو مجھ سے اذان نہیں دی جاتی۔نہیں دی۔ دمشق چلے گئے اور ایک دفعہ واپس آئے۔رسول اللہ ﷺ خواب میں ملے،فرمایا: بلال! ہمیں چھوڑ کے چلے گئے ہو، آتے ہی نہیں ہو۔پھر وہاں سے بھاگے، مدینہ شریف آ گئے۔ سب نے کہا کہ اذان دے دیں۔انہوں نے کہا کہ میں نے نہیں دینی۔ پھر انہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سفارش ڈالی گئی۔ اُنہیں کہا گیا کہ آپ کہیں کہ اذان دیں۔ٹھکرا نہیں سکے۔کھڑے ہو گئے۔ جب اشھد ان محمد الرسول اللہ پر پہنچے تو غش کھا کر گر پڑے۔آگے صورت یار کی نظر نہیں آئی۔وہ محبت والے، پیار والے لوگ تھے۔ان میں اللہ کی محبت تھی،عشق تھا۔ ان کے نام بھی زندہ ہو گئے۔دنیا ساری جہاں بھی ہو،ان کو جانتی ہے۔

محفل 15

سالانہ دورہ کے موقع پر عاشق پور لسوڑی میں حلقہ ذکر سے فارغ ہوئے تو فرمانے لگے:

بعد میں بھی اس کا خیال رکھا کریں۔ ایک دوسرے کو اچھے کام کی ترغیب دیں۔ یہ حکم ہے کہ جس جس نیک کام کے لئے کوئی بھی بندہ سفارش کرتا ہے، اگلا بندہ عمل کرتا ہے تو اس (سفارش کرنے والے) کو بھی ثواب ملتا ہے کہ اس نے اچھے کام کی سفارش کی۔ نیک کام کے لئے، نماز پڑھنے کے لئے، ذکر کرنے کے لئے دعوت دینی چاہئے۔ یہ اللہ کا حکم ہے کہ سب کو بلاؤ۔ محفل ذکر میں اللہ کے لئے آؤ۔ مغرب کے بعد حلقہ ذکر شروع کریں جو عشاء سے پہلے ختم ہو جائے۔ ٹائم کی پابندی کریں۔ سارے مل کے کریں۔ ہمارے مرشد قبلہ انصاری صاحب ؒ نے بالکل مختصر سا ذکر کہا ہے۔ لمبا چوڑا نہیں ہے۔ لاالہ الا اللہ کی ایک دو تسبیح سب مل کر کرلیں۔ جوش و خروش سے کریں۔

یہ کلمہ طیبہ ہی تھا جس کی تلقین کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں آئے۔ اللہ کی توحید بتانے کے لئے، اللہ کی وحدانیت سکھانے کے لئے، اور اللہ کا ڈر دکھانے کے لئے آئے کہ یہی ہے اللہ کا ڈر، اسی سے سب کچھ ملتا ہے۔ نیکی کی توفیق

اسی سے ہے۔ برائی سے بچنے کی قوت بھی اسی سے ہے۔ دولت، عزت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ ہماری دولت اسی سے ہے کہ وہ عطا فرماتا ہے۔ اس کے ساتھ جڑنے کا ایک طریقہ ہے۔ تمام پیغمبر جو بھی آئے انہوں نے یہی کہا کہ

يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُهُ(1)۔

اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اسی کی بندگی کرو۔ اسی کو کہا کہ صراط مستقیم یہ ہے۔ سیدھا راستہ یہ ہے کہ اس کے در کو نہیں چھوڑنا۔ قرآن میں ہے:

وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ(1)۔

میرا ربّ بھی اللہ ہے۔ تمہارا ربّ بھی اللہ ہے۔ اس کی بندگی کرو۔ اسی کا نام صراط مستقیم ہے۔

اس کو چھوڑو نہیں۔ اِدھر اُدھر نہ ہٹو۔ یہ بھی کہ شرک کو ظلم عظیم کہا گیا ہے۔ اس سے بڑا ظلم اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ چیزیں سب اللہ نے دی ہوئی ہوں، پیدا اس نے کی ہوں، اس کا رزق کھائیں، اس کا ہی پانی پئیں، اور سجدہ کسی اور کے در پہ جا کے کریں۔ اللہ قرآن میں کہتا ہے کہ بتاؤ، انہوں نے کوئی چیز پیدا کی ہے جس کی وجہ سے تمہیں شک شبہ ہو گیا ہے کہ شاید یہ بھی خدا ہیں؟ کوئی چیز کائنات میں سے، جو کچھ نظر آتا ہے اس میں سے بتاؤ جس میں اللہ کے سوا کسی اور کا حصہ اسے بنانے میں ہو۔ کوئی نہیں ہے۔ اسی کے دَر کو پکڑو۔ اسی کو یاد کرو۔ ہمہ وقت اس کو یاد رکھو۔

---

(1) سورۃ ہود 11: آیت 84۔
(2) سورۃ مریم 19: آیت 36، سورۃ آل عمران 3: آیت 51۔

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: سب سے زیادہ محبت اللہ سے کرو کیونکہ تم پہ سب سے زیادہ احسان اس اللہ کے ہیں۔اس نے سب کچھ تمہارے لئے بنایا۔سب سے زیادہ محبت اس سے کرو۔اس کے بعد مجھ سے کرو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔میں اسی اللہ کا رسول ہوں جس کی اتنی مہربانیاں ہیں۔اسی اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ میں بھی اس کی مہربانیوں میں سے ایک مہربانی ہوں۔پوری انسانیت کے لئے ایک فضل ہوں۔اللہ نے فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً (1)۔

اللہ نے بہت کرم کیا، اپنا رسول ﷺ تمہارے طرف بھیج دیا۔

فرمایا: میں اسی کا بھیجا ہوا ہوں۔اس کے بعد تم مجھ سے محبت کرو۔اس کے بعد تمام انبیاء سے، صحابہ سے، پھر ساری انسانیت سے محبت کرو۔نبی پاک ﷺ کی حدیث قدسی ہے جس میں اللہ کہتا ہے: یہ مخلوق میرا کنبہ ہے۔میرا خاندان ہے۔جو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اسی کے ساتھ میں محبت کرتا ہوں۔ان کو دینے والا بنے، ان سے چھیننے والا نہ بنے۔غریبوں کے سر پہ ہاتھ رکھے، ان کا خیال رکھے، یہی اسلام کی تعلیم ہے۔اللہ کا ذکر کرو۔ساتھ جو غرباء، یتیم، مسکین ہیں ان کی خدمت کرو۔ یہ اللہ کا حکم ہے۔قرآن کے شروع میں بھی بتا دیا کہ

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (2)۔

متقین کے لئے ہدایت ہے۔کون ہیں؟

(1) سورۃ آل عمران 3: آیت 164۔
(2) سورۃ البقرہ 2: آیت 2۔

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ(1)۔

جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔اللہ ہے،فرشتے ہیں، جنت ہے، دوزخ ہے، یہ سب کچھ غیب ہے اس پہ ایمان لاتے ہیں اور یہ کہ سب کچھ ضرور ہونا ہے جو انبیاء نے بتایا ہے۔

وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ(1)۔

وہ ایمان کی بات تھی۔عقیدہ۔اس پر ایمان رکھنا ہے۔یہاں فرمایا اور نماز قائم رکھتے ہیں۔پہلا کام جو قرآن کے شروع میں کہا ہے جو کرنے والا ہے وہ نماز سے شروع ہوا ہے۔پہلی بات نماز قائم کرنی ہے۔خدا کے سامنے سر جھکا دیا،اس کو اپنا آقا تسلیم کرتے ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا: کفر اور ایمان میں فرق کرنے والی چیز نماز ہے۔ہم ہندوستان، پاکستان میں ایک جگہ رہتے ہیں۔ایک جیسے لباس ہیں،ایک جیسے ہیں۔ٹی وی پر بیٹھے ہوں تو کوئی بتا نہیں سکتا کہ ہندو کون ہے؟ مسلمان کون ہے؟ جب اذان ہوگی، مسلمان علیحدہ ہو جائے گا۔چل پڑے گا۔میرے آقا کی آواز آئی ہے:

حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ۔

اٹھ کر چل پڑے گا۔اس سے فرق معلوم ہوتا ہے کہ کون اہل ایمان ہے؟

نماز ایک ایسا فرض ہے جو کبھی معاف نہیں ہو سکتا۔جب تک آپ کے ہوش وحواس قائم ہیں یہ پڑھنی ہی پڑھنی ہے۔اس کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔جو چھوڑنے کی تعلیم دیتا ہے وہ خود بھی گمراہ ہے اور اپنے مریدوں کو اور اپنے چاہنے والوں کو بھی گمراہی کی طرف بلاتا ہے۔صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! جب قیامت کا دن ہوگا تو ہمیں آپ کی شفاعت کی اور محبت کی ضرورت ہوگی۔ہم آپ ﷺ کو کیسے

(1) سورۃ البقرہ2: آیت 3۔

ڈھونڈیں گے؟ پوری دنیا ہوگی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنی اُمت کو پہچان لوں گا۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! اربوں اربوں دنیا ہوگی، اگلی اور پچھلی ساری اُمتیں اکٹھی ہوں گی تو پھر کیسے پتا چلے گا؟ کیسے ڈھونڈیں گے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اُمت کے وضو کے جو اعضاء ہیں، نماز کے لئے جو ہاتھ، منہ دھوتے ہیں، یہ اعضاء چمک رہے ہوں گے۔ جیسے روشنی ہے ان کے چہرے بھی روشن ہوں گے۔ ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں بھی روشن ہوں گے۔ اس سے ہر امتی پہچانا جائے گا کہ وہ میرا امتی ہے۔ میں اس کو پہچان لوں گا۔ یعنی دنیا میں بھی پہچان فرمایا کہ نماز ہے۔ آخرت میں بھی پہچان فرمایا نماز۔

نماز میں جو منہ دھویا جاتا ہے اس کی نورانیت ہے۔ نماز کی نورانیت کیا ہوگی؟ یہ تو وضو ہے۔ وضو کی نورانیت اتنی ہوگی، ان کے اعضاء روشن ہوں گے۔ میں اپنی امت کو پہچان لوں گا کہ یہ میری امت ہے۔ اللہ کے سامنے سر جھکاتی ہے۔ اس کو قائم رکھیں۔ اس میں ساری برکتیں ہیں۔ اسی میں سارے فضائل ہیں۔ اسی میں سب کچھ ہے۔ اس کو کریں۔ ساتھ اللہ توفیق دے، زیادہ شوق ہے تو ذکر کریں۔ نماز کے لئے شوق کی بات نہیں ہے۔ یہ فرض ہے۔ یہ ہر ایک کو کرنا ہے۔ اس کے لئے شوق نہیں کہ شوق ہے تو پڑھ لو۔ جو فرائض ہیں وہ ہر ایک کو پڑھنے ہیں۔ ہر ایک سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ نوافل میں وہ ٹھیک ہے کہ آپ پڑھیں گے تو اللہ ثواب دیگا، نہیں پڑھیں گے تو اللہ پوچھے گا نہیں کہ کیوں نہیں پڑھیں۔ جو فرض ہیں اس کا پوچھا جائے گا کہ کیوں نہیں پڑھیں؟

ہمارے مرشد (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) سے کبھی

کوئی بھائی کہتا کہ میرے لئے دعا کریں میں نماز پڑھوں۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ نہیں، نماز کیلئے دعا نہیں ہوتی۔ جو اختیاری فعل ہے اس کے لئے دعا نہیں ہوتی۔ یہ آپ کے بس کی بات ہے۔ اس کے لئے کیوں دعا کی ضرورت ہے؟ دعا ہوتی ہے جو آپ کے اختیار میں نہ ہو۔ حج پہ جانا ہے، پیسے نہیں ہیں، بیمار ہیں، سو شرائط ہیں جو پوری ہوں گی۔ آپ دعا کریں کہ اللہ میاں حج نصیب فرمائے، وہ اس کے لئے تو دُعا ہے۔ نماز کیلئے دعا نہیں ہوتی۔ نماز آپ کے بس میں ہے۔ اذان ہوگئی، باقی جا رہے ہیں، آپ کیوں نہیں جا سکتے؟ آپ بھی جائیں۔ یہ بات آپ کے بس میں ہے۔ پڑھیں۔ جو کام آپ کے اختیار میں ہے اس کیلئے دعا نہیں ہوتی۔ دعا کا کہا جاتا ہے لیکن اصولی بات یہ نہیں ہے۔ کوئی ثابت کر دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا کرائی ہو کہ یا اللہ ہمیں نمازی بنا دے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کریں۔ ایسا نہیں ہے۔ فرض ہے، وہ پڑھتے تھے۔ اس کو قائم رکھیں۔ باقی یہ ذکر اذکار ہیں، یہ زائد ہیں۔ جس کو اعلیٰ درجات کا شوق ہے وہ کرے۔

ہر کام میں اعلیٰ درجات کی بات ہوتی ہے۔ دنیا میں روٹی، کپڑا، اور مکان انسان مانگتا ہے لیکن کوشش کرتا رہتا ہے کہ یہ روٹی اچھی سے اچھی ہو جائے۔ کپڑا اس سے اچھا پہنیں۔ مکان بھی اچھا ہو جائے۔ پہلے لسوڑی میں ہے پھر شجاع آباد میں بن جائے، پھر ملتان میں کہیں بوسن روڈ پر مکان بن جائے، لاہور میں ڈیفنس میں مل جائے۔ اچھے سے اچھے کی ہر آدمی کوشش کرتا رہتا ہے، اس میں بھی کرو۔ دین میں بھی کرو۔ اللہ نے حکم دیا ہے کہ نیکیوں میں سبقت لے جاؤ۔

فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ (1)۔

---

(1) سورۃ یٰسین 36: آیت 66۔

نیکیوں میں، بھلائی میں ایک دوسرے سے بڑھ جاؤ۔ کوشش کرو کہ آگے چلے جاؤ۔ تو یہ موقع ہے اس کا یہی طریقہ ہے۔ ذکر کثرت سے کریں اور نیکیاں دوسروں سے زیادہ کریں۔ ہر نیکی جو لکھی جارہی ہے اس کا اللہ تعالیٰ اجر بھی دے گا۔ اس کے ویسے درجات ہوں گے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک درجہ جنت میں ایسے ہو گا جیسے یہ زمین ہے اور دوسرا درجہ آسمان ہے۔ ایک درجہ اتنا اونچا ہو گا۔ اس کیلئے انسان کو اللہ تعالیٰ نے زندگی دی ہے، اس کیلئے اس کو بھیجا ہے۔ یہ دنیا اس لئے نہیں ہے کہ یہاں قیام اور پکا ٹھکانہ بنانا ہے، اور یہاں رہنا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: زندگی میں رہنا ایسے ہی ہے جیسے آدمی چلتے پھرتے کسی جگہ پہ تھوڑی دیر قیام کرلیتا ہے، تھوڑی دیر گزار کے چل پڑتا ہے۔ زندگی ایسے ہی ہے۔ کوئی درخت کے نیچے بیٹھنے والا آدمی وہاں مکان تو نہیں بنائے گا کہ یہاں گھنٹے دو گھنٹے ٹھہرنا ہے، مکان بنالیا۔ وہ تو کہے گا کہ ابھی چلے جانا ہے یہاں کیا بنانا ہے، تو عارضی طور پر بنائیں۔ نبی پاک ﷺ نے بلڈنگ بنائیں نہ کوئی محل بنائے۔ بنائے ہوتے تو وہ یہاں موجود ہوتے۔ نہ صحابہ نے بنائے۔ دنیا کی دولت، قیصر و کسریٰ کے خزانے یہاں جمع ہوگئے لیکن اسی طرح رہے۔ جیسے فقیر تھے ویسے ہی رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کی سیرت میں لکھا ہوا ہے کہ جب آپؓ جمعہ کے خطبہ کیلئے آتے، دنیا اکٹھی ہو جاتی۔ وہ شہنشاہ پچاس ساٹھ ملک جہاں آج بنے ہوئے ہیں یہاں تک ان کی سلطنت پھیلی ہوئی ہے، لکھا ہے کہ ان کے کپڑے پر پیوند لگے ہوتے تھے۔ جس لباس کو پہنتے اس پر پیوند لگے ہوتے۔ انہوں نے کبھی نہیں کہا کہ میرا پروٹوکول خراب ہوتا ہے، میں امیر المؤمنین ہوں، میں کپڑے

پہنوں، وہ ایسے ہی رہے۔ جو دولت ہاتھ آئی غریبوں پہ خرچ کی۔ ملک میں ایسا نظام قائم کیا کہ کوئی فقیر زکوٰۃ لینے والا نہ تھا۔ بیس تیس سال میں آدھی دنیا پہ مسلمانوں نے قبضہ کرلیا۔ ان کی حکومت بنی۔ اس میں ترقی کی۔ اپنی ذات میں ترقی نہیں کی۔ ذات کے مکانات نہیں بنائے۔ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب دے تو ایسے ہونا چاہئے۔

ہمارے باباجی رحمۃ اللہ علیہ اسی لئے فرماتے کہ یہ حکم ہے۔ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ آپ دنیا کو چھوڑ نہیں سکتے کہ اللہ اللہ کرنی ہے، دنیا کو چھوڑ دیں۔ ہمارے باباجی رحمۃ اللہ علیہ اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ کہتے تھے: نہیں! خوب کماؤ، خوب کھاؤ، خوب پہنو، خوب اللہ اللہ کرو۔ خوب محنت کرو۔ اپنے بال بچوں کو کھلاؤ۔ اچھا مکان بناؤ۔ کسی نے منع کر رکھا ہے؟ اللہ توفیق دے تو گاڑی بھی لو لیکن گاڑی جو ہے جب نماز کا ٹائم ہو جائے تو کھڑی ہو جائے۔ نماز کا وقت آ گیا ہے، کہیں گاڑی کھڑی کرو، نماز پڑھنی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ وہ چل رہی ہے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دولت جب نیک لوگوں کے ہاتھ میں آئے گی تو نیک کاموں میں صرف ہوگی۔ اللہ نے دیا جن لوگوں کو ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، اتنا پیسہ اللہ کی راہ میں دیا، مقام اور مرتبے بھی پائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بہت کچھ دیا، اعلیٰ مقام پایا۔ اعلیٰ درجات پائے۔

اب بھی اللہ اللہ کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا چھوڑ دی جائے۔ دنیا کا کام خوب اچھے طریقے سے کرنا ہے۔ ایمانداری سے کرنا ہے۔ دولت نہ ہو تو آدھا دین تو بیچ میں سے غائب ہی ہو جائے۔ روزے، صدقات، قربانی، عقیقے، حج، عمرہ، زکوٰۃ سب پیسے کی بات ہے۔ پیسہ نہ ہو تو آدھا دین تو غائب ہو جاتا ہے، صرف نماز

ہی رہ جائے گی، باقی کچھ نہ رہے گا۔تو خوب کمائیں، پیسہ لیں، اسے اچھے کاموں میں لگائیں۔دنیا میں خود بھی کھائیں، دوسرے انسانوں کی بھی مدد کریں جو آپ کے قریب ہیں۔یہ بہت بڑی نیکی ہے۔

ہمارے سلسلے میں یہ بھی نہیں ہوتا کہ دنیا چھوڑ دی جائے، بھاگا جائے۔اس کے اندر رہ کے، دنیا کے سارے حقوق، اللہ کے حقوق، حقوق العباد ادا کرتے ہوئے اللہ اللہ کرنی ہے۔فرمایا کہ مختصر کرو۔وظیفے اتنے لمبے لمبے نہیں کیے کہ راتوں کو جاگنا پڑ جائے۔نہ راتوں کو جاگنا ہے، نہ چلّے کاٹنا ہیں۔تھوڑا ذکر یہ جو کیا ہے **لا الٰہ الا اللہ** کا اتنا ہی کرنا ہے۔اس سے بھی تھوڑا۔روز آدھا گھنٹہ، پونا گھنٹہ لگے گا، جو آپ کو مناسب وقت لگتا ہے اس پہ کرنا ہے۔مغرب کے بعد کرلو۔عشاء کے بعد کرلو۔فجر کے بعد کرلو۔باقی چلتے پھرتے اپنے کام کاج کے دوران اللہ کا ذکر کرنا ہے۔یہ بتا دیا ہے اس کو آگے بھی بڑھائیں۔دوسرے لوگوں کو بھی لائیں۔وقت دینا پڑتا ہے۔اس سے اچھا وقت اور کوئی نہیں ہے جو ہم اللہ کیلئے لوگوں کو راستے پہ لگائیں۔ان کو دعوت دو۔ان کی اصلاح ہو جائے گی یہ صدقہ جاریہ ہو جائے گا۔جس فیملی کی اصلاح ہو جائے گی، وہ بچے ٹھیک ہو جائیں گے، ان کا خاندان ٹھیک ہو جائے گا، انہوں نے آگے دعوت دی تو آپ کو بھی ثواب پہنچتا رہے گا کہ فلاں آدمی نے یہ کیسٹ 'الف اللہ چنبے دی بوٹی' والی گھر میں لگائی ہے۔اس کی وجہ سے ہمارے بچے ٹھیک ہو گئے۔آگے اللہ نے توفیق دی نمازی بن گئے، قرآن پڑھنے والے بن گئے، تو اس دعوت کو آگے بڑھانا ہے۔

محفل 16

میرے بھائیو، میرے بیٹو! ٹائم ہے۔ وقت ہے۔ اسی لئے اللہ نے دیا ہے۔ مہلت دی ہے۔ سورۃ الملک میں آتا ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا(1)۔

زندگی اور موت اس لئے پیدا کی ہے کہ تمہارا امتحان ہے۔ کون بہترین عمل کرتا ہے؟ کون فرسٹ آتا ہے؟ کون سیکنڈ آتا ہے؟ امتحان کا نتیجہ نکلتا ہے تو سب کو یہی ہوتا ہے کہ کس نے سارا سال کارکردگی کتنی کی؟ کیسا پڑھا؟ کتنی محنت کی؟ آج اس کا رزلٹ نکلے گا۔ موت وحیات اللہ نے کہا کہ اس لئے بنائی ہے۔ یہ ہمارا ٹیسٹ ہے۔ آزمائش ہے کہ اس وقت کو ہم کیسے طے کرتے ہیں۔

انسان کے علاوہ ہر مخلوق بندھی ہوئی ہے۔ وہ چڑیا ہو، بیل ہو، ہاتھی ہو، شیر ہو، جو مرضی ہو، اللہ نے ان کی جو ڈیوٹی لگا رکھی ہے اس کو وہ بدل نہیں سکتے۔ جیسی زندگی لاکھ سال پہلے تھی آج بھی ویسی ہے۔ لاکھ سال بعد بھی ایسی ہی رہے گی۔ یہی کھائیں گے، یہی پئیں گے، کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ لیکن انسان جو ہے اس کو آزادی دی

---

(1) سورۃ الملک 67: آیت 2۔

ہے، اس کو عقل دی ہے، اس کو فراست دی ہے، اس کو عقل کے استعمال کی آزادی دی ہے، یہ خود اپنی عقل سے فیصلہ کرے گا کہ کس راستے پہ چلنا ہے۔ پیغمبر ﷺ سے کہا کہ آپ بتادیں، یہ میری تعلیم ہے۔ مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے۔ یہ سب اللہ نے پیدا کیا ہے۔ مرو گے پھر اعمال ہوں گے۔ بس یہ بتادو۔ کھینچ کے ان کو نہیں لانا۔ زبردستی نہیں کرنی۔ یہ عمل اپنی سوچ سے کریں گے۔

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا(1)۔

ہم نے تفصیل بتادی ہے۔ آگے ان کا کام ہے کہ یہ کفر کا راستہ اختیار کرتے ہیں یا شکر کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ اس پہ آجاؤ۔ یہ ہمارا امتحان ہے۔ اس میں ہر انسان کا باری باری امتحان ہے۔ تھوڑی ہے، زیادہ ہے، اچھی زندگی گزارو۔ طے کرنے میں دیر نہیں لگتی۔

ایک جنگ ہو رہی تھی۔ تلواروں کی جنگ آمنے سامنے ہوتی تھی۔ فوجیں آمنے سامنے تھیں۔ اُدھر سے ایک کافر آیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کے سلام کیا۔ کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں مسلمان ہو جاؤں، جنگ لڑوں، اور میں شہید ہو جاؤں تو کیا جنت میں جاؤں گا؟ فرمایا: ہاں بالکل جاؤ گے۔ جنت میں جاؤ گے۔ اس نے کلمہ پڑھا، مسلمان ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد لڑائی ہو گئی اور وہ شہید ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: تم ایسا بھائی دیکھنا چاہتے ہو جس نے نہ کوئی نماز پڑھی، نہ روزہ رکھا، نہ زکوٰۃ دی، نہ قربانی دی، نہ حج کیا، نہ کوئی عمرہ کیا، وہ جنت میں چلا گیا۔ فرمایا: اس کو دیکھ لو۔ دس منٹ میں ہی کام پورا ہو گیا۔ راستہ یہ ہے۔ جب نیت کر

(1) سورۃ الانسان 76: آیت 3۔

لی تو راستہ دس منٹ میں طے ہو گیا۔ کوئی کام نہیں کیا۔ دس منٹ میں ہی اپنی منزل پا گئے۔ اللہ کے پاس جنت میں داخل ہو گئے۔

نیت صحیح کر لیں، کوئی پتا نہیں کس وقت آ جائے۔ اللہ نے بھی کہا ہے کہ توبہ جب تک آخری وقت نہ آ جائے، فرشتے نظر نہ آنے لگ جائیں، جنت دوزخ نظر نہ آنے لگ جائے، اس وقت سے پہلے جب بھی میرا بندہ توبہ کرے گا، میرا در کھلا ہو گا۔ میں سارے گناہ یکسر معاف کر دوں گا۔ کیسی ہے اللہ کی رحمت؟ بندے کو تو نہیں پتا، اللہ سب جانتا ہے۔ کئی بندے ایسے تھے جو بالکل زندگی کے آخری دور میں آ کے بدلے۔ جتنا وقت تھا جئے، خاتمہ بالایمان ہو گیا۔

اللہ کہتا ہے کہ توبہ کرو، میں سارے اگلے پچھلے معاف کر دوں گا۔ ہمارے باباجی رحمۃ اللہ علیہ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کہتے تھے کہ جب کوئی انسان توبہ کرے، جب بھی توبہ کرو تو پھر دماغ سے بھول جاؤ کہ میں نے گناہ کیا ہے۔ یقین کر لو کہ معاف ہو گئے۔ پرانی کاپیاں اُنہوں نے پھاڑ دی ہیں۔ نئی کاپی دے دی ہے۔ یہ کوری کاپی ہے، اب اس کا دھیان رکھنا۔ حج کر کے آئے تو حکم ہے کہ سارے معاف ہو گئے، اب حج کو سنبھال کے رکھنا۔ نئی کاپی مل گئی ہے، اس کو سنبھال کے رکھو۔ اب اس کو داغدار نہیں ہونے دینا۔ یہ نہ ہو کہ پھر وہی کام شروع ہو جائے۔ اس کو سنبھال کے رکھے۔ اب دوبارہ وہ نہ کرے۔ موت کا کیا پتا کہ کب آ جائے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ بالکل اس (گناہوں میں گزری زندگی) کو بھول جانا چاہئے، پھر خیال رکھو۔

ایک روایت مشہور ہے کہ ایک آدمی نے ننانوے قتل کئے تھے۔ وہ مولوی

کے پاس گیا کہ میں نے ننانوے قتل کئے ہیں، میری بخشش ہو سکتی ہے؟ کہنے لگا: ننانوے قتل۔ توبہ تو بہ اب تو تیرا کوئی چانس نہیں۔ اس کو بڑی مایوسی ہوئی کہ میں تو توبہ کرنے نکلا تھا، مجھے راستہ نہیں پتا۔ اس نے اسے بھی قتل کر دیا کہ چلو Century پوری کر لیتے ہیں۔ بڑا پوچھا کہ اب کیا ہو سکتا ہے؟ کسی نے بتایا کہ کسی اللہ والے کے پاس جاؤ جو حضور ﷺ کی دعوت کا پیغام دینے والا ہو۔ اس کے پاس جاؤ۔ اسے نام اور پتا بتایا گیا کہ فلاں جگہ ہے۔ یہ چل پڑا۔ اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ راستے میں ہی اس کی موت کا وقت ہو گیا۔ موت ہو گئی۔ فرشتے آ گئے۔ دوزخ والے بھی آ گئے اور جنت والے بھی آ گئے۔ وہ کہیں کہ ہمارا بندہ ہے، نیکی کی طرف جا رہا تھا، وہ کہیں کہ کام اچھا کوئی نہیں کیا یہ اُدھر نہیں جا سکتا۔ انہیں کہا گیا کہ تم زمین ناپو۔ جس طرف جانا تھا، اس کی سرحد میں چلا گیا ہے یا اِدھر ہے۔ زمین ناپی گئی تو اُدھر ہی چلا گیا تھا، فرمایا: ٹھیک ہے۔ اس کو جنت میں جانے دو۔ اس کی نیک نیتی اس جگہ پر پہنچ گئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری نیتوں کو دیکھتا ہے۔ یہ ٹھیک ہو جائیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ سارے معاف کر دیتا ہے۔ اسی لئے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کہتے کہ توبہ کر لی تو بھول جاؤ کہ تم نے کئے، وہ یاد رکھنا کہ میں پھر بھی گنہگار ہوں، یہ ٹھیک نہیں ہے۔ توبہ کر لی، مرشد کے ہاتھ پہ بیعت کر لی۔ سب سے پہلا قدم جب کسی پیر فقیر کے پاس جاؤ تو توبہ کا ہوتا ہے۔ ہمارے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے تھے کہ پہلے اس کو دو نفل توبہ کے پڑھاؤ پھر بیعت کراؤ۔ اللہ میاں مجھے معاف کر دے، اب میں ٹھیک چلوں گا۔ پھر بھول جاؤ کہ میں نے کئے ہیں۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کہتے کہ کیوں نہیں مانتے؟ اللہ کہتا ہے کہ میں نے معاف کر دیئے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ایسے ہے جیسے ماں کے پیٹ سے آج پیدا ہوا

ہے۔نہ اللہ کی مانتے ہو، نہ رسول ﷺ کی مانتے ہو؟مانو۔جب وہ کہہ رہے ہیں نہیں کیا ہےتو بھول جاؤ کہ میں نے کئے تھے۔یاد رکھو کہ اب یہ اللہ کا راستہ ہے۔اس پر ایسے چلنا ہے۔کون سا مشکل کام ہے۔نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، اور مخلوق خدا سے اچھا سلوک کرو،سختی نہ کرو۔کسی سے چھیننے والے نہ بنو، کچھ دیا کرو، دینے والے بنو۔

اشفاق احمد زاویہ پروگرام لکھا کرتا تھا،فوت ہو گیا۔اس کی کتابیں آ گئی ہیں۔زاویے۔اس کا بابا تھا۔شاید اس کا نام نوروالا تھا۔اشفاق احمد کہتا ہے کہ میرے نوروالا گوجرانوالہ میں کسی بندے کو ملنے جایا کرتے تھے۔میری پرانی سی گاڑی تھی، میں انہیں لے جایا کرتا تھا۔گوجرانوالہ گئے۔ان کو ملے۔جب واپس آنے لگےتو گاڑی میں بیٹھے تھے۔ایک فقیر مانگنے والا آ گیا کہ سائیں مجھے کچھ دے دو۔وہ بھلا زمانہ تھا۔روپے کے آنے، پیسے ہوا کرتے تھے۔ٹکا، پیسہ دیتے تھے۔نوروالا نے اسے روپے کا نوٹ دے دیا۔اس وقت روپیہ کون دیتا تھا؟ مزدور کی دیہاڑی دو روپے ہوتی تھی۔کہنے لگے: سائیں! سچی بتاؤ کہ آج کتنے پیسے کمائے ہیں؟ اس نے کہا کہ دس،بیس روپے کمائے ہیں۔نوروالا اس فقیر سے کہنے لگے کہ اللہ کے نام پر کمائے ہیں ناں؟ کہتے کہ اللہ کا واسطہ دیتے ہو ناں کہ اللہ کے واسطے دو؟ وہ فقیر کہنے لگا کہ ہاں۔ اسے انہوں نے کہا کہ آج تیری آمدن ٹھیک ٹھاک ہوئی ہے۔مزدور تو سارا دن کسی پر کام کر کے بھی دو روپے کماتا ہےتو نے دس روپے کمائے ہیں۔تو بھی اس میں سے اللہ کے نام پر کچھ دے دے۔اللہ کے نام پر کمائے ہیں تو تم بھی اس میں سے اللہ کے نام پر کچھ دے دو۔اس نے تو ساری عمر یہ نہیں کیا تھا۔مولوی، پیر، فقیر سارے لینے والے یار ہیں، اللہ کے راستے میں کچھ دیا نہیں ہوتا۔وہ سوچ میں پڑ گیا کہ مجھے یہ بابا

کس رستے لگا رہا ہے؟ اس سے کہا کہ دے دو۔ تم نے خدا کے نام پر مانگے ہیں۔ کتنے سارے پیسے ہیں۔ تم سے اور کئی غریب ہیں۔ کسی کو دے دو۔ بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔ ساتھ جلیبیوں کی دکان تھی۔ دو روپے کی جلیبیاں لیں، ان کے پوڑے بنوائے، مزدور جا رہے تھے کہ ان کے پاس گیا کہ میں آج یہ تقسیم کر رہا ہوں، تم بچوں کے لئے لے جاؤ۔ وہ لے گئے۔ وہ فقیر پھر پریشان ہو گیا کہ آج میں کون سی حرکت کر بیٹھا ہوں۔ بابا نے اس سے کہا کہ ادھر آ۔ تم سر ڈال کے کیوں بیٹھے ہو؟ تم تو ساری عمر مانگتے تھے، کبھی کسی کو پیسہ دیا نہیں تھا، ہمیشہ سے منگتے تھے، آج میں نے تمہیں داتا بنا دیا ہے۔ آج میں نے تمہیں دینے والوں میں سے بنا دیا ہے۔ تم سر اٹھا کے رکھو۔ خدا کے واسطے سے تم نے پیسہ لیا تھا، اس کے دیے میں سے تم نے دیے اور تم دینے والے بن گئے ہو۔ آج تمہیں منگتے سے داتا بنا دیا ہے۔ سر اٹھا کے چلو۔ مطلب یہ کہ دینے والے بن جائیں۔ اللہ نے تھوڑا دیا ہے تو تھوڑا خرچ کرو۔ زیادہ ہے تو زیادہ خرچ کرو۔ دیتے رہو۔

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ (1)۔

دینے والوں میں نام رہنا چاہئے۔ چلو تھوڑا ہی دیا، سو روپے میں سے دو روپے ہی دے دیے۔ پانچ، دس روپے تو کسی غریب، بیوہ کے ہاتھ پر رکھ سکتے ہو کہ باجی لو، یہ لو۔ بچوں کے لئے کوئی چیز لے جانا، تو اس میں بھی نام رہے گا۔ اللہ پیسے نہیں گنتا۔ وہ دل میں جو پیار ہے اس کو دیکھتا ہے۔ میرے ساتھ محبت کتنی ہے؟ مخلوق کے ساتھ پیار کتنا ہے؟ یہ اللہ اللہ کرتے رہیں تو دل بھی نرم رہے گا۔ ساری نیک

(1) سورۃ البقرہ 2: آیت 3۔

روحیں بھی ساتھ رہیں گی۔اللہ کا سلام، پیار بھی رہے گا۔اللہ صلوٰۃ والسلام بھیجنے کا بھی کہتا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهٗ(1)۔

اللہ کہتا ہے کہ تم پر بھی میں صلوٰۃ والسلام بھیجتا ہوں۔

يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ(1)۔

سورۃ الاحزاب میں ہی یہ آتا ہے کہ کثرت سے ذکر کرو، میں بڑا مہربان ہوں۔تم پر میں اور فرشتے درود بھیجتے ہیں تا کہ تمہیں اندھیروں سے نکال کرا جالے کی طرف لے جائیں تو وہ ہمیشہ ساتھ بھی دیتے ہیں۔یہ کرو بس۔پریکٹیکل چیز ہے۔عملی چیز ہے۔

فَاذْكُرُوْنِيْ أَذْكُرْكُمْ(2)۔

مجھے یاد کرو، میں بھی یاد کروں گا۔تم ایک دفعہ یاد کرو، میں دس دفعہ یاد کروں گا۔تعلق ہے۔یہ تعلق ہی مرشد رب سے جوڑ دیتا ہے۔کرنا آپ نے خود ہی ہے۔وہ بتا دے کہ آپ نے کیا کرنا ہے۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی
مرشد من مرے وچ لائی ہُو
نفی اثبات دا پانی ملیا
ہر رگے ہر جائی ہو

(1) سورۃ الاحزاب 33: آیت 43۔
(2) سورۃ البقرہ 2: آیت 152۔

وہ بتا دیتا ہے کہ یہ نفی اثبات کا ذکر کرو۔ وہ کہتا ہے کہ بیٹا! یہ پودا جو تمہیں دے دیا ہے ناں، بڑا مہنگا پودا ہے۔ اس پر خوشبو دار پھول لگتے ہیں ۔ اس کو سنبھال کے رکھنا۔ روزانہ اسے نفی اثبات کا پانی ڈالنا ہے:

لا الہ الا اللہ۔ لا الہ الا اللہ۔

اسے روز نفی اثبات کا پانی دینا ہے۔

نفی اثبات دا پانی ملیا
ہر رگے ہر جائی ہُو
اندر بوٹی مُشک مچایا
جاں پھلن تے آئی ہُو

اس پر اللہ کی محبت کے پھول لگے، روح مست ہوگئی۔

جیوے مرشد کامل باھو
جیں ایہہ بُوٹی لائی ہو

جس سوہنے مرشد نے یہ بوٹی لگائی، اللہ اسے سلامت رکھے۔ ہمیں یہ تحفہ دے گیا۔ تو یہی ایک بات ہے۔ تھوڑی سی محنت ہے، کرتے رہو۔ ہر کام میں برکت ہو جاتی ہے۔ نام برکت والا ہے ناں۔ ثنا پڑھتے ہیں کہ

سبحانک اللھم و بحمدک و تبارک اسمک۔

تیرا نام ہی برکت والا ہے۔ نام برکت والا ہے۔ جہاں بھی پڑھیں گے برکت ہوگی۔ یہ دل میں بسے گا، دل میں برکت ہوگی۔ دماغ میں جائے گا، جس گھر میں جائے گا، وہاں برکت ہوگی۔ اس کو پڑھتے ہوئے آپ فصل بوئیں گے تو اس میں بھی برکت ہوگی۔ برکت والا نام ہے۔ اسے کرو۔ ہر جگہ برکت ہوگی۔ ان شاء اللہ۔

محفل 17

واقعہ کربلا کے حوالے سے بات ہوئی تو فرمایا:

کسی بزرگ کا قول تھا کہ اگر ہماری تلواریں لہولہان نہیں ہوئیں تو ہم اپنی زبانیں کیوں لہولہان کریں؟ اگر ہم اُس دور میں ہوتے تو ہم نے کسی نہ کسی کا ساتھ تو دینا ہی تھا۔ صحابہ جو بٹ گئے، ہم کیا ہیں؟ ہم نے بھی بٹ ہی جانا تھا۔ سیاسی قسم کا اختلاف تھا تو اس میں تقسیم ہو ہی جانا تھا۔ اس دور میں کہتے ہیں کہ کوئی نوے ہزار کے قریب لوگ ان جنگوں جمل اور صفین میں شہید ہوئے تھے۔ اسے ابھارا نہیں جاتا لیکن ہے ایسے ہی۔ وہ کہتے ہیں کہ چلو ہماری تلواریں لہولہان نہیں ہوئیں، ہم آزمائش سے بچ گئے۔ وہ اللہ کے پاس پہنچ گئے، اس میں جو سچا جھوٹا تھا وہ فیصلہ بھی ہو چکا، وہ اپنی اپنی جگہ پہنچ بھی گئے، اگر ہم خواہ مخواہ کوئی خلاف بات کریں گے تو مواخذہ ضرور ہو گا۔ وہ ٹھیک تھے، ہم نے برا کہا ہے تو ضرور مواخذہ ہوگا کہ ہمارا اچھا بندہ تھا تم نے اس کو یوں کہا ہے۔

جن کو شوق ہو ایسے مناظروں کا وہ تو چاہتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی بات چھڑ ہی جائے۔ ان کو اس میں مزا آتا ہے۔ ہے تو ایسی ہی بات کہ ہمیں اگر اس میں پیدا نہیں کیا تو ہمیں بات کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ اللہ کے پاس پہنچ گئے، فیصلہ بھی ہو گیا،

جہاں جہاں جس کا مقام تھا، انہیں مل گیا۔ اب وہ دین آپ کے پاس ہے، آپ اچھے بن کے رہیں، اس پر بہتر عمل کر کے دکھائیں۔ وہی قانون ہے، وہی آئین ہے، وہی قرآن آپ کے پاس ہے۔ اب آپ کا ٹائم ہے۔ اب ہماری آزمائش ہے کہ ہم بھلا کیسے زندگی بسر کرتے ہیں؟ کسی نے غلط بھی کیا تو آپ صحیح کریں۔

جن کو ان باتوں میں چسکا ہوتا ہے وہ یہ کرتے رہتے ہیں۔ کسی بزرگ کا ہی قول تھا اور بڑا اچھا تھا، نصیحت آموز تھا کہ ہم اگر اُدھر ہوتے تو ہم نے بھی بٹ ہی جانا تھا۔ ہمیں اس دور میں پیدا نہیں کیا، ہمیں اللہ نے آزمائش میں نہیں ڈالا۔ اس میں سیاسی پہلو تھا کہ وہ نمازیں بھی اکٹھی پڑھتے تھے اور جنگ بھی لڑتے تھے۔ کسی نے ان کی مسلمانی میں بھی شک نہیں کیا، نہ کفر کے فتوے دیئے۔ اب یہ کہ اس کو لمبا کرنے کا کیا فائدہ؟

مخاطب نے عرض کیا: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اس میں یہ موقف ہے کہ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کے حقائق تک نہیں پہنچا جا سکتا کہ کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ اس کے جواب میں فرمایا:

ہاں جی۔ یہ واقعہ اتنی دور ہوا۔ یہاں ایک واقعہ کل ہوا تو آج جنہوں نے دیکھا، اس کی Statements دیں تو یہ بھی بڑی مختلف ہوتی ہیں۔ جو لوگ حاضر تھے، ان کے سامنے ہوا، ان کے بیان لیں تو یہ بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اس کا صحیح معلوم کرنا اتنا مشکل ہوتا ہے۔ یہ تو پھر اتنی دور ہوا، جو وہاں تھے ان سے کوئی بیان منسوب ہی نہیں ہے۔ باہر کے لوگ ہیں جنہوں نے صدیوں بعد واقعات کربلا لکھے اور اس کو بیان کیا، اس پر کیا کہیں؟

مخاطب نے کتاب 'خلافت معاویہ و یزید' کی بات چلائی کہ اس کا مصنف

بڑے دعوے سے یزید کے حق میں لکھتا ہے۔اس پر فرمایا:

کئی لوگوں نے اس کو بڑا Appreciate کیا کہ ایک ایسی بات جوصدیوں سے چلی آرہی تھی ،اس پر کوئی آدمی بولتا نہیں تھا۔اس نے بڑا دعوے سے کہا کہ میں نے اس میں کوئی ایک لفظ بھی اپنی طرف سے نہیں لکھا۔ سارے حوالے دیئے ہیں کہ فلاں کتاب ،فلاں جگہ سے چھپی ہوئی ،اور Court میں اس پر کیس چلاتو اس نے وہاں بھی یہی کہا کہ میں نے اپنی طرف سے کوئی بات Add نہیں کی ۔اس کتاب کو پڑھ کے ایک نئی تصویر ابھرتی ہے،اس میں کئی باتیں ہیں: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا آنا ،فیملی کے لوگوں کا ساتھ آنا ۔جہاد پہ تو ایسے فیملی کواور بال بچوں کو ساتھ لے کر نہیں جاتے ۔یہ کہ یزید کے ساتھ جنگ کے لئے جارہے ہیں اور بچوں کو ساتھ لے کر جارہے ہیں۔

اس نے لکھا ہے کہ اس وقت کے اکابر صحابہ نے اور سب نے کہا کہ آپ کوفیوں کونہیں جانتے ۔کوفیوں کے بارے میں مشہور ہے: **کوفی لا یوفی**۔کوفی وفا نہیں کرتا ۔ان کی بے وفائی مشہور ہے،ضرب المثل ہے ۔اُن کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں بنوامیہ کے ساتھ ہیں ۔نہیں مانے ،حفظ ما تقدم میں پہلے بھائی مسلم کو بھیجا کہ جاؤ دیکھ آؤ کہ کیا واقعی احوال ایسے ہیں؟ پہلے دن ہی اٹھارہ بیس ہزار بیعت ہو گئے ۔انہوں نے کہا کہ یہ تیار ہیں ۔انہوں نے جو خط لکھے ہیں کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے، آپ آئیں ۔اب ظاہر ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے کسی کی بیعت نہیں کی آپ آجائیں، ہم آپ کی بیعت کر لیتے ہیں ۔ہماری اصلاح کے لئے آپ رضی اللہ عنہ امیر بن جائیں ۔اس بات پر بھی یہ کہتا ہے کہ Basically اسلام میں ایسی کوئی بات نہیں، جس کی بیعت ہو جائے بس وہی ہے ۔دوسرا کوئی بھی اُٹھے اُسے کاٹ دو۔

جہاں امت کے اتحاد کی بات ہوتی ہے وہاں ایک بندے کی جان سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی جو کمیٹی بنائی اس کو تلوار ساتھ دے کے بھیجا تھا کہ جو اختلاف کرے اس کا سر اتاردو، کوئی بھی ہو۔مطلب یہ کہ سب نے تیار ہو کے نکلنا ہے کہ ہمارا متفقہ فیصلہ ہے کہ ہم نے اس کو بنایا ہے۔یہ نہیں کہ میرا اس میں یہ اختلاف ہے۔امت کا اتحاد جو ہے اس میں ایک آدمی کوئی معنی نہیں رکھتا۔عوام کی نفسیات سے حکمرانوں کی نفسیات بڑی مختلف ہوتی ہے۔

یہ لکھتا ہے کہ امت کے اتحاد میں یہ کوئی بات نہیں ہے کہ کوئی ایک آدمی مر جائے۔اس نے کہا کہ جس کی بیعت پہلے ہوتی ہے، اس کو ہی قائم رکھا جاتا ہے۔بعد میں کوئی بھی اٹھے اس کی بات نہیں ہے۔جس کی بیعت ہو چکی ہے، اس کی خلافت قائم ہو چکی ہے، اب اس کا تقاضا ہے کہ اس کو قائم رکھا جائے۔

یہ بات کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ اگر جانا ہے تو بچوں کو ساتھ نہ لے کر جائیں۔اگر جانا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ جائیں۔مسلم نے کہا کہ آپ آجائیں یہاں سب تیار ہیں۔ وہاں دوسرا گورنر آ گیا، اس نے ڈنڈا کھڑکایا تو سب بھاگ گئے۔دوبارہ انہوں نے پیغام بھیجا کہ آپ یہاں نہ آئیں، حالات بدل گئے ہیں، سب بھاگ گئے ہیں۔آپ کو راستے میں پیغام مل گیا، آپ نے یہ نہیں کہا کہ میں کسی جنگ کے لئے جا رہا ہوں۔یہی کہا کہ مجھے ان لوگوں نے بلایا ہے، اس لئے میں جا رہا ہوں۔یہ خطوط ہیں، اس کے لئے میں جا رہا ہوں۔ Clear cut لکھا ہے کہ میں کسی کی حکمرانی گرانے کے لئے نہیں جا رہا۔ان کے ساتھ اہل خانہ تھے، بچے تھے، بہتر (72) کل تھے تو لڑنے والے یہی کوئی چالیس پچاس ہی ہوں گے، ان کا تو فوج کے ساتھ مقابلہ نہیں تھا۔اس دور میں اتنی کمزور تو اسلامی حکومت نہیں ہو گی، آدھی دنیا

پران کا ڈنکا بجتا تھا۔ ایسے حالات تو نہیں تھے کہ آپ جا کر اسے گرا سکتے تھے۔ آپ کو تو آنے کی دعوت ملی تھی، پیغام ہی تھا کہ آپ آجائیں۔ اس لئے بچے بھی ساتھ تھے۔

راستے میں پیغام مل گیا کہ کوفے والے بدل گئے ہیں اور ساتھ وہ فوج والے آ بھی گئے۔ انہیں دکھایا کہ میرے پاس یہ خطوط ہیں۔ انہوں نے مجھے بلایا ہے تو میں جا رہا ہوں۔ پہلی بات یہ کہی کہ مجھے کوفہ جانے دیں۔ اگر نہیں تو مجھے واپس بھیج دیں، میں واپس چلا جاتا ہوں۔ واپسی کا بھی تھا یہ دوسری بات تھی۔ تیسری بات یہ بھی کی کہ اگر اس بات کا بھی خدشہ ہے کہ یہ وہاں جا کے سازش کرے گا تو مجھے جہاں سرحدوں پر جہاد ہو رہا ہے تو وہاں بھیج دیں، میں وہاں کہیں شہید ہو جاؤں گا۔ میں ادھر عوام میں نہیں رہوں گا جہاں بغاوت پھیلانے کا خطرہ ہے۔ مجھ سے اگر یہ خطرہ ہے تو آپ مجھے اُدھر بھیج دیں۔ یہ کتنا Peaceful approach ہے۔ نہ اس میں یزید کی حکمرانی کی بات ہے، نہ خلافت کی بات ہے۔ یہ تو اُنہوں نے بلایا کہ ہم بغیر امام کے ہیں، آپ آجائیں۔ یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت مسلم کے جو بھائی تھے انہوں نے کہا کہ نہیں جی، اب آپ واپس کیسے جا سکتے ہیں؟ ہمارا بھائی قتل ہو گیا ہے اور آپ واپس جانے کی بات کر رہے ہیں۔ ہم خون کا بدلہ لیں گے یا مر جائیں گے۔ ہم نے واپس نہیں جانا۔ ان کا بھی دباؤ تھا۔ اس نے بیوی بچوں تک کے حالات لکھے ہیں کہ ایک تو طلاق لے کر آئیں کہ میں نے ساتھ جانا ہے۔ انہیں طلاق ملی اور یہ کوفہ کے لئے ساتھ آئیں۔

ایسی Situation کسی جہاد کے لئے نہیں تھی، نہ جنگ کے لئے تھی۔ یزید کی طرف جانا تھا تو پھر دوسری طرف کا رخ کرتے۔ رخ تو کوفہ کا تھا کیونکہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دارالحکومت رہا تھا۔ ان لوگوں کی Affiliation حضرت

علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سے تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں ہیڈ کوارٹر بنایا تھا۔ دوسرا اس نے یہ لکھا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا رخ کوفہ سے Revert کرلیا تھا۔ کربلا جو ہے یہ دمشق کے راستے میں آتا ہے، کوفہ کے راستے میں نہیں آتا۔ آپ نے اپنا رخ دمشق کی طرف کیا۔ یہ بضد تھے کہ آپ بیعت کرلیں مگر انہوں نے وہ رخ اختیار کرلیا تھا کہ میں جا کے خود اپنے معاملات طے کرلیتا ہوں۔ کربلا دمشق کے راستے میں آتا ہے۔

وہی کوفی جنہوں نے خط لکھے تھے، انہیں کی فوج تھی۔ مرکزی فوجیں تو نہیں تھیں، ہر جگہ مقامی فوجیں تھیں۔ انہیں لوگوں نے خط لکھے تھے اور یہ خط آپ کے پاس تھے۔ انہیں یہ تو ڈر تھا کہ اگر انہوں نے جا کر یہ خط یزید کو دکھائے تو وہ انہیں کچھ نہیں کہے گا کہ یہ میری خلافت کے خلاف تھے تو اب یہ Cool down ہو گئے ہیں اور میری خلافت Establish ہوگئی ہے، انہیں تو انعام واکرام دے گا، وظیفے مقرر کرے گا جو پہلے چل رہے تھے مگر جنہوں نے خط لکھے تھے وہ انہیں نہیں چھوڑے گا۔ ان لوگوں کی اپنی زندگی اور موت کا سوال تھا۔ یہ ان کی کاروائی تھی جس کی لمبی داستانیں اور بہت کچھ سامنے آیا ہے۔ اس نے کافی کچھ لکھا ہے کہ یہ کوئی لمبا چوڑا محاصرہ نہیں ہوا، بچے تک ساتھ تھے، نہ کوئی پانی بند ہوا، وہاں پانی بھی تھا، وہاں مہندی بھی ہوئی۔ یہ لکھتا ہے کہ کئی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ پانی نہیں تھا اور بچے پیاسے مر گئے۔

ایسی ہی ایک اور کتاب Iranian revolution تھی جو منظور نعمانی صاحب نے لکھی ہے، اس کا کوئی چودہ پندرہ صفحے کا دیباچہ ابوالحسن علی ندوی صاحب نے لکھا۔ یہ شاید اردو میں ہوگی، میں نے اس کا انگریزی ترجمہ دیکھا۔ اس میں وہ

کہتے ہیں کہ ہم عوام کو کیا کہیں؟ ہم خود جو بڑے علماء میں شمار ہوتے ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے زندگی اسی میں گزاری ہے، ہمیں آج تک پتا نہیں چلا کہ شیعت کیا ہے؟ان کے اصل عقائد کیا ہیں؟ ہمیں نہیں پتا۔ ہمارے معاصر جو علماء ہیں، ان کا کیا ہے؟ ان کو پہلے سمجھانے کی ضرورت ہے۔عوام سے پہلے علماء کو سمجھانے کی ضرورت ہے جو وہی بات کہتے ہیں جو شیعہ کہتے ہیں: علی رضی اللہ عنہ دا پہلا نمبر۔حسین علیہ السلام، علی علیہ السلام، اور فاطمہ علیہا السلام۔وہ کہتے ہیں کہ یہ سارے پیغمبر ہیں اور پیغمبروں سے بھی اونچے ہیں۔ ہمارے علماء بھی ایسی باتیں کرتے ہیں۔سب کو پتا ہے کہ علیہ السلام نبیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ سارے بھی یہی کہتے ہیں۔ پہلے تو انہیں سمجھانے کی ضرورت ہے کہ پھر یہ عوام کو سمجھائیں۔یہ کہتے ہیں کہ ہمیں بھی پتا نہیں چلا، یہ تو منظور احمد صاحب کا بھلا ہو کہ یہ تحقیق کر کے نکال لائے، اور ہمیں بھی بتایا ورنہ یہ باتیں سامنے نہیں آئی تھیں۔ان کے اندر جو عقائد ہیں ان کا کسی کو پتا نہیں ہے۔ان کی کچھ کتابیں باہر نکل آئیں اور لوگوں کو پتا چلا کہ ان کا اصل عقیدہ کیا ہے؟انہوں نے بہت ساری باتیں اس میں لکھی ہیں۔یہ بڑی عجیب وغریب ہیں۔

یہ کتاب کہیں کراچی سے شائع ہوئی تھی۔ ہمارے پاس بھی کوئی دوکا پیاں کراچی والے سید ادریس شاہ صاحب کی کتابوں میں آگئی تھیں۔ادریس شاہ صاحب کی کتب کا ذخیرہ یہاں مرکز کی لائبریری کے لئے آیا تھا۔اس میں مختلف مضمون جغرافیہ، سیاست اور کئی کتب تھیں۔ان کتب میں کچھ ہم نے رکھ لیں باقی یہاں شہر کی لائبریری میں عطیہ کردیں۔

محفل 18

آپ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وقت بھی اجماعِ اُمت نہیں تھا۔ امت مسلمہ تقسیم تھی۔ نظامِ خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک تو ٹھیک تھا، سب لوگ اس خلافت کو تسلیم کرتے تھے لیکن آگے تقسیم ہو گئے۔ اس کے بعد امت مسلمہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بھی اجماع ہو گیا تھا، پھر یزید کے دور میں بھی اجماع رہا۔ ہماری تاریخ کی کتب میں کہیں بھی انہیں خلیفہ نہیں لکھا جاتا، جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ لکھا جاتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

کہتے ہیں کہ اجماع نہیں ہو سکا۔ Voting کا سسٹم اس طرح تو نہیں تھا کہ جیسے آج کل ہے۔ Communication ہے، سارا سسٹم Easy ہے، پورے ملک میں ون ڈے At a time الیکشن ہوتا ہے، ووٹ پڑتے ہیں۔ اس وقت ووٹ تو نہیں ڈلتے تھے۔ بظاہر لوگ آ کے بیعت کرتے تھے۔ اس وقت یہ ہوتا تھا کہ سارے شہر مدینہ میں بیعت ہوتی، باقی صوبے کے گورنر بیعت کر لیتے تھے، پھر خلیفہ کی مرضی ہوتی تھی کہ بعد میں Change کر کے گورنر جس کو بنائے۔ وہاں صدارتی نظام تھا۔ یہ بیعت بھی صرف مدینہ میں ہوتی تھی، اس وقت

چھوٹا سا شہر تھا۔ صاحب الرائے مدینہ کو ہی سمجھا جاتا تھا۔ نبی پاک ﷺ کے صحابہ کبار رضی اللہ عنہما، ان کی اولاد اس وقت بھی وہاں ہی تھے۔ یہ کوئی اتنا لمبا پیریڈ تو نہیں تھا۔ اس میں صحابہ بھی موجود ہوتے تھے۔ انہیں کو صاحب الرائے تسلیم کیا جاتا تھا۔ پھر وہاں سے آگے صوبے ہیں، ان صوبوں کے گورنر بیعت کر جاتے تھے۔

دنیا میں اب بھی ایسے ہی ہے۔ امریکن سسٹم اور قسم کا ہے۔ وہاں جو ممبر کھڑے ہوتے ہیں ان سے ہی Count ہوتا ہے کہ ان کے اتنے تھے اور ان کے اتنے ہیں۔ جس کی پارٹی جیت گئی تو سمجھا جاتا کہ وہ جیت گیا ہے۔ وہاں سارے لوگ President کو Direct ووٹ نہیں ڈالتے۔ نہ وہاں Direct ووٹنگ ہوتی ہے۔ فرانس میں اور طرح ہے۔ پانچ، چھ ممبر کھڑے ہوتے ہیں، پہلی ووٹنگ میں کوئی ممبر پچاس فیصد (50%) سے اوپر ووٹ لے جائے تو یہ President ہو گا۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو نیچے والے ایک یا دو کو نکال دیں گے۔ چھے ہیں تو دو نے فرض کرو کہ دس، پندرہ Percent ووٹ لیے ہیں تو ان کو نکال دیں گے۔ پولنگ پھر ہوگی، چار ممبر رہ جائیں گے۔ اب ظاہر ہے کہ وہ ووٹ بھی اب پڑیں گے جو نچلے دو ممبر نکال دیے گئے تھے۔ وہ ووٹ اب ان کو ملیں گے، پھر Count ہوگا۔ جب تک کوئی ممبر پچاس فیصد (50%) سے اوپر نہیں جاتا، تب تک وہ ممبرز کو نکالتے رہیں گے۔ ضروری ہے کہ عوام الناس ہی ایک آدمی کو پچاس فیصد (50%) سے اوپر ووٹ دیں۔ دو دفعہ کریں، تین دفعہ کریں لیکن پچاس فیصد سے اوپر جائے گا تب ہی President ہوگا۔

میں اس لئے کہتا ہوں کہ یہ ہمارے لئے زیادہ مناسب ہے کہ صدر کا انتخاب کیا جائے، وزارتیں وہ اپنی مرضی سے بنائے۔ یہ نہ ہو کہ میں کیا کروں جی؟

میں نے وزارتیں ان کو دے دیں، یا یہ لوگ ہیں جنہوں نے مجھے وزیر اعظم یا صدر بنایا ہے، اب مجھے ان کا لحاظ تو کرنا پڑے گا، اگر یہ نہ رہے تو میری وزارت بھی نہیں رہے گی۔ یہ اس کو خدشہ نہیں ہونا چاہیے۔ عوام نے اس کو ووٹ دیا ہے، اب اس کو کوئی ہٹا نہیں سکتا، وہ گورنراور وزیر سب اپنی مرضی سے لگائے۔ اس کی یہ Discreation ہے۔ اس کو کسی کا لحاظ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، وہ جو چاہے اپنی پالیسیاں Dictate کرسکتا ہے کہ اب ایسا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے سسٹم سے زیادہ اچھا ہے۔ اس دور میں صدر کا انتخاب ہوتا تھا، پھر اپنی مرضی سے وہ جس کو چاہتا، لگاتا تھا۔ اعتراض بھی ہوسکتا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے رشتہ داروں کو بنایا۔ جو کچھ بھی ہے وہ بہر حال اس کی Discreation ہوتی تھی۔ یہ زیادہ Workable ہے۔ کام کرنا بھی اچھا رہتا ہے۔

امریکہ میں بھی ایسا ہی ہے کہ جو بنتا ہے وہ چار سال رہتا ہے۔ وہاں صدر کلنٹن کی بیوی ہیلری کلنٹن الیکشن میں آئی تھی، اسے وزیر خارجہ بنا دیا۔ یہ اچھا ہے، وہ اپنی پالیسیاں Dictate کر کے چلا سکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کے ووٹ کتنے ہیں مگر حکومت میں اس کا کل اختیار رہتا ہے۔ ایسے ہی ایوب خان نے ہمارے ہاں صدارتی نظام رائج کیا تھا۔ spirit کی بات ہے وہ تو ہر جگہ ہوسکتی ہے، مگر اسلام کے مطابق وہ اچھا ہے کہ ایک آدمی کے ہاتھ میں Power ہو، وہی Responsible ہو۔ جو بھی غلطی کرے وہ ذمہ دار ہو۔ یہ نہ ہو کہ وہ سندھیوں نے اپنا بنایا ہے۔ ہارا ہے تو وہ آپ ہی کا ہے، آپ ہی نے بنایا ہے، آپ نے اپنی پالیسی کیلئے بنایا ہے۔

شام بڑا صوبہ تھا، انہوں نے تو بیعت نہیں کی، وہاں استحکام نہیں ہوا کہ

ساری اسلامی دنیا نے بیعت کر لی ہے۔ایک اور بات بھی ہے کہ انہوں نے (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے) اپنے بیٹے کو کرایا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی تو اپنے بیٹے کو نامزد کیا،اس کا تو کوئی نام نہیں لیتے۔جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو Nominate کیا تو وہ بیٹے نہیں تھے؟اس وقت (بعد از بیعت خلافت یزید) کیوں خلافت وملوکیت کی بات ہوئی کہ اپنے بیٹے کو نامزد کر دیا؟حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں استعفیٰ دے دیا۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی بھی لکھی جاتی ہے کہ میرا بیٹا مومنین کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔مومنین کی جماعتوں میں۔مومنین بھی دونوں ہی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے صلح بھی کرا دی۔اس بیٹے کی Nomination کیلئے ملوکیت نہیں ٹھہری تھی کہ خاندان میں خلافت جاری ہے؟وہاں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔انہوں نے خود چھوڑی کہ دنیا کو اچھی نہیں لگتی مگر انہوں (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے بنایا تو سہی۔

کتاب ’خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ و یزید‘ میں محمود عباسی نے تو یزید کے بارے میں بڑی اچھی باتیں لکھی ہیں۔یزید کے بارے میں لکھا کہ وہ امیر حج تین سال رہا۔یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہما کی بڑی تعداد بھی اس دور میں موجود ہے اور عریانی وفحاشی کی باتیں ہو رہی ہوں؟بہر حال ہمیں اس معاملہ میں بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اللہ ہمیں عمل کی توفیق دے،اُس کی کتاب (کتاب اللہ) ہمارے پاس ہے۔صحیح چلیں بس۔

بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ قرآن میں جن باتوں کے کرنے کا حکم ہے ان کو کرنا،اور جن باتوں سے روکا ہے ان سے رکنا ہی عین اسلام ہے۔اس کے بعد کوئی چیز نہیں ہے۔جن باتوں کے کرنے کا حکم ہے ان کو کرنا ہے اور جن سے رکنے

کا حکم ہے ان سے رکنا ہے۔ اب یہ بات کہ کسی بات کی تفصیل نہیں ہے تو اس کے لئے اسوۂ حسنہ تو ہر بات میں ہے۔ نماز کا ساڑھے سات سو مرتبہ حکم ہے، وہ ایک ایسی بات ہے کہ جو روز کرنی ہے لیکن اس کی تفصیل تو قرآن میں نہیں ہے۔ کیا پڑھنا ہے؟ کیسے ترتیب ہے؟ رکوع، سجود، اور قیام ہے۔ کیسے بیٹھنا ہے؟ کیا کرنا ہے؟ کسی ایک بات کی بھی وضاحت نہیں لکھی ہوئی۔ وضو کا لکھا ہوا ہے۔ اس کی تفصیل ہے۔ ہاتھ دھو، پاؤں دھو، وغیرہ کرو لیکن نماز کی کوئی بات نہیں لکھی ہوئی۔ ساڑھے سات سو مرتبہ حکم ہے اور کیسے پڑھنی ہے یہ کوئی نہیں لکھا ہوا۔ احادیث کی ضرورت یہاں ہے۔ حدیث کے بغیر آپ چل بھی نہیں سکتے۔ اسوۂ رسول ﷺ۔ قرآن پر عمل رسول ﷺ کی سنت کے مطابق ہی ہے، وہ کرنا ہے۔ اس کی تو ضرورت پڑے گی لیکن کوئی بات ہے ہی نہیں قرآن میں اور آپ کہیں کہ یہ عین اسلام ہے، اس کے بغیر تو بخشش بھی نہیں ہوگی۔

داڑھی بہت بڑا مسئلہ ہے۔ عرب میں نہیں ہے اور ہمارے ہاں بہت ہے۔ داڑھی نہیں ہے تو آپ مسلمان ہی نہیں ہیں۔ آپ کی شکل ہی نہیں ہے مسلمانوں والی۔ یہ بات ہے تو قرآن میں ساڑھے سات سو دفعہ نماز کا ذکر ہے، ایک آدھ مرتبہ اللہ میاں نے داڑھی کا ذکر بھی کر دیا ہوتا۔ روزے کی ایک دو آیات ہیں مگر سارے مسلمان روزے رکھتے ہیں۔ نماز کم پڑھتے ہیں مگر روزے تقریباً سب ہی رکھتے ہیں۔ ایک ہی آیت ہے:

کتب علیکم الصیام

جو سعادت کی تفصیل ہے۔ دو تین آیتیں ہیں ان پر کتنا عمل ہوتا ہے۔ داڑھی میں ہی اگر دین میں بخشش کا دارومدار ہوتا تو ضرور اللہ میاں ایک دو آیات رکھ

دیتا۔ یہ کون سی مشکل بات ہے داڑھی بھی سارے رکھ لیتے۔ مغفرت کیلئے جب اللہ کہے گا تو اس کیلئے سرِ تسلیم ہر ایک کا خم ہے۔ ضرور کریں گے۔ آج کل ویسے بھی فیشن ہے۔ اس سے پہلے بھی فیشن ہوتا تھا۔ دو تین صدیاں پہلے سب کی تھی۔ وہ تو کوئی بات نہیں لیکن اصولاً بات یہ ہے کہ اُس پر بخشش کا دارومدار ہوتا تو ضرور اس کا ذکر آتا۔ اب وہ کہہ رہے ہیں کہ نہیں ہے۔ ہمارے مولوی صاحب نے بھی کہہ دیا ہے کہ ہمارے اکابرین نے کہا ہے کہ یہ دینی سنت نہیں ہے، یہ رواجی سنت ہے۔ سعودیہ اور مصر کے اکابرین اور معلمین نے فتویٰ دیا ہے کہ داڑھی جو ہے وہ دینی سنت نہیں ہے، رواجی سنت ہے۔ پیغمبری کا حکم چالیس سال میں ہوا، چالیس سال میں سب کی داڑھیاں تھیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ابوجہل وغیرہ سب کی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ان کی تو پہلے ہی تھیں، کسی نے مسلمان ہو کے تو نہیں رکھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بچے تھے جو اس وقت تک شاید جوان ہو چکے تھے۔ انہوں نے سب نے رکھیں۔ رواجاً رکھی تھیں۔ صرف یہ ترمیم کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہودی جو ہیں وہ داڑھیاں چھوٹی رکھتے ہیں تم ذرا بڑھاؤ۔ وہ مونچھیں بڑی رکھتے ہیں تم چھوٹی رکھو۔ ذرا Distinction ہو جائے۔

لباس تو نہیں Change کرتے پیغمبر کہ آپ علیحدہ لباس بنائیں۔ گلا اگر اِدھر ہے تو اُدھر بنائیں یا اس وقت ذرا Side پر یہ ہوتا تھا۔ یہ نہیں کیا کہ Fashion Change کیا ہو۔ پاجامے ہیں تو ان کی جگہ کچھ اور کر دیا۔ وہ کھانا، پینا، رہن سہن، لباس تو Geographical حالات کے مطابق ہوتا ہے۔ اس میں جو ستر کی حدود ہیں وہ البتہ دین میں بتایا گیا ہے کہ یہ ستر ہے، اس کو ضرور ڈھانپنا ہے۔ آپ تہمد سے ڈھانپیں یا پاجامے سے ڈھانپیں۔ وہ مرد کا اگر

گھٹنے سے نیچے ہے تو گھٹنے اس سے Cover ہونے چاہئیں۔ یہ نہیں ہے کہ لباس کونسا ہو۔ لباس آپ کے Geographical حالات کے مطابق ہو گا۔ گرم ملکوں میں لوگ جو ہیں وہ تہبند اور چوغہ پہنتے ہیں تا کہ ہوا لگتی رہے۔ جو ٹھنڈے ملک ہیں وہاں لوگ Tight پاجامے، پینٹیں اور کوٹ پہنتے ہیں تا کہ گرم رہیں۔ ان باتوں پر زور نہیں دیا گیا، یہ حالات کے مطابق ہو گی۔ بس اتنا Change کیا کہ لگتا ہو کہ یہ مسلمان ہے۔

یہ نہیں ہے کہ داڑھی پر اس کا انحصار ہو۔ داڑھی نہیں ہے تو اللہ کا ذکر نہ کرے۔ یہ نہیں کیا۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس پر کہیں زور نہیں دیا۔ شیخ کا لکھا ہے کہ وہ داڑھی رکھے گا۔ باقی کا نہیں کہا۔ باقی جو رکھنا چاہے تو اس کو اجازت لینا پڑتی تھی۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لیں گے تو رکھیں گے، ویسے نہیں رکھ سکتے۔ مولوی بن جائے ایسے ہی بندہ چھوٹی سی عمر میں، بابا جی رحمۃ اللہ علیہ اس کو پسند نہیں کرتے تھے۔ چلیں چالیس سال کی عمر میں رکھ لی تو کوئی بات نہیں۔ یہ بھی نہیں کہ بوڑھا ہو جائے اور جوانوں میں گھسا رہے۔ یہ بھی خراب ہے۔ یہ بھی اچھا نہیں کہ جوانی میں مولوی بن جائے، داڑھی رکھ لے۔

پہلی دفعہ میری ملاقات عبدالعلیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے لاہور میں ہوئی۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ لاہور گلبرگ رہتے تھے اور وہ ان کے پاس آئے ہوئے تھے۔ علی صاحب حج پہ گئے تھے تو وہ اجتماع Attend نہیں کر سکے تھے۔ انہوں نے کہا کہ چلو حج سے واپس آئیں گے تو قوالی کا انعقاد کریں گے۔ میں بھی نہیں آ سکا تھا۔ میں کوہاٹ میں Management کا ایک کورس کرنے گیا ہوا تھا۔ یہ کوئی ڈیڑھ دو مہینے کا کورس تھا۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ تم آ جاؤ، علی صاحب آ رہے ہیں حج سے،

قوالی کا انتظام ہے اور تم بھی اجتماع Attend نہیں کر سکے تھے، تم آ جاؤ۔ میں بھی چلا گیا تو یہ (عبدالعلیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ) آئے ہوئے تھے۔ وہاں سامنے ہی چارپائی پر ساتھ ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت عبدالعلیم انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی نہیں تھی، بغیر داڑھی کے تھے۔ تعارف ہوا۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے تعارف کرایا کہ یہ ہمارے ڈار صاحب ہیں اور یہ میرے بھائی ہیں عبدالعلیم صاحب۔ پہلی دفعہ وہاں ملاقات ہوئی۔

دوسری دفعہ جب میں Deputation پر گیا 78ء (اٹھتر) میں میانوالی سے۔ Lastly میری پوسٹنگ وہاں تھی As a Ground Safety Officer. ہم کراچی گئے، وہاں پھر ہفتہ ٹھہرے تو ہمارے ایک بھائی تجمل صاحب تھے۔ انہوں نے کہا کہ چلو آپ کو عبدالعلیم صاحب سے ملاتے ہیں۔ ان کے پاس گاڑی تھی ہم بیٹھ گئے۔ چلے گئے، ناظم آباد میں ان کا گھر تھا۔ اس وقت انہوں نے داڑھی رکھ لی تھی۔ اب تو وہ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح معلوم ہوتے تھے۔ پیچھے سے بال، سر گنجا، اور کندھے تھوڑے جھکے ہوئے۔ پاجامہ اور کرتہ اسی طرح کا اور لباس بھی بالکل بابا جی رحمۃ اللہ علیہ جیسا۔ سامنے سے شکل ویسی تھی، ویسی آنکھیں اور ناک، بڑے اچھے لگے۔ میں نے دل میں کہا کہ چلو اب کے اجتماع ہوا تو ان کو بلا لیا کریں گے۔ سامنے سٹیج پر بٹھا دیا کریں گے اور بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے کا ذوق پورا کر لیں گے۔ بہر حال جب ہم سعودیہ سے واپس آئے، وہ فوت ہی ہو گئے۔ اللہ میاں نے انہیں بلا لیا، وہ چلے گئے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے داڑھی رکھ لی تو بھائی جان نے کہا کہ ارے تم نے داڑھی رکھ لی ہے؟ ابھی تو میں زندہ ہوں۔ اب ہمیں اس Protocol کا پتا نہیں تھا کہ بعض خاندانوں میں ایک ہی بندہ داڑھی رکھتا ہے جو

بزرگ ہو، دوسرے نہیں رکھتے تھے۔اس کا مطلب یہی تھا کہ تم نے ابھی سے داڑھی رکھ لی ہے، میں تو زندہ ہوں ابھی، میرے بعد تم رکھتے۔ہمیں تو پہلی دفعہ یہ بات معلوم ہوئی۔عبدالعلیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے کہا کہ بھائی جان! آپ نے بھی ابا حضور کی زندگی میں داڑھی رکھ لی تھی، میرے پاس تصویریں بھی ہیں۔میں نے ان کو لاجواب کر دیا۔یہ ہم نے پہلی دفعہ فارمولا سنا کہ یہ بزرگی کی نشانی ہے، ایک ہی رکھتا ہے۔خاندان کا جو بزرگ ہوتا ہے۔انہوں نے تصویریں دکھائیں، ان میں عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی تصویر تھی، وہی نوجوانی کی تھی۔رنگ گورا سا، مونچھیں چھوٹی چھوٹی تھیں، بس جسم بھی درمیانہ سا تھا اور قد بھی Normal۔

باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں ہمیں بھی ذرا عجیب عجیب سی لگتی تھیں کہ داڑھی کوئی بات نہیں نہ رکھو، نماز جو ہے ڈیوٹی پر صرف فرض پڑھ لو، کوئی بات نہیں، میں ذمہ دار ہوں۔بڑی عجیب باتیں لگتی تھیں۔اسی طرح روزہ بھی کہتے تھے کہ روزہ، بالکل Fit ہے بندہ، کوئی Medical Problem نہیں ہے، اس کا جو بھی کفارہ ہے دے دو، کوئی بات نہیں۔یہ نہیں کہ Unfit ہے، نہیں۔اگر Fit ہے اور نہیں رکھنا چاہتا تو پیسے دے۔قرآن میں بھی ایسے ہی لکھا ہے کیونکہ باقی روزے جو ہیں ان کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ Alternate جو ہے کہ یا غلام آزاد کرو، یا روزے رکھو، یا ساٹھ (60) مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، بلکہ بیوی کو اگر ماں، بہن کہہ دیا ہے تو ساٹھ (60) روزے متواتر رکھنے پڑتے ہیں۔یہ فرض روزے سے بھی سخت ہے کہ متواتر رکھتے ہیں، اگر بیچ میں توڑ دیا تو پھر شروع سے۔اس کا Alternate جو موجود ہے کہ ساٹھ (60) روزے رکھو یا ساٹھ (60) مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔اسی طرح قسم کھالی، توڑ دی، اس کا بھی ہے شاید دس (10) مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔احرام باندھ لیا تو سر

نہیں مونڈ سکتے۔ اگر مونڈ نا پڑے، سر میں خرابی ہے، تو اس کا بھی لکھا ہے کہ شاید تین روزے رکھو یا اتنا کھانا کھلاؤ۔ جہاں پر سزاً روزے رکھے گئے ہیں وہاں ان کا Alternate کھانے کو مقرر کیا گیا ہے۔ جب وہاں سب روزوں کا قبول ہے تو یہاں کیوں نہیں ہے؟ قرآن کے الفاظ بھی ایسے ہیں: جو طاقت رکھتا ہو وہ اس کا فدیہ دے لیکن اگر خود روزے رکھو تو بہتر ہے۔

اب یہ بات 'خود روزے رکھو تو بہتر ہے' ثابت کرتی ہے کہ روزہ رکھنے کے قابل ہے ورنہ یہ اللہ کیوں کہتا کہ اگر خود روزے رکھو تو بہتر ہے۔ وہ رکھ سکتا ہے اس کے لئے فدیے کا اعلان ہو رہا ہے ورنہ خود روزے رکھنے والی بات اللہ میاں بالکل نہ کرتا یہ جو ہے کہ اگر خود روزے رکھو تو یہ بہتر ہے۔ لیکن اب وہ فدیہ دینا بھی بڑا اوکھا ہے۔ اب وہ اپنے روزانہ خرچ کے مطابق کہتے ہیں کہ پیسے دے۔ اب ایک آدمی روزانہ سحری میں اگر اچھا خاصا کھانا کھاتا ہے تو اپنے معیار کے مطابق ہی دینا ہوتا ہے۔ وہ اچھے کھانے میں چالیس پچاس روپے خرچ ہو ہی جاتا ہوگا۔ روزوں میں رزق کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اگر چار فرد ہیں تو دو سو روپے (200) روزانہ دو، تمیں (30) کا چھ ہزار (6000) دو، تو وہ بھی اوکھا ہی لگے گا۔ اب نہ کرنے سے یہ بہتر ہے۔ جو روزہ بھی نہیں رکھتے اور فدیہ بھی نہیں دیتے کہ کون پچھدا اے سانوں۔ مولوی سے تھوڑا پوچھ کے کہے گا کہ نہیں رکھدے۔ فدیہ چونکہ آپ کو دینا ہی نہیں ہے کہ وہ ناجائز ہے تو وہ فدیہ بھی نہیں دیتے۔ اگر آپ کہہ دیں کہ فدیہ ہے تو فدیہ تو وہ دے دیں گے۔ وہ لوگ جن میں کچھ نہ کچھ خدا کا خوف ہے وہ کہہ دیں گے کہ چلو جی مولوی صاحب نے کہا ہے فدیہ دے دیتے ہیں۔ چلو غریبوں کے ہی کام آئے۔ اس لحاظ سے بڑا اچھا ہے۔

لکھا ہے کہ 'جو طاقت رکھتے ہیں' مولوی کہتا ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ 'جو طاقت نہیں رکھتے'۔لکھا ہے کہ جو طاقت رکھتے ہیں۔کہتے ہیں کہ نہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے۔اس کا مطلب ہے کہ جو طاقت نہیں رکھتے۔لیکن اگلی آیت کا ٹکڑا جو ہے وہ ثابت کرتا ہے کہ نہیں ،'اگر وہ خود روزہ رکھیں تو بہتر ہے'۔خود روزہ رکھنے کا مطلب ہے کہ ان میں طاقت ہے،تب ہی تو اللہ کہتا ہے کہ خود روزہ رکھیں تو بہتر ہے۔عملی طور پر آپ میں اس چیز کی خواہش پیدا ہوگی ، پیاس کی سخت شدت ہے،گرمی بھی ہے،اور آپ اللہ کے حکم پر چلتے ہوئے کچھ نہیں کھاتے پیتے۔خواہشات کو توڑنے اور اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا صحیح ولولہ، جذبہ پیدا ہوگا۔نہیں کرنا جو مرضی ہے،اکیلے میں تنہائی ہے جو مرضی ہے۔اس لحاظ سے وہ بڑا اچھا ہے کہ اگر روزہ خود رکھیں تو وہ زیادہ بہتر ہے۔ظاہر ہے کہ اس کے اندر طاقت ہے۔اس کا مطلب یہی ہے جو لکھا ہے کہ اگر طاقت ہے تو فدیہ دے دے۔ باباجی عَلَیہِ السَّلام کہتے تھے کہ دے دو۔ I am responsible.۔ہم تو سستا چلنا چاہتے ہیں کہ چلو کوئی نہ کوئی بندہ اجازت دے تو سہی کہ نہ رکھو۔ الحمدللہ۔اللہ کی توفیق سے ہم تو رکھتے ہی آئے ہیں۔

برق نے بھی یہ لکھا ہے کہ یہ بالکل ٹھیک ہے۔آپ یوں کریں کہ غریبوں کو فنڈ دیں۔اب لوگ نہ فنڈ دیتے ہیں نہ روزہ رکھتے ہیں۔ان کو مولوی جرمانہ تو جا کے نہیں کرتا کہ آپ نے کیوں روزہ نہیں رکھا۔نہ کوئی ایسی تنظیم ہے، نہ حکم ہے کہ آپ پکڑیں ان کو جو روزہ نہیں رکھتے۔نہ کسی کو پتا ہوگا کہ آپ روزہ نہیں رکھ رہے۔یہی تو بات ہے کہ فرمایا کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔کون کہہ سکتا ہے کہ آپ کا روزہ ہے۔مسافر ہے،اللہ نے کہا کہ ویسے ہی نہ رکھو۔رستے میں لوگ کھا رہے ہیں، پی رہے ہیں تو ان کو کھانے دیا۔یہ اب کہتے ہیں کہ نہ وہ روزہ رکھتے

ہیں، نہ وہ پیسے دیتے ہیں۔آپ کہتے ہیں کہ پیسے نہیں دے سکتے، روزے وہ ویسے نہیں رکھتے۔نمازیں نہیں پڑھتے تو روزہ کیا ہے؟ اگر یہ ہو تو کم از کم فدیہ تو دیتے، چلو فکر تو ہے ناں کہ آسان بنا دیا جائے، لوگ دے ہی دیتے ہیں۔روزے کے بعد بھی فطرانہ سارے ہی دیتے ہیں۔اچھا خاصا یہ سامان بن جاتا ہے۔اس (غلام جیلانی برق) نے بھی یہ لکھا ہے۔بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہا ہے کہ یہ ٹھیک ہے، آپ دے سکتے ہیں۔

بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی وسعت قلب و نظر والی باتیں ہمیں تنگ نظری کی وجہ سے سمجھ نہیں آتی تھیں۔ہم نے تو یہ سنتیں، نوافل، اور سارا کچھ سمجھ رکھا ہے کہ یہ نماز کا حصہ ہی ہے۔ضرور پڑھنی ہے اور چھوڑنی نہیں ہے۔چھوڑ نہیں سکتے۔مولوی بھی ان پر زور دیتا ہے۔ یہ Modern بات ہے کہ یہ سارے نوافل ہیں۔بنیادی طور پر دو ہی نمازیں ہیں، ایک فرض جو رسول اللہ ﷺ نے بتا دی ہیں۔وہ لازمی پڑھنی ہیں، نہ پڑھیں گے تو پوچھ ہوگی۔دوسری نوافل ہیں، وہ اپنی طرف سے آپ پڑھتے ہیں۔اس میں جو رسول اللہ ﷺ اہتمام سے پڑھتے تھے ہمارے لئے وہ سنت بن گئے ہیں۔ ان کے لئے سنت نہیں تھے، نوافل پڑھتے تھے زائد، وہ ٹھیک ہے۔پڑھیں گے تو یہ اللہ کی مہربانی ہے فرمایا کہ قبول کروں گا، ان کا اجر بھی دوں گا۔اگر آپ پڑھیں گے تو یوں نہیں کہے کہ آپ نے نماز میں اضافہ کیوں کیا؟ Change کیوں کی؟ اللہ ان کو قبول کرے گا اور ان کا اجر بھی دے گا۔اگر نہیں پڑھے گا تو پوچھ نہیں ہوگی، اس کی پرسش نہیں ہوگی۔فرائض جو ہیں ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

نوافل کا مطلب ہے زائد۔نماز وہی ہے جو جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔باقی نہیں۔رمضان میں بیس (20) تراویح جماعت کے ساتھ ہو جاتی تھیں۔

ظہر کی بھی بارہ (12) رکعتیں جماعت کے ساتھ ہوسکتی ہیں، کیوں نہیں ہوسکتیں؟ حالانکہ وہ بھی سنت ہیں۔نمازیں پڑھتے ہیں، یہ بھی پڑھی جاسکتی ہیں، لیکن نہیں۔فرض ہی جماعت کے ساتھ ہوں گے، پھر دعا ہوگی۔وہاں مرضی ہے تو بیٹھ کر پڑھیں، دو پڑھیں، چار پڑھیں۔آپ بھی باقی نماز، جماعت کے ساتھ فرض پڑھ کے نوافل اپنی مرضی سے پڑھیں اور چلے جائیں۔فرائض اجتماعی ہیں، جماعت کے ساتھ، باقی آپ خود پڑھیں۔وہ عرب والے فرض پڑھ کے بھاگ جاتے ہیں، وہ نہیں پڑھتے، بہت کم لوگ پڑھتے ہیں۔مصری اور پاکستانی۔یہ لوگ نماز کے بعد نوافل اور سنتیں پوری پڑھتے ہیں، بہت اچھی بات ہے۔مومن کو اس سے گریز نہیں کرنا چاہیے کہ نہ پڑھیں۔شوق ہونا چاہیے کہ پڑھیں۔

باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے اور کہتے تھے کہ روحانی ترقی کیلئے نوافل کا پڑھنا ناگزیر ہے جو ہر نماز کے ساتھ پڑھے جاسکتے ہیں۔تہجد کے نوافل زیادہ مفید ہیں، ویسے ہر نماز کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہیں۔وقت ہے تو پڑھو، ظہر سے عصر تک مسجد میں بیٹھے رہو، اگر کوئی کام نہیں تو نماز پڑھتے رہیں۔جب عصر کا ٹائم ہو جائے تو عصر پڑھیں۔شروع کردیں۔نوافل کا کوئی ٹائم نہیں ہے۔جب جی چاہے پڑھتے رہیں۔مکروہ ٹائم طلوع کا ہے اور جب سورج غروب ہونے لگے اس وقت میں نہیں پڑھ سکتے۔باقی بیچ میں جو ٹائم ہے اس میں پڑھ سکتے ہیں۔جو نوافل ہیں وہ اللہ تبارک و تعالٰی قبول فرمائے گا، اس کا ثواب بھی دے گا، پڑھنا چاہیے۔اس کی تحریک دینی چاہیے مگر اس کا Status بتانا چاہیے۔

نماز جب قضا ہوتی ہے تو پھر کیوں نوافل نہیں پڑھتے؟ ظہر قضا ہوگئی تو جرمانہ ہونا چاہیے تھا۔بارہ کی سولہ ہونی چاہییں تھیں۔بارہ وہ پڑھو، چار جرمانہ کہ کیوں

چھوڑی ۔مگر وہ کہتے ہیں کہ نہیں جی اب صرف فرض پڑھنا ہیں۔ یہ کیا مطلب ہے؟ زائد نماز تو فرض کے ساتھ وقت پہلے بھی تھا،بعد میں بھی تھا۔اب کہتے ہیں کہ ٹائم ہے تو پڑھ لیں۔اب جو فرائض ہی ادا نہیں کر سکا اس کیلئے نوافل کی سختی لانا تو نا روا ہے۔بس وہ فرض ہی پڑھے۔جتنی بھی قضاء ہو رہی ہیں سب کے فرض پڑھے۔سفر میں ہے تو جہاں سفر ہے دوگانہ پڑھے۔دو رکعت پڑھے۔یہ بڑی Easily بات سمجھ میں آتی ہے۔وہ فرائض ہی ہیں جو جماعت کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ جب کہا جاتا ہے کہ

قَدقامَتِ الصلوٰۃ۔

صلوٰۃ قائم ہوگئی،وہی ہے جو ساتھ پڑھنی ہے۔اس سے فراغت کے بعد ٹائم ہے تو نوافل جتنا مرضی پڑھو،وہ اللہ قبول کرے گا،نہیں ہے تو کوئی بات نہیں۔جس نے چار پڑھی ہیں نماز میں تو کوئی فرق نہیں ہے۔یہ وہی ہے،سجدے،رکوع،تلاوت، نماز کی Performance میں کوئی فرق نہیں ہے۔یہ اس کی Authenticity میں ہے کہ یہ فرض ہے یا زائد ہے۔باقی نماز میں تو وہی پڑھنا ہے۔جو دو رکعت فرض نماز میں پڑھنا ہے،وہ دو رکعت سنت یا نفل میں پڑھنا ہے۔نفل نماز اللہ تعالی کی خوشی کیلئے پڑھنی ہے۔وقت ہے تو پڑھیں زیادہ ثواب ملے گا۔پڑھنی چاہیے۔راتوں کو بھی لوگ جن کو توفیق اللہ نے دی ہے،وہ نوافل کے پابند ہو جاتے ہیں تو تہجد کے وقت بڑے ٹائم سے اٹھتے ہیں۔جن کی نیند ہی پوری نہیں ہوتی وہ بمشکل ہی فجر اٹھ کے پڑھ لیتے ہیں۔

جو دیر سے اٹھتے ہیں ان کو بھی اللہ میاں کہتا ہے کہ پڑھ لو۔ایک بیوی نے میاں کی شکایت کی تھی کہ جب سورج نکلتا ہے تو اٹھتا ہے۔کئی Families کی نیند

بڑی مشہور ہوتی ہے۔وہ ہنس پڑے اور فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو ہماری فیملی کی نیند کا معلوم ہے کہ کس طرح کی ہے۔جو مرضی ہو جائے، ڈھول بجیں، شور ہو، انہیں جاگ نہیں آتی۔انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے اٹھ کے پڑھو، قضاء نہیں ہوتی۔اگر جاگ آ گئی ہے تو اٹھ کے پوری نماز پڑھو۔فجر کی نماز کا یہ اصول ہوتا ہے کہ اگر جاگ ہی نہیں آئی تو آپ پوری نماز پڑھیں گے۔اگر جاگ آ گئی ہے، نہیں لائن میں لگا، یہ کیا، وہ کیا، اور قضاء کر دی تو پھر قضاء ہی پڑھنی ہے۔اس میں بھی کہتے ہیں کہ دو سنتیں پڑھ لو مگر قضاء میں پڑھو کہ یہ قضاء ہو گئی ہے۔صحیح قضاء کی نیت کریں۔لیکن اگر جاگ نہیں آئی تو جیسا حضور ﷺ نے کہا، جب سنا کہ آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ ہمارے خاندان کی نیند کیسی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے تم اس وقت پڑھا کرو۔اگر کوئی نہیں جگاتا تو آپ اس طرح پڑھیں۔سختی نہیں ہے۔پیار کی ساری گیم ہے۔اللہ شوق دے تو پھر ٹھیک ہے، نوافل بھی پڑھیں، ذکر بھی کریں، صبح کا بڑا اچھا وقت ہوتا ہے۔اتنی پابندیاں، گنتیاں شتیاں، پیا نے شیما نے وہ لوگ نہیں کرتے ہیں۔

بس وہ داڑھی چھوٹی بڑی کرنے کی یہ حدیث ہے مگر وہ Identity کیلئے ہے۔اس میں بخشش کی کوئی بات نہیں ہے۔شناخت کے لئے لکھا ہے کہ اگر یہودی۔۔حالانکہ یہودی تو کافی تھے، عیسائی کم تھے۔یہودی تو تھے۔ان کا کہا کہ وہ ایسا کرتے تھے۔داڑھی وہ چھوٹی چھوٹی رکھتے تھے، تم بڑی بڑی رکھو۔اب ایران میں سوائے خمینی کوئی ایرانی داڑھی نہیں رکھ سکتا یا اب ان کا وہ جو President ہے۔President بھی نہیں بلکہ وہ جو ان کا Religious head ہے، اس کی داڑھی ہے، باقی سب کی اتنی اتنی۔بغیر داڑھی کے ان کا کوئی نمائندہ یا وفد میں

کوئی فرد نہیں ہوتا۔سب کی ہوگی ۔ٹائی نہیں باندھی ہوگی،اس پر کوٹ ہوگا، داڑھی ہر ایک کی ہوگی،مونڈی ہوئی نہیں ہوگی۔اس سے کوئی بندہ نتیجہ نہیں نکال سکتا۔اب یہ بھی ادب آداب کہیں لکھا ہوگا ناں ۔اگر غیر تحریری ہے تب بھی کہ جو ریئس ہے وہ لمبی داڑھی رکھ سکتا ہے۔اس کے برابر کوئی نہ رکھے۔چھوٹی چھوٹی رکھیں۔آپ کسی کی بھی لمبی داڑھی نہیں دیکھیں گے۔وفد آتے ہیں ۔پانچ پانچ، چھے چھے افراد، کسی کی بھی داڑھی نہیں ہوگی ۔سب کی اتنی اتنی جیسے خشخاصی، جیسے مشین سے سیٹ کی ہو۔سب کی اتنی ہی ہوگی لیکن Shave نہیں کرتے۔سب کی ہوتی ہے۔ٹائی نہیں ہوتی، داڑھی ہر ایک کی ہوتی ہے۔کوئی آدمی،میرا خیال ہے کہ سارے،شاید فوج میں بھی اور ہر جگہ ایسے ہی رکھتے ہیں۔سارے جو وفد آتے ہیں، سب کی ہوتی ہے۔صرف خامنہ ای کی صحیح لمبی داڑھی ہے۔

ہمارے ایک بھائی تھے صوفی نیک محمد جو ایبٹ آباد کے رہنے والے تھے۔ مولوی مٹھائی بھی انہیں کہتے تھے۔ایسے ہی شغل میں وہ مٹھائی کھاتی ہے،مٹھائی بہت کھاتا ہوں۔ہم کہتے کہ مولوی تمہیں مٹھائی کی پڑی ہے۔باتیں بھی مزاحیہ مزاحیہ سناتا ہے۔دکاندار مٹھائیاں پشاور میں بڑی Decorate کر کے رکھتے تھے۔وہ مٹھائی والے کے پاس گئے،پوچھا تو اس نے کہا کہ باباجی یہ تیس روپے کلو ہوگی۔کہتے ہیں کہ لے تو سو روپے لے لے، میں نے کھانی نہیں ہے،تو مجھے ذرا اس پر لیٹ لینے دے بس۔ان کی داڑھی تھی۔ذرا لمبی رکھی ہوئی تھی۔باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی اتنی لمبی نہیں تھی۔کئی آتے اور کہتے کہ آپ کی داڑھی چھوٹی ہے۔اتنی ہونی چاہئے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی جو داڑھی تھی وہ ذرا چھوٹی تھی۔Center سے نہیں بڑھتی تھی۔باہر سے جو کنارے ہیں یہ بڑھ جایا کرتے تھے۔باہر سے لمبی ہوجاتی تھی مگر اندر سے چھوٹی

ہی رہتی تھی۔وہ جو بادشاہ تھے ناں عضدالدولہ یا فلاں دولہ۔ان میں سے کسی کی داڑھی ایسی تھی باہر سے بڑھی ہوئی اور درمیان سے چھوٹی۔باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے وہ کہتے تو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کہتے کہ میری مجبوری ہے، یہاں سے بڑھتی نہیں ہے، اتنی ہی رہتی ہے۔ کہیں تو وہ عضدالدولہ والی رکھ لوں، شاخوں والی۔وہ اچھی نہیں لگتی تھی۔

شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اس طرح ہو کہ تھی ہی اُتنی۔مگر وہ کہتے کہ نہیں جی اُنہوں نے کبھی قینچی لگوائی ہی نہیں تھی۔ثابت کردیں، اُنہوں نے کٹائی نہیں کروائی۔اب ہوسکتا ہے کہ ویسی بات ہو کہ قینچی بھی نہ لگائی ہو اور ہو بھی اتنی ہی، بڑھتی ہی نہ ہو۔باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی درمیان سے نہیں بڑھتی تھی، اُن کی ہوسکتا ہے کہ ساری ہی مزید نہ بڑھتی ہو۔اب یہ تو نہیں ہے کہ ایک بندہ نہیں کاٹتا تو پاؤں تک چلی جائے گی۔بڑھنے کی کوئی تو حد ہوتی ہے۔اب عورتیں ہیں تو کسی کے بال چھوٹے رہتے ہیں اور کسی کے لمبے لمبے ہو جاتے ہیں۔ایسے داڑھی کا بھی ہوسکتا ہے۔ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑھتی بھی نہ ہو اور قینچی بھی نہ لگائی ہو اور ہو بھی اتنی ہی۔یہ ممکن ہے۔باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی پر بھی اعتراض ہوتا تھا۔مولوی آتے تو باتیں کرتے، مولوی تو آتے ہی اس لئے ہیں ناں کہ باتیں کریں گے۔یہ کہیں گے، وہ کہیں گے۔نہیں جی آپ کی داڑھی شرع مبارک کے مطابق نہیں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ یہی کہتے تھے کہ مولوی صاحب! مجبوری ہے۔میری بڑھتی نہیں ہے۔ کیا کریں؟

گوجرانوالہ میں آئے تو دو چار مولوی آئے ہوئے تھے۔باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ چلو چلو نماز پڑھو۔عصر کا ٹائم ہو گیا ہے۔وہ چلے گئے۔مولوی صاحب نے کہا کہ آپ نماز کے لئے نہیں گئے۔فرمایا کہ میں بوڑھا ہوں، تھک بھی جاتا ہوں، مسافر

ہوں ویسے بھی جماعت جو ہے مجھ پر فرض نہیں ہے۔میں نے ویسے بھی قصر پڑھنی تھی،وہاں مجھے پوری پڑھنی پڑتی۔تو کہنے لگے جی پھر بھی اچھا تھا،اگر آپ پڑھتے تو آپ کو زیادہ ثواب ملتا۔کہنے لگے کہ مولوی صاحب! میرا خیال ہے کہ اللہ میاں ناراض ہوتا۔بلکہ ثواب کیسے زیادہ ملتا؟ جب اس نے کہا ہے کہ کم کرو اور میں کہوں کہ نہیں میں تو پوری پڑھوں گا۔بادشاہ کہے کہ تم یہ کام نہ کرو۔بادشاہ کے پاس سے کوئی تحفہ میں آئے خواہ کدو ہی ہوں کہ سب کو ایک ایک دے دینا اور آپ کہیں کہ نہیں جی میں نہیں لوں گا،کدو ہمارے پاس بہت ہیں۔بادشاہ ناراض ہوگا کہ خوش ہوگا؟ کہا کہ جی ناراض ہوگا۔ایسے ہی اللہ میاں نے جو سہولت دی ہے اسے خوشی سے قبول کرو۔یہ کیا بات ہے کہ ہم نہیں لیتے،ہم پوری پڑھیں گے۔میرا خیال تھا کہ اللہ میاں ناراض ہوگا۔کہا کہ کیسے جی؟ کہا کہ ایسے۔بادشاہ کہے یہ بات تو اسے خوشی سے قبول کرو۔اللہ کتنا اچھا ہے۔کتنا اچھا ہمارا خیال رکھا ہے کہ نماز نہ پڑھو،ہم حالانکہ گاڑی میں بیٹھ کر آئے ہیں مگر کتنا خیال رکھا ہے۔دو پڑھو۔نماز میں دو ہی پڑھو،زیادہ نہیں پڑھ سکتے۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس مولوی کو میں نے چائے پلائی،مٹھائی کھلائی،اور ساتھ ہی یہ باتیں کر کے اس کی ٹھکائی بھی کی۔

اچھا ہے مولوی کہتے ہیں کہ زیادہ پڑھو۔ان کا Status بتا دینا چاہیے کہ یہ نوافل ہیں اور یہ وقت کے ساتھ ہے۔تو جن کو شوق ہے وہ پڑھو۔عشاء پڑھو،جب تک نہیں سوتے پڑھتے رہو،سوتے وقت تین وتر پڑھو،سو جاؤ۔جتنا ٹائم ہے پڑھیں۔ صبح نہیں اٹھ سکتے تو اسی لئے وتر تو آخری رات کی نماز ہے۔وتر رات کی نماز ہے،جو صبح اٹھتے ہیں وہ وتر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں،صبح اٹھ کر اس وقت پڑھتے ہیں۔اور نہیں ہے تو فرمایا اسی وقت پڑھ لو،تمہاری نماز قبول کر لی جائے گی۔اس وقت ہی پڑھ لو۔

نماز ہے، نماز کے بعد تراویح ہیں، پھر وتر ہیں۔ وتر آخر میں ہی ہوں گے۔ وتر بعد میں پڑھ لو، تمہاری وہ نماز ہی قبول ہوگی۔ اس کا Status بتانا چاہیے کہ نوافل جو ہیں وہ پڑھو، اس کا ثواب تمہیں اللہ دے گا، درجات ملیں گے۔ اسی حساب سے جتنا جتنا کر سکتے ہیں وہ کرو۔ لیکن یہ نہیں ہے کہ وہ بیچارہ مجبور ہے کہ نماز نہیں پڑھ سکتا، کھڑا ہو کے نہ بیٹھ کے۔ نوافل ضرور پڑھے۔ نہیں پڑھ سکتا نہ پڑھے، اللہ اس کے فرائض قبول کرے گا۔

اب یہی ہے کہ جب قضاء ہوتی ہے تو پھر کیوں چھوڑتے ہیں؟ یہ بڑا اچھا Cross question ہے۔ اگر وہ ضروری ہیں تو پھر یہ بھی ساتھ ضروری تھا کہ جرمانہ ہوتا، چار رکعتیں اور پڑھو۔ تم نے کیوں چھوڑ دی؟ کہا کہ صرف فرض ہی پڑھنے ہیں۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح بتاتے تھے۔ ڈیوٹی پر ہوتے تھے، شفٹوں میں کام ہوتا تھا، عموماً عصر اور مغرب بھی کبھی کبھی ہو جاتی تھی۔ کہتے کہ پڑھو بس، صرف فرض پڑھ لو۔ بہت کام ہے تو صرف فرض پڑھ لو۔ ادھر Supervisor کھڑا ہوتا تھا کہ مولوی سارے اکٹھے ہو گئے ہیں، وضو کریں گے، نماز باجماعت پڑھیں گے، تسبیحاں پڑھیں گے، اور ادھر کام ہے۔ وہ اپنے حساب کتاب کرتا ہے کہ ٹائم تھوڑا دیا جائے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مختصر پڑھو۔

نماز جو ہے جماعت کے ساتھ حکم ہے کہ امام چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھے اور تسبیحات بھی مختصر رکھے، تین تین رکھے۔ عورتیں بھی آتی تھیں، اب بھی آتی ہیں۔ مسجد نبوی میں ایک طرف باب النساء ہے، وہاں ایک طرف عورتیں، بچے ہوتے ہیں۔ بچوں کے رونے کی آواز آتی تو اور مختصر نماز پڑھاتے۔ کہا بھی ہے کہ نماز مختصر رکھا کرو، تمہارے پیچھے مریض بھی ہیں، بیمار بھی ہیں، عورتیں بھی ہیں، بچے بھی ہیں۔

چھوٹی چھوٹی پڑھو۔ لیکن اپنا جو پڑھتے تو پھر اتنا قیام ہوتا کہ پاؤں مبارک پر ورم آتی۔ اتنے اتنے لمبے رکوع ہوتے، اتنے اتنے لمبے سجود ہوتے۔ یہ تو آپ کا اپنا ہے کہ وہاں جا کے جو مرضی پڑھو۔ ایسے ہی ایک صحابی کا لکھا ہے جنہوں نے فرمایا کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ شامل ہو گیا۔ نفل نماز تھی۔ حضور ﷺ نے سورۃ البقرہ شروع کی۔ میں نے کہا کہ ایک دو رکوع پڑھیں گے۔ آپ ﷺ سو آیت تک پہنچ گئے۔ سورۃ البقرہ بھی پوری ہو گئی۔ تب جا کے کہیں وہ رکوع آیا۔ وہ بھی اتنا ہی لمبا۔ پھر سجدے بھی ایسے ہی تھے۔ یہ اپنا جو نائم تھا اس میں پاؤں مبارک پہ ورم آ جاتے۔ اتنا جو کھڑا رہے، بندہ استغراق میں کھڑا ہو تب ہی یہ ہو سکتا ہے۔ Public Ceremony جو ہے اس میں سب کا خیال رکھا جاتا ہے۔ بچے بھی ہیں، بوڑھے بھی ہیں، کوئی پہلی رکعت میں ہے، کوئی بیٹھ کے پڑھ رہا ہے، اُدھر سب کا خیال رکھا جائے گا۔ پڑھو، جب اکیلے پڑھو اور تسبیحات پڑھو تو زیادہ سے زیادہ پڑھو، یہ مستحب ہے۔ اس پر کیوں بیٹھیں کہ کم از کم تین تین۔ کیوں کم از کم؟ پانچ، سات پڑھو لیکن با جماعت نماز میں تین سے زیادہ نہ پڑھو۔ ہو سکتا ہے کہ امام تین پڑھے اور آپ پانچ پڑھ جائیں۔ یہ امام سے تجاوز ہو گا۔ امام سے آگے پڑھنا جو ہے، یہ سخت گناہ ہے۔ تسبیحات میں بھی ایسی ہی پڑھو۔ تلاوت وہ جب اونچی کر رہا ہو تو آپ نہ کریں۔ وہ خاموش کر رہا ہے تو آپ کر لیں۔ Balanced علماء کا یہی مسلک ہے کہ جب وہ خاموشی سے پڑھے تو آپ بھی خاموشی سے پڑھ لیں۔ تسبیحات جو ہیں وہ تین ہی رکھیں، امام سے بڑھ نہ جائیں کہ وہ تین پڑھے اور آپ پانچ پڑھ لیں۔ یہاں تک اس کا احترام رکھا گیا ہے۔ آپ بھی تین ہی پڑھیں۔ اللہ میاں نصیب کرے۔

محفل 19

قرآنی آیات کے حوالے سے بات ہوئی کہ بانیٔ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتب میں قرآنی تعلیمات کا حوالہ دینا چاہیے؟ فرمایا کہ ہاں دیا جاسکتا ہے۔قرآنی تعلیمات کے حوالے سے مزید فرمایا:

قرآن میں تو ایک ہی بات چلتی ہے ۔اللہ کی بادشاہت اور اسی کا ڈنکا بجتا ہے۔قبلہ انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے تھے کہ سورہ فاتحہ میں **اِیَّاکَ نَعبُدُ** پڑھتے ہو، یا تو پڑھا نہ کرو یا اس پر عمل کرو۔**اِیَّاکَ نَعبُدُ**۔کے معنی ہیں: ہم خاص تیری ہی بندگی کرتے ہیں ۔**نَعبُدُکَ** نہیں ہے۔اس کا مطلب ہے: تمہاری بندگی کرنا۔**اِیَّاکَ**: آپ ہی کی ۔صرف آپ ہی کی اور اس کے علاوہ کسی کی نہیں ۔**اِیَّاکَ نَعبُد** کا مطلب بھی یہی ہے۔**اِیَّاکَ نَستَعِین**: آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔آپ کے سوا کسی سے سوال نہیں کرتے ۔وہی اللہ ہے ۔تم سب کو اسی کی طرف جانا ہے، وہی تمہیں جواب بھی دے گا۔

اِلَی اللّٰہِ مَرجِعُکُم جَمِیعًا فَیُنَبِّئُکُم بِما کُنتُم فِیہِ تَختَلِفُونَ (1)۔

(پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف رجوع کرنا ہے، پھر تمہیں وہ بتا

---

(1) سورۃ المائدہ 5:50 آیت 48۔

دے گا جس میں تم اختلاف کرتے ہو۔)

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى[1]۔

(اب کوئی دوسرا بوجھ اٹھانے والا کسی کے بوجھ نہ اٹھائے گا۔)

جو تمہارا یہاں دنیا میں اختلاف ہے وہ بھی اللہ بتا دے گا۔ یہی حقیقت ہے۔ یہ آپ کا مقام ہے، اب کوئی دوسرا بوجھ اٹھانے والا کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ پھر اپنے رب کی طرف تم سب کو رجوع کرنا ہے۔ پھر تمہیں وہ بتا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔ یہاں نہیں حل ہوگا۔ وہاں جاؤ گے تو وہ بتا دے گا کہ یہ اختلاف تھے۔ یہاں برداشت کرو۔ تمہیں وہ حقیقت بتائے گا، یہاں نہیں ہوگا۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہا ہے کہ جو نہیں مانتا اس کے آگے ہاتھ جوڑ دو کہ ٹھیک ہے آپ اسی پہ چلیں جو آپ کا نظریہ ہے۔ ہمیں ہمارے مسلک پر چلنے دیں اور آپ اپنے مسلک پر چلیں۔ لوگ اگر قبریں پوجتے ہیں تو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی بات کے مطابق پوجنے دیں حالانکہ بڑا زبردست شرک ہے لیکن کہا ہے کہ پوجنے دیں، آپ نے ایسے لوگوں سے جھگڑا نہیں کرنا، الجھنا نہیں ہے۔ آپ خود تو ان سے کہہ دیں کہ ہم پھر بھی بھائی ہیں۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہا ہے کہ یہ بات تم نہیں کہہ سکتے جب تک غصہ نفی نہ کریں۔ ایسا شرک کرنے والوں کو آپ یہ بات نہیں کہہ سکتے کہ ہم آپس میں بھائی ہیں۔ کوئی بات نہیں، یہ فروعی اختلافات ہیں۔ عام لوگ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات پر کہتے ہیں کہ اچھا یہ فروعی ہیں تو بنیادی کیا ہیں جی؟

مولانا مودودی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ آپ شرک کو ایک طرف دیکھتے ہیں۔ شرک کے بارے میں ایک طرف کہتے ہیں کہ یہ شرک جو ہے اس کے

---

(1) سورۃ فاطر 35: آیت 18۔

بارے میں اللہ کہتا ہے کہ شرک کرنے والے کیلئے جنت حرام کردی ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے علاوہ ہر گناہ معاف کردے گا، سوائے شرک کے۔ دوسری طرف عیسائی ظاہر شرک کرتے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور مریم علیہا السلام کی پوجا کرتے ہیں، پھر آپ اس کے ساتھ نکاح کرتے ہیں۔ لکھا ہے کہ مشرک کے ساتھ شادی بالکل نہیں کرنی خواہ وہ کتنا ہی اچھا لگے۔ اس سے وہ غلام اچھا ہے۔ اسی طرح سے عورت کا بھی ہے کہ مشرکہ سے شادی نہیں کرنی، خواہ وہ کتنی اچھی لگے اور اس کا حسن تمہیں لبھائے۔ یہ تمہیں دوزخ کی طرف دعوت دیتے ہیں، اللہ جنت کی طرف بلاتا ہے۔ اس سے وہ غلام عورت ہو یا مرد وہ اچھا ہے۔ اس آزاد مشرک سے کہا ہے کہ شادی نہ کرو۔ دوسری طرف آپ کہتے ہیں کہ جی عیسائی عورت کے ساتھ اور یہودی عورت کے ساتھ شادی کرسکتے ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ قرآن بھی کہتا ہے کہ کرلو۔ قرآن بھی کہتا ہے کہ یہ شرک جو تم کرتے ہو اگر اس سے باز آجاؤ تو یہ تمہارے لئے اچھا ہے۔ مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا کہ اللہ جب کہہ رہا ہے تو ویسا کرنا ہے۔

خدا کہہ رہا ہے کہ ان کے ساتھ شادی کرلو۔ اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کیلئے حلال ہے۔ تمہارا کھانا پکا ہوا اور گوشت جو ہے تمہارا ذبح کیا ہوا وہ کھاسکتے ہیں اور ان کا پکا ہوا آپ کھاسکتے ہیں۔ اب England جو کوئی جائے تو یہاں سارے مولوی فتویٰ دے دیتے ہیں کہ وہاں یہودی کمپنی جو ذبیحہ کرتی ہے، وہ صحیح ذبیحہ کرتے ہیں، وہ جائز ہے۔ انہوں (مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ ایک مذہب جو ہے اس کی Base ہی شرک پر ہے۔ ایک وہ ہے جس کی Base توحید پر ہے لیکن شرکیہ حرکات کرتے ہیں۔ اس میں فرق ہے۔ ان کو ہم مشرک نہیں کہہ سکتے۔ اگر شرک کرنے والوں اور شرکیہ حرکات کرنے والوں میں کوئی

فرق نہ سمجھا جائے تو ہمارے مسلمان اور ہم بھی سارے مشرک ہیں۔قبروں کو سجدے کرتے ہیں، مٹی چاٹتے ہیں، حمل کیلئے پیٹ پر ملتے ہیں، اور دعائیں بھی اسی بابے سے مانگتے ہیں۔حق باہو، بیڑا تک باہو۔یہ شرکیہ حرکات ہیں یہ حرکات کرنے والوں کو مشرک نہیں کہہ سکتے۔ایسے مذہب جن کی بنیاد ہی شرک پر ہے جیسے ہندو ہیں، بت پرست ہیں۔ کفار اور مشرکین مکہ مشرک تھے، ان کے خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ (360) بت رکھے تھے۔ان کا ایک ایک دن کا بت تھا، تجارت والا، یہ اور وہ۔اس کیلئے انہوں نے کہا کہ وہ مشرک ہیں۔

ہندو جو ہے اس کے مذہب کی Base شرک پر ہے۔وہ بندگی اور عبادت ان بتوں کی کرتے ہیں، وہ مشرک ہیں۔ان کا پتا بھی نہیں ہے کہ اہل کتاب بھی ہیں یا نہیں۔قرآن احادیث میں ان کا ذکر کہیں نہیں۔یہود و نصاریٰ دونوں کا ذکر ہے کہ یہ اہل کتاب ہیں۔ہندوؤں کے بارے میں نہ ہم No کہہ سکتے ہیں اور نہ ہم Yes کہہ سکتے ہیں۔ ہندو کہتے ہیں کہ سب سے پرانی کتاب جو تھی وہ ہمارے پاس ہے لیکن ان کو اپنے پیغمبر کا پتا نہیں ہے کہ Prophet کون تھا۔نوحؑ کا واقعہ ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ ان کے پیغمبر 30، 36، یا 70 نیک لوگوں کے ساتھ کشتی میں بیٹھے۔ان کی کتب میں یہ واقعہ ہے۔علماء کی یہ رائے ہے کہ نوح علیہ السلام ان کے پیغمبر ہیں، لیکن ہندوؤں سے پوچھو تو وہ نہیں بتا سکتے کہ یہ پیغمبر کون تھا۔انہوں (مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ اس لئے یہ جو مذہب ہے اس کی Base شرک ہے، مشرکین ہیں، لیکن یہ جو عیسائی اور یہودی ہیں یہ شرکیہ حرکت کرتے ہیں۔

قرآن میں بھی کہا ہے کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، اگر یہ باز آجائیں تو ان کیلئے اچھا ہے۔کوئی زبردست Warning نہیں دی، یہی کہا کہ یہ

باز آ جائیں تو ان کیلئے اچھا ہے، یہ تو ہلکی سی Warning دی۔ باز آ جائیں تو ان کیلئے اچھا ہے۔ ان کی Base شرک پر نہیں ہے، ان کی شرکیہ حرکات ہیں، ان کے مذہب کی بنیاد توحید پر ہے۔ ان کے ہاں سب کچھ ہے جس پر آپ ایمان لاتے ہیں، ایمان کی جو جزئیات ہیں، جو ارکان ہیں، وہ سارے اس میں ہیں۔ وہ سب کو مانتے ہیں کہ اللہ بھی ہے، دوزخ جنت بھی ہیں، اس کے حضور جانا ہے، فرشتے ہیں، سارا کچھ ہے۔ اس لئے وہ اس شرک میں نہیں آتے جس کے بارے میں کہا ہے کہ مشرک عورت جو ہے اس سے نکاح نہیں کر سکتے۔ مرد سے بھی نہیں، اس سے وہ غلام اچھا ہے۔ وہ جو ہیں یہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں، مشرک ہیں، یہ ادھر لے جائیں گے، آپ کو وہی وعظ کریں گے۔ اس لئے انہوں (مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ میں بھی ان کو قرآن کے مطابق وہ مشرک نہیں سمجھتا۔ قرآن جب خود کہہ رہا ہے کہ ان (اہل کتاب) کے ساتھ شادی کرو۔ خود کہہ رہا ہے کہ مشرک کو نہیں بخشے گا۔ خود کہہ رہا ہے کہ ان (مشرکین) کی خوبصورت عورتوں سے بھی شادی نہ کرو، نہ مرد سے کرو، کیونکہ خود کہا ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کرو۔ اس لئے ان (مشرکین) پر فردِ جرم ہے۔ ویسے ہمارے مسلمانوں میں بھی آپ جا کے دیکھیں مزاروں پر کیا ہوتا ہے۔ زبردست قسم کا براہِ راست شرک ہوتا ہے۔ آپ ویسے باہر ہی یہاں کہتے رہیں ناں کہ جھکنا نہیں، وہاں سیدھے فرش پر سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ انہوں (مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ وہ ان کی شرکیہ حرکات ہیں، Base جو ہے ناں وہ اللہ پر ہے۔ ویسے مولوی نکاح کراتے وقت بھی کلمے پڑھا دیتے ہیں۔ پہلے بھی پڑھا ہے مگر کہتے ہیں کہ اب پڑھ لے، پڑھتے ہیں، چلو اچھا ہے، نکاح ہو جاتا ہے۔

محفل 20

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ شیطان نے اللہ سے کہا کہ

اے خداوندِ صواب و نا صواب
صحبتِ آدم مرا کرد خراب

(اے خداوند! تو بہتر جانتا ہے کہ کون سی چیز حق ہے اور کون سی باطل ہے، میں عرض کرتا ہوں کہ مجھے تو آدم کی صحبت خراب کر گئی ہے۔)

لوگ کہتے ہیں کہ شیطان انسان کو خراب کرتا ہے، ادھر شیطان کہتا ہے کہ مجھے انسان کی صحبت خراب کر گئی ہے۔ میں نے تو ایک ہی غلطی کی تھی، اس کا تو حساب ہی کوئی نہیں۔ اس کے گناہ اور غلطیوں کا تو شمار ہی کوئی نہیں۔ یہ مجھے بھی پیچھے چھوڑ گیا ہے۔ ایک مرتبہ سیاستدانوں کی برائی کرتے ہوئے علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہلوایا کہ خدایا! اب زمین پر میری ضرورت نہیں رہی، اب ان کے سیاست دان جو ہیں بس یہی کافی ہیں۔ انہیں گمراہ کرنے کیلئے سیاستدان ہی کافی ہیں۔ میری اب ضرورت نہیں

رہی ۔اس شعر کواب کوئی سیاستدان نہیں پڑھتا۔اسی طرح کہتا ہے کہ

اے خدا یک زندہ مردِ حق پرست

لذتے شاید کہ یابم در شکست

(اے اللہ!ایک مرد حق جو حق پرست ہو،زندہ مرد، مجھے کہیں سے
وہ مل جائے ۔کوئی تو ملے ۔وہ مجھے شکست دے دے تو شاید مجھے
زندگی کا مزا آجائے کہ کسی نے تو مجھے گرایا ہے ۔)

میرا کوئی زور (کشتی) کرائے ، مجھے بھی کوئی ڈھا دے (گرا دے ۔)
شاید مجھے بھی لذت آئے کہ کسی نے تو میرے ساتھ کشتی کی ۔شاید مجھے شکست میں ہی مزا آجائے ۔یہ سب کمزور کمزور سے ہیں، مجھے بھی کوئی مزہ نہیں آیا۔کئی بندے ہیں ،کسی نے میرا زور نہیں کرایا۔کوئی پہلوان آئے ،میرا زور کرائے ،ذرا مجھے تھکائے ۔جب پہلوان کے اکھاڑے پر جاتے ہیں تو وہاں جن لڑکوں کو کشتیاں سکھاتے ہیں،بڑے پہلوان دو دو،تین تین کو کہتے ہیں کہ تم میرے ساتھ دو دو،تین تین لڑو ۔وہ ان کو گراتا ہے ،پھر اُٹھ کے آتے ہیں۔اسی طرح وہ (شیطان) کہتا ہے کہ کوئی تگڑا بندہ آئے جو مجھے وقت کرائے اور میں اسے سیدھا کروں ۔ایسا بندہ آئے جو میرا زور کرائے ۔

لذتے شاید کہ یابم در شکست

شاید مجھے شکست میں ہی مزا آجائے کہ ایک بندہ کوئی حق پرست
تھا۔علامہ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور جگہ کہتے ہیں کہ اتنی آگ جو جلائی جا رہی ہے میرے لئے

آخر کس لئے؟ کوئی بندہ میرے مقابلے کا ہے ہی نہیں۔

بابا جی خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے تھے کہ گیٹ پر اللہ نے توحید کا محافظ (گارڈ) کھڑا کر رکھا ہے۔ توحید کا گارڈ کھڑا ہے۔ اس کو حکم ہے کہ کسی کو اندر نہیں آنے دینا، تم ہی اس کو Engage کر لینا۔ اسے پڑی سے اتار کر کسی لائن پر لگادو، وہ اندر نہ آئے۔ جو بھی ادھر آتا ہے، شیطان اس کو پکڑ کے کہتا ہے: ہٹ۔ جیسے گارڈ کھڑے ہوتے ہیں۔ Who comes? Hands up. کون ہے؟ کس لئے آئے ہو؟ جو بھی ادھر آتا ہے وہ Hands up کرا دیتا ہے۔ کہتا ہے: کہاں جی؟ کیا کام ہے؟ وہاں آنے والا کہتا ہے: اللہ میاں سے ملنا ہے۔ گارڈ کہتا ہے: کس لئے ملنا ہے؟ خدا سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟ وہ تفریح میں بیٹھے ہیں، وہ کسی سے ملنا نہیں چاہتے۔ تم بات بتاؤ، کام کیا ہے؟ پیسہ چاہیے؟ شہرت چاہیے؟ عزت چاہیے؟ نیک نامی چاہیے؟ دنیا میں نام چاہیے؟ تمہارا نام بولے؟ عالم یا فاضل یا جو بھی بات کرو تم۔ بتاؤ کیا چاہتے ہو؟ آنے والے کو کچھ نہ کچھ اس لسٹ میں مل جاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ چاہیے۔ پھر گارڈ کہتا ہے کہ صاحب کو ملنے کی کیا ضرورت ہے؟ تمہیں مل جائے گا۔ جاؤ۔ پرچی لکھ کے مہر لگا دیتا ہے کہ کل سے تمہارا کام شروع۔ پیسہ ہی پیسہ ہے، شہرت ہی شہرت ہے، جو چاہتے ہو مل جائے گا۔ اس کے پاس انسانی ہوا و ہوس کے جتنے بھی ساماں ہیں، وہ ساری لسٹ ہوتی ہے، پڑھ کے سناتا ہے۔ کوئی نہ کوئی آئیٹم (Item) اس کے مطابق نکل آتا ہے۔ شیطان ہی مہر لگاتا ہے کہ جاؤ کل سے تمہارا کام شروع۔ پھر بھی کوئی نہ کوئی بندہ آ جاتا ہے۔ وہ

(شیطان گارڈ) ساری لسٹ پڑھتا ہے مگر وہ کہتا ہے کہ میری ان سے کوئی غرض و غایت نہیں ہے، مجھے صاحب سے محبت ہے اور میں نے انہی سے بات کرنی ہے۔ مجھے یہ جو تم سب پڑھ کے سنا رہے ہو اس میں سے کچھ نہیں چاہیے۔ مجھے ان سے کوئی غرض نہیں ہے۔ تو پھر وہ انٹر کام پہ اللہ میاں سے بات کرتا ہے کہ اللہ میاں! ایک بندہ آیا ہے جو میرے قابو میں نہیں آ رہا۔ میں نے ساری لسٹ پڑھ دی ہے اور وہ کہتا ہے کہ ان سے میری کوئی غرض نہیں ہے۔ بابا جی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ پھر اللہ میاں کہتا ہے کہ چلو، اس کے پاس پر مہر لگا دو کہ مجھ سے بڑھ گیا ہے، میرے قابو میں نہیں آتا۔ تم لگا دو Stamp اس پر کہ مجھ سے زائد ہے۔ اس کو آنے دو۔ دروازہ کھولو اور اس کو سیلوٹ کرو۔

قرآن مجید میں ایک آیت ہے کہ شیطان کو ہم نے تم پر اس لئے طاقت دی کہ تمہارا امتحان ہو جائے کہ کون یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کون اس پر شک میں ہے۔ کون پکا مومن ہے اور کون کچا ہے۔ اس گارڈ کو اس لئے درمیان میں کھڑا کیا گیا ہے۔ شیطان جو ہے وہ اللہ کے خلاف نہیں ہے، وہ ہمارے ٹیسٹ کیلئے ہے۔ اللہ کے خلاف وہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ اس کی مخلوق ہے۔ سب کو وہ پیدا کرتا ہے۔ اسے ہمارے خلاف کھڑا کیا ہے۔ کہا ہے کہ تمہارا دشمن ہے۔

وَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا۔

وہ تمہارا دشمن ہے اور اسے دشمن ہی سمجھنا۔ اس سے غافل نہ ہونا۔ یہ ہمارا امتحان ہے۔

محفل 21

کسی بھائی نے اپنے خط میں لکھا کہ جب سے میں بیعت ہوا ہوں، میری مشکلات میں اضافہ ہو گیا ہے۔ میرے گھر والے میری مخالفت کرتے ہیں کہ جب سے تم ذکر کرنے لگے ہو تمہاری ترقی رُک گئی ہے۔ اس بھائی نے یہ بھی پوچھا کہ کیا بیعت ہونے کیلئے والدین کی اجازت ضروری ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

ذکر اس لئے تو نہیں ہوتا کہ رکاوٹ ڈالے۔ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ماں باپ سے اجازت لی جائے۔ اپنا اپنا ذوق ہے، شوق ہے، بالغ آدمی ہیں۔ آپ کو شوق ہے تو آپ کر سکتے ہیں۔ ضروری نہیں ہے کہ ماں باپ اجازت دیں۔ پتہ نہیں، اُنہیں (والدین کو) ذکر کا شوق ہے بھی یا نہیں ہے۔ نماز روزے کا بھی شوق ہے یا نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ میں بیعت ہو کر یہ ہو جاؤں گا تو مت بیعت ہوں۔ اگر آپ خلوص سے بیعت ہوں گے تو اللہ دنیا کے کام بھی سنوار دے گا۔ اگر آپ مجھ سے اس لئے بیعت ہوتے ہیں کہ مالی حالات سنور جائیں گے تو مت بیعت ہوں۔ مجھ میں ایسی کوئی طاقت نہیں ہے۔ ایسی عبادت اللہ کیلئے نہیں ہوتی۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ کی نوازشیں ہوں۔ جو اللہ کا کام کرتا ہے، اللہ اللہ کرتا ہے، جس جگہ اللہ کا ذکر ہوتا ہے، جس جگہ پر اللہ کے نیک بندے بیٹھتے ہیں، وہ جگہ برکت والی جگہ ہے، ان کے

وجود سے بھی برکت ملتی ہے لیکن یہ اس لئے نہیں ہے کہ آپ اس میں آئیں ہی اس لئے کہ ہمارے حالات سنور جائیں گے۔ یہ نچلی سطح کی سوچ ہے۔

بندہ خالصتاً اللہ کی محبت کے حصول کیلئے سلسلہ میں آئے اور محافل ذکر میں شریک ہو۔ ظاہر ہے کہ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں، اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے پاس ہوتا ہے۔ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ فرشتے اس کے کام میں لگ جاتے ہیں۔ اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ یہ اپنی جگہ سب کچھ درست ہے۔ قرآن میں بھی لکھا ہے کہ جو ہمارے کام میں لگ جاتا ہے، اللہ اس کے کام میں لگ جاتا ہے۔ اللہ سے محبت کے اظہار کے بہت سے طریقے ہیں۔ بہر حال جو اللہ کیلئے وقت کی قربانی دیتے ہیں اور جو اللہ کے کام کیلئے، اس مشن کیلئے، زیادہ ٹائم Devote کر دیتے ہیں،، اللہ ان کے بھی دنیوی کاموں میں آسانیاں پیدا کر دیتا ہے۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے۔ لیکن بیعت ہی اس لئے ہونا کہ دنیا سنور جائے گی، لازم نہیں۔

بانیٔ سلسلہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی طریقتِ توحیدیہ میں تحریر کر دیا ہے کہ یہ تعلیم پڑھ لیں، یہ سب کچھ آپ کو کرنا ہے، کر سکتے ہیں تو آ جائیں، نہیں تو بے شک نہ آئیں کوئی زبردستی نہیں اس لئے تعلیم میں یہ شرط رکھ دی گئی ہے کہ نئے آنے والے بھائی کو چھ ماہ تک بیعت نہیں کیا جاتا تاکہ وہ یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ وہ تعلیمات پر چل سکتا ہے یا نہیں۔ اگر بندہ ایسا ہے جو شروع ہی میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے ڈر جائے تو بعد میں کیا کرے گا؟ راہ سلوک میں تو مختلف اور شدید قسم کی رکاوٹیں آتی ہیں۔ سالک کی ثابت قدمی سے سب کچھ آسان ہو جائے گا بلکہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کا سلیبس جو آپ نے مرتب کیا ہے یہ وقت کے مطابق آسان ترین سلوک کی تعلیم ہے اور تعلیم آسان لگنی بھی چاہیے۔ پرانے طریقوں کو آپ پڑھیں کہ

کتنی محنت کراتے تھے، کتنے کتنے سخت مجاہدے کراتے تھے، اس لحاظ سے یہ واقعی آسان ہے، اس میں کوئی بھی زیادہ مشکل نہیں ہے۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مجھے جو مرشد نے بتایا تھا وہ میں ساری رات کرتا تھا، پورا نہیں ہوتا تھا، نتیجہ بھی لکھا ہے کہ میں دو دفعہ فیل ہو گیا۔ ایسے نالائق تو نہ تھے کہ میٹرک میں دو دفعہ فیل ہو گئے تھے۔ اپنے مرشد کے بتائے ہوئے ذکر کو چھوڑ نہیں سکتے تھے کہ ذوق وشوق ہی اتنا اعلیٰ تھا۔ فیل ہوتے ہیں، تو ہوتے رہیں۔ سلیبس اتنا لمبا تھا کہ ساری رات بھی بیٹھ کر پورا نہیں ہوتا تھا۔ بعد میں ملازمت کے دوران اور بھی مشکل ہو گیا۔ Maintain کرنا پڑتا تھا۔ کافی ٹھوکریں کھانا پڑیں۔ ان میں اخلاص تھا اور استقامت تھی۔

چلو اچھا ہوا کہ انہیں مشکل بتایا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو احساس تھا کہ اس کو آسان کرنا ہے۔ یہ بڑا ممکن العمل تھا۔ اس زمانے میں تو انہوں نے آسانی کر دی کہ ایسا سلیبس جو دنیا میں رہ کر کرنا ہے، دنیاوی کام بھی کرنے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق کرنا ہے۔ اتنا مشکل نہیں ہونا چاہیے۔ سادہ طریق سے ہونا چاہیے کہ اس مصروفیت کے دور میں آسانی سے کر سکیں۔

انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار لکھا ہے کہ روزانہ ذکر نفی اثبات اگر شوق ہو اور مزا آئے تو ایک سے دس تسبیح تک کر سکتے ہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ ذکر نفی اثبات ایک سے پانچ تسبیح تک کر سکتے ہیں۔ لیکن لوگوں کی مصروفیت کے پیش نظر اسکو مختصر کرتے ہوئے پندرہ سے بیس منٹ تک حتمی طور پر مقرر کر دیا ہے، اس سے زیادہ نہیں کرنا، بس اتنا ہی کافی ہے۔ مزید فرمایا کہ یہ تجربے سے ثابت ہو گیا ہے کہ یہ (نفی اثبات) لمبا چوڑا نہیں کرنا۔ یہ اتنا ضروری نہیں ہے۔ یہ ذکر صرف جوش و

خروش پیدا کرنے کیلئے ہے۔اصل ذکر تو پاس انفاس ہی ہے جو نص قرآنی سے ثابت ہے۔ یہ (نفی اثبات کا ذکر) بیٹری چارجنگ ہے۔ کرو گے تو یہ چارج ہو گی۔ پندرہ بیس منٹ میں بھی یہ دو تین تسبیح ہو جائے گا۔ اگر آرام سے کریں تو سات، آٹھ منٹ میں تسبیح ہو جاتی ہے۔ پندرہ منٹ میں دو تسبیحات ہو جائیں گی۔ ذرا Speed سے کریں گے تو تین ہو جائیں گی۔ اس میں تو اب ٹائم نہیں لگتا کہ پندرہ بیس منٹ اور سارا ملا کے دعا، شجرہ شریف پڑھ کے آرام سے بھی کر لیں تو پونا گھنٹہ، گھنٹہ لگا لیں، اس سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ جوش و خروش کیلئے کیا جاتا ہے اور یہ اتنا ہی صحیح ہے۔ بڑا اچھا ہے۔ ذکر پاس انفاس پر مزید زیادہ دھیان دیں۔ زیادہ سے زیادہ ٹائم اس کو دیں۔ اور نفی اثبات کا ذکر پندرہ سے بیس منٹ بلا ناغہ کریں اس کو Minimum کر دیا ہے، اس کو چھوڑ دیں گے تو کمزوری آئے گی۔ اس میں Battery charging ہے۔ بیٹری چارج نہیں ہو گی تو کال کس طرح ہو گی؟ چارجنگ تو جاندار ہونی چاہیے۔ تھوڑا سا ٹائم دیا ہے اور اس میں کرنا ہے۔ جو بھی پرانا سلیبس پڑھیں یا بزرگوں کی تعلیم پڑھیں تو یہ اس کی نسبت بڑا Easy سلیبس ہے کہ کتنا آسان سا ہے۔ اتنا آسان کوئی بھی نہیں ہے۔ بس یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت اور فیض اس کی اصلیت سے چلتا ہے۔ پھر وہ غرض جو ہے اللہ کے راستے کیلئے تو وہ بزرگوں کی نگاہوں سے ہی چلتی ہے زیادہ۔ اس پاس انفاس سے وہ Alive رہتی ہے۔

ہر آدمی تھوڑا Gifted ہوتا ہے۔ کسی ٹیم میں بڑے اچھے بندے نکل آتے ہیں۔ بڑے جوش و خروش سے خوب کرنے والے، سارے کام بڑے اچھے اور صحیح کرتے ہیں، کچھ درمیانے، اور کچھ ماٹھے بھی ہوتے ہیں۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے آخری

خطبے میں لکھا ہے کہ میں شاید اپنے مشن میں ناکام ہو گیا ہوں۔ وہ جذبہ جو میں چاہتا ہوں وہ پیدا نہیں ہوا۔ کبھی کبھی اس بات کا ذکر فرماتے کہ میرے سلسلے میں بڑے اچھے ولی کبیر ہیں۔ خالی کوئی بھی نہیں ہے۔ اخلاق کے لحاظ سے اور تقویٰ کے لحاظ سے بھی وہ مثالی ہیں۔ بھائیوں میں پیدا ہونے والے اوصاف اور اچھی باتوں کی بھی باباجی عظیلیہ تعریف کرتے تھے، اور کرنی بھی چاہیے۔ اس طرح نہیں ہونا چاہیے کہ حوصلہ افزائی نہ ہو۔ حوصلہ افزائی کی بھی بات ہونی چاہیے۔ باباجی عظیلیہ کہتے تھے کہ باقی جماعتوں میں ایسے ہی ہوتا ہے۔ باقی بزرگوں میں بھی کوئی ایک ہی خلیفہ ہوتا تھا، جو آگے چلاتا تھا، ان کے وصال کے بعد فلاں بیٹھا ہے، انہوں نے چلایا ہے۔ ہمارے تو بہت اچھے اچھے بھائی ہیں، اللہ کی رضا کیلئے **الحمدللہ** کام چلاتے ہیں۔ مذہبی لحاظ سے بہت اچھے ہیں۔

جماعت میں ایسا ہی ہوتا ہے، کوئی بہت اچھے ہوتے ہیں۔ کوئی کام کسی نے Take over کر لیا، چلتا رہتا ہے۔ کچھ وہ ہیں جو ان کے ساتھ مل جاتے ہیں، وہ بھی اچھا چلتا ہے، کچھ وہ ہیں جو جماعت کے ساتھ ہی چلتے رہتے ہیں اور کہیں اکیلا کیلے ہو گئے تو وہ سست ہو جاتے ہیں۔ وہ جو ان میں سے اچھے ہیں ان کا خاصہ ہے کہ وہ کہیں بھی جائیں گے تو اپنا حلقہ بنالیں گے۔ دو چار بندے اکٹھے کر لیں گے۔ حلقہ ذکر شروع کرادیں گے۔ جو سست ہیں وہ Slow ہو جاتے ہیں پھر حلقے کے ساتھ مل کے وہ ریگولر چلتے ہیں۔ اللہ والوں کی باتیں دل سے نکلتی ہیں اور روح پر اثر کرتی ہیں۔ جو دل میں شمع روشن کر دیتے ہیں۔ چراغ سے چراغ جلتے ہیں۔ جو روز باقاعدگی سے ذکر کرتے ہیں ان کے ساتھ اللہ کے پیار کی Spirit کے ساتھ اللہ کی مدد بھی شامل ہوتی ہے۔

محفل 22

آپ مرکز تعمیر ملت کے برآمدے میں اپنا دفتر سجائے بیٹھے تھے۔ رمضان المبارک شروع ہوا تھا۔ پوچھا گیا کہ آپ رمضان کیسے گزارتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

صبح جب الارم بجتا ہے تو یہ (اماں جی کی طرف اشارہ کیا) اُٹھ بیٹھتی ہیں۔ میں بھی ساتھ ہی اُٹھ بیٹھتا ہوں۔ یہ (اماں جی) اُدھر باورچی خانے چلے جاتے ہیں اور میں نے ادھر دو چار نفل پڑھے، ذکر کر لیا۔ باقی ٹائم میں کھانا تیار ہوتا ہے ادھر آجاتے ہیں۔ چار نفل اور تھوڑا سا ذکر، وہ ہو جاتا ہے اور چلو جی کھانا تیار۔ کھانا کھا لیا۔ اذان ہونے میں پندرہ، بیس منٹ ہوتے ہی ہیں کیونکہ شیعوں کی اذان پہلے ہوتی ہے، اتنی دیر میں کچھ تلاوت کر لیتے ہیں کہ نماز پڑھ کے سونا ہے۔ بیٹھ نہ گیا، چلو تلاوت کر لی۔ چوتھا حصہ سپارے کا پڑھا جاتا ہے۔ وہ پڑھ کے پھر اذانیں ہو جاتی ہیں، نماز پڑھ کر گھنٹہ ڈیڑھ سو جاتے ہیں، اتنے میں وہ صفائی کیلئے آجاتی ہے۔ اُٹھ کے، وضو کر کے، نماز پڑھنے کے بعد آدھا پارہ، پونا پارہ صبح پڑھ لیا۔ اچھا ٹائم ہوتا ہے۔ پھر کوئی لکھائی پڑھائی، کوئی کتاب، کوئی کام کیا، بیٹھے رہتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی سلام دعا والا آجاتا ہے، کوئی دَم والے آگئے، تھوڑی بہت رونق لگی رہتی ہے، بالکل

بند تو نہیں ہوتا۔

دوپہر کو پھر ظہر پڑھ کے سو گئے۔ پھر اُٹھے، عصر پڑھ کے پھر تیسرا راؤنڈ تلاوت کا شروع ہو جاتا ہے، چھوٹا سا راؤنڈ ہوتا ہے کیونکہ ٹائم ہی تھوڑا رہ جاتا ہے، اس سے اچھا کیا ہے کہ قرآن مجید ہی پڑھ لیا، کبھی چوتھا حصہ، کبھی آدھا۔ مطلب یہ کہ تین ٹائم میں سوا پارہ، ڈیڑھ پارہ روز کا ہو جاتا ہے۔ صبح فجر کی اذان سے پہلے، صبح پھر وضو کر کے باہر بیٹھ کے۔ اِدھر ساتھ ہی قرآن شریف رکھتے ہیں کہ یہیں سے پڑھ لیا۔ پھر عصر کے وقت بھی یہیں بیٹھ کے پڑھ لیا۔ تقریباً ڈیڑھ پارہ مغرب تک کئی دفعہ ختم ہو گیا یا کچھ اوپر ہو گیا۔ روز شام کو پکوڑے، کھجور، ساتھ فروٹ چاٹ بنا لیے یا کچھ اور رکھ لیا۔ بس جی! یہ سب اللہ کی مہربانی سے ایسے ہی ہے، اب صحت ٹھیک رہے تو انشاءاللہ رکھ لیں گے۔ اب آہستہ آہستہ گرمی کی طرف ایڈوانس کر رہے ہیں۔ دیکھتے ہیں جب تک رکھ سکتے ہیں۔ کیا ہے؟ اب یہاں بیٹھے رہتے ہیں اور کیا ہے؟ روٹی ویسے بھی اتنی ہی کھاتے ہیں۔ گرمیوں میں تو پراٹھے کے ساتھ دہی اور سالن ذرا اچھا ہے۔ بس یہ ہے کہ قرآن کریم تھوڑا زیادہ پڑھا جاتا ہے۔ اب اتنی دیر پڑھتے ہوئے ہوگئی ہے، ترجمہ تقریباً تقریباً آتا ہی ہے۔ ساتھ ساتھ سمجھ آتی رہتی ہے کہ کیا پڑھ رہا ہوں، دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں پڑتی، یا کوئی خاص موضوع رکھ لیتے ہیں کہ اس دفعہ فلاں موضوع کے بارے میں دیکھنا ہے کہ یہاں کدھر کدھر آیتیں لکھی ہیں۔ یہ بڑا اچھا ہے۔ خطبات یا مقصودِ حیات میں یہ اتنی ساری آیات اکٹھی ہوگئی ہیں، ایسے ہی ہوئی ہیں، ورنہ قرآن پاک کا کافی مطالعہ کرنا پڑتا پھر اکٹھی ہوتیں۔ ایسے ہی باری باری وہ کر لی گئیں۔ ڈائری بھی بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ساتھ رکھنی ہے۔ ایک

ڈائری ساتھ رکھی ہے۔ذکر کے بارے میں جو آیت آئی وہ لکھ لی، وہ اکٹھی ہو گئیں۔ غصہ ونفرت کے بارے میں جو آئیں، اور باقی بھی۔خلافت کے بارے میں جو آیا ہے کہ چلو یہ بھی دیکھیں کہ کہاں کہاں آیا ہے؟خلیفہ، اس کے بارے میں کہاں کہاں آیت آئی ہے، وہ بھی چلو اس دفعہ ذہن میں رکھتے ہیں کہ کہاں کہاں آیت ہے؟ وہ ایک پورا دورہ ہو جاتا ہے۔

ایک آپ (مرتب کنندہ) کا مضمون بھی آیا تھا۔''اس دن''۔قرآن میں ایسے ہی شروع ہوتا ہے:اس دن ۔اس کو میں نے ایک Footnote شروع میں دیا تھا کہ اس دن سے مراد کیا ہے؟ میں نے لکھا تھا۔اس دن یہ ہوگا، اس دن وہ ہوگا، بڑا اچھا تھا۔اسے ترتیب کے ساتھ کیا جائے، Chronological order کے ساتھ کیا جائے کہ پہلے کون سا حادثہ ہوگا؟ پھر اس کا Follow up کون سا حادثہ ہوگا؟ یہ اس ترتیب سے ہو جائے کہ واقعات کس ترتیب سے ہوں گے تو بڑا اچھا مضمون بن جائے۔آسمان پھٹ جائے گا۔ستارے جھڑ جائیں گے۔سورج اگل پڑے گا۔اور بھی ہے، اسے اکٹھا کر کے کہ پہلے کیا ہوگا۔یہ آیات جو ہیں ساری کہ سورج کو یہ ہو جائے گا، چاند کو یہ ہو جائے گا۔سورج اور چاند اکٹھے ہو جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ چاند کہیں بھاگ جائے گا زمین سے یا سورج کھینچ لے گا، یا سورج کہیں قریب آجائے گا تو وہ اسے لے اُڑے گا۔اس کی Scientific reasons بھی ساتھ لکھی جائیں کہ ایسا ممکن ہے۔بس ایسے تھوڑا بھی ساتھ رکھ لیتے ہیں کہ اس موضوع کے ساتھ مطالعہ کرنا ہے۔کاغذ اور پنسل بیچ میں رکھ لیتے ہیں۔دیکھتے ہیں کہ یہ یہ چیزیں کہاں کہاں تھیں، ساتھ ساتھ جہاں وہ آئیں، اس کا ریفرنس، سورۃ کا نمبر

ساتھ، اور ترجمہ کہ یہ آیا ہے۔ وہ ذرا آسان ہو جاتا ہے اگر مضمون کبھی لکھنا ہو تو Material اکٹھا مل جاتا ہے۔

اس طرح کافی مضامین جو ہیں وہ بنائے گئے جیسے یـــــوم الســــــــت یا دوسرے۔ سارے اچھے Theme بن گئے کہ کیسے ہوا؟ پھر کیا ہوا؟ اس کا مقصد کیا تھا؟ آگے اس کے Results کیا ہیں دنیا میں؟ انسان کے اندر ایک رب کی جستجو پائی جاتی ہے۔ اس کو مان لینا، پھر دوبارہ اس کی تجدید ہے، اسلام لے آنا۔ بہرحال جو آئی ہیں میں نے لکھ دیا۔ اب اللہ جانے بھائیوں کو اور باقی لوگوں کو کہاں تک یہ فائدہ پہنچائیں گی۔ اس میں کئی نئی باتیں بھی ہیں جیسے یہ خلافت والی بات ہے، یہ اتنی جلدی سے Digest نہیں ہوگی۔ پرانے بزرگوں نے سب نے لکھا ہے۔ بڑے بڑے بزرگوں نے خلیفة الارض یعنی اللہ کے خلیفے لکھا ہے ورنہ قرآن میں کہیں نہیں لکھا۔ وہ اس کو انسان کی بڑی عظمت سمجھتے ہیں کہ اتنی عظمت ہے انسان کی کہ اللہ نے اسے درجہ دیا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہماری جو تاویل کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام خلیفہ تھے، بس بات ختم ہوگئی۔ یہاں اللہ کہتا ہے کہ ہم نے تمہیں دیا ہے تا کہ اس میں تمہیں آزمائیں کہ تم کیا کرتے ہو۔ ایک حدیث بھی ہے:

کللم راعی و کلکم مسئولا۔

ہر بندہ حکمران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ یہ اس کے ساتھ Tele کرتا ہے۔ ہر بندہ حکمران ہے، اس کے جو تحت ہے اس کے بارے میں سوال ہو گا کہ وہ کیا کرتا ہے۔ تو بڑا اچھا ہے کہ آدمی Active رہے، جو اس کے ساتھ بچے ہیں، ملازم ہیں، ماتحت ہیں، ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے،

ہمہ وقت اسے ذمہ داری کا احساس رہنا چاہیے کہ مجھے جوابدہی اس کی کرنی ہے۔ اچھا ہے کہ انسان کو اس کا احساس رہے۔ انسان کی یہ حس ہی تو ہے۔ اس کے اندر احساس ہے تو اچھا ہے، نہیں ہے تو بس ایسے ہی ہے کہ کیسے زندگی گزار رہے ہیں۔ احساس ہو تو ساری ذمہ داریوں کا احساس رہتا ہے کہ اس کے مطابق کرنا ہے۔

اسی طرح وہ دو دفعہ مرنا اور دو دفعہ جینا بھی ایک مضمون آیا تھا۔ قرآن میں اللہ نے دو دفعہ زندہ کرنے اور دو دفعہ مارنے کا لکھا ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہ

خَلَقَ المَوتَ وَالحَیاتَ لِیَبلُوَکُم۔

موت اور حیات پیدا کی تاکہ تمہیں آزمائیں۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ

کُنتُم اَموَاتَ۔

تم مُردہ تھے، زندہ کیا، پھر مارے گا، پھر زندہ کرے گا۔ پہلے آپ اموات تھے۔ اموات تھے کا کیا مطلب ہے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ نہیں تھے۔ مگر تھے۔ اموات تمہاری ایک حالت ہے جس میں تم تھے، پھر ہمیں حیات دی، پھر مردہ کرے گا۔ موت ایک تخلیق ہے۔

خَلَقَ المَو تَ وَ الحَیاتَ۔

موت اللہ کی ایک مخلوق ہے۔ اس میں جانا ہے۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ جسم کے بغیر جو ہے وہ حالت موت ہے، جب جسم مل گیا تو وہ عالم حیات ہے۔ پہلے بغیر جسم کے تھے پھر دنیا میں آئے، جسم میں آگئے، یہ حیات ہو گئے۔

ثُمَّ یُمِیتُکُم۔

پھر جسم چھوڑ دیا جائے گا۔ روح پھر چلی جائے گی، پھر وہ عالم موت، پھر

قیامت کے دن پھر جسم ملے گا، پھر وہ حیات ہے۔

ثُمَّ یُحْیِیکُم۔

شہداء میں بھی یہی بات رکھی گئی کہ ان کو مردہ نہ کہا کرو، ان کو رزق ملتا ہے۔ مردہ، مرتو گیا، شہید ہو گیا۔ مردہ اس معنی میں کہ وہ جسم نہیں آئے گا۔ وہ مردہ ہے، اس کو رزق ملتا ہے۔ جسم ہو گا تو اس کو رزق ملے گا۔ جسم جب ملے گا تو رزق ضرور ملے گا خواہ برا ملے، خواہ تھور ملیں، خواہ کانٹے ملیں۔ دوزخ میں بھی کہا ہے کہ ان کو ملے گا۔ زقوم کا درخت کھائیں گے، گرم پانی پئیں گے۔ جسم ہو گا تو خوراک ملے گی۔ تھور کا درخت ہو گا یا کانٹے دار جھاڑیوں کا ہو گا، وہی کھائیں گے، مجبوری ہے۔ جسم جب ہو گا تو خوراک ضرور ملے گی جہاں بھی ہو گے۔ ان (شہداء) کو کہا ہے کہ ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ ان کو جسم مل جاتا ہے کیونکہ اللہ کا نظام ہے کہ جس طرح کا گناہ یا ثواب اسی طرح کی اس کی جزا ملتی ہے۔ جس طرح کا گناہ کیا ہو گا Punishment اسی طرح کی ملتی جلتی ہو گی۔ جس نے زندگی Sacrifice کی، اس کو زندگی ہی ملنی چاہیے۔ اس کو زندگی کا انعام ملنا چاہیے۔ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہلکے پھلکے سبز رنگ کے جسم عطا فرماتا ہے، وہ اڑتے ہیں، Light جسم ہوتا ہے، اس کے عرش کے نیچے قندیلیں ہیں وہاں ان کا ٹھکانہ ہے۔ جسم صرف ان کو ملتا ہے، اور کسی کو نہیں ملتا کیونکہ رزق جسم کو چاہیے، روح کو نہیں چاہیے۔ جسم کو مادی خوراک چاہیے، مٹی سے اُڑنے والی، جب جسم ساتھ ہو گا تو یہ چاہیے ہو گی، جب جسم ساتھ نہیں ہو گا صرف روح ہو گی تو اس کو نہیں چاہیے۔

محفل 23

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے یوم پیدائش کی یاد اور عید ملن پارٹی کے طور پر مرکز تعمیر ملت پر ایک اجتماع ہوا جس میں مقامی حلقہ جات سے کثیر تعداد میں مریدین سلسلہ نے شرکت کی۔ اس موقع پر آپ نے افتتاحی کلمات میں فرمایا:

جو نئے بھائی ہیں ان کو میں باباجی رحمۃ اللہ علیہ کا تھوڑا سا تعارف کرا دوں۔ آپ دہلی کے رہنے والے تھے۔ آپ کے دادا بہت اچھے بزرگ تھے۔ جج کے ایک اعلیٰ عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ انہیں کے زیر سایہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پرورش پائی۔ ان کی وفات کے بعد انہیں خواہش ہوئی کہ کوئی مرشد تلاش کیا جائے۔ انہوں نے اس میں کوئی آٹھ دس برس لگائے۔ اپنا جو معیار تھا اس کے مطابق مولانا کریم الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ، نقشبندیہ سلسلے کے ایک بزرگ تھے، ان سے آپ نے بیعت کی۔ یہ دہلی کے پاس ایک قصبہ تھا وہاں کے رہنے والے تھے۔

تین چار سال نقشبندیہ سلسلہ کے طریقہ کے مطابق خوب ذکر کیا۔ جیسے یہ ظاہری حواس ہیں، ایسے انسان کے اندر بھی حواس ہیں جنہیں لطائف کہتے ہیں۔ قلب ہے، روح ہے، سر، خفی، اخفیٰ، وہ کھل جاتے ہیں، ان کی روشنی دکھائی دیتی ہے، ان کے دوائر، دائروں کی سیر ہوتی ہے۔ وہ بزرگوں کو دکھائی دیتی ہے۔ دوزخ کے

حالات، جنت کے طبقات ۔جیسے جیسے روح آگے روشن ہوتی جاتی ہے،ترقی پاتی ہے، اس طرح ان کو عالم روحانیت کی سیر کرائی جاتی ہے۔آپ عﷺ کے لطائف کھل گئے،آپ کو باباجی مولانا کریم الدین احمد عﷺ جوآپ عﷺ کے شیخ تھے،انہوں نے سند خلافت عطا فرمادی لیکن کہا کہ بیعت نہیں کر سکتے۔جب تک آپ کی عمر چالیس سال نہ ہو جائے،اس وقت تک بیعت نہیں کر سکتے۔

آپ عﷺ نے پیری فقیری کو کوئی پیشہ تو نہیں بنایا۔آپ عﷺ نے گریجوایشن کی، ملازمت بھی کرتے رہے۔انڈیا میں شروع شروع میں As a translator کافی دیر کام کیا۔ترجمے کا کام کرتے تھے۔اردو کو انگریزی میں اور انگریزی کو اردو میں ترجمہ کرتے تھے۔اس میں کافی دیر سروس چلی۔پاکستان بنا، پھر ادھر تشریف لے آئے۔کراچی میں ہمارا پی اے ایف (پاکستان ایئر فورس) کا سٹیشن تھا:ڈرگ روڈ،آج کل شاہراہ فیصل کہلاتا ہے،وہاں پر As a librarian کچھ دیر سروس کی۔آپ کا کوئی پرانا جاننے والا تھا، وہ وہاں کے کمانڈر تھے۔ونگ کمانڈر اکبر حسین ان کا نام تھا۔انہوں نے کہا کہ لائبریرین کی جگہ خالی ہے۔آپ عﷺ نے وہ لائبریرین کا کورس کیا ہوا تھا تو وہاں پر سروس کر لی۔کوارٹر بھی وہاں مل گیا۔

آپ عﷺ کے پاس بیٹھنے والوں کی جو سوسائٹی تھی، ملازمت میں سوسائٹی بن جاتی ہے،گپ شپ لگائی تو پتا چلا کہ باباجی عﷺ اللہ اللہ کی باتیں کرتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ ہمیں بھی کچھ بتائیں تو انہیں پاس انفاس کا ذکر بتا دیا۔ہمارا دوسرا ذکر جو ہے وہ لا الٰہ الا اللہ کا ذکر جو اس وقت ہم نے کیا ہے۔اس لا الٰہ کے ذکر کے علاوہ جو دوسرا ذکر ہمارے سلسلہ میں بتایا جاتا ہے وہ پاس انفاس ہے۔یعنی سانسوں کا خیال رکھنا۔سانسوں کا خیال وہ جیسے حضرت سلطان باہو عﷺ

نے کہا ہے کہ

جو دم غافل سو دم کافر
سانوں مرشد اے سمجھایا ھُو

قرآن میں اللہ کا حکم بھی ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِكُمْ(1)۔

کھڑے بھی، بیٹھے بھی، پہلو پہ لیٹے بھی اللہ کا ذکر کرو۔

اور بھی جگہ تاکید آئی ہے۔ یہاں بھی ہے کہ جب نماز ادا کر چکو تو اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے اللہ کا ذکر کرو۔ کثرت سے ذکر کی وہ جو صورت ہے اس کو بزرگ یہ پاس انفاس کے طریقہ پر کرتے ہیں۔ پاس انفاس کا مطلب ہے سانسوں کا خیال رکھنا۔ کیا خیال رکھنا ہے؟ کوئی سانس نہ اللہ کی یاد کے بغیر جائے، نہ اللہ کی یاد کے بغیر آئے۔ باہر جائے تب بھی اللہ کا نام لے، اندر آئے تب بھی اللہ کا نام لے۔ یہ خیال سے کیا جاتا ہے۔ یہ نہ کسی تسبیح پہ کرنا ہے، نہ زبان سے کرنا ہے۔ خیال سے کرنا ہے کہ جو سانس اندر جائے اس نے اللہ کہا، باہر آئے تو پھر بھی اس نے اللہ کہا۔ دھیان جو ہے وہ اللہ کی طرف رہے۔

ان کو آپ نے پاس انفاس بتا دیا پھر انہوں نے کہا کہ بیعت کر لیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہماری بات سے کسی کا فائدہ ہوتا ہے تو یہ کر لیتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شروع کیا لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا کہ یہ اگر شروع کرنا ہے تو اس کو ایسے بنایا جائے کہ موجودہ زمانے کا انسان جو ہے وہ اگر تصوف کے راستہ پہ آنا چاہے تو اسے اپنا سکے۔ اس میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں وہ دور کر دی جائیں۔

(1) سورۃ النساء 4: آیت 103۔

پہلی بات تو یہ نظر آئی کہ چلے اور وظیفے اتنے لمبے ہیں کہ موجودہ انسان جو ہے وہ تو کر ہی نہیں سکتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا بھی کہ مجھے مرشد یہ بتایا کرتے تھے۔ واقعی وہ ناممکن تھا۔ روزانہ پانچ ہزار دفعہ نفی اثبات کرو۔ دس ہزار مرتبہ پاس انفاس کرو۔ یٰسین اتنی دفعہ، سورۃ المزمل۔ اچھا خاصا تھا کہ روزانہ کرو۔ پورا ہونا بڑا مشکل تھا۔ دوسرا یہ کہ سوائے الا ماشاء اللہ چند جگہوں کے باقی سب جگہ قبروں کی بھی پوجا ہوتی ہے، پیروں کو بھی سجدے کیے جاتے ہیں، وہ سب کچھ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نے بتایا کہ اللہ کے سوا کسی سے یہ کرنا حرام ہے تو وہ سارے کام کیے جاتے ہیں۔ اس کو بھی چیک کیا جائے۔

ایک بات یہ کہ سب ایسے ہی جا کے مرید ہو گئے۔ نہ مریدوں کو پیر کا پتا ہے اور نہ پیروں کو مرید کا پتا ہے تو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ غلط طریقہ ہے۔ اس کو بیعت کریں جس کو واقعی اللہ کی طلب ہے، جو واقعی اصلاح چاہتا ہے۔ آپ کو پتا ہو کہ میرا مرید کیا کر رہا ہے؟ اس کی آپ پرورش کریں، اس کی Grooming کریں، اس کے حالات Change کریں، اس کو روحانی توجہ دیں، اس کی اصلاح کریں۔ فرمایا کہ بیعت ایسے ہی نہیں کرنی۔ جو آنا چاہتا ہے وہ پہلے ذکر سیکھ لے، ذکر کرے۔ دو چار، چھ مہینے کر کے دیکھے، اگر اس کو فائدہ ہو، وہ کہے کہ جیسے کہتے ہیں کہ دل ذکر سے صاف ہو جاتا ہے تو واقعی میرا دل صاف ہو گیا ہے، میرا رجحان نیکیوں کی طرف ہو گیا ہے، برائی سے اندر سے ہی نفرت ہو گئی ہے، پھر اس کو بیعت کریں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 'طریقت توحیدیہ' لکھی۔ اس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سارا سلیبس ہے۔ چھوٹی سی کتاب ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ تصوف کی تاریخ میں پہلی Book ہے جس میں کسی بزرگ نے اپنا سلیبس لکھ دیا ہے کہ اگر آپ بھی میری طرح

بننا چاہتے ہیں، اس راستے میں آنا چاہتے ہیں، آپ کو کیا کیا ذکر کرنے پڑیں گے؟ کیسے زندگی بسر کرنا پڑے گی؟ کیسا اخلاق بنانا پڑے گا؟ وہ آپ عِشْیہ نے طریقت تو حیدیہ میں لکھ دیا ہے۔ یہ ذکر ہے پاس انفاس، یہ کرنا ہے۔ قطع ماسوئی اللہ کرنا ہے، اللہ کے سوا کسی کا خیال نہ رہے، تسلیم ورضا پیدا کرنا ہے، اللہ کی رضا پہ، اس کے دیئے ہوئے رزق پہ اور اس کی نعمتوں پہ ہمیشہ خوش رہنا ہے۔ اس کا شکر ادا کرنا ہے۔ کبھی ناشکری کی بات نہ کرو، کبھی یہ نہ کہو کہ یہ کیوں ہوا؟ یہ کیا ہے؟ وہ سارا بتا دیا کہ یہ طریقہ ہے، فقیروں کا سلیبس ہے، اس پہ آپ نے چلنا ہے۔ شروع میں ایک نوٹ بھی دے دیا کہ یہ کتاب عوام کے لئے نہیں ہے، سلسلہ کے مریدوں کے لئے ہے، جو داخل ہونا چاہتا ہے اس کو پڑھ لے، اگر عمل کر سکتے ہو تو آ جاؤ ورنہ نہیں آنا۔ ظاہر ہے جب کرنا نہیں ہے تو پھر۔۔۔ جب مشکل لگتا ہے تو نہ آؤ۔ کرنا ضرور ہے۔ یہ نوٹ بابا جی عِشْیہ نے اپنے ہاتھ سے لکھ دیا کہ یہی ہے۔

بیعت کا سسٹم بھی ایسا نہیں رکھا کہ جو آتا ہے آ جائے۔ پنجابی میں مشہور ہے: گُرو بِھڑے چن کے، پانی پیّے پُن کے۔ بابا جی عِشْیہ نے فرمایا کہ لوگ پیر ٹیسٹ کرتے ہیں، میں مرید ٹیسٹ کرتا ہوں: اس کو واقعی اللہ کی طلب ہے، خدا کے لئے آیا ہے یا ویسے ہی آیا ہے کہ چلو ہم بھی کوئی چھوٹے موٹے پیر بن جائیں گے، موجیں ہوں گی، مرید خدمت کریں گے، ہم کھائیں گے۔ ایسی بات نہیں ہے۔ یا جیسے کہتے ہیں کہ وظیفہ دے دیں گے، دنیا، دولت ہاتھ آ جائے گی تو وہ نہیں۔ بس اللہ کی طرف۔ کہتے ہیں کہ ہم مرید ٹیسٹ کرتے ہیں کہ اس کو واقعی اللہ کی طلب ہے۔ اس کو لو جس کو واقعی اللہ کی طلب ہو۔ بابا جی عِشْیہ نے کہا:

I want quality, not quantity.

ایک ہو لیکن اچھا ہو۔ کوئی اسے دیکھے تو کہے کہ واقعی آپ کو کوئی پیر ملا ہے۔

آگے گدی نشینی کا بتایا کہ یہ جو وراثتی گدی نشینی ہے اس سے بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ فرمایا کہ میں نے اس کو بھی ختم کر دینا ہے۔ میں اپنے کسی رشتہ دار کو خلیفہ نہیں بناؤں گا۔ نہ ہی آگے کوئی پیر میرے سلسلے میں کسی رشتہ دار کو گدی پہ بٹھائے گا۔ ایک ہی پیر ہو گا، ایک ہی خلیفہ ہو گا مگر وہ اپنے رشتہ داروں کو گدی پہ نہیں بٹھائے گا۔ یہ In writing اصول بنا دیا۔

مختصر سی تعلیم کر دی۔ تھوڑا سا ذکر ہے۔ الا اللہ کا ذکر تھوڑا سا ہے۔ دس پندرہ منٹ۔ بار بار لکھا ہے کہ پندرہ منٹ سے زیادہ نہ کرو۔ اصل ذکر فرمایا کہ وہ ہے جو چلتے پھرتے پاس انفاس کا ہے۔ اس کو نہ بھولو۔

ہتھ کار ول، دل یار ول

غافل نہیں ہونے دینا۔ دل اللہ کے ذکر کی طرف رہے۔ فرمایا کہ اصل ذکر وہ ہے۔ یہ Battery charging ہے۔ رات کو Charge کرو، اللہ اللہ کی ضربیں لگاؤ، دل صاف ہو جائے۔ دل میں جو کھپ کھپ دنیا کے کاروبار کی ہے، وہ صاف ستھری ہو جائے۔ دل اللہ کی یاد میں لگ جائے، تر و تازہ ہو جائے۔ وہ اس لئے ہے۔ اصل ذکر وہ ہے، اس کو کرو۔ فرمایا کہ ہم ٹائم نہیں مانگتے۔ آدمی کہتا ہے کہ ٹائم نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم ٹائم نہیں مانگتے۔ جو ٹائم ضائع چلا جاتا ہے، جس میں کچھ نہیں کر رہے ہوتے، وہ اللہ کو دے دو۔ اسی سے کام ہو جائے گا۔ یہ کر لو، کام بن جائے گا۔

مختصر سا ذکر بتایا۔ بڑی محبت والا ذکر ہے۔ آپ ﷺ نے تسبیح منکے جو ہیں یہ نہیں پہنے۔ نہ اجازت ہی دی ہے۔ کوئی بندہ تسبیح، منکے، کڑے نہیں پہنے گا۔ فقیروں

والی وضع قطع اختیار نہیں کرسکتا۔ کہا کہ ایسے رہو جیسے عام آدمی ہے مگر اللہ اللہ کرو۔ یہ مختصر سا تعارف تھا۔ آپ ﷺ نے مختصر سی تعلیم دی۔ پڑھے لکھے لوگ آئے اور خوب فائدہ اٹھایا۔ سارا کچھ وہ ختم کیا جو ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ پیری فقیری کا مطلب ہے کہ کام کاج چھوڑ کے، لنگوٹی باندھ کے بھاگ جاؤ۔ اس دنیا کو چھوڑ دو۔ فرمایا کہ اس کے اندر ہی رہنا ہے، سارے حقوق ادا کرنے ہیں اور پھر اللہ اللہ کرنی ہے۔ یہی حضور ﷺ کا طریقہ ہے۔ یہی حضور ﷺ کے صحابہ کا طریقہ ہے۔ وہی بتایا۔ ہر ایک کے ساتھ بڑا پیار کرتے تھے۔ ہزاروں لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔

گفتگو میں ایک مختصر سا وقفہ ہوا جس کے بعد فرمانے لگے: علامہ کہتا ہے:

گر خدا داری ز غم آزاد شو
از خیال بیش و کم آزاد شو

اگر تیرا خدا ہے، رب ہے، اور تو سمجھتا ہے کہ میرا مالک کوئی ہے تو غم سے آزاد ہو جا۔ یہ کم کیوں ہو گیا ہے؟ بڑھ کیوں گیا ہے؟ اس سے بھی آزاد ہو جا۔ وہ کہتا ہے کہ میری مرضی میں جس کا بڑھا دوں۔ یہ نہیں کہ جو اچھے کام کرے ان کا بڑھا دے۔ یہ نہیں ہے۔ فرعون کو، قارون کو اور جو ہماری بدترین لسٹ میں آتے ہیں، اُن کو سب سے زیادہ دولت دے دی تو ایسا کیوں ہے؟ یہ خیال کہ یہ کم کیوں ہو گیا ہے، بڑھ کیوں گیا ہے، اس سے بھی آزاد ہو جا۔ وہ سو ہنا اپنی مرضی سے کر رہا ہے۔

اللہ کہتا ہے کہ سب کے لئے یہ ایک ٹیسٹ ہے۔ کم کا بھی ٹیسٹ ہے اور زیادہ کا بھی ٹیسٹ ہے۔ زیادہ ملا ہے تب بھی امتحان ہی ہے کہ اب کیا کرتا ہے؟ جو کم میں ہے وہ تو اچھا ہے۔ کم از کم بیماری میں، دکھ میں ویسے بھی اللہ زیادہ یاد آتا ہے۔ یہ اچھا ہے کہ اگر اللہ نے کسی کو سنہری اور روپہلی زنجیروں میں نہیں جکڑا تو اس

کے ٹیسٹ میں اسے بھی خوش ہونا چاہئے کہ شکر ہے ہمیں اللہ نے اس میں نہیں آزمایا لیکن ہم دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں، وہ بات جو ہے وہ اندر پیدا نہیں ہوتی۔ وہ اللہ کے ذکر سے پیدا ہوتی ہے۔ خلا نہیں رہ سکتی۔ اللہ ہوگا دل میں تو تب ہی آپ توکل کرو گے۔ اللہ کہتا ہے کہ

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (1)۔

اللہ پر ایمان لائے ہو تو توکل بھی رکھو۔ خدا ہے تو پھر تمہیں ڈر کس بات کا ہے؟ اس کی رضا پہ راضی رہنا چاہئے۔ یہی سلیبس سارا طریقت تو حیدیہ' میں لکھا ہوا ہے۔ ذکر کے ساتھ ہی اگلا Chapter جو ہے وہ یہیں سے شروع ہوتا ہے: تسلیم و رضا۔ اللہ کی رضا پہ راضی رہنا۔ جو وہ کرتا ہے اس پہ راضی ہو جانا۔ کام کرو۔ کام تو ہماری Dignity ہے۔ سارا کچھ دیا، تندرست بنایا ہے، کیوں نہ کام کریں؟ ہم معذوروں کی طرح بیٹھ کے کیوں کھائیں؟ کام کریں، محنت کریں۔

جب ہجرت کر کے مدینہ سے بھائی گئے تو انہیں بھائی بھائی بنا دیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ گھر بھی ہے، ہمارا مکان بھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ چھوڑو سب ان باتوں کو۔ وہ تاجر لوگ تھے، انہوں نے کہا کہ ہمیں بازار بتائیں کہ بازار کدھر ہے؟ ہم وہاں جا کے دیکھ لیں گے کہ ہم نے کیا کرنا ہے۔ ہمیں بازار کا راستہ بتائیں کہ بازار کدھر ہے؟ ہم یہ پیسے ویسے نہیں لیتے۔ جو کام کرنے والے ہیں وہ کیوں ایسے بیکار رہیں۔ وہ یہ نہیں چاہتے کہ ہم ایسی ہی بیکار بیٹھے رہیں۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک یہ بڑا زبردست لکھا ہے کہ تقدیر کو مانو مگر عمل کے ساتھ، بے عملی کے ساتھ نہیں۔ کام کرو، پھر بھی اگر ناکامی ہو جائے تو کہو چلو کوئی بات نہیں۔ گھر بیٹھ رہنا، کام نہ کرنا اور یہ کہنا کہ

---

(1) سورۃ المائدہ 5:50 آیت 23۔

تقدیر ہے تو یہ تو کوئی تقدیر نہیں ہے۔ جیسے وہ علامہ بھی کہتا ہے کہ

خبر نہیں کیا ہے نام اس کا، خدا فریبی کہ خود فریبی
عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ

عمل کرو، عمل کرو، پھر اللہ پہ توکل کرو۔ کام کیا جائے۔ اللہ کی بات جو ہے وہ جذبہ دل میں پیدا ہو جائے۔ ایسا ہو جائے تو پھر مسلمان کسی سے نہیں ڈرتا۔ اس سے بھی نہیں ڈرتا کہ سامنے شیر منہ دھاڑتے چلے آ رہے ہوں، سر پر ایٹم بم لیے جہاز پھرتے ہوں تب بھی نہیں ڈرتا۔ اسے موت کا ڈر آتا ہی نہیں، پھر یہ موت کیا چیز ہے؟ وہ موت سے بھی نہیں ڈرتا۔ شیر سے وہ کیوں ڈرے؟ بڑا اچھا، خوبصورت ہوتا ہے۔ تصویر دیکھیں تو سانپ بھی بڑا سوہنا ہوتا ہے، رنگ برنگا ہوتا ہے۔ ڈرتا موت سے ہے، یہ ان سے نہیں ڈرتا۔ جب موت کا ڈر نہیں ہے تو پھر کسی سے بھی نہ ڈرے۔ علامہ بھی کہتا ہے کہ

مسلمانے کہ مرگ از وے بلرزد
جہاں گردیدم و او را ندیدم

ایسا مرد جس سے موت بھی لرزتی ہو، میں نے جہاں پھرا ہے وہ بندہ مجھے نظر نہیں آیا۔ ایسا بندہ جس سے موت ڈرے، ایسا ہونا چاہئے۔

ضمنی باتیں:

یہ محفل 2 ستمبر 2012ء کو عید ملن پارٹی کی صورت میں مرکز تعمیر ملت پر ہوئی۔ اس موقع پر بانی سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے یوم پیدائش کو بھی ایک یاد کے طور پر منایا جا رہا تھا۔ بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت باتوں کا مرکز رہی۔

محفل 24

اپنے ایک مرید کا حال دریافت کیا۔اس کی مصروفیات کے بارے میں بتایا گیا تو فرمایا:

ہاں ! دنیا میں بڑے مسائل ہیں۔ اور بھی کام ہیں دنیا میں محبت کے سوا۔ بندہ مومن اللہ کی محبت کو مقدم رکھے، اُس کے احکامات کو ترجیح دے ورنہ اس کی تگ و دو دنیا ہی کی ہو کر رہ جائے گی اور اللہ پاک اس کو خوب باندھ کے رکھتا ہے۔ فارسی کا ایک شعر ہے۔

در میانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ ای
بازمی گوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش
(تختے کے ساتھ باندھ کر مجھے دریا کی لہروں میں پھینک دیا اور کہا
ہے کہ ہوشیار! دامن تر نہ ہونے پائے)

انسان کو خواہشات دے کر دنیا میں پھینک دیا گیا ہے۔اس کا دل موہ لینے کیلئے اور نفس کی خواہشات کیلئے قدم قدم پر گلشن کھلے ہوئے ہیں۔خوبصورت عورتیں ہیں، مرد ہیں، اور دنیا کی نعمتیں ہیں۔نفس ان کی طرف لپکتا ہے۔اللہ خود فرماتا ہے کہ ہم نے تمہارے دل میں خواہش پیدا کی ہے، یہ سونے چاندی کے ڈھیر، خوبصورت

عورتیں، مال، کھیتیاں، اور جانور۔ یہ چیزیں تمہارے لئے خود پیدا کی ہیں۔ اگر یہ نہ ہوں تو امتحان کیسا؟ فرمایا کہ یہ بہت اچھی ہیں لیکن ان سے بھی بہتر چیز بتاؤں؟ وہ آخرت کی زندگی ہے۔ یہ تو سب کچھ فانی ہیں اور ختم ہو جانے والی ہیں۔

اللہ نے انسان کو صاحب اختیار وارادہ بنایا ہے اور یہ اس کی اپنی Choice ہے کہ وہ دنیا کے پیچھے پڑتا ہے یا آخرت کیلئے محنت کرتا ہے۔ شیطان بھی بندے کو قدم قدم پر بیٹھا الجھا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے اور تم بھی اسے دشمن سمجھو اور اس سے ہوشیار رہنا۔ اللہ نے فرمایا کہ شیطان سے پناہ مانگو۔ وہ تمہیں اس جگہ سے دیکھتا ہے جہاں سے تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔ کیسے اس پر قابو پاؤ گے؟ بندہ صرف اللہ کے فضل سے ہی بچ سکتا ہے اور اس سے بچنے کا طریقہ بھی بتا دیا کہ تعوذ پڑھا کرو۔ یہ **اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم** بہت بڑا کلمہ ہے۔ اللہ میاں پناہ دے دیتا ہے کہ ہمارے بندے نے ہماری پناہ مانگی ہے، اسے امان مل جاتی ہے۔ یہ **تعوذ** اور **بسم اللہ** بہت پیاری چیزیں ہیں۔ کہتے ہیں:

ب بســـــم الـــلـــــــــہ، اسم اللہ دا
اے وی گہنا بھارا ہو

ہر نیک کام اللہ کے نام سے شروع کرنا بڑی زبردست چیز ہے۔ کئی لوگ اس کا وظیفہ 786 دفعہ کا اس کا چلہ کاٹتے ہیں۔ اس کے 786 اعداد بنتے ہیں کہ 786 دفعہ روز پڑھتے ہیں پھر عامل ہو جاتے ہیں۔ اس کا دم کرنے سے سب ٹھیک ہو جاتا ہے۔ یہ زبردست چیزیں ہیں۔ ہمارے لئے تو Routine ہوگئی ہے، ہمیں ان کی Gravity محسوس نہیں ہوتی۔ شاید بابا فرید کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ **بسم اللہ۔ بسم اللہ** کہہ کر پانی پر چل رہے تھے۔ مرید کو کہا کہ تم نے یا فرید!

یا فرید! کہنا ہے۔تم میرے پیچھے پیچھے آؤ۔درمیان میں پہنچ کر اس کو خیال آیا کہ بابا خود تو **بسم الله** یعنی اللہ کا نام لیتا جا رہا ہے،اور مجھے اپنا نام بتایا ہے۔اس نے ابھی **بِسمِ اللہ** کہنا شروع ہی کیا تھا کہ پانی میں غوطہ کھانے لگا۔بابا نے باہر نکال کر پوچھا تیرے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟اس نے کہا:بابا!تو اللہ کا نام لیتا ہے،میں کیوں نہ لوں؟اس پر بابا نے فرمایا کہ جھلیا! تجھے تو اللہ کے بارے کچھ پتہ نہیں نہ تو اس کے ساتھ تیری دوستی ہے اور نہ تار ملی ہوئی ہے۔تجھے تو میرے نام کے ساتھ عقیدت ہے اللہ کے نام سے نہیں ہوئی ۔ جدّوں اوہدے نال عقیدت ہوئے گی فیر اوہدا ناں دساں گے۔(جب اس کے ساتھ عقیدت ہوگی تو پھر اس کا نام بتائیں گے۔)

پرانے بزرگ جو کہتے تھے کہ فلاں بزرگ کے پاس بھیجا کہ اسم اعظم تعلیم کریں۔اس میں یہ ہے کہ ہوتا اللہ کا نام ہی ہے مگر جنہوں نے ذکر کیا ہوا ہوتا ہے وہی بتاتے ہیں،پھر وہ کرتے ہیں،انہیں فائدہ ہوتا ہے۔جنہوں نے نہیں کیا ہوتا،وہ اِدھر اُدھر کی صفائی کرا کے پھر آگے بھیجتے ہیں کہ جاؤ فلاں بزرگ کے پاس چلے جاؤ۔ وہ آپ کو اسم اعظم بتائیں گے۔اللہ کا جو ہے۔بڑی زبردست چیزیں ہیں یہ اللہ کا نام،یہ پاس انفاس،اور یہ ذکر سارا۔یہ **بسم الله الرحمٰن الرحیم** پڑھیں گے تو یہ ہوگا۔

یہ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** اب بھی پڑھ سکتے ہیں،وہی پانی ہے، وہی اللہ کی قوتیں ہیں۔بات وہی عقیدے اور ایمان کی ہے۔جب ایران فتح ہوا تو ایرانیوں نے دریا پر پل توڑ دیے۔دریا اچھا خاصا گہرا تھا۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی فوجیں Formation میں مارچ کرتی ہوئی جا رہی تھیں،آگے کمانڈر اور پیچھے فوجیں تھیں۔پل توڑ کر وہ (ایرانی) دوسرے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے،ہنس رہے

تھے کہ اب ان کے ساتھ کیا ہوگا۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا کھڑا کر دیا۔ ساری فوج کھڑی ہوگئی، لحہ بھر دریا کی طرف دیکھا پھر پانی کے اندر اپنے گھوڑے ڈال دیئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ساری فوج دریا کے پار گزر گئی۔ادھر انہوں نے تیر اندازی کی،انہوں نے بھی کی پھر اللہ نے ایرانیوں کے دل میں دہشت بٹھا دی وہ یہ کہتے ہوئے بھاگ گئے کہ دیو آ گئے، دیو آ گئے۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوست بزرگ تھے،انہوں نے کہا کہ چلو آپ کہتے ہیں کہ حال نہیں پڑتا، چلو آپ کو آج قوالی سناتے ہیں۔یہ نوشاہیوں کی قوالی تھی۔ نوشاہیوں کی ایک شاخ ہمارے ہاں یہاں حافظ آباد کے راستے میں ہے۔یہاں دور دور سے دنیا آتی ہے۔سرکسیں اور کیا کچھ،شہر بس جاتا ہے۔تین دن رہتا ہے۔یہاں بھی نوشاہیوں کی خانقاہ ہے۔یہاں بھی ویسی قوالی ہوتی ہے۔ہمارے گھر کے پیچھے جو قبرستان ہے، یہاں ایک سائیں رہتا تھا وہ بھی نوشاہی تھا۔ان کا پیر لاہور سے آتا تھا۔ان کا یہ میلہ ہوتا تھا۔قوالی ہوتی تھی تو یہ ایک کھلی جگہ تھی۔درخت کے نیچے بیٹھتے تھے۔ان پیر کے ساتھ ان کے مرید بھی آتے تھے۔جب قوالی چلتی تو انہیں حال پڑ جاتا تھا۔بیہوش ہو جاتے تھے۔وہ اپنے ہاتھ زمین پر پٹختے ہیں۔ان کے پیر صاحب انہیں تیار کرتے تھے۔ان کے پیروں کو کپڑا لپیٹ کر، بیلٹ کس کے، انہیں الٹا لٹکا دیتے تھے۔قوالوں سے کہتے کہ اب سست نہیں ہونا۔اب لے کو تیز رکھنا ہے۔وہ اوپر جھولا جھولتا۔الٹا لٹکتے ہوئے Swing کرتا۔بعض دفعہ اتنا Swing کرتا کہ اپنے پاؤں کو جا کر پکڑ لیتا۔اس کو کوئی پانچ چار منٹ لٹکاتے۔اتنی دیر میں کوئی دوسرا تیار ہو جاتا۔

اس کو اتار لیتے اور دوسرے کو چڑھا دیتے۔اس کو کہتے ہیں حال پڑنا۔وہ جس کو اوپر نہیں چڑھاتے، اسے دو آدمی پکڑ کے رکھتے اور وہ ہاتھ، پاؤں پٹختا رہتا اور وہ اسے پکڑ کے ٹھنڈا کر دیتے۔

علامہ کے دوست وہ بزرگ علامہ کو لے گئے۔انہوں نے حال دیکھا۔ ہمارے ہاں تو لٹکاتے ہیں۔اُنہوں نے یہ لٹکانے والا دیکھا یا ویسے ہی دیکھا۔ان بزرگ نے علامہ سے پوچھا کہ سناؤ جی! حال پڑتا ہے یا نہیں پڑتا؟ علامہ نے کہا کہ میں مانتا ہوں یہ حال پڑتا ہے لیکن یہاں تو طبلے کی تھاپ پر حال پڑتا ہے۔وہ پرانے مسلمان جو تھے ان کو میدان جنگ میں پڑتا تھا۔جب دشمن آ گئے۔دیکھا کہ ہم تین سو ہیں اور وہ تین ہزار ہیں، ہم چھ ہزار ہیں، وہ ساٹھ ہزار ہیں تو ان کو حال چڑھ جاتا تھا کہ ہم اللہ کے لئے نکلے ہیں۔وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ[1]۔

ہمیں کوئی تکلیف پہنچ ہی نہیں سکتی جب تک اللہ اسے ہمارے لئے لکھ نہ دے۔ان کو حال پڑتا تھا مگر اُدھر میدان جنگ میں پڑتا تھا۔ان کو پرواہ نہیں تھی۔یہ دریا کیسے ہمارا راستہ روک سکتے ہیں؟ اللہ کے شیروں کو کچھ بھی پرواہ نہیں ہوتی تھی اور سمجھتے تھے کہ ہم اللہ کے سپاہی ہیں، اللہ کیلئے نکلے ہیں اور اللہ کیلئے جنگ لڑ رہے ہیں۔ یہ اللہ کی مخلوق ہے یہ کیسے ہمارا راستہ روک سکتی ہے؟ عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ جن کے نام پر طرابلس میں چھاؤنی کا نام رکھا گیا ہے۔کسی جنگل میں پڑاؤ ہوتا تو وہ اعلان کرتے کہ یہ اللہ کی فوج آ رہی ہے۔جنگلی جانورو! یہ میدان خالی کر دو۔تمام جنگلی جانور جنگل خالی کر دیتے۔عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ وہی ہیں جو شمالی افریقہ میں گئے۔جب زمین ختم ہوگئی

(1) سورۃ التوبہ 9: آیت 51۔

تو سمندر میں گھوڑے ڈال دیےاور کہا کہ یا اللہ! تیری زمین ختم ہوگئی ہے، ورنہ آخری کونے تک گھوڑے پہنچاتا اور تیرے دین کا پیغام پہنچاتا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب فوج کے ہمراہ میدان جنگ پہنچے تو اس سے پہلے دریا پڑتا تھا۔ کفار سمجھتے رہے کہ پار نہیں کر سکتے ان کی ہنسی اڑا رہے تھے، ادھر مسلمان فوج کے پاس روحانی وایمانی قوت تھی۔ یہ دریا ان کا راستہ کیسے روک سکتا تھا؟ پانچ منٹ کھڑے رہے۔ پھر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیے وہ گھوڑے پانی میں چلتے ہوئے ایسے پار آگئے جیسے خشکی پر چلتے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے پار آ کر پوچھا کہ کسی کا کوئی نقصان تو نہیں ہوا؟ ایک سپاہی نے کہا کہ میرا لکڑی کا پیالہ بہہ گیا ہے۔ انہوں نے دریا کو حکم دیا کہ میرے سپاہی کا پیالہ حاضر کیا جائے۔ لہر آئی اور پیالہ اٹھا کر باہر پھینک گئی۔

تاریخ ایسے مسلمانوں کے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ یہ اللہ کے سپاہی جب اللہ کیلئے میدان جنگ میں اترتے ہیں تو انہوں نے تعداد اور سامانِ حرب پر کبھی بھروسہ نہیں کیا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے تعداد کی بنیاد پر جنگیں نہیں لڑیں۔ تین سو مجاہد تین ہزار کفار پر، چھ ہزار کے مقابلے میں ساٹھ ہزار کفار کی فوج پر حاوی رہے اور فتح یاب ہوئے۔

ہم چھوٹے چھوٹے تھے، سکول میں پڑھتے تھے۔ یہاں ایک گرلز سکول تھا۔ اب وہ باہر چلا گیا ہے، پہلے یہاں تھا۔ گرمیوں کی چھٹیاں تھیں تو ہمارا ایک کلاس فیلو تھا، اس کی امی وہاں ہیڈ مسٹریس تھیں۔ وہاں اندر درخت وغیرہ لگے ہوئے تھے۔ ماسٹر ہمیں ہوم ورک دے دیتے کہ آپ نے یہ مشقیں کرنی ہیں تو ہم وہاں جاتے۔ ہم تین چار دوست تھے، تیسری، چوتھی جماعت میں پڑھتے تھے۔ ہمیں بیٹھے بیٹھے وہاں

خیال آیا کہ چلو آج ہم بھی حال ڈالتے ہیں۔ایک کو ہم نے کپڑا ڈال کر رسی سے الٹا درخت کے ساتھ باندھ دیا۔زمین پر الٹا لٹکنا اور بات ہے۔آپ زمین پر الٹا ہاتھ رکھ کے یوگا کریں۔اوپر درخت سے لٹکنا اور بات ہے۔وہ کہتا ہے کہ مر گیا، مر گیا، میں مر گیا، مجھے اتارو۔اس کا جلدی حال پورا ہو گیا۔ہم نے کہا: چھوڑ یار، تو نے تو ایک منٹ بھی نہیں نکالا۔ساروں کو باری باری لٹکایا۔بڑا مشکل تھا۔

یہ نوشاہیوں کے پاس جو حال پڑتا تھا تو یہاں بابا جی دم کر کے دیتے تھے۔ کہا جاتا تھا کہ جس نے حال لینا ہے تو دم کر کے لو۔وہ کہتے کہ بابا جی مجھے بھی حال دے دو، وہ گڑ دم کر کے دیتے تھے۔جسے دم کر کے دیتے تھے تو اسے پھر حال پڑنا شروع ہو جاتا تھا۔حال ایسا پڑتا تھا کہ اگر کوئی مانگنے والا بھی آجاتا تھا تو اسے حال پڑ جاتا تھا۔کئی مانگنے والے شعر پڑھتے رہتے تھے، باہر ڈھولکی بجائی تو اندر لڑکے کو حال پڑ جاتا تھا۔اس نے ذرا سا میوزک سنا اور اسے حال پڑ گیا۔بڑی مصیبت بن جاتی تھی۔ اگلی دفعہ وہ بابا جی سے معافی مانگتے کہ اس کا حال واپس کر لو۔باہر کوئی مانگنے والا آتا ہے، شعر پڑھتا ہے، ڈھولکی بجاتا ہے تو اس کا حال برا ہو جاتا ہے۔وہ پھر یہ حال واپس بھی لے لیتے تھے۔

سائیں صاحب جو ہمارے ہاں تھے، وہ نوشاہیوں کے مرید تھے۔وہ بندہ پڑھا لکھا کچھ تھوڑا تھا۔نوشاہیوں کا شجرہ اور وظیفے وغیرہ جو تھے ان کے لئے وہ میری خدمات حاصل کرتا تھا۔میں شروع سے ہی فقیروں سے دوستی رکھتا تھا۔وہ مجھے نوشاہی کے شجرے کے ایک ایک شعر کا کہتا تھا کہ مجھے یہ پڑھا دے، پھر اگلا پڑھا دے۔وظیفہ بھی اسے یاد نہیں ہوتا تھا تو وہ لکھوا لیتا تھا۔میں نے اس سے پوچھ لیا کہ یہ جو حال پڑتا ہے اس کا سائیں صاحب کون سا دم کرتے ہیں۔اس نے کہا کہ قرآن پاک کی جو وہ

آیت ہے کہ ان کے دل سخت ہو گئے (**ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم**)، اور دوسری جو ہے کہ ان کے دل نرم ہو گئے (ایک ہی لفظ ہے اس آیت میں **قلوبکم** کے ساتھ، خشوع و خضوع والی آیت ہے)۔ جب حال دینا ہو تو وہ دم کرتے ہیں جو دل نرم پڑ گئے والی ہے۔ اس کی تعداد مقرر تھی کہ اتنے دن یہ اس طرح کرنی ہے تو بس آپ ماہر ہو گئے، جسے وہ دم کر دو تو اسے یہ حال شروع ہو جائے گا۔ جس کا حال روکنا ہو تو اسے وہ **ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم** والی آیت دم کر کے دے دیتے تھے۔ اس کا حال رک جاتا تھا۔ دیکھو! یہ کیسی کیسی آیات مسلمانوں نے تحقیق کر کے نکال لی ہیں کہ دل نرم ہونے کی بات ہے تو یہ وظیفہ پڑھو۔ اگر حال بند کرنا ہے تو یہ دل سخت ہونے والی آیت کا دم کر کے دے دو۔ وہاں کئی شوقین لڑکوں نے حال لیا۔ نوشاہیوں میں وہاں لکاتے انہیں تھے جو ساتھ آتے تھے۔ دوسروں کو ویسے پکڑ کے رکھتے تھے۔ انہیں باباجی رحمۃ اللہ علیہ پیار دیتے تو وہ ٹھیک ہو جاتے تھے۔ یہ آپ نے نہیں دیکھا ہو گا، ہمارے تو پڑوس میں تھا اس لئے ہم نے دیکھا تھا۔

حاضرین میں سے ایک بھائی نے سوال کیا کہ جب کسی کو حال پڑا ہوتا ہے تو وہ روحانی طور پر عرش مولا تک پہنچ جاتا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

عرش مولا تک نہیں پہنچتے۔ عرش مولا تک اگر اس طرح پہنچنا ہوتا تو پھر تو بڑی موج تھی کہ گڑ کھاؤ اور مولا تک پہنچ جاؤ۔ یہ تو بڑا آسان تھا۔ Emotions کا Spark ہوتا ہے۔ میوزک کا یہ جو ردھم ہوتا ہے اس میں ایسا ہو جاتا ہے کہ اس میں اتنا سرور آتا ہے کہ وہ بس اندر ہی اس میں کھو جاتا ہے۔ اس کی پاور جو ہے وہ ختم ہو جاتی ہے اور وہ فوراً ہی مست ہو جاتا ہے۔

اسی بھائی نے پوچھا کہ جیسے عدم میں ہو جاتا ہے کہ کوئی چیز بھی نہیں رہتی؟

اس پر فرمایا:

ان کے لئے کوئی چیز نہیں رہتی بس بیٹھے رہتے ہیں مست ہو کے۔قوالی ہو رہی ہے تو انہوں نے چھلانگ لگائی اور حال پڑ گیا ہے۔وہ پڑے ہیں،اب پکڑلو ان کو۔یہاں اللہ تک پہنچنے والی بات نہیں ہوتی ۔ یہ صرف میوزک کے ساتھ ان کا Touch ہے۔وہ جس نے وظیفہ کیا ہوا ہے وہ انہیں پڑھ کر دے دیتا ہے جس سے ان کے دل میں اتنی نرمی ہو جاتی ہے۔سماع میں جو تھوڑا لطف ہے وہ انہیں چڑھ جاتا ہے۔ہمارے پڑوس میں یہاں ماچھی ہیں۔ان میں ہمارا ایک دوست ہے۔اس نے بھی یہ حال لیا کہ مجھے بھی دے دو۔اس کا یہ حال ہوتا تھا کہ باہر کوئی مانگنے والا آتا تو وہ مست ہو جاتا تھا۔اسے حال پڑ جاتا تھا۔انہوں نے پھر معافی مانگی کہ اس سے حال واپس لے لو تو ان باباجی نے اس کا حال واپس لے لیا۔ویسے وہ بھی آج کل چھوٹا سا پیر بن گیا ہے،لوگوں کو دم کرتا ہے۔

اللہ تک پہنچنا اتنا آسان راستہ نہیں ہے۔آخری دم تک لگے رہنا،سنوارتے رہنا ہے،دل کو بناؤ،جیسے باباجی رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ دل کے کوڑا کرکٹ کو صاف کرو۔دل کا کوڑا غرور،غصہ،اور غیبت ہے اس کو نکالو۔دل کو صاف کرو جیسے گھر کا کوڑا نکالتے ہیں پھر اس کو چونا کرتے ہیں ۔ یہ خط ہے باباجیؒ کا شاید۔فرمودات فقیر میں ہوگا۔ فرمایا:اس دل کو نماز اور ذکر سے سفیدی کرو۔فرمایا: ذکر صفائی کرتا ہے۔پہلے گند نکالو پھر صفائی کرو۔پھر اس کو اخلاق حسنہ کے پھولوں سے جن میں محبت اور صداقت سب سے عمدہ پھول ہیں،ان سے سجاؤ۔پھر دیکھو کہ اللہ دل میں کیسے نہیں آتا ۔اس کے گھر کو اس قابل تو بناؤ کہ وہ آجائے ۔ یہ بڑا لمبا راستہ ہے۔باباجی عبدالحکیم انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر سنایا کرتے تھے:

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی
اب تو آ جا اب تو خلوت ہو گئی

اے اللہ ہم نے اپنے دل سے ہر خواہش کو نکال دیا ہے، اب اس میں کسی چیز کی خواہش نہیں رہی، اب اگر کوئی خواہش ہے تو صرف تیری خواہش ہے۔

میرے پوتے عبد الصبور کی کلاس میں ایک مولوی صاحب عارضی طور پر اسلامیات کی کلاس پڑھانے آئے۔ شعر و شاعری کی بات ہوئی تو اپنی باری پر عبدالصبور نے یہ والا شعر پڑھا۔ مولوی صاحب نے چونک کر کہا کہ بڑا زبر دست شعر ہے۔ تیرے والد کیا کرتے ہیں؟ اس نے کہا کہ پولیس انسپکٹر ہیں۔ کہا: نہیں! پولیس والے ایسا شعر نہیں پڑھتے، مجھے یقین نہیں آتا۔ خیر بتا، تو نے یہ شعر کہاں سے پڑھا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے دادا کے ہاں اپریل میں سالانہ کنونشن ہوتا ہے وہاں یہ لکھا ہوا تھا۔ کہنے لگا کہ ہاں اب ٹھیک ہے۔ اس کو پرنسپل صاحب کے پاس لے گیا اور تعریف کرتے ہوئے کہا کہ بڑا اچھا لڑکا ہے، بڑا ذہین فطین ہے۔

دورانِ گفتگو جناب محمد یعقوب صاحب کو پنکھے کا بٹن آن کرنے کو کہا اور فرمایا: بجلی کو کسی وقت آنا تو ہے ہی۔ دیر سے آئے گی، لمبے روٹ پر چکر لگا کے تین گھنٹے بعد آتی ہے۔ یعقوب خان صاحب نے کہا: آج کل لاہور میں بھی یہی حال ہے۔ فرمایا: چلو کوئی بات نہیں اب ہم عادی ہو گئے ہیں، بجلی والے خوش رہیں، ہماری سرکار خوش رہے۔ مصیبتوں اور تکلیفوں کو خوشی سے برداشت کرنا راضی برضا رہنا اللہ تک پہنچنے کیلئے ضروری ہے۔

جہاں دُکھاں تے دلبر راضی
سُکھ اُنہاں توں وارے

بے شک اللہ تعالیٰ فاعل حقیقی ہیں اگر اللہ تکلیف دے تو اس پر ہم بھی خوش ہیں۔ ہم تو حیدی راضی بہ رضا والے لوگ ہیں۔ واصف علی واصف بھی لکھتے ہیں کہ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے نصیب پہ خوش رہتے ہیں۔ جب بجلی نہیں تھی تو زندگی میں سب چلتا تھا۔

ایک فرد کا بتایا کہ وہ اکثر آتے تھے، آج کل ذرا کم آتے ہیں۔ وہ قادریہ سلسلہ میں بیعت تھے۔ ان کے پاس حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں تھیں تو ان میں کوئی ایسی عزیمت لکھی ہوئی تھی کہ یہ تعویذ گھول کے آٹے کی گولیاں بنا کے مچھلیوں کو کھلاتے ہیں۔ یہ تعویذ پتا نہیں کوئی محبت کا تھا یا کیا تھا۔ یہ اللہ سے ملنے کے لئے تھا کہ تعویذ گھول کر روزانہ اتنے دن تک مچھلیوں کو کھلاؤ۔ ایک یہ بھی تھی کہ یہ وظیفہ کسی بزرگ کی قبر پر بیٹھ کر پڑھنا ہے۔ جیسے گھوڑے پر بیٹھتے ہیں ایسے قبر پر بیٹھنا ہے اور یہ پڑھو تو اللہ مل جاتا ہے۔ میں نے کہا: یہ تو اچھا نسخہ ہے۔ ہمارے پاس ایسے نسخے نہیں ہیں۔ ہمارے پاس ایسے سنیاسی ٹوٹکے نہیں ہیں۔ ادھر تو یوں چلنا پڑے گا جیسے فرمایا:

اندریں رہ می تراش و می خراش
تا دم آخر دمی فارغ مباش

یہ تو تراش خراش کا کام آخری دم تک چلتا رہے گا۔ یہ ابھی ٹھیک نہیں ہوا۔ جب سمجھیں کہ سفر ختم ہی نہیں ہوا۔ کبھی سفر پورا ہی نہ ہو۔ اسوۂ رسول ﷺ سامنے ہو تو سفر ختم کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ کی ایک ہی صفت کو لے لیں، وہی پوری نہیں ہو گی۔ وہی نہیں ہو سکتی تو لگے رہو، جتنی عمر ہے۔ Target ہونا ہی ایسا چاہیے جو پورا نہ ہو سکے، جتنی مرضی عمر ہو۔ پورا ہو گیا تو وہ اس کے بعد بیکار ہو گیا۔ وہ تو وہاں جا کے بھی راضی نہیں ہیں۔ علامہ کہتے ہیں کہ ہمیں جنت نہیں چاہیے، بے کار

لوگوں کی جنت۔وہاں پڑے رہے، روٹی شوٹی کھائی، کام کوئی نہیں۔ یہ بیکاروں کی جنت ہے،ہمیں نہیں چاہیے۔وہ تو اسے بھی کہتے ہیں کہ یہ کیا زندگی ہے؟ ویلے بیٹھے، نہ کوئی کام نہ کار۔وہاں ہر قسم کے کھانے ،حوریں،شراب، دودھ کی نہریں ہیں، کام کوئی نہیں ہے۔یہ کیا بات ہوئی؟ کام وہاں بھی ہونا چاہئے،خدا کی محبت کا ہی سہی۔ چلو وہاں دنیا کے کام نہ سہی۔ہر چیز وہاں بغیر محنت کے مل رہی ہے،ٹھیک ہے لیکن آپ کیلئے کوئی Task تو ہونا چاہیے۔آپ کا رزق صرف یہی تو نہیں ہے۔ یہ روٹی پانی۔شاہین کی غزل میں وہ لکھتے ہیں کہ

کیا میں نے اُس خاک داں سے کنارہ
جہاں رزق کا نام ہے آب و دانہ

جہاں روٹی پانی ہی کو رزق کہتے ہیں، میں اس میں رہنا نہیں چاہتا۔صرف اسی کو رزق سمجھتے ہیں۔کوئی اور رزق نہیں ہے ہمارے لئے؟یہ تو اس کے لئے ہے جو باہر خاکی جسم ہے۔اس کے اندر جو ہے اس کے لئے؟اس کا رزق؟ وہ کہتا ہے کہ یہ ہمیں نہیں چاہئے۔یہاں بھی کہتے ہیں کہ اس دنیا میں رہنے کا مزہ نہیں ہے جہاں خدا تو ہو شیطان نہ ہو۔

مزی اندر جہانے کور ذوقے
کہ یزداں دارد و شیطاں ندارد

یہ تو بے ذوق جہان ہے یہاں زندہ مت رہو جہاں خدا تو ہو لیکن شیطان نہ ہو،ایسی زندگی کا کیا فائدہ؟ایسے بے ذوق جہان میں رہنا ہی نہیں چاہئے جہاں آپ کا کوئی ٹیسٹ نہ ہے،کوئی میدان ہی نہ ہو۔مردِ میدان آدمی میدان ہی چاہتا ہے کہ کوئی بندہ آئے،اس سے دو دو ہاتھ کرے۔پہلوان بھی ساری ورزشیں اسی لئے کرتے ہیں

کہ اکھاڑہ ہوگا، سامنے کوئی بندہ آئے گا۔ایک شعر شیطان کا بھی علامہ ؒ نے لکھا جس کا مفہوم ہے۔

یا اللہ! میں تو تنگ آ گیا ہوں، کوئی بندہ مقابلے کا ملتا ہی نہیں۔ پہلے ہی وار میں چت ہو جاتا ہے۔کوئی بندہ دے جو میرے ساتھ کشتی کرے اور مجھے گرائے اور شکست ہو جائے، شائد مجھے زندگی کا مزہ آ جائے۔ مجھے کوئی مردِ میدان نہیں ملا۔یہ سب تیرے کمزور بندے ہیں۔اگر مجھے مہلت عمر دی ہے تو میرے مقابلے کا بندہ سامنے لے آ۔علامہ کا Standard اونچا تھا۔ پھر کہتا ہے کہ یا اللہ! اب تو مجھے اُٹھا لے، میرا کام سیاستدانوں نے شروع کر دیا ہے، میری اب ضرورت ہی نہیں رہی۔ آسمان کے نیچے اب میری ضرورت نہیں رہی۔میرا کام اب سیاستدانوں نے شروع کردیا ہے۔ مجھے اب یہاں سے چھٹی دے دے۔اب یہ سیاستدان علامہ اقبال کے مزار پہ حاضری دیتے ہیں اور فاتحہ پڑھتے ہیں۔چلو اچھا ہے۔

کسی نے کہا کہ اب علامہ اقبال کے مزار پہ بھی گارڈ کھڑے کرتے ہیں، اُدھر قائداعظم کے مزار پر بھی گارڈ کھڑے کرتے ہیں۔یہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ اس لئے کہ کہیں باہر نکل کے یہ ہمارے کرتوت نہ دیکھ لیں۔ان دو آدمیوں پر پہرہ بٹھا رکھا ہے کہ یہی دو تھے جو پاکستان کی بنیاد رکھنے والے ہیں، انہیں پہرے میں رکھو، کہیں باہر نکل کے یہ ہمارے کرتوت نہ دیکھ لیں۔

ضمنی باتیں:

مرکز تعمیر ملت پر 2 ستمبر 2012ء کو ایک عید ملن پارٹی کا اہتمام ہوا جس میں قرب وجوار سے کئی مریدین سلسلہ نے شرکت کی۔اس موقع پر جو گفت وشنید ہوئی وہ قارئین کے لئے پیش ہے۔

گوجرانوالہ سے ایک بھائی مٹھائی لائے۔ شکل وصورت میں خاصی تبدیلی تھی۔ انہوں نے سلام کیا، سلام کا جواب دیا اور فرمایا: آؤ جی، آؤ جی، کیا حال ہے؟ آپ کا تو حلیہ ہی بدل گیا ہے۔ کہاں رہے؟ جواب ملا: جی بابا جان۔ ادھر ہی۔ مٹھائی لے کر فرمایا: یہ مٹھائی کسی خوشخبری کی ہے یا ویسے ہی؟ جواب ملا: عید کا اچھا موقع ہے، میں نے کہا کہ لیتا جاؤں۔ آپ نے فرمایا: اچھا، اچھا۔ رسم دنیا ہے، موقع بھی ہے، دستور بھی ہے۔

لاہور سے آنے والے بھائیوں میں سے ایک بزرگ بھائی نے سر منڈ ایا ہوا تھا۔ ان سے دوسرے بھائی نے دریافت کیا: آپ کوئی عمرہ وغیرہ کر کے آئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، بس اب بال آئے ہی ہیں۔ آپ نے اس پر مزاح کے انداز میں فرمایا: عمرہ نہیں، اب عمر ہی پوری کر رہے ہیں، اب یہ گنج ہی ہے۔ (قہقہے)۔ آپ نے خاموشی پر فرمایا: پہلے یہ جو بادشاہ ملک فتح کر لیتے تھے، بیٹھتے تھے تو ساری فوجیں اور سردار آتے تھے تو وہ اپنے سر کے بال کاٹ کے بادشاہ کے قدموں میں رکھ دیتے تھے۔ یہ اُدھر سے بات چلی ہے۔ بادشاہ کے آگے Surrender (سرنگوں ہونے) کی نشانی ہے۔ یہ جو پگ رکھ دیتے ہیں، یہ بھی آج کل بڑی بات ہے۔ کہتے ہیں کہ پگ اتار کے رکھ دی۔ وہ لوگ پگ کی بجائے سر کے بال کاٹ کے وہ رکھتے تھے۔ یہ وفاداری کا Symbol (علامت) ہوتا تھا کہ ہم آپ کے تابعدار ہیں۔ یہ اسی لئے ہے کہ لٹ کاٹے جائیں، کچھ نہ کچھ اللہ کے نام پہ رکھیں کہ ہم نے Surrender کر دیا ہے۔ (بزرگ بھائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) یہ بھی Surrender ہی ہے، اب انہوں نے کیا کرنا ہے؟ یہ سر منڈانا اور بال کاٹنا اسی لئے کیا جاتا ہے۔

محفل 25

باباجی خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ موت سے آپ ویسے ہی گھبرا جاتے ہیں۔ خدا کی قسم! موت اس کے سوا کچھ نہیں، ایسا ہی ہے جیسے ایک قمیض اتار کر دوسری قمیض پہن لی جائے۔ آپ سارا کچھ وہی رہتے ہیں، آپ کی Personality، آپ کے اعمال، آپ کی Understanding، یہ جسم اتر جاتا ہے، ایک دوسرا جسم مل جاتا ہے اور آپ عالم برزخ میں چلے جاتے ہیں۔ انتقال کر گئے یعنی یہاں سے Transfer ہو گئے۔ قمیض کی مانند یہ جسم جو مادّے کیلئے ضروری ہے اسے اتار دیا جاتا ہے۔ اس کی جگہ ایک دوسری قمیض مل جاتی ہے جس کیلئے کھانے پینے جیسے ان مادی لوازمات کی ضرورت نہیں رہتی۔ آپ کا یہ علم، آپ کا عمل، اور آپ کی Personality سب ساتھ رہتا ہے۔ اس میں ڈرنے والی کیا بات ہے؟

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا:

موت کو سمجھا ہے غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی، صبحِ دوامِ زندگی

موت تو دائمی زندگی کی صبح ہے۔ ہر روز آپ کے پاس رات ہوتی ہے اور دن ہوتا ہے، پھر رات ہوتی ہے پھر دن ہو جاتا ہے۔ یہ موت کا سفر بھی ایسے ہی

ہے۔آپ کے سامنے یہ اللہ کی آیات ہیں۔یہ بھی فرمایا ہے کہ نیند موت کی بہن ہے۔ اس طرح روز مرنے اور روز جینے جیسا ہوتا ہے۔مرتے ہیں تو جینا بھی ہوگا۔بندۂ مومن وہ ہے جو موت سے نہیں ڈرتا۔وہ تو ہمہ وقت اس کے پاس جانے کے لئے تیار رہتا ہے۔مجھے بلائیں تو میں جاؤں۔وہ زندگی کی حقیقت کو سمجھ جاتا ہے کہ یہ عارضی جگہ ہے۔مجھے یہاں تربیت کیلئے بھیجا گیا ہے۔مجھے وہاں اس مالک حقیقی کے پاس جانا ہے۔علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے کہ

نہ تو زمیں کیلئے ہے نہ آسماں کیلئے
جہاں ہے تیرے لئے،تو نہیں جہاں کیلئے

یہ سب کچھ تیرے لئے بنایا گیا ہے، تجھے اس کیلئے نہیں بنایا گیا کہ تو آئے اور اس میں غرق ہو جائے۔

مقامِ پرورشِ آہ و نالہ ہے یہ چمن

تمہیں احساس ہونا چاہیے، ہر پیغمبر اسی لئے آیا ہے کہ یہ تمہارا ٹھکانا نہیں ہے۔اسی لئے آیا ہے کہ تمہارا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔نہ کوئی محبوب ہے اور نہ ہی کوئی معبود ہے۔نہ کسی کے آگے جھکنا ہے، نہ کسی کو سجدہ کرنا ہے۔سب سے زیادہ محبت اللہ سے کرنی ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ(1)۔

ایمان والے وہ ہیں جو سب سے زیادہ محبت اللہ سے کرتے ہیں، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے، صحابہ رضی اللہ عنہم سے، اور اس کی مخلوق سے۔مادے کے ساتھ

---

(1) سورۃ البقرہ 2: آیت 165۔

اس کی محبت کرنے والی بات نہیں ہے۔اس لئے فرمایا کہ یہ جہاں ہے تیرے لئے ۔ یہ جہاں تیرے لئے بنایا، تو اس کو استعمال بھی کر، اس سے اپنی قوت میں اضافہ کر، زندگی کو اور اس کی سہولتوں کو بہتر بنا۔اللہ تعالیٰ کی معرفت کو سمجھ کہ اس میں کیا کیا وہ کر رہا ہے۔اللہ کے کام کو سمجھ۔کچھ اللہ کے احکام ہیں اور کچھ اللہ کے کام ہیں ۔اس سائنس کا جو موضوع ہے یہ اللہ کے کام ہیں۔اس کو آپ Study کرتے ہیں کہ کیسے یہ کیا۔اللہ فرماتا ہے کہ دیکھ کیسے ہوائیں آتی ہیں؟ کیسے بادل کو چلاتی ہیں؟ کیسے مردہ زمین کو ہم پانی سے زندہ کر دیتے ہیں؟ دیکھو! یہ کیسے زندہ ہوئی؟ دیکھو! ایک ہی پانی اور مٹی سے مختلف قسم کے پھل، سبزیاں ، اور خوشبوئیں سب یہ کیسے پیدا ہوئیں؟ گلاب میں جو خوشبو ہے، اس کی خوشبو کہاں سے آئی ؟مٹی میں تو کوئی خوشبو نہیں ہے۔موتیا میں جو اتنی پیاری پیاری خوشبو ہے اس سے اللہ یاد آتا ہے، نہ یہ کھانے کے کام آتا ہے، نہ پینے کے۔یہ خدا کی حکمت کی خوشبو ہے، میرے لئے، تیرے یاد کرانے کے لئے کہ جس نے یہ پھول بنایا ہے وہ ذات کیسی ہے؟

تے چنگی صورت تے عاشق ہونا کاہدی اے دانائی
عاشق بن توں اُس سوہنے دا جس اے شکل بنائی

جس نے یہ بنایا ہے اس کو دیکھو۔اللہ تبارک وتعالیٰ جس نے یہ سب کچھ بنایا ہے وہ خود کتنا سوہنا ہے۔اس نے تمہیں اپنی محبت کیلئے بنایا ہے۔

مقامِ پرورشِ آہ و نالہ ہے یہ چمن

اس نے تمہیں اپنے قرب میں جگہ دی پھر اس زمین پر بھیج دیا۔خود فرمایا:

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الانسانَ فِیۡ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ۔ ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ(1)۔

اس نے مجھے بہترین جگہ پیدا کیا ہے اور بدترین، دورترین جگہ یہاں مادہ میں مجھے بھیج دیا۔ اب میں کیسے واپس جاؤں؟ یہ بتانے کیلئے پیغمبر تشریف لائے۔ یہ خدا کی بندگی ہے، یہ صراط مستقیم ہے، اس پر چلو گے تو کامیاب ہو گے۔

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیۡ وَ رَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ(2)۔

میرا ربّ بھی اللہ ہے اور تمہارا ربّ بھی اللہ ہے، یہی صراط مستقیم ہے۔ اسی پر چلو۔ یہ بتانے کیلئے پیغمبر آئے تا کہ تمہیں معلوم ہو جائے۔ زندگی ایسے ہے جیسے درخت کے نیچے مسافر سوتا ہے، آرام کر لیتا ہے۔ میرے لئے ہی نہیں ساری انسانیت کیلئے ایسے ہی ہے۔ تھوڑی دیر آرام کر لو، سائے کا فائدہ اٹھا لو، لکڑی توڑ کر آگ جلا لو، گھوڑا ساتھ باندھ لو، کوئی پھل ہے تو پھل کھا لو، یہ تھوڑی دیر کا قیام ہے۔ اس درخت کے نیچے تو کسی نے ڈیرہ نہیں ڈالنا ہوتا۔

مقام پرورشِ آہ و نالہ ہے یہ چمن
نہ سیرِ گل کے لئے ہے نہ آشیاں کے لئے

یہ دنیا اس لئے نہیں ہے کہ اس میں پھنس جاؤ۔ اس کو صرف استعمال کرنا ہے اللہ کی معرفت کیلئے۔ اس میں اللہ کی نشانیاں ہیں۔

---

(1) سورۃ التین 95: آیات 4-5۔
(2) سورۃ آل عمران 3: آیت 51۔

وَفِی الاَرضِ اٰیٰتٌ لِّلمُوقِنِینَ۔ وَفِی اَنفُسِکُم اَفَلَا تُبصِرُونَ(1)۔

اس زمین میں اور تمہارے اندر بھی ،تم دیکھتے کیوں نہیں؟ دیکھو! تسلیم ورضا والی زندگی اور یہ سارا کچھ جو تعلیمات ہیں اس پر چلنا ہے۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا کہ اللہ جب تک صحت دے، عزت دے، آل اولاد دے، مال دے، آپ خوش۔ وہ تمہارا اللہ اور آپ اس کے بندے۔ جب کبھی وہ آزمائے۔۔۔

وَ لَنَبلُوَنَّکُم بِشَیءٍ مِّنَ الخَوفِ وَالجُوعِ وَ نَقصٍ مِّنَ الاَموَالِ وَالاَنفُسِ والثَّمَرٰتِ(2)۔

ہم ضرور آزمائیں گے۔ ''لام'' تاکید کا لگایا گیا ہے کہ Test کے بغیر کوئی دوستی نہیں ہوگی۔

Friendship is subject to test.

یہ تو ادھر پتا چلے گا جب مشکل وقت آئے گا۔ اچھے وقت میں تو سب ساتھ ہوتے ہیں۔ ادھر پتا چلے گا جب پھنس جائیں گے۔ نسلی لوگ ہوں تو نسلیں یاد رکھتی ہیں کہ اس خاندان سے ہماری دوستی تھی، میرے دادا سے ان کی دوستی تھی، وہ ساتھ نہیں چھوڑتے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے Subject to test رکھا ہے:

وَلَنَبلُوَنَّکُم بِشَیءٍ مِّنَ الخَوفِ۔

خوف ڈالیں گے اور دیکھیں گے۔

---

(1) سورۃ الذاریات 51: آیات 21-20۔

(2) سورۃ البقرۃ 2: آیت 155۔

وَالْجُوعِ۔

بھوکا رکھیں گے اور دیکھیں گے۔

وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ۔

مالوں میں کمی، جانوں میں کمی، سب میں کمی ڈالوں گا پھر دیکھوں گا کہ بندہ اب کیا کرتا ہے؟ سارے ٹیسٹ۔ ہوسکتا ہے کہ دنیا کے سارے ہی ٹیسٹ لکھ دیتا کہ سب میں سے ٹیسٹ ہوگا۔ ساتھ ہی حکم ہو رہا ہے کہ

فَبَشِّرِ الصّٰبِرِينَ۔

جو برداشت کرتے ہیں، انہیں میری طرف سے بشارت دے دو۔ انہیں میری طرف سے خوشخبری پہنچا دو۔

بات یہ ہے کہ خوشی سے صبر کرنا ہے۔ رو دھو کر نہیں کہ کیا کریں اب صبر ہی کرنا ہے، صبر نہیں کریں گے تو اور کیا کریں گے۔ یہ صبر نہیں ہے۔ صبر وہ ہے جو پیار سے ہو، خوشی سے ہو۔

جنہاں دکھاں تے دلبر راضی
انہاں توں سُکھ وارے
دکھ قبول محمد بخشا
راضی رہن پیارے

وہ صبر کرنا ہے۔ خوشی سے کہ میرے مولا نے یہ کہا ہے کہ

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ [1]۔

---

(1) سورۃ التوبہ 9: آیت 51۔

آپ ان کو بتا دیجئے کہ ان کو کوئی تکلیف پہنچ ہی نہیں سکتی سوائے اس کے جو اللہ نے لکھ رکھی ہے۔اب اللہ نے آپ کے نام بقلم خود لکھ رکھی ہے، سرکاری مہر لگ کر آتی ہے کہ یہ آپ کیلئے ہے۔آپ کہیں کہ میں قبول نہیں کرتا۔ کیسے قبول نہیں کرتے؟ یہ ایک طرح کی بغاوت ہے۔کہا کہ مہر لگی ہوئی ہے، میری طرف سے آ رہی ہے، خاص آپ کیلئے ہے۔یہ بھی لکھا ہے کہ کوئی چیز نہ تمہارے نفسوں کے ساتھ بیتتی ہے، نہ دنیا میں کوئی حادثہ ہوتا ہے، مگر وہ لکھی ہے، پہلے ہی قبل اس کے کہ وہ واقعہ ہو۔ہمارے کام ایسے تو نہیں ہوتے۔مرد مومن اس کے ساتھ چلتا ہے۔وہ اللہ کا ہو کے رہتا ہے۔ اپنی زندگی میں اس کی وحدانیت پہ، اس کی توحید پر قائم رہتا ہے۔وہ پھر اِدھر اُدھر دائیں بائیں نہیں دیکھتا۔یہی قوت پیدا کرنی چاہیے۔

یہ سارا کچھ جو ہمارے ہاں ہے: یہ شوق، یہ حوصلہ، یہ سلوک کی منزلیں، یہ سب اللہ کے ذکر سے ہے۔جب اللہ کا ذکر بند کرتے ہو تو نیچے گر جاتے ہو۔یہی قوت ہے جو Lift کیے ہوئے ہے۔اللہ کی طرف لے جا رہی ہے۔

فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُم۔

تم اللہ کا ذکر کرتے ہو، اللہ تمہارا ذکر کر رہا ہے۔ Gravity جو ہے وہ Settle down ہوگئی ہے۔اب اوپر والی کشش اللہ کے ذکر کی وجہ سے ہی لے جا رہی ہے۔جب اللہ کا ذکر بند کرو گے تو پھر دنیا میں چلے جاؤ گے۔اس کو جاری رکھنا ہے۔یہ ہیلی کاپٹر کے انجن کی مانند ہے جو پنکھے کو چلاتا ہے۔اس کو کبھی بند نہیں کرنا۔اس نے ہی تو Balance کر رکھا ہے۔اگر انجن بند کر دیا جائے تو کدھر جاؤ گے؟ سیدھے نیچے جاؤ گے۔یہ پاس انفاس ہے اسے بند نہیں کرنا۔یہ ذکر کی طاقت جو ہے

آپ کو Float کر رہی ہے۔

جس طرح یہ فَاذْکُرُوْنِی اَذْکُرْکُمْ ہے اسی طرح حدیث قدسی ہے کہ اللہ فرماتا ہے بندہ ایک دفعہ یاد کرے میں دس دفعہ یاد کرتا ہوں۔ باباجی عزاللہ علیہ فرماتے تھے کہ فقیر بنا ہے تو بچے بن جاؤ۔ بچہ کوئی نقصان کرتا ہے، کوئی سیٹ توڑ دیتا ہے تو ماں مارتی ہے۔ چل دفعہ ہوجا۔ بچہ روتا ہوا پاس آتا ہے تو پھر مارتی ہے۔ باباجی عزاللہ علیہ نے فرمایا کہ کتنی دفعہ مارے گی؟ پھر وہی ماں ہوتی ہے جو سینے سے لگا لیتی ہے۔ منہ اِدھر سے صاف کرتی ہے، اُدھر پیار کرتی ہے کہ میں نے ایسے ہی مارا ہے۔ کب تک مارے گی؟ جو ستّر (70) ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے وہ کب تک مارے گا؟

یار دا بوہا مول نئیں چھڈدے

بھاویں مارو سو سو جتے

ایک فقیر نے لکھا ہے کہ جو فقیر ہوتا ہے اس کے پیچھے کتے لگ جاتے ہیں۔ کہتا ہے کہ کتے اس کے دشمن نہیں ہوتے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے جو ایک مالک کا دروازہ چن لیا ہے تو میں دَر دَر نہیں پھرتا تو تم کیوں دَر دَر پھرتے ہو؟ کتے اس واسطے اسے بھونکتے ہیں کہ میں حیوان ہو کے ایک دَر نہیں چھوڑتا لیکن تو انسان ہو کے کیوں دَر دَر پھرتا ہے؟۔ فقیر کی اپنی سوچ ہوتی ہے، وہ اپنے انداز سے سوچتے ہیں۔ ہے بھی ٹھیک۔ یہ قوت، یہ سوچ ساری اسی اللہ کے ذکر پاس انفاس سے ملتی ہے۔ باباجی عزاللہ علیہ نے مختصر سا سلیبس کر دیا ہے کہ وہ کرو۔ پاس انفاس کرنا ہے۔ اللہ اللہ ۔سانس کے ساتھ۔ کبیر نے بھی لکھا ہے کہ

کبیرا فقیری سیکھنی ہے تو پنہارن سے سیکھ

عورتیں جو دریاؤں سے پانی بھر کے لاتی ہیں۔انہوں نے اپنے سروں پر دو دو یا تین تین گاگریں رکھی ہوتی ہیں۔وہ ان گاگروں پر ہاتھ نہیں رکھتیں بلکہ ایسے ہی چلتی ہیں۔وہ اپنے دھیان سے انہیں کھڑا رکھتی ہیں۔دھیان ان کا ادھر ادھر نہیں جاتا ورنہ یہ گاگریں گر جائیں گی۔باتیں بھی کر رہی ہیں،مذاق بھی کر رہی ہوتی ہیں،اور کام بھی چل رہا ہوتا ہے۔

کبیرا فقیری سیکھنی ہے تو پنہارن سے سیکھ
بات کرے سکھیوں سے مگر دھیان گاگر کے بیچ

سہیلیوں سے باتیں کرتی ہیں مگر دھیان گھاگر میں ہی رہتا ہے،یہ ہل نہ جائیں۔وہ پانی کی خاطر یہ کرسکتی ہیں تو تم اپنے اللہ کیلئے یہ کیوں نہیں کر سکتے کہ دھیان اللہ کی طرف سے نہ ہٹے۔سودا بھی بیچیں،باتیں بھی کریں،اور اللہ اللہ بھی ساتھ چلتا رہے۔

اسی طرح لکھا ہے کہ ایک بندہ جو خانہ کعبہ سے گلے لگا تھا مگر اس کا دھیان اس دنیا کی طرف تھا کہ میں نے ہر مال لے جانا ہے،Smuggling کرنی ہے، کسٹم والے اندھے ہو جائیں،میں یہ سارا کچھ لے جاؤں۔اس نے گلے خانہ کعبہ کو لگایا تھا مگر دھیان دنیا کی طرف تھا۔دوسرا وہ عجیب بندہ دیکھا کہ کاروبار میں بیٹھا ہے، دکان میں ہے مگر دھیان اللہ کی طرف ہے۔یہ بات ہے۔یہی کرنا ہے۔دنیا میں گزرتے ہوئے اللہ کو یاد کرنا ہے۔کہا ہے کہ کثرت سے یاد کرو۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا[1]۔

---

(1) سورۃ الانفال 8: آیت 45۔

رات کو جب دیہاڑی کا حساب لگائیں تو اللہ کا ذکر زیادہ ہو۔ اسی طرح ذکر کے جو فضائل بتائے گئے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے:

اَنا جَلِیسُ من ذَکَرَ۔

جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں۔

اس کے پاس بیٹھتا ہوں۔ اور کیا چاہیے؟ اللہ کو ملنا ہے تو کہتے ہیں کہ اللہ والوں سے ملو۔ وہیں ہوتا ہے، وہ تمہیں بھی وہاں مل جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ذکر کرنے والا اور نہ کرنے والا ایسے ہوتے ہیں جیسے زندہ اور مردہ۔ جو ذکر نہیں کرتا وہ Dead ہوتا ہے، جو ذکر کرتا ہے وہ زندہ ہوتا ہے۔ بلب جو نہیں جل رہا، اس کی تار ٹوٹ گئی ہے Head quarter سے Disconnect ہو گئی ہے۔ Dead ہو گیا ہے، ہم بھی اسے Dead ہی کہتے ہیں۔ یہ بلب Dead ہو گیا ہے۔ یہ سرکٹ Dead ہو گیا ہے، یہ ساری لائن Dead ہو گئی ہے۔ Connection کٹ جاتا ہے تو Dead ہو جاتی ہے۔ جو لائن جڑی ہے وہ چل رہی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے فرمایا کہ ذکر کرنے والا اور نہ کرنے والا ایسے ہیں جیسے ایک زندہ ہے، ایک مردہ۔ جس کی تار جڑی ہے وہ زندہ ہے، جل رہا ہے، روشنی بھی ہے، سب کچھ ہے۔ اس کی تار کو ہاتھ بھی کوئی نہیں لگاتا، ڈرتا ہے کہ میں ہاتھ نہیں لگاتا اس میں بجلی آ رہی ہے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے کہ بغیر کرنٹ کے ایک Dead wire ہے۔ ایک کرنٹ والی ہے، اس میں اللہ سے تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ کرنٹ والی ہے۔

محفل 26

کسی بھائی نے حکومت اور ملکی حالات کی زبوں حالی کا شکوہ کیا اور پوچھا کہ یہ حالات کیسے بدلیں گے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ہم تمہاری تقدیر کو نہیں بدلتے جب تک تم خود نہیں بدلتے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ(1)۔

شاید مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے ہی کہا تھا کہ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

جب تک آپ Change نہیں کرنا چاہتے اس وقت تک کچھ نہیں ہوتا۔ وقتی کوئی قدم اٹھاتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ بھی رحم فرما دیتا ہے۔ اب یہ بات دونوں طرف لاگو ہوتی ہے۔ برا حال ہے اچھے ہونے کی طرف بھی اور اچھا حال ہے تو برے ہونے کی طرف بھی۔ Change کریں گے تو ہوگا۔ خدا نے جب نعمت دے رکھی ہے تو چھینے گا نہیں جب تک آپ دوسری لائن پر نہیں چڑھ جاتے۔ وہ دی ہوئی نہیں چھینتا۔ وہ اس وقت چھینتا ہے جب آپ Change ہو جاتے ہیں۔ دونوں طرف

(1) سورۃ الرعد 13: آیت 11۔

یہی ہوتا ہے۔آپ بدلیں گے تو وہ حال بدلے گا۔

ایک بھائی نے کہا کہ اس حکومت نے تین سال میں اتنے زیادہ قرضے لے لیے ہیں جتنے گزشتہ ساٹھ پینسٹھ سال میں نہیں لیے گئے تھے۔موضوع میں تھوڑی تبدیلی آ گئی۔اس بات پر فرمانے لگے:

صدر ایوب خان Family planning پر بڑا زور دیتا تھا،اسی وقت یہ محکمہ بھی قائم ہوا۔وہ بڑا زور دیتا تھا کہ آبادی کو کنٹرول کرو۔آبادی اتنی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔باقی دنیا میں سارے Control ہو کر چل رہے ہیں۔ ہمارے ہاں جو تھوڑی سی ترقی ہوتی ہے اسے Population increase کھا جاتا ہے۔آبادی اس سے زیادہ بڑھتی ہے،کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔اُدھر جرمنی کی آبادی کم ہونا شروع ہوئی تو انہوں نے پھر Incentives دیے کہ بچے پیدا کریں،ہمیں بندے باہر سے منگوانے پڑتے ہیں،ان کا یہ حال تھا کہ وہاں آبادی منفی جا رہی تھی۔ہمارا سارا ایشیا اس سے مختلف ہے۔ایوب خاں بہت کہتا تھا۔ مولوی بھی مخالفت کرتے تھے کہ نہیں جی Birth Control تو برا کام ہے،اللہ رزق دینے والا ہے۔وہ کہتا تھا کہ نہیں مانتا تو نہ مانو،جب تمہارا برا حال ہوگا تو میں اس وقت نہیں ہوں گا۔نہیں مانتے تو پھر یہی حال رہے گا،آبادی بڑھتی جائے گی۔

اب دیکھ لیں پاکستان بنا تو ہم مشرقی پاکستان سمیت سات کروڑ تھے۔ان کی آبادی ہم سے زیادہ تھی۔ہم ساڑھے تین کروڑ سے کم ہوں گے وہ ذرا زیادہ تھے۔اب وہ علیحدہ ہو گئے،ہم اکیلے رہ گئے تو سنا ہے کہ آبادی اب اٹھارہ سے بیس

کروڑ تک ہو چکی ہے۔ایسے میں یہ وسائل کیا کریں گے؟اس میں سے بارہ کروڑ نکال دیں تو Job opportunities اتنی زیادہ ہوں گی کہ کوئی بندہ بے روزگار نہیں ملے گا۔آبادی کے اس Flux میں ہماری ساری پروگریس Null and void ہو جاتی ہے،ہم ادھر ہی رہتے ہیں۔حالانکہ امام غزالی عِشَاللہِ نے 'کیمیائے سعادت' میں اور'احیاءالعلوم' میں پورا Chapter رکھا ہے:**بـــــاب الـعــزل** ۔احادیثِ عزل اکٹھی کی ہیں۔اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہما جو تھے وہ بھی Birth control کرتے تھے۔خاص طور پر جو لونڈیوں کے بارے میں حکم تھا کہ تم انہیں بغیر نکاح کے رکھ سکتے ہو،انہیں استعمال کرسکتے ہولیکن اس میں یہ تھا کہ اگر وہ حاملہ ہو جائیں تو پھر آپ بیچ نہیں سکتے، یہ پابندی تھی۔اس کے بچے آپ کی جائیداد میں حصے دار ہوں گے۔وہ آ کے پوچھتے تھے کہ ہم ان کو استعمال بھی کرنا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ وہ حاملہ بھی نہ ہوں۔وہ بتاتے تھے کہ ہم Birth control کرتے ہیں تو وہاں حدیثِ عَزل ہے۔

عَـزلْ کا مطلب ہے کہ عین اس ٹائم پر میاں بیوی علیحدہ ہو جائیں۔اسے عَزل کہتے ہیں۔یہ حدیثِ عَـزل کے نام سے لکھی ہے۔ایک دفعہ صحابہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم عَـــزل کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے،کچھ نہیں کہا۔آئمہ کہتے ہیں کہ اس میں جواز کے کئی پہلو ملتے ہیں۔جب نہیں روکا،کچھ نہیں کہا تو یہ جواز کا پہلو ہے۔دوسرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ فرمایا کہ جس نے آنا ہے،وہ آ کر ہی رہے گا۔جس روح نے پیدا ہونا ہے،وہ ہو ہی جائے گی،یہ فرمایا۔وہی بدو پھر آیا اور اس نے کہا کہ وہ تو حاملہ ہو گئی ہے تو فرمایا کہ ہم نے تو کہا تھا لیکن اس سے بھی تختی کے

ساتھ نہیں کہا کہ وہ ایسے ہوگا۔ ایک اور حدیث ہے کہ

کُنَّا نَعزِلُ وَ اَنزَلَ القرآن۔

ہم عزل کرتے تھے اور قرآن نازل ہوتا تھا۔

بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ڈائری میں یہ لکھ رکھا تھا کہ اس کا کیا تُک ہے کہ ہم عزل کرتے تھے، قرآن نازل ہوتا تھا۔ عزل کرنے کا قرآن نازل ہونے سے کیا تعلق ہے؟

کُنَّا نَعزِلُ۔

ہم عزل کرتے تھے۔

وَیَنزَلَ القُرآن۔

اور قرآن نازل ہوتا تھا۔

ایسے جیسے عزل کے ساتھ Connected ہو۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ڈائری میں لکھی ہوئی تھی کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ کسی کی گھڑی ہوئی ہے؟ مجھے اتفاق سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی 'احیاء العلوم' مل گئی تھی تو وہ میں پڑھ رہا تھا، وہ تفصیل سے ہے اور 'کیمیائے سعادت' ذرا اختصار سے ہے۔ میں نے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تو بڑے Favour میں لکھتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اگر چہ یہ توکل کے خلاف ہے۔ مطلب ہے کہ کہاں سے کھلائیں گے؟ کدھر سے لائیں گے؟ اور کیسے؟ اللہ تو رازق ہے۔ انہوں نے کہا یہ تو ٹھیک ہے مگر یہ جو ہم اکٹھے دانے لے لیتے ہیں سال بھر کیلئے لہسن، پیاز اکٹھے لے لیتے ہیں کہ بعد میں مہنگے ہو جائیں گے، یہ بھی تو توکل کے خلاف ہے۔ کیا یہ توکل کے خلاف نہیں ہے؟ لیکن یہ منع نہیں

ہے۔رسول اللہ ﷺ بھی کہتے تھے۔بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ چیزیں موسم میں لے لینی چاہئیں۔یہ نارمل Process ہے کہ موسم میں سستی ہیں تو بعد میں مہنگی ہو جائیں گی۔ یہ بھی تو توکل کے خلاف ہے مگر منع نہیں ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ بھی اگر چہ توکل کے خلاف ہے لیکن یہ منع نہیں ہے۔اگر ایک آدمی چاہتا ہے کہ میں Birth control کروں،اس لئے کرتا ہے کہ میری بیوی جو ہے اس کی صحت ٹھیک رہے،یہ مسلسل بچے جننے کی وجہ سے کمزور نہ ہو جائے تو انہوں نے کہا کہ یہ بھی ٹھیک ہے۔ہر آدمی اپنی Property کی حفاظت کرنا چاہتا ہے۔یہ بھی کہ اس کی صحت ٹھیک رہے،دوائیوں میں نہ خرچ کرتا پھرے تو یہ بھی ٹھیک ہے۔اس میں بھی کوئی اعتراض والی بات نہیں ہے۔

میں نے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا تو انہوں نے مجھے یہ لکھ کے بھیج دی:

کُنَّا نَعزِلُ وَ اَنزَلَ القرآن۔

فرمایا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟اس کا کیا تعلق بنتا ہے؟میں نے تھوڑا سا لکھا لیکن وہ اچھی طرح واضح نہیں کرسکا۔پھر میں نے دوبارہ لکھا۔میں نے کہا کہ یہ تو بڑی زبردست اس کے ثبوت میں ہے۔آپ دوسری طرف دیکھیں۔ان کا مطلب ہے کہ اس دور میں جس وقت قرآن کا نزول ابھی ہو رہا تھا،اس وقت مسلمان اگر کوئی ایسی حرکت کرتے جو اللہ کی منشاء کے خلاف ہوتی تو فوراً آیت آجاتی تھی۔یہ تم کرتے ہو۔مثلاً لکھا ہے کہ پہلے رات کو بیویوں کے پاس جانا منع تھا۔آپ رات کو نہیں جاسکتے تھے۔پھر قرآن میں آیا کہ تم خیانت کرتے تھے،پھر اللہ نے معاف کر دیا۔اجازت دے دی کہ جاؤ موج کرو۔چلو اس غلطی کا فائدہ ہو گیا۔

اللہ نے کہا کہ تم خیانت کرتے تھے، آگے معاف کر دیا اور چھٹی دے دی۔ کمزوری کی وجہ سے معاف نہیں ہوگئی، Wave off کر دی، چھٹی ہوگئی۔ مطلب یہ کہ اللہ کی منشاء کے خلاف ایسی باتیں جب ہوتی تھیں تو فوراً وحی آجاتی تھی کہ یہ مسئلہ ہے۔ اس میں کہا ہے کہ اس وقت ہم عزل کرتے تھے جب قرآن کا نزول ابھی جاری تھا۔ اگر یہ اللہ کی منشاء کے خلاف ہوتا تو ضرور کوئی آیت اتر آتی۔ یہ مطلب ہے۔ یہ اس کا زبردست Proof ہے۔

بابا جی عِشْلِیہ نے اسے Correct کر دیا۔ مجھے بھی شاباش دیتے ہوئے پذیرائی کی۔ پھر بابا جی عِشْلِیہ نے اسے ڈائری میں لکھ دیا کہ اس کی یہ بھی توجیح ہو سکتی ہے۔ اس وقت ہم عزل کرتے تھے جب قرآن کا نزول ابھی جاری تھا۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب آخری وحی آگئی اور قرآن کا نزول بند ہو گیا۔ مگر اس وقت ابھی نزول جاری تھا۔ اگر یہ منشائے الٰہی کے خلاف ہوتا تو اس پر بھی ضرور آیت اُترتی۔ انہوں (امام غزالی عِشْلِیہ) نے Logically لکھا ہے کہ یہ سب کچھ صحیح ہے۔ لیکن بس مولوی اپنے انداز سے بات کرتے ہیں۔

ایک دفعہ بابا جی عِشْلِیہ ادھر چکالہ آئے ہوئے تھے تو میرے پاس ٹھہرے۔ شام ہوئی تو فرمایا کہ باہر سیر کو چلتے ہیں۔ ہم باہر نکل پڑے۔ ایسے ہی وہاں Family planning کی بات شروع ہوگئی۔ اس وقت میرے دو بچے تھے یا تین تو فرمایا کہ بس اتنے ہی کافی ہیں۔ دو تین بچے کافی ہوتے ہیں۔ خوامخواہ کے Problem ہوتے ہیں۔ کہنے لگے کہ ہماری اماں بھی Family planning کرتی تھیں۔ سونا تولتے ہیں تو ایک رتی (Ratti) ایک پیمانہ ہوتا

ہے۔ایک رتی سرخ رنگ کی ہوتی ہے۔پنجابی میں سرخ رنگ کو'رتی' کہتے ہیں۔یہ کسی بوٹی کا بڑا Hard قسم کا بیج ہوتا ہے۔بالکل سرخ رنگ کا ہوتا ہے،اس کے End پر ایک کالا سا داغ ہوتا ہے۔جو Oval shape کا ہوتا ہے،اسی میں سے یہ بیج لے کر رتی کا پیمانہ (وزن) بنا لیتے ہیں۔سونا اسی سے تولتے ہیں، یہ رتی Hard ہوتی ہے اس لئے گھستی نہیں ہے۔یہ رتی As a medicine بھی استعمال ہوتی ہے۔کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اگر عورت ماہواری کے بعد نہا کر ایک دانہ کھا لے،نگل لے تو ایک سال تک اسے حمل نہیں ہوگا، دو کھائے تو دو سال تک نہیں ہوگا، تین کھائے تو تین سال تک نہیں ہوگا۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اُس وقت یہ محکمہ Family Planning نہیں ہوتا تھا،عورتیں یہ رتیاں استعمال کرتی تھیں۔کئی عورتوں کا تو Naturally وقفہ ہی تین سال کا ہوتا تھا،وہ بچوں کو دودھ پلاتی تھیں تو ان کو ماہواری آتی ہی نہیں تھی۔ دو سال بچے کو دودھ پلاتیں، دودھ چھڑوا دیا پھر ماہواری آتی اور اس طرح تین سال کا وقفہ Naturally بن جاتا تھا۔اب سارے System ہم نے خراب کر دیے ہیں۔بندے کے بھی سسٹم خراب ہو گئے ہیں۔اب بچہ ابھی چالیسویں میں نہیں پہنچتا، آگے پھر ہو جاتا ہے۔عموماً Naturally تین سال کا وقفہ ہوتا تھا۔ہمارے تین چار بچے تھے،سب کے ہاں تین تین سال کا وقفہ Naturally تھا،اور بھی عزیز تھے وہ بھی ایسے ہی تھے۔مطلب یہ کہ مائیں بچے کو دودھ پلاتی تھیں،تین سال کا وقفہ ہو جاتا تھا۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہماری ماں بھی رتیاں استعمال کرتی تھیں۔بزرگ ایسی باتیں بتاتے نہیں ہیں۔شرع میں کہتے ہیں کہ شرم نہیں ہے،بتا دینی چاہیے۔

محفل 27

سوال کیا گیا کہ آج ہمارے ہاں اکیسویں کی رات ہے، سعودی عرب میں کل تھی۔ اللہ تعالیٰ کی یہ Devision کیسی ہے کہ شب قدر اِدھر بھی ہوتی ہے اور اُدھر بھی ہوتی ہے؟ اسی طرح جو Scandinavian countries ہیں وہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا:

Day - Night کا سائیکل تو Twenty four hours کا ہے۔
ایک جگہ کا تو نہیں ہے۔ غلام جیلانی برق ﷫ نے تو اس کے بارے میں لکھا ہے کہ تم میں سے جو رمضان شریف کو پائے، وہ روزے رکھے۔ الفاظ ایسے ہیں۔ جو تم میں سے ماہِ رمضان کو پائے وہ اس کے روزے رکھے۔ کہتا ہے کہ وہ تو پا ہی نہیں سکتے، ان کو روزے نہیں ہونے چاہئیں۔ کہتا ہے کہ رمضان آئے گا نہیں تو وہ کیسے رکھیں گے؟

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ(1)۔

جو تم میں سے گواہی دے، دیکھ لے، یا پا لے رمضان کو، وہ روزے رکھے۔ اس نے کہا کہ وہ Scandinavian میں کہ وہاں تو آتا ہی نہیں ہے، وہ کیسے روزہ رکھیں؟ سائیکل تو چوبیس (24) گھنٹے کا ہوتا ہے۔ آپ Model دیکھیں۔ یہ زمین گھوم رہی ہے۔ اس طرف رات ہے اور اس طرف دن ہے۔ سورج

(1) سورۃ البقرہ 2: آیت 185۔

کے گرد چل رہی ہے۔ایک سائیڈ روشنی ہے اور ایک سائیڈ اندھیرا ہے۔زمین نے اپنا چکر پورا کرنا ہے، جو سائیڈ سورج کے سامنے ہے وہاں دن اور دوسری طرف رات ہوتی ہے۔یہ بھی ہے کہ اس میں Date بھی علیحدہ علیحدہ ہوجاتی ہے۔بدل جاتی ہے۔شبِ قدر کی Date ویسے بھی بھلا دی گئی ہے۔کسی کو معلوم نہیں ہے کہ صحیح کون سی تاریخ ہے۔تاریخ صحیح ہو تب بھی ہماری اور ان کی تاریخیں علیحدہ علیحدہ ہو جاتی ہیں۔بہت سے بزرگ یہ کہتے ہیں کہ ستائیسویں رات شبِ قدر ہے۔کہتے ہیں کہ لیلة القدر جو ہے اس میں نو حروف ہیں۔سورۃ القدر میں یہ تین دفعہ آتا ہے:

اِنَّا اَنزَلنٰهُ فِی لَیلَةِالقَدرِ ۔ وَمَا اَدرٰکَ مَا لَیلَةُالقَدرِ ۔

لَیلَةُ القَدرِ خَیرٌ مِّن اَء لفِ شَّھر [1]۔

نو حروف ہیں تو یہ ٹوٹل ستائیس بنتے ہیں۔یہ Mathematical calculation کی ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ ستائیسویں کو ہی لیلة القدر ہے۔

اب یہ بات اور دوسری بات یہ کہ اس میں کرنا کیا ہے؟ حضور ﷺ کی بڑی مشہور حدیث ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ اگر وہ (لیلة القدر) مل جائے۔اس کا مطلب ہے کہ مل جانے والی بات ہے تو کچھ نہ کچھ تو محسوس ہوتا ہی ہوگا۔اگر وہ خاص رات آ جائے تو اس کی کیفیات مخصوص ہوں گی۔یہ خاص ہی ہیں۔انہوں نے کہا کہ میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ العَفوَ فَاعفُ عَنِّی [2]۔

(اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے۔معافی کو پسند کرتا ہے، لہٰذا مجھے معاف فرما۔)

---

(1) سورۃ القدر 97: آیات 1-3۔

(2) ترمذی شریف۔

اللہ سے یہ مانگنا ہے۔ ہماری تو بڑی لسٹیں ہیں۔اس طرف کون آتا ہے؟ یہاں تو بات یہ ہے کہ وہ قابو آئے اور اپنے تقاضے پورے کرائیں۔میرے چھوٹے بھائی ہیں: رفیق صاحب وہ ادھر مرکز آئے بھی تھے۔وہ سب بچوں کو لے کر سردی میں بیٹھے رہے۔ کہتے ہیں کہ ساری رات اینٹ اٹھا کر بیٹھا رہا ہوں کہ جب وہ شبِ قدر آئے گی تو کہوں گا کہ یہ سونا بن جائے۔ساری رات گزر گئی، صبح اینٹ پھینک دی کہ جا تیرے نصیب میں نہیں تھا۔یہاں تو ہم سونا بنانے کے چکر میں بیٹھے ہیں کہ سونا بن جائے۔وہاں تو کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ کیا مانگوں؟ تو فرمایا کہ یہ مانگو۔یہ دعا پڑھتے رہو، اللہ نے ویسے ہی بخشش فرما دینی ہے۔اگر ہم یہی چاہتے ہیں تو سارا مہینہ ہی مغفرت اور بخشش کا ہے۔

اللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ العَفوَفَاعفُ عَنِّی۔

تو ہی درگزر فرما۔خاص اس رات کیلئے بھی کہا گیا ہے۔میرا خیال ہے کہ کبھی بھی صحیح ہو کے بندہ کہے یہ تو بہ تب بھی ہو جاتی ہے۔یہ صرف خاص رات کی بات نہیں ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو توبہ کرتا ہے وہ ایسے ہے جیسے یہ آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔اللہ نے بھی فرمایا ہے کہ اللہ کی رحمت سے کبھی ناامید نہ ہو:

لا تَقنَطُوا مِن رَّحمَةِ اللّٰہِ۔ اِنَّ اللّٰہَ یَغفِرُ الذُّنُوبَ جَمِیعًا۔

سارے کے سارے یک لخت معاف کر دے گا تو اور کیا چاہئے؟ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ مانتے کیوں نہیں ہو؟ اللہ کہتا ہے اس کی نہیں مانتے، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانتے ہو۔ایک دفعہ سچے دل سے توبہ کر لو، سمجھو پچھلی کاپیاں غائب ہو گئیں۔آگے کی فکر کرو۔اب نئی کاپی مل گئی ہے، اب اس کو نمٹاؤ۔پچھلی

خامیوں کو یاد بھی مت کرو۔ کہتے تھے کہ یہ خطرناک بات ہے۔نفسیاتی طور پر یہ خطرے والی بات ہے کہ آدمی کے ذہن پر گناہ سوار ہی رہے۔ میں نے یہ کیا، میں نے وہ کیا، اب بھی میں ویسا ہی ہوں۔اس سے وہ بے فکر نہیں ہو پاتا۔اس کا Mind clear ہو جانا چاہیے کہ میں اب معاف کر دیا گیا ہوں۔یہ ضروری ہے تاکہ وہ سمجھے کہ روحانیت کا جو Highest مقام ہے میں وہاں جا سکتا ہوں۔مجھ میں اب کوئی Spot نہیں ہے۔اگر وہ بیچ میں رہے گا تو ساری عمر روتا رہے گا جیسے کہتے ہیں جی کہ فلاں بزرگ روتے رہے، پرنالے بہتے تھے، یا جان پر بنی تھی۔بابا جی رحمۃ اللہ علیہ اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، نہ وہ ایسے تذکرے پڑھنے دیتے تھے۔بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ مانتے کیوں نہیں ہو؟ خدا یہ کہتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں، کیوں نہیں مانتے؟ مانو تم کہ تم Clear ہو، اب بس وہ سارے معاف ہو گئے ہیں۔اب آگے جتنے دن زندگی ہے، ہفتہ ہے، دس دن کی ہے، دس سال کی ہے، اس کی فکر کرو کہ اب اس کو سنبھال کر رکھنا ہے۔

اب یہ لکھا ہے کہ وہ رات اچھی ہے، وہ ہزار مہینوں سے اچھی ہے۔اب کس لحاظ سے اچھی ہے؟ عبادت کے لحاظ سے اچھی ہے؟ یہ کس لحاظ سے ہے؟ اس کا ہم کہہ سکتے ہیں کہ 14 اگست جو ہے یہ ہمارے لئے تو صدیوں سے بہتر ہے، پاکستانیوں کے لئے اس کی اپنی ایک اہمیت ہے، کسی اور لحاظ سے وہ ہمارے لئے زبردست ہے۔فرمایا ہے کہ وہ رات جو ہے وہ ایک ہزار مہینے سے بہتر ہے۔کس لحاظ سے بہتر ہے؟ اس کی عبادت تراسی (83) سالوں سے بہتر ہے؟ تراسی (83) سال چار (4) مہینوں سے، یا کس لحاظ سے؟ یہ کیا ہے؟ یا قرآن کے نزول کی اہمیت کے لحاظ سے ہے کہ وہ اتنی اہم ہے۔ایک ایسا Law، ایک ایسا آئین جس کے لئے

دنیا جب سے بنی تھی منتظر تھی کہ پورا، اچھا آئین، جو مکمل انسانی زندگی کا آئین ہوگا وہ نازل ہوگا، اور جس سے انسان صحیح معنوں میں بندہ بن جائے گا، مہذب بندہ بن جائے گا، اور وہ اعلیٰ ترین مراتب حاصل کر پائے گا جو اللہ کے ہاں اس کیلئے مقرر ہیں۔ وہ آئین اس کو مل سکے گا۔ ساری دنیا اس کی منتظر تھی، پیغمبر بھی منتظر تھے کہ وہ کونسا زمانہ ہوگا۔ خواہش کرتے تھے کہ ہم بھی اس زمانے میں آئیں۔ حضور ﷺ کی امت میں آئیں۔ وہ دیکھیں کہ جب **اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ** ہوگا۔ اللہ کہتا ہے کہ ہم نے اس میں رحمت، اور نور، اور روح نازل کیا۔ اس لئے کہا کہ روزے رکھو۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں وہ آئین اترا۔ وہ آئین والی بات ہم بھول گئے۔ ہم نے ڈبل کرنے والی Game سیکھ لی ہے کہ نفل جو ہیں وہ فرض بن جائیں گے اور فرض جو ہیں وہ دگنے اور کئی گنا ہو جائیں گے۔ یہ ہو جائے گا، وہ ہو جائے گا، اور چکر میں پڑ گئے۔ وہ آئین جو تھا اس کو بھول ہی گئے کہ اس آئین کی Celebration کے لئے ہو رہا ہے۔ جس آئین نے بندہ بنایا، ہم نے وہ بندہ بننے والا کام ہی چھوڑ دیا۔ ہم اسے بھول ہی گئے اور نہ ہمیں اس کا احساس ہے کہ یہ کتنی Important ہے۔ صبح پڑھتے ہیں اور شام تک بس اس کا ایک دور ہو جائے۔ علامہ کہتا ہے کہ

پابند ِ صوفی و ملا اسیری
حیات از حکمت ِ قرآں نگیری

اے مسلمان! تو صوفی و ملا کے جال میں پھنسا ہے۔ جو تجھے وہ کہتا ہے تو ویسے چلتا ہے۔ جو تیرے پیر نے کہا وہ صحیح ہے یا جو مولوی صاحب نے کہا وہی صحیح ہے۔ تو صوفی و ملا کے بند میں اسیر ہو گیا ہے، غلام ہو گیا ہے، بندھ گیا ہے۔ قرآن کی جو حکمت ہے، اس میں زندگی کا جو پیغام ہے، اس سے تجھے کوئی کام نہیں ہے، نہ تو اس

سے لیتا ہے کہ یہ کتاب کس لئے اتری ہے؟ یہ انسان کو کیا بنانے کیلئے آئی ہے؟ اور یہ کیا بنا سکتی ہے؟ اب اس سے تمہیں کوئی غرض ہی نہیں ۔تو مولوی اور پیر کے بندھن میں بندھا ہے، وہ جو کہتا ہے اسی پر تو چلتا ہے ۔قرآن میں جو حکمت ہے، مردوں کو جو زندہ کرنے والی ہے،قوموں کو اٹھا کے اوپر لے جانے والی ہے، اس سے تمہیں کوئی غرض ہی نہیں رہی ۔

باٰیتش تُرا کارِ جُز ایں نیست

تمہیں قرآن کی آیتوں سے سوائے اس کام کے اور کوئی کام نہیں ہے ۔اس کی آیات سے تمہیں اس کام کے علاوہ کوئی غرض نہیں رہی ۔کیا؟

از یٰسین اُو آساں بمیری

صرف ایک کام رہ گیا ہے کہ یٰسین پڑھیں تو جان آسانی سے نکلتی ہے ۔

قرآن تو زندگی بخشنے کیلئے آیا تھا،تمہیں زندہ کرنے کیلئے آیا تھا ۔قرآن نے کہا بھی ہے، حضور ﷺ آئے تا کہ تمہیں زندہ کریں،تم سے بوجھ اُتار لیں جو تم پر پڑے ہوئے تھے ۔انسان پر بوجھ پڑا ہوا تھا ۔دوسری قوتوں کا خوف اس پر طاری تھا ۔یہ حیوانات بھی دیوتا ہیں، سانپ بھی دیوتا ہے، ہوائیں بھی دیوتا ہیں، بادل بھی دیوتا ہے، بجلی بھی دیوتا ہے، آگ بھی دیوتا ہے ۔مادیت کی یہ سب چیزیں اتار دیں ۔ اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ۔وہ ایک ہی اِلٰہ ہے ۔باقی سب اس کی مخلوق ہیں ۔سوائے اللہ کے کسی کو سجدہ نہیں کرنا ۔ان کا رعب اتار دیا، ان کا جو خوف تھا وہ اتار دیا ۔انسان کو جرأت ہوئی کہ ان کو Capture کر سکے ۔یہ بجلی! کیا ہے یہ؟ یہ آگ کیا ہے؟ اس کو Capture کر کے اپنے استعمال میں لگایا ۔قرآن نے مادیت کی ان چیزوں میں جو عقائد کی روح تھی، اسے نکال دیا ۔مگر تم اس میں پھنسے رہے، اب تمہیں یہ کام رہ گیا ہے کہ یٰسین کی جو

آیتیں ہیں، ان کے پڑھنے سے جان سہولت سے نکلتی ہے۔اس کے سوا تمہیں کوئی کام نہیں۔وہ قرآن جو زندہ کرنے کیلئے آیا تھا تم نے مرنے کیلئے اسے استعمال کرلیا ہے۔ تمہیں اب اس قرآن سے اور کوئی کام نہیں رہ گیا کہ اس سے مرنا بڑا آسان ہو جاتا ہے۔یٰسین پڑھو جی، آخری وقت آگیا ہے۔پڑھو ذرا جان نکل جائے۔قرآن جو زندہ کرنے کیلئے آیا تھا، ہم نے اس سے مرنے کا کام لینا ہے۔ہم پہ اس قرآن کا کیا احسان ہے؟ ہم تو مر رہے ہیں، دنیا میں سارے مسلمان اکٹھے ہو کر اجتماعی طور پر۔ ہمیں اس کی غرض ہی کیا ہے کہ ہم اس قرآن کی آمد کو Celebrate کریں؟ یا ساری دنیا مل کر Celebrate کرے۔اگر ہم اس کا احساس کرتے تو پھر بھی ٹھیک تھا کہ مسلمانوں کو اس قرآن نے بندہ بنایا، بلکہ مہذب انسان بنایا اور انسانوں کا حکمران بنایا۔ہمیں اس نے خیر الامت بنایا:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔

تمہیں بہترین امت بنایا تا کہ دنیا میں جہاں تمہیں قبضہ دے وہاں تم امر بالمعروف کرو،نیکی کا حکم اس میں نافذ کرو، برائی سے روکو۔یہ بات ہے جس کیلئے تمہیں بہترین امت بنایا۔بہترین امت جو تھی وہ ایسی تھی کہ دنیا کو روندتی چلی گئی۔اس میں ان کی ہوس نہیں تھی،اس میں یہ نہیں تھا کہ دنیا پر قبضہ کرلیں اور اس پر بادشاہ بن جائیں۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

ان کا مقصود نہ تو کشور کشائی ہے کہ ملک فتح کرتے چلے جائیں اور نہ ہی مالِ غنیمت ہے کہ پیسے اکٹھے کرلیں، ان پر قابض ہو جائیں۔ان کے ہاں تو شہادت کی بات ہے۔یہ شہادت وہ بھی نہیں ہے جو ہم سمجھتے ہیں۔مر جانا۔یہ شہادت نہیں

ہے۔شہادت وہ ہے جو اللہ نے کہا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا(1)۔

واضح ہے کہ رسول تم پر گواہی دے گا اور تم پوری دنیا پر گواہی دو گے۔وہ تم پر شہید بنے گا کہ اے اللہ! میں نے تیرا پیغام جو تو نے دیا تھا وہ ان تک پہنچا دیا تھا۔حجۃ الوداع کے خطبہ میں آپ ﷺ نے پہلے امت سے پوچھا تھا کہ میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے؟ سب نے کہا کہ ہاں پہنچا دیا ہے۔صحیح صحیح پہنچا دیا ہے؟ جی ہاں صحیح صحیح پہنچا دیا ہے۔فرمایا کہ اللہ گواہ رہنا۔میں نے پہنچا دیا ہے۔کہا کہ رسول تم پر گواہی دے گا کہ میں نے پہنچا دیا ہے، آگے اب تمہاری ڈیوٹی ہے۔ہم نے جو رسول ﷺ سے پیغام لیا ہے ہم نے پوری دنیا کو اور اقوام عالم کو یہ پیغام پہنچاتے رہنا ہے۔یہ Standing duty ہے۔جو بھی اس وقت امت ہوگی، وہ موجودہ امتوں کو اللہ کا یہ پیغام پہنچائے گی۔خود بھی اس پر عمل کرے گی اور ان کو بھی پہنچائے گی۔اس کو کہا کہ ہم نے تمہیں امت وسطیٰ بنایا۔Intermediate تمہیں بنایا ہے۔رسول کے اور عوام الناس کے بیچ میں تم ہو۔

You are the middle man.

تمہیں بنایا ہے۔اب ہم نے اس Middle man کے ترجمے دوسرے کر لئے ہیں کہ یہ جو ہمارا دین ہے یہ درمیان والا ہے۔نہ اس میں دنیا کا اور نہ روحانیت کا غلبہ ہے، ہر چیز میں وسط راستہ اختیار کیا ہے۔رہبانیت بھی حرام ہے، دنیا کو چھوڑنا حرام ہے اور اس میں پوری طرح غرق ہو جانا، وہ بھی حرام ہے۔ہر کام میں

---

(1) سورۃ البقرہ 2: آیت 143۔

وسط ہے۔شادی بیاہ بھی کرو، یہ بھی کرو، اور وہ بھی کرو۔ہم اس لائن پر چل پڑے ہیں کہ اس کا راستہ جو ہے، وہ درمیانی ہے۔خدا نے ڈیوٹی بتائی کہ تم امت وسط ہو، رسول تم تک پیغام پہنچائے گا، تم نے اُدھر پہنچانا ہے۔ہم نے اسے درمیان سے نکال ہی دیا ہے۔ امتِ وسطیٰ کا مطلب ہے کہ ہم پر یہ Standing ڈیوٹی ہے کہ ہم قیامت تک کیلئے یہ کرتے رہیں گے۔اس پر خود بھی عمل کریں گے اور آگے بھی پہنچائیں گے۔اس کو کہا کہ

كَذَالِكَ جَعَلنكُم اُمَّةً وَّسَطًا۔

تمہیں امت وسطیٰ بنایا ہے۔وہ بڑی زبردست ڈیوٹی تھی، اس میں کام کرنا پڑتا تھا۔اس کو ہم نے اتار دیا کہ وہ ان (رسول ﷺ) کا ہی کام تھا، ہمارا نہیں ہے۔یہ بڑی زبردست ڈیوٹی تھی کہ آپ کو اس کردار پر وہ کرنا ہے۔مال غنیمت نہ کشور کشائی۔شہادت وہ نہیں ہے، دنیا کی فتوحات کرنا اور پیسے اکٹھے کرنے کیلئے نہیں ہے۔یہ تو اپنے پیسے بھی ان کو دینے کیلئے ہے۔ان کو دوزخ کے عذاب سے بچانے اور جنت کا حق دار بنانے کیلئے ہے۔اس لیے ہے کہ حضور ﷺ اللہ کی رحمت کا جو پیغام لے کے آئے اس میں وہ لوگ داخل ہو جائیں۔آپ کو اس میں لوگوں کو داخل کرنا ہے۔جیسے رسول اللہ ﷺ نے گواہی دی تم بھی ایسے کرو۔وہ تم پر گواہ ہوں گے اور تم پوری دنیا پر گواہی دو گے۔اب اس کو ہم نے چھوڑ دیا ہے۔اس قرآن کو اور اس کے پیغام کو ہم بھول گئے ہیں۔اللہ نے کہا ہے کہ شَهرُ رَمضَانَ الَّذِی۔ یہ کونسا مہینہ ہے؟ اُنزِلَ فِیهِ القُرآن۔ کوئی اور اہمیت نہیں ہے سوائے اس کے کہ اس میں قرآن نازل ہوا تھا۔یہ اسی کی Celebration ہے۔اسی پر ہم نے عمل کرنا ہے۔ رمضان کی سب سے بڑی فضیلت یہی بتائی کہ اس میں قرآن نازل ہوا۔یہ انسانیت کیلئے فلاح کا آئین ہے۔

محفل 28

گفتگو کا موضوع قرآن پاک کی یہ آیت تھی:

شَهرُ رَمضَانَ الَّذِیٓ اُنزِلَ فِیهِ القُرآنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الهُدیٰ وَالفُرقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنکُمُ الشَّهرَ فَلیَصُمهُ وَمَن کَانَ مَرِیضًا اَو عَلیٰ سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّن اَیَّامٍ اُخَرَ یُرِیدُ اللّٰهُ بِکُمُ الیُسرَ وَلَا یُرِیدُ بِکُمُ العُسرَ وَلِتُکمِلُوا العِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰهَ عَلیٰ مَا هَدٰکُم وَلَعَلَّکُم تَشکُرُونَ[1]۔

یہ قرآن پوری دنیا کے لئے ان کی دنیوی واخروی فلاح کا آئین ہے۔جیسے جیسے وقت گزرتا گیا،انسانیت ترقی کرتی گئی،اس کے جرائم بھی ترقی کرتے گئے،اس کی عقل بھی ترقی کرتی گئی۔فرمایا:

شَهرُ رَمضَانَ الَّذِیٓ اُنزِلَ فِیهِ القُرآنُ هُدًی لِّلنَّاسِ۔

یہ قرآن آ گیا، یہ پوری انسانیت کیلئے گائیڈ ہے۔ورنہ کتابیں اور انبیاء صرف بنی اسرائیل کیلئے آئے تو صرف بنی اسرائیل سے خطاب کیا کہ میں بنی اسرائیل کے لئے آیا ہوں۔ وہ ان کیلئے آئے، ساری دنیا کیلئے نہیں آئے۔صرف

(1) سورۃ البقرہ2: آیت 185۔

رسول اللہ ﷺ آئے تو انہوں نے کہا:

یَاَیُّھَا النَّاس اِنّی رَسُولُ اللّٰہِ اِلَیکُم جَمِیعًا[1]۔

اے دنیا بھر کے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔

ساری دنیا کے لئے

Last Prophet and Last Message

وہ آ گئے، اب اس کے بعد نہ کسی آئین کی ضرورت ہے اور نہ کسی آئین کے Explain کرنے والے کی ضرورت ہے۔ یہ قرآن اللہ نے اتارا کہ

ھُدًی لِّلنَّاس۔ تمام دنیا کے انسانوں کی ہدایت کیلئے ہے۔

وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الھُدٰی۔

اور عقلی دلائل لیے ہوئے کہ ہدایت کیلئے جو عقلی دلائل ہیں ان پر غور کرو۔ بارش دیکھو، زمین کو دیکھو، اللہ پاک بارش برساتا ہے، مردہ زمین کو کیسے وہ زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح تمہارا بھی دنیا سے دوبارہ خروج ہوگا۔ اللہ حکم کرے گا، ایسے جیسے زمین مردہ پڑی ہے، جاگ اٹھتی ہے، ایسے تم بھی جاگ اُٹھو گے، سارے نکل پڑو گے۔ اس میں ہدایت بھی ہے اور بَیِّنٰتٍ مِّنَ الھُدٰی ہیں۔

وَالفُرقَان۔

اور فیصلہ کن چیزیں بیان کر دی ہیں۔ جھوٹ کو سچ سے اور باطل کو حق سے علیحدہ کرنے کیلئے فیصلہ کن چیزوں کا اعلان کر دیا ہے۔ یہ اسی مہینے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ یہ وہ مہینہ ہے کہ جس میں وہ کتاب نازل کی گئی جس نے انسان کو نہ صرف

---

(1) سورۃ الاعراف 7: آیت 158۔

انسان بنایا بلکہ مہذب انسان بنایا اور دنیا اور آخرت کی کامیابی کی ضمانت دی۔اس کی اہمیت تو ایسی ہے۔

ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہما) کے پاس تو کتاب نہیں تھی جیسی ہمارے پاس ہے۔وہ تو عملی طور پر کام میں لگ گئے۔کتاب تو یہ کتابی شکل میں بعد میں کہیں جا کے پرنٹنگ ہوئی تو تب آئی۔جو کچھ کسی کو زبانی یاد تھا،وہ کسی نے کرلیا لیکن نفاذ اسی وقت ہو جاتا تھا۔شراب بند ہوگئی ہے تو انہوں نے توڑ کر مٹکے بہا دیے۔روزہ فرض ہوا تو چلو جی روزے فرض ہو گئے،شروع کر دیے۔عملی طور پر اس کا نفاذ فوراً ہو جاتا تھا۔پڑھنے والی بات ہماری طرح یہ جو تراویح والے ختم شریف ہیں،یہ کچھ نہیں ہوتا تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ تراویح کی جماعت انہوں نے کرائی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دن کرائیں،اس کے بعد نہیں ہوتی تھیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ باجماعت تراویح کا انتظام کیا کہ پڑھو۔یہ بیٹھ کر جو مسلمان بھائی گپ شپ کرتے تھے انہیں لگا دیا کہ یہ نفل پڑھا کرو۔لیکن اللہ نے کہا کہ وہ آئین پیدا ہوا تم اس کی Celebration کرو۔اس (ماہ) میں تمہیں ایسا اچھا آئین دیا۔**ھُدًی لِّلنَّاس**۔ تمام دنیا کیلئے ہدایت ہے۔اس کو Adopt کرلو گے تو۔۔

اگر اب بھی دنیا شاید کبھی بیٹھ گئی کہ کوئی حساب کتاب Fit نہیں ہوا،نہ دنیا میں امن قائم ہوسکا ہے،نہ جنگیں ختم ہوئی ہیں،نہ خوف کم ہوا ہے۔آج بھی انسانیت پر وہی رقت طاری ہے کہ کسی طرح بم چل پڑیں گے اور ہم سب مر جائیں گے۔ان کو زیادہ خوف ہے جن کے پاس زیادہ بم ہیں۔رات کو نیند نہیں آتی،بے حساب رات کو خواب آور گولیاں کھاتے ہیں تب نیند آتی ہے،وہ بھی بے چینی کی نیند ہے،پوری پھر بھی نہیں ہوتی۔خدا نے کہا کہ یہ آئین ہے۔اب اگر پھر بھی بیٹھ جائیں کہ کیا ایسا آئین مل سکتا ہے جس سے ہم دنیا میں امن وامان قائم کرسکیں؟پھر اسی قرآن پر آئیں گے۔

وہ ایک ہی کتاب ہے جو Claim کرتی ہے کہ میں اللہ کی طرف سے آئی ہوں اور وہ ایک ہی کتاب ہے جو علی الاعلان کہتی ہے کہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی، وہ علی الاعلان کہتی ہے کہ اللہ نے کہا ہے کہ میں اس کی حفاظت کرتا ہوں، اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ یہ بالکل ویسی ہی ہے۔ اگر اس کو Adopt کر لیں گے تو دنیا اور آخرت دونوں میں انسان کی کامیابی ہو جائے گی۔ وہی ایک کتاب ہے جو انسانوں کو کسی Colour، Blood، اور Nationality کی دعوت نہیں دیتی۔ وہ اصول پر دعوت دیتی ہے کہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدُ الرَّسُوْ لُ اللّٰہ۔

اس Principle پر Nation قائم ہوگی۔ ساری دنیا آ جائے گی اسے Adopt کرنے کیلئے، صرف اسی میں اہلیت ہے۔ On principle اس کی ممبر شپ ہوگی۔ اس کی اخوت اس کلمہ پر ہوگی، جو یہ کلمہ پڑھے گا وہ بھائی ہو جائے گا۔

کُلُّ مُسلِمُ اَخُوَۃ۔

یہ (کتاب) اس کا حصہ ہوگی جو اس پر آ جائے۔

اشفاق احمد نے لکھا ہے کہ میں Canada میں تھا۔ اس کا ایک دوست مسلمان ہو گیا تھا۔ اُس نے کہا کہ اشفاق! میں تو مسلمان ہو گیا ہوں۔ میں بس سمجھ گیا ہوں کہ بس یہی ایک دین ہے جو ساری دنیا کو Adopt کر سکتا ہے، جو دنیا کو اپنے اندر لے سکتا ہے۔ اس کے اندر ہی وسعت ہے، اس کا Base ہی ایسا ہے۔ یہی ساری دنیا کو اپنے اندر سمو سکتا ہے۔ اس کے سارے قوانین ایسے ہیں جو سارے انسانوں کی بہتری کیلئے ہیں، دنیا میں بھی، مادی و روحانی اور ہر ایک چیز اس میں آ جاتی ہے۔ اس نے کہا کہ بس پانچ، چھ ہزار بندے مسلمان ہو گئے تو دیکھنا یہ تحریک کیسے چلتی ہے۔ اشفاق احمد نے کہا کہ پانچ، چھ ہزار، یہاں تو ایک ارب

سے بھی اوپر ہیں۔اس نے کہا کہ تمہاری نہیں بات کر رہا۔تم مسلمانوں کی بات نہیں کر رہا۔تم روسکتے ہو یا لڈیاں ڈال سکتے ہو۔حادثہ ہو جائے،مسلمان مر جائیں تو روئیں گے کہ یہ ہو گیا۔عیسائی آگئے، یہودیوں نے سازش کرلی، بیت المقدس کو آگ لگا دی ہے، یہ روئیں گے۔یا پھر لڈیاں ڈالیں گے کہ دنیا ہی فتح کرلی ہے۔ آپ دو ہی کام کر سکتے ہیں، آپ کی بات نہیں کرتے۔میں ان بھورے بالوں والوں کی بات کرتا ہوں۔ان میں سے یورپ میں کوئی چھ ہزار بندہ مسلمان ہو گیا تو پھر دیکھنا یہ مذہب کیسے چلتا ہے۔کہنے لگے کہ پھر ہمارا کیا بنے گا؟اس نے کہا کہ تم بھی پیچھے لگ جانا جیسے بینڈ کے پیچھے چھلی بجانے والے ہوتے ہیں۔ہمارے مقصد کے تم نہیں ہو۔آپ لوگ کام نہیں کر سکتے۔آپ روسکتے ہیں یا لڈیاں ڈال سکتے ہیں،آپ پیچھے لگ جانا، کام ہم لوگ کریں گے جو اسے Adopt کر رہے ہیں۔ دین کو سمجھ کر اسے قبول کر رہے ہیں اور اس کے پیچھے وہ اب اپنی زندگیاں صرف کر رہے ہیں کہ اس کو آگے پھیلائیں۔

اللہ نے فرمایا کہ اس میں ھُدًی لِّلنَّاس ہے، بَیِّنٰت ہیں، فُرقَان ہے، فیصلہ کن ہدایت دے دی گئی ہے۔جس میں بالکل Mixing والی کوئی بات نہیں ہے کہ حق و باطل Mix رہیں اس میں کوئی Mixing نہیں ہے۔خدا کی پوجا ہے تو بالکل Pure اس کی ہے کہ اللہ ہی واحد معبود ہے،اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔باطل دوئی پسند ہے،حق لاشریک ہے۔علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا کہا ہے۔باطل کے بارے میں کہتا ہے کہ جیسے کہا جاتا ہے کہ ہندوؤں کے ایک کروڑ بت ہیں۔ان سے کہا جائے کہ دو اور بنا دو تو کہیں گے کہ آجاؤ، بنا دیتے ہیں۔اس میں ان کے ہاں کچھ فرق نہیں پڑتا لیکن 'حق' جو ہے وہ کسی کو پسند نہیں کرتا۔سارے بت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکال کر باہر پھینکے،باہر بھی جو بت تھے ان سب کو مٹا دیا۔علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

باطل دوئی پسند ہے، حق لا شریک ہے
شرکتِ میانِ حق و باطل نہ کر قبول!

حق و باطل کے درمیان میں کسی کو قبول نہیں کرنا۔ فرمایا کہ یہ وہ کتاب ہے، اس لئے جو بھی تم میں سے اس مہینے کو پائے وہ ضرور روزے رکھے۔

فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهرَ فَلْيَصُمهُ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَو عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّن أَيَّامٍ أُخَر۔

جو تم میں مریض ہو اور سفر پر ہو وہ دوسرے دنوں میں عدت پوری کرے۔ جیسے نکاح والی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ عدت پوری کرے یہاں بھی لکھا ہے کہ وہ عدت پوری کرے۔ یہ پورے انتیس یا تیس روزے رکھنے ہی پڑتے ہیں، یہ نہیں چھوڑ سکتے۔ جیسے وہاں عدت پوری کرنی پڑتی ہے یہاں بھی فرمایا:

فَعِدَّةٌ مِّن أَيَّامٍ أُخَر۔

اللہ چاہتا تو کہتا کہ نہ رکھو مگر ایسا نہیں ہے۔ بیمار ہو تب بھی رکھنا ہے، سفر میں ہو تب بھی رکھو۔

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ اليُسرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ العُسر۔

لیکن اللہ تمہارے لئے آسانی کرنا چاہتا ہے، سختی نہیں کرنا چاہتا، اس لئے تم گنتی رکھو۔ روزے رکھنے پڑیں گے، یہ چھوڑ نہیں سکتے۔ عورت کو ماہواری آتی ہے، اس کی نمازیں معاف ہو جاتی ہیں، اس کی قضا نہیں ہوتی۔ وہ نمازوں کی قضا نہیں پڑھتی لیکن روزے قضا ہو گئے تو روزے تو رکھنے ہی پڑتے ہیں۔ حالانکہ بنیادی عبادت نماز ہے، روزہ نہیں ہے۔ روزہ کئی جگہوں پر معاف ہو سکتا ہے۔ اس کا فدیہ دے سکتے ہیں، مسکین کو روٹی کھلا سکتے ہیں، لیکن یہ نماز معاف نہیں ہو سکتی جب تک کہ دماغی توازن ٹھیک ہے، یہ پڑھنی پڑے گی۔ روزہ معاف ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر کہتا ہے کہ

یہ Permanent unfit ہے تو روزہ معاف ہوگیا۔لیکن اللہ نے کہا کہ یہ عدت کی طرح ہے یہ ضرور پورے کرنے ہیں، ان کی گنتی ضرور پوری کرنی ہے۔عورت کی نمازیں معاف ہو جائیں گی،روزے معاف نہیں ہوں گے۔جس نے اس کی زندگی بنائی،جس نے اس کو بتایا کہ نمازیں تیری معاف ہیں،تیری جو نمازیں قضا ہو جائیں گی ان کی قضا نہیں ہے۔

تخلیق انسانیت کا یہ کام بڑا اہم کام ہے۔اسی خالق نے بتایا کہ اس ماہ کے روزے جو ہیں یہ معاف نہیں ہو سکتے۔اس کا اتنا بڑا احسان ہے،یہ عدت ضرور پوری کرنی ہوگی،تم بھی پوری کرو تا کہ

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ۔

عدت تمہاری پوری ہو جائے۔بعد میں رکھتے ہیں۔

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ۔

عدت جو ہے یہ پوری کرنی ہے۔

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ۔

اور اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔اس کی بڑائی،اس کی تکبیریں بیان کرو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل سے،اپنی نعمت سے یہ کتاب اور یہ رسول ﷺ عطا فرمایا۔جس نے تمہاری فلاح کا انتظام کر دیا اور تم ان اعلیٰ درجات پر پہنچ گئے۔اسی نے فرمایا کہ

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ۔

اور اللہ کی تکبیریں اور بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔اس کا یہ احسان ہے،اس کی تکبیریں پڑھو۔

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔

تا کہ تم اس کی اس نعمت کا شکر ادا کرسکو۔ یہ روزہ اور تکبیریں اس شکر یے کے لئے ہیں جن کا ہم کوئی فائدہ نہیں اٹھا رہے۔

ہمارا کام یہی رہ گیا ہے کہ یٰسین سے مرنا آسان ہو گیا ہے تو ہم کیا شکر ادا کریں گے؟ وہ تکبیریں جو اللہ نے کہا ہے کہ

تُکَبِّرُوا اللّٰہ۔

اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم پر احسان کیا ہے، ہمیں مولوی اس دن بتا تا ہے کہ آج تکبیریں پڑھنی ہیں، تکبیریں پڑھتے ہوئے جانا ہے، یہی پڑھنا ہے کہ

اَللّٰہُ اَکبر اللّٰہُ اَکبر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ للّٰہُ اَکبر اللّٰہُ اَکبر۔

اور آخر میں کہتے ہیں

وَلِلّٰہِ الحَمد۔

شکر ہے اللہ کا۔ فرمایا:

وَلِتُکمِلُوا العِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلیٰ مَا ھَدٰیکُم۔

اللہ کی بڑائی بیان کرو جس نے تمہیں ہدایت دی

لَعَلَّکُم تَشکُرُو نَ۔

تا کہ تم اس کا شکر ادا کرو۔ یہ تو سارا شکرانہ نعمت تھا اور تکبیر الٰہی اس نعمت کی وجہ سے کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔ اس کی بڑائی بیان کرو کہ تو کتنا اچھا مہربان خدا ہے، انسانوں کو یہ اچھا آئین دے دیا، اتنا اچھا نبی ﷺ دیا، اور اس نبی ﷺ کا ہمیں امتی بنایا جو ایسا آئین لایا۔

اب اس آئین سے ہمیں کام ہی کوئی نہیں رہا، اسے ہم نے ٹھپ کر بند کر کے رکھ دیا ہے۔ سارے مسلمان پریشان حال ہیں۔ روز خبریں جہاں سے آتی ہیں وہ مسلمانوں کے مرنے کی آتی ہیں۔ افغانستان میں یہ ہو گیا، کراچی میں حالات پھر گرم

ہیں۔ رمضان کا برکتوں کا مہینہ ہے، یہ کیا جی کہ اس گورنر کی اور وزیر اعظم کی کمیٹی بنا دی ہے۔ پہلے ہی کتنی کمیٹیاں بیٹھی ہیں؟ وہ کیا کرتے رہے ہیں؟ وہ رپورٹ بنا کر President کو دیا کریں گی کہ روز کی Statement بنا کے بھیجو کہ آج بائیس (22) مرے ہیں یا پچیس (25) مرے ہیں۔ آج گیارہ (11) ہو گئے ہیں۔ حالات اچھے ہو گئے ہیں۔ سب سے پہلا کام عوام کی Life and property کی حفاظت ہے، باقی بعد میں ہیں۔ یہ سب سے پہلا ہے کہ ان کی جان اور مال کی حفاظت کی جائے۔ یہ ذمہ داری کوئی نہیں پوری ہو رہی۔

یہ روزے قرآن کے نزول کی خوشی میں فرض کیے گئے ہیں۔ اسی لئے ماہِ رمضان میں یہ روزے رکھوائے گئے ہیں۔ اس مہینے میں وہ آئین نازل ہوا ہے۔ اس کا نزول آغاز نبوت سے شروع ہوا۔ ان کے گناہ بھی سادہ سادہ تھے۔ کسی قوم میں کوئی ایک گناہ تھا، کسی میں کوئی دوسرا تھا۔ ان کی اصلاح کیلئے آئین آتے، زبانی زبانی ہی آتے رہے۔ اب وہ بندہ بھی پڑھا لکھا ہو گیا، اس کے گناہوں کی فہرستیں بھی طویل ہو گئیں۔ White color crimes نکل آئے جن کا کوئی پتا نہ چلا سکے تو اللہ نے وہ قرآن دے دیا اور فیصلے دے دیے تا کہ انسان جو ہے وہ اچھا انسان بن جائے۔ روزے بھی رکھوا دیے تا کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو جائے، تم بچ سکو۔ وہ ہر چیز جو اللہ کو ناپسند ہے اس سے تم بچ سکو۔ یہ ہے اس قرآن کی Situation جو انسان نے اپنانا تھا۔ اس کا شکریہ ادا کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ روزے رکھو، اللہ کی تکبیر بیان کرو۔ وہ تکبیر جو ہے:

اَللّٰہُ اَکبَر اَللّٰہُ اَکبَر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ لِلّٰہُ اَکبَر اَللّٰہُ اَکبَر وَلِلّٰہِ الحَمد۔

یہ بھی اسی کیلئے ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ عدت بھی پوری کرو، تکبیر بھی کرو اللہ کی اس بات پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔ اس ہدایت کا شکریہ ادا کرنا ہے تو اس کا

ہمیں احساس ہی نہیں ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔علامہ کہتا ہے کہ

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

ہم نے قرآن کو چھوڑ دیا اور دنیا میں خوار ہو گئے۔وہ اسی کے بل بوتے پر دنیا میں معزز تھے۔

خوار از مہجوری قرآں شدی
شکوہ سنج گردشِ دوراں شدی

قرآن کو چھوڑ کے تم دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں،شکوہ گردش زمانے کا کرتے ہیں کہ حالات بدل گئے ہیں جی۔زمانے کی گردش نے ہمیں یہ حالات دکھائے ہیں۔اصل بات تو یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا ہے۔

اب یہ کہ کس کس کا علاج کیا جائے؟ کہاں کہاں پہ چلا جائے؟ بس چلتے جائیں، یہ ہے۔ابھی آپ دنیا کی حکومت کی بات چھوڑیں۔آپ ابھی اپنی بخشش کی بات کریں کہ اللہ میاں معاف کر دے۔میری اور آپ کی بخشش ہو جائے بس یہ بڑی بات ہے۔وہ ایسی قوم تیار ہو جائے جو واقعی اللہ کا کام کرنا چاہے،اللہ کہتا ہے کہ

اِن تَنصُرُوا اللّٰهَ يَنصُرْكُم(1)۔

تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ بھی تمہاری مدد کرے گا۔

اب اللہ کی مدد کیا؟ جیسا سلوک وہ اپنی مخلوق کے ساتھ چاہتا ہے،تم اس پر کاربند ہو جاؤ کہ وہ ہم کریں گے،پھر وہ اللہ کی مدد ہے۔تم اللہ کی مدد کرو، وہ تمہاری مدد کرے گا۔ہم اس طرف جانا نہیں چاہتے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ دریائے فرات کے پُل پر بکری کا بچہ بھی بھوکا رہ گیا تو باز پرس عمر رضی اللہ عنہ سے ہونی ہے۔اس کی

---

(1) سورۃ محمد 47: آیت 7۔

گدی پر بیٹھ گئے ہو کہ یہ اللہ کی بادشاہت ہے، یہ اللہ کی حکومت ہے تو مخلوق تک رزق پہنچانا اُس نے ذمہ لیا ہے۔

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا(1)۔

اللہ نے کہا کہ دنیا میں جتنے جاندار ہیں ان کا رزق پہنچانا میرا ذمہ ہے۔

جو اللہ کی مخلوق پر حکمران بنتا ہے تو بکریوں اور جانوروں کو بھی رزق پہنچانا اس کا ذمہ ہے۔ اس لئے اس (عمر رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ بکری کا بچہ ادھر عراق میں بھی مر گیا تو اس کی ذمہ داری میری ہے۔ آج میں بیٹھا ہوں، دعویٰ اس لئے ہے کہ اللہ کی بادشاہت ہے، میں اس کا نمائندہ ہوں۔ وہ مائی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہتی ہے ناں کہ میں بھوکی مر رہی ہوں اور عمر رضی اللہ عنہ بیٹھا ہے، اسے کسی کا پتہ ہی نہیں ہے کہ کوئی یہاں بھوکا مرتا ہے۔ فرمایا کہ ماں! اس عمر رضی اللہ عنہ کو کیسے پتہ ہوگا؟ اس کو جا کے بتاتی تو پتہ لگتا۔ کہتی ہے کہ میں کیوں بتاؤں؟ اسے پتہ ہونا چاہیے کہ کون بھوکا ہے؟ وہ بادشاہی پر بیٹھا جو ہے۔ اگر اسے پتہ نہیں لگتا تو بادشاہت پر بیٹھا کیوں ہے؟ میں کیوں بتاؤں؟ اسے ہر ایک کا پتہ رکھنا چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنے شہر کا گشت کیا کرتے تھے، صرف والیان کو جگایا کرتے تھے کہ اٹھو گشت کرو کہ کوئی بھوکا نہ رہ جائے، بھوکا سو نہ جائے۔ ان والیان سے بھی ایک عہدنامہ وہ لکھوایا کرتے تھے، یہ عہدنامہ کتابوں میں لکھا ہے کہ باریک کپڑے نہیں پہنوں گا، دربان نہیں رکھوں گا، سُرخی گھوڑے پر سواری نہیں کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو یہ حقوق دینے کی بجائے ان سے چھین لیتے تھے۔ باریک کپڑا ساری دنیا پہنے گی، آپ نہیں پہن سکتے۔ سرخی گھوڑے پر سواری نہیں کر سکتے۔ جو مرضی ہو جہاں تمہاری رہائش ہے وہاں دربان نہیں ہوگا۔ گورنر سے Sign کرا کے بھیجتے تھے۔ ایسے انہوں نے بندوبست کیا۔

---

(1) سورۃ ھود 13۔ آیت 6۔

محفل 29

سوال کیا گیا کہ احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ یہ عمل کریں گے تو اگلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے جبکہ گناہ تو گزرے ہوئے زمانے میں ہوتے ہیں یعنی پچھلے گناہ، نہ کہ آئندہ ہونے والے گناہ۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ اس پر فرمایا:

کچھ رضا والے خلوص پر مبنی اعمال صالحہ کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے کہ یہ کام کرو گے تو معاف ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ آئین ہے کہ ہر ایک چیز ریکارڈ ہو رہی ہے، اور بتا بھی دیا کہ جو بھی کرو گے وہ ریکارڈ ہو رہا ہے، اس کا میزان قائم ہو گا۔ جو چھوٹے سے چھوٹا نیک یا بد عمل کرے گا وہ اس روز دیکھ لے گا۔ اللہ اپنا فضل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کو ہر صورت میں Waive off کرنا چاہتا ہے کہ یہ عدل والا نظام نہ رہے۔

عدل کریں تے تھر تھر کمبن اُچیاں شاناں والے
فضل کریں تاں بخشے جاون میں جئیں منہ کالے

اللہ کہتا ہے کہ میں نے عدل کرنا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ نہ تم (مسلمانوں) کی امنگوں پر کام چلے گا نہ یہود و نصاریٰ کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم دوزخ میں نہیں جائیں گے، ہمیں اللہ عذاب نہیں دے گا، عذاب ملا بھی تو کوئی چند دن ملے گا پھر ہم جنت میں چلے جائیں گے، ہم خدا کی محبوب قوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے من و سلویٰ

اتارا، فرعون کو ہمارے سامنے غرق کر دیا۔اللہ کہتا ہے کہ

وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ.

انہیں دنیا میں فضیلت دی، انہوں نے ہزاروں غلطیاں کیں۔اللہ فرماتا ہے کہ میں شرک کو معاف نہیں کروں، مگر انہوں نے بچھڑا بنا کر اسے پوجا، خدا نے آپ انہیں معاف کر دیا۔کیا انہوں نے شرک نہیں کیا؟ اور شرک کیا ہوتا ہے؟ قرآن میں لکھا ہے کہ فرعون اور آلِ فرعون کو غرق کیا، یہ باہر آئے تو آگے ایک بت پرست قوم کو پایا، جنہوں نے بت بنائے ہوئے تھے، کوئی ان کے ہاتھ چومتا، کوئی پیر پکڑتا تھا تو انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ! ہمیں بھی ایسا خدا بنا دے، دیکھو! یہ کیسے پیار کر رہے ہیں، ہم بھی ایسے ہی پیار کریں گے۔نہ تو ہمیں (ہمارا خدا) دکھائی دیتا ہے اور نہ ہم اس سے پیار کرتے ہیں۔ہمیں بھی ایسا خدا بنا دے جیسے یہ ہیں۔موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم بڑی جاہل قوم ہو۔میں تمہیں اس خدا جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا اس کا راستہ دکھاتا ہوں، تم مجھے یہ دکھاتے ہو کہ ایسا کوئی بت والا خدا بنا دے۔خدا ان کی ساری خطائیں معاف کرتا رہا ہے۔ایک دفعہ کہا بھی کہ مر جاؤ، مر گئے سارے، پھر انہیں زندہ کر دیا۔ ان کے نخرے تھے، اللہ دیکھتا رہا۔

محفل میں شریک ایک بھائی نے ذکر کیا کہ شاید امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب کہیں فاتحہ کرتے تو اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف کر لیتے تھے کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں اس اہل قبر سے دعا کر رہا ہوں۔یہاں تو لوگ اب قبروں کو چومتے ہیں۔ ہمارے بھائی کی اس بات سے جاری موضوع میں تبدیلی آئی۔فرمایا:

یہ سارا کچھ غلط ہے ناں۔آج بھی آپ مدینہ شریف جائیں تو جدھر مواجہ شریف ہے، جالی لگی ہے۔اس کے سامنے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک ہے۔

اگلا پھر دوسرا Ring ہے۔ جو قبریں ہیں وہ ایسی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے کے برابر ہے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سر مبارک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سینے کے برابر ہے۔ جب آپ گزرتے ہیں تو ایک Ring سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ آئے گا، دوسرے Ring سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا چہرہ ہے، اور تیسرے Ring سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا چہرہ ہے۔ وہاں ہم **صلوٰۃ والسّلام** پڑھتے ہیں۔ اگر ہم وہاں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا شروع کریں تو پولیس والے آپ کا منہ ادھر (دوسری طرف) کر دیں گے، کیونکہ ادھر جنوب ہے اور اس طرف قبلہ ہے۔ وہاں جالی کے ساتھ ایک یا دو صف کی جگہ ہے، وہاں سے بھی دعا مانگیں تو پولیس والے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خانہ کعبہ کی طرف منہ کرا دیتے ہیں۔ وہ لوگ ادھر دعا نہیں کرنے دیتے۔ ہم تو کہتے ہیں:

تیری خیر ہووے پہرے دارا
سانوں روضے دی جالی چم لین دے

ہمیں روضے کی جالی چومنے دو مگر وہ نہیں چومنے دیتے۔ وہ کہتے ہیں کہ

ممنوعہ، ممنوعہ، ھٰذا شِرک۔

مارتے تو نہیں مگر نہیں کرنے دیتے کہ یہ ممنوع ہے۔ وہاں تو کہتے ہیں کہ حکمرانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی سے بیٹھے ہیں۔ ان کو ہمارے لوگ تو گالیاں دیتے ہیں۔ یہ جو فیصل فیملی بیٹھی ہے انہیں تو یہ ہمارے لوگ گالی دیتے ہیں۔ سعودی حکمرانوں کو اچھا نہیں سمجھتے کہ یہ لوگ وہاں سلام نہیں کرنے دیتے۔ جنت البقیع میں سارے مزارات کے نشانات تھے، انہوں نے وہ سب مٹا دیے، کوئی گنبد نہیں چھوڑا۔ اب تو اندر بھی نہیں جانے دیتے کہ ادھر باہر سے

ہی دعا مانگ لو۔وہاں سے بھی لوگ روڑے، کنکر لے کر چومتے ہیں۔انہوں نے گیٹ لگا کر بند کر دیا ہےاور جالی لگا دی ہے کہ یہاں کھڑے ہو کر دعا مانگو، اندر نہیں جانا۔

جیسے یہ کہتے ہیں اگر وہ حضور ﷺ کی مرضی سے بیٹھے ہیں تو بہت اچھا ہے، مگر ہمارے لوگ کہتے ہیں یہ گستاخ ہیں۔یہ جو شیخ عبدالوہاب ہے یہ اس کی اولاد ہیں۔ یہ ساری سزائیں جو دیتے ہیں یہ انُہوں نے شروع کیا تھا۔یہ وہابی لڑی وہیں سے چلی ہے۔اس کا نام محمد بن عبدالوہاب تھا۔وہ اوران کے جو سعودی فیملی حکمران ہے، ان کا معاہدہ ہے۔یہ اس وقت بھی ایسے ہی تھا: منتیں مانی ہیں، جھنڈے بندھے ہیں، یہاں یہ ہوتا ہے، یہاں وہ ہوتا ہے۔یہ اُس وقت بھی ایسے ہی تھا۔خوب غیر اللہ پرستی ہوتی تھی۔انہوں نے پھر مل کے کیا۔ Pact یہ ہو گیا کہ حکمرانی آپ کریں گے اور یہ نفاذ ہمارے پاس ہوگا۔ان کو آلِ شیخ کہتے ہیں۔محمد بن عبدالوہاب کی اولاد کو آلِ شیخ کہتے ہیں۔آل شیخ جو ہیں یہ سب سزائیں دینا، یہ ہاتھ کاٹنا، یہ سب آل شیخ کے پاس ہے۔بادشاہ کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ Administration کا کام وہ کرتے ہیں اور سزائیں، شریعت کا نفاذ سارا ان کے پاس ہیں۔وہ دکانیں بند کراتے ہیں کہ

صلوٰۃ، صلوٰۃ، صلوٰۃ۔

ہمارے لوگ ان کیلئے بد دعائیں کرتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کی شان کے خلاف ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہاں سب کچھ حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہے تو پھر یہ لوگ بھی آپ ﷺ کی مرضی سے بیٹھے ہیں۔صحیح نہیں؟ پھر تو یہی صحیح ہے۔ ہمارے کچھ مولانا صاحبان یہ جب گئے تو انہوں نے وہاں جا کے نمازیں اپنی علیحدہ علیحدہ پڑھیں کہ ان آل شیخ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ساری انُہیں کی اولاد ہے۔

انہوں نے الگ نماز کرائی تو اُنہوں نے ان سب کو بند کر دیا۔ Embassy سے مل کر انہیں نکالا گیا تو اُنہوں نے انہیں باہر کر دیا کہ آئندہ سعودی عرب نہیں آسکتے۔ پھر نہیں گئے۔ داخلہ ممنوع قرار دے دیا۔

پہلے خانہ کعبہ کے چاروں کونوں میں الگ الگ مصلّے تھے کہ یہ الگ آئمہ کے ہیں۔ سعودی حکومت نے سب اٹھوا لئے، اب ایک ہی مصلّہ ہے اور سب پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ خانہ کعبہ میں جا کر بھی چار مصلّے؟ ان کی ساری کتب، ان کی طرف سے قرآن پاک کا ترجمہ یہ ساری چیزیں روک دیں کہ کتابیں بھی نہیں جا سکتیں۔ اس کے بعد انہوں نے خط لکھے۔ پیر کرم حسین شاہ صاحب جنہوں نے ضیاء القرآن تفسیر لکھی۔ شہنشاہ کو خط لکھے کہ ہمارے خلاف ویسے ہی انہوں نے ایسا کیا ہے۔ ہمارے بزرگ احمد رضا خاں بڑے اچھے تھے، بس یہ ہے کہ ان میں رسول اللہ ﷺ کی محبت کا غلبہ تھا اور وہ اس لئے اس پر زیادہ زور دیتے تھے کیونکہ انگریز کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت ان کے ذہن سے نکال دی جائے مگر وہ اس پر زیادہ زور دیتے کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت رہنی چاہیے، یہ ہمارے خلاف اُنہوں نے ویسے ہی کر دیا ہے۔

سعودیہ والوں نے باقاعدہ مقدمہ ان کے خلاف شق وار بنا کر پیش کیا تھا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کو بشر نہیں مانتے، کہتے ہیں کہ بشر نہیں ہیں۔ انہیں حاضر ناظر مانتے ہیں۔ تیسرا، ساتواں، چالیسواں ختم دلواتے ہیں۔ عالم الغیب مانتے ہیں کہ جو اللہ کا علم تھا وہ سارا غیب کا علم آپ ﷺ کو بھی ہے۔ انہوں نے اس طرح شق وار فتویٰ دیا۔ اس کے بعد اُنہوں نے ان کی کتابیں بھی Ban کر دیں کہ یہ اسلام کے خلاف ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اس کا جواب دیا۔ عربی میں خط تھا اور اس کا ترجمہ بھی ہے

جسے انہوں نے اپنے رسالہ (ماہنامہ ضیائے حرم: دسمبر 1982ء، جنوری 1983ء۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی نمبر۔ لاہور: ضیاء القرآن پبلشرز) میں شائع کیا۔

عالم الغیب کی بات ہوئی، بشریت کی بات ہوئی، انہوں نے لکھا کہ ہمارے جو اکابرین ہیں، بریلوی حضرات کے بڑے جو ہیں، ان کا یہ فتویٰ ہے کہ جو آدمی حضور ﷺ کو بشر نہیں مانتا وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ یہ انہوں نے خود لکھا حالانکہ یہ بشر کا نام بھی نہیں لینے دیتے۔ دوسرا علم غیب کی بات ہوئی۔ اس پر لکھا کہ چونکہ قرآن میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اللہ کا جو علم غیب ہے وہ کسی کو نہیں ملتا مگر رسولوں میں سے جسے چاہے۔ اس کا مطلب ہے کہ رسولوں میں سے کسی کو دے سکتا ہے اور حضور ﷺ تو سید الانبیاء ہیں، وہ تو سب سے زیادہ مستحق ہوں گے کہ ان کو علم غیب میں سے کچھ اللہ عطا فرما دے۔ انہوں نے لکھا کہ اللہ کا جو علم ہے وہ لامتناہی ہے، اس کی کوئی حدود نہیں ہیں۔ حضور ﷺ کو جو اللہ نے دیا وہ متناہی ہے، Limited ہے۔ ان کو جو ضرورت ہے وہی دے گا۔ اب سمندر کے اندر جو کیڑے ہیں، ان کو خوراک کی ضرورت ہے۔ ایک نبی کو اس علم کی کیا ضرورت ہے؟ ان کو اپنے مشن میں جس علم کی ضرورت ہے وہ بتا دے گا یا جو کوئی بات پوچھنا چاہتا ہے، وہ اللہ ان کو بتا دے گا۔ اس کو ساری کائنات کے علم کی کیا ضرورت ہے؟ اس میں انہوں نے خود لکھا کہ یہ علم محدود ہے اور اللہ کا علم لامحدود ہے۔ نبی کے علم کی اور اللہ کے علم کی اتنی بھی Ratio نہیں ہے جتنی کہ ایک چڑیا سمندر میں چونچ ڈال کر پانی لے لیتی ہے، اس کی اور سمندر کے پانی کی جو Ratio ہے۔ ایک نبی کے علم کا اور اللہ کے علم کا فرق اتنا لکھا ہے۔ چونکہ یہاں سند سے بات کرنی تھی تو واضح کیا۔

تیسرا، ساتواں، چالیسواں بڑے پکے کام کرتے ہیں۔ آج قُل کا ختم ہے تو

اتنے بجے ہونا ہے، سات بجے ہونا ہے۔ چالیسویں کا ہے تو ڈھائی بجے ہونا ہے۔ بھلے کوئی دوسرا پہنچ سکے یا نہ پہنچ سکے، نہیں جی بس اتنے ٹائم پر ہونا ہے، ٹائم بھی تبدیل نہیں کیا جاتا۔ اُس میں لکھا ہے کہ اس کی کوئی شریعت میں سند نہیں ہے۔ جواب جو لکھا ہے اس میں لکھا ہے کہ صرف لوگ اپنی سہولت کے مطابق کوئی تیسرے دن، کوئی پانچویں دن، اور کوئی ساتویں دن کہتا ہے کہ سارے رشتہ دار آئیں اور افسوس کر کے چلے جائیں۔ یہ ان کی سہولت کے لئے رکھا ہوا ہے، دن کوئی مقرر نہیں ہے۔ وہ بھی فارغ ہو جائیں اور ہم بھی فارغ ہو جائیں۔ یہ جواز لکھا ہے جبکہ اس کے برعکس کرتے ہیں۔ اب یہ ساتواں بھی کرتے ہیں، دسواں بھی کرتے ہیں، اور ٹائم بھی آگے پیچھے نہیں ہونے دیتے۔

محفل میں شریک ایک بھائی نے کہا کہ بابا جی! یہ صرف ہندوستان، پاکستان میں ہی زیادہ ہے، یہ سارے رسم و رواج۔ ہم مسلمان تو ہو گئے ہیں مگر یہ رسم و رواج نہیں بدلے۔ اس پر فرمایا: ان ملکوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا غلبہ اور اثر رسوخ تھا، وہاں انہوں نے سب کچھ Change کر دیا۔ ہمارے جو اولیائے کرام ہیں انہوں نے مسلمان تو کر دیا لیکن ہمارا Culture تو ویسے کا ویسے رہا۔ ایک بھائی ہندو تھا، ایک مسلمان تھا، آپس میں شادی بیاہ ہوتے تھے۔ آپس میں سب کی گھر داری اور لین دین تھا۔

محفل میں شریک بھائی نے کہا کہ اسلام میں تو یہ ہے کہ تم میں سے بہترین وہ ہے جو تقویٰ میں بہتر ہے، اور کوئی فرق نہیں ہے، یہاں آپس میں فرق کرتے ہیں۔ اس پر فرمایا کہ By birth کسی کی کوئی فضیلت نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ کسی کالے کو گورے پر، کسی گورے کو کالے پر، کسی عربی کو عجمی پر، اور کسی عجمی کو

عربی پر کوئی برتری نہیں ہے۔

اِلَّا بِتَقوٰی۔

ہندوؤں میں یہ System ذات پات کا تصور کافی زیادہ ہے۔ برہمن جو ہیں وہ خدا کے سَر سے پیدا ہوئے، اچھوت پَیر سے پیدا ہوا ہے، وہ گندا ہے۔ برہمن سَر سے پیدا ہوا ہے وہ اچھا ہے، اس کا کام ہے Rule کرنا۔

محفل میں شریک اُسی بھائی نے کہا کہ آج کل ہمارے ہاں بھی جو رشتے کیے جاتے ہیں ہم اسی پر چل رہے ہیں۔ اس پر فرمایا کہ ہاں جی ہم اسی پر چل رہے ہیں، یہ آہستہ آہستہ ٹوٹتے جا رہے ہیں۔ ہماری قدریں بھی ٹوٹ رہی ہیں۔ اب شہروں میں رشتوں کیلئے ڈاکٹر ڈاکٹر سے کر لیتے ہیں، انجینئر انجینئر سے کر لیتا ہے، ان کی کونسی برادری ہے؟ شہروں میں اب کوئی نہیں دیکھ رہا کہ ان کی برادری کونسی ہے، بس Status دیکھتے ہیں اور شادی کر دیتے ہیں۔ جو ہم نے بنایا ہے وہ ٹوٹ پھوٹ ہی جائے گا لیکن دیر لگائے گا۔

اُسی بھائی نے کہا کہ اچھائی کی جانب قدم بڑھ رہا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بڑھ جانا ہے۔ باطل رہ نہیں سکتا۔

جَاءَ الحَقُّ وَ زَحقَ البَا طِل۔

وہ مٹ جانا ہے۔

It will take time.

لیکن وہ ختم ہو جائے گا۔ جو آئین ہم نے خود بنا رکھے ہیں اور ان کی مذہب کی طرح پابندی کر رہے ہیں وہ خود ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ اب شہروں میں رہنے والے لوگ کہاں برادریاں دیکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

کی شادی اپنی پھوپھی زاد سے کی، ان سے نکاح کیا لیکن گزارا نہیں ہوا۔اس لئے کی تھی کہ قریش سب سے اونچا خاندان تھا اور وہ غلام ابن غلام تھے، ان کے ساتھ نکاح کر دیا، آخر طلاق ہوگئی۔قرآن میں بھی لکھا ہے۔قرآن میں صرف اس خادم کا نام لکھا ہے، دوسرے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں ہے، صرف زید رضی اللہ عنہ کا ہے۔کسی صحابی کا نام نہیں ہے۔نہ علی رضی اللہ عنہ کا، نہ حسن کا، نہ حسین کا، جن کو لوگ خدا بنائے پھرتے ہیں۔کسی کا نام نہیں ہے صرف زید رضی اللہ عنہ کا ہے۔ان کو طلاق ہوئی اور اللہ نے کہا کہ تم اس کے ساتھ نکاح کرو۔لوگوں سے ڈرتے ہو کہ اس کو بیٹا بنایا ہوا تھا؟ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے یا بیوہ سے شادی کرنا ایسے ہی گناہ سمجھا جاتا تھا جیسے سگے بیٹے کی طرف سے بہو سے کرنا۔فرمایا کہ ڈرتے ہو لوگوں سے؟ ہم نے تمہارا نکاح کیا۔تاکہ مسلمانوں میں آخری نبی ہو، اگر اب یہ نہیں ٹوٹے گا تو کب ٹوٹے گا۔کہا کہ اس لئے تمہارا نکاح کر رہے ہیں تاکہ مومنوں پر منہ بولے بیٹے کی بیویوں سے شادی پر کوئی حرج نہ رہے۔اس لئے کرا رہے ہیں۔کرا دیا تاکہ کسی پر کوئی حرج نہ رہے کہ میں منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کر رہا ہوں۔فرمایا کہ بیٹا وہ ہے جو تم نے جنا ہو، مائیں تمہاری وہی ہیں جنہوں نے تمہیں جنم دیا ہے۔کر دیا نکاح۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم ڈرتے تھے کہ لوگ باتیں بنائیں گے، لوگ پہلے ہی باتیں بناتے ہیں، اب کہیں گے کہ لو جی یہ کام کیا ہے۔اللہ نے کہا کہ ہم نے نکاح کیا ہے۔زَوَّجنَا کَ۔ہم نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا ہے۔اس سے بڑا اور کیا انقلاب ہو سکتا تھا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تھیں۔وہ بالکل بچی تھیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سگے داماد تھے۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور

بھی شادیاں کیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پینتیس (35)، چالیس (40) بچے تھے۔ جتنے علوی ہیں یہ سارے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہی ہیں، یہ علوی کہلاتے ہیں۔ جو فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہیں وہ فاطمی کہلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

We are Fatimi.

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد فاطمی سید ہیں۔ اعوان سارے یہ بھی سارے سید ہیں، یہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا رشتہ دے دو، چالیس ہزار طلائی دینار اس کا حق مہر دوں گا تاکہ میرا خاندانِ نبوت سے تعلق قائم ہو جائے۔ چالیس ہزار طلائی دینار، سونے کا سکہ۔ یہاں کہتے ہیں کہ بتیس (32) روپے حق مہر۔ وہاں چالیس ہزار سونے کا سکہ دیا تو نکاح ہوا۔ شیعوں کو اس بات سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ وہ تو سگے داماد ہیں جن کو گالیاں دیتے ہیں۔ سگی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تھیں۔ یہ باتیں اکرم اعوان کے مرشد حافظ اللہ یار خاں نے 'دامادِ علی رضی اللہ عنہ' کے عنوان سے ایک پمفلٹ میں لکھی ہیں اور کہا ہے کہ تم کسے گالیاں دیتے ہو؟ اس کے جواب میں وہ کہتے ہیں کہ زبردستی لے گئے تھے۔ دوسرے سید کہتے ہیں کہ وہ تمہارے نہیں کسی اور کے علی رضی اللہ عنہ ہوں گے جن کی بیٹیاں کوئی زبردستی لے جائے، ہمارے تو شیرِ خدا علی رضی اللہ عنہ ہیں اور تم کہتے ہو کہ ان کی بیٹی کوئی زبردستی لے گیا تھا۔ ایسے لکھتے ہیں اور گندی زبان کے ساتھ لکھتے ہیں کہ وہ ہم سے چھین کے لے گئے تھے۔ ہمارے پاس یہ پمفلٹ تھا مگر کوئی یہاں سے لے گیا ہے۔ میں نے ان کی یہ 'دلائل السلوک' منگوائی تھی اور ساتھ یہ بھی آ گئی تھی۔ یہ ایک چھوٹا سا پمفلٹ تھا، کسی نے غائب کر دیا۔

محفل 30

سوال کیا گیا کہ بابا جان یہ جو لفظ ہے 'ضرم' یہ عربی کا لفظ ہے؟

جواب میں پوچھا کہ کسی کا نام تو نہیں رکھا؟ بتایا گیا کہ نام ہی رکھا ہے۔ اسلام آباد میں ایک دوست ہے، اس کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے تو اس کا نام رکھا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ اس نے بتایا نہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ کیسے رکھا ہے؟ بھائی نے جواب دیا کہ جی بابا جان اس نے بتایا ہے۔ کہتا تھا کہ میں نے خود انٹرنیٹ پر دیکھا ہے۔ اس کا مطلب ہے 'روشنی'۔ 'Blow'۔ بابا جان نے فرمایا کہ اچھا۔ Blow جس کا مطلب ہے جلنا؟ بھائی نے کہا کہ وہ 'روشنی'، 'چمک'۔ دوست کہہ رہا تھا کہ بابا جان سے پوچھنا کہ میں یہ نام رکھ رہا ہوں ٹھیک ہے؟

فرمایا کہ مبارک ہو۔ نام کوئی سُنا ہوا ہوتا ہے تو اس کا پتہ ہوتا، یہ کوئی نیا نام معلوم ہوتا ہے تو پوچھ لیتے ہیں کہ کیا مطلب ہے؟ نام بامعنی ہونا چاہیے۔ انہوں نے یہ نام رکھا ہے، ایسے ہی تو نہیں ہوگا۔ چھوٹی عربی کی ڈکشنری پڑی ہے اس میں دیکھتے ہیں۔ 'ضرم'۔ Ziram انہوں نے نیٹ سے دیکھا ہے، ہاں Books بھی چلتی ہیں: اسلامی نام۔ اب یہ اسلامی نام بھی بس ایسے ہی ہے۔ مسلمانوں کے نام تھے، انہیں اسلامی تو نہیں کہہ سکتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام پہلے 'عمر' تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام پہلے 'علی' تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام 'ابوا لکعبہ' تھا، وہ Change کر دیا کہ

یہ ہمارے عقیدے کے خلاف ہے، مشرکانہ نام ہے۔ آپ ﷺ نے ان کا نام 'عبداللہ' رکھا۔ باقی سب کے نام تو وہی ہیں جو عرب رکھتے تھے۔ بس عربی نام ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ 'عبداللہ' اور 'عبدالرحمان' مجھے بہت پسند ہیں۔ یہ حدیث ہے۔ عرب لوگ اب بھی یہ دو نام بہت رکھتے ہیں۔ بس نام بامعنی ہونا چاہیے۔

کچھ اُلٹے پلٹے بھی نام ہیں۔ ہمارے یہ نام صداقت، شرافت۔ جن کے بعد میں 'ت' آتا ہے یہ سارے مؤنث ہیں جیسے شرافت ہے۔ اس کی شرافت کہیں گے، اس کا شرافت تو نہیں کہیں گے۔ ہمت ہے، جرأت بھی ہے، یہ جو بھی ہیں، صداقت، شرافت، جن کے آخر میں 'ت' آتا ہے۔ 'ت' تو مؤنث کی نشانی ہے۔ 'ت' یعنی 'تانیث' کہتے ہیں۔ یہ سارے نام جیسے چوہدری شجاعت علی اور سارے جن کے ساتھ 'ت' ہے، یہ نام مونث ہیں۔ یہ نام تو نہیں رکھنے چاہئیں۔ کئی لڑکیوں کے ایسے نام ہوتے ہیں تو وہ ہو سکتے ہیں۔ نام بامعنی ہونا چاہیے۔ اب یہ لوگوں نے بنایا ہے کہ کوئی ایسا نام ہو جو نیا ہو، جو کسی نے نہ رکھا ہو۔

ایک بھائی نے اپنے کسی عزیز کا حوالہ دیا کہ اس نے پہلے اپنی بچی کا نام 'نوال' رکھا ہے۔ اب دوسری بچی ہوئی ہے تو اس کا نام 'نوریا'۔ تو 'نوال' کا کیا مطلب ہے۔ نعمت؟ آپ نے جواب دیا۔ جی نعمت ہی ہے۔ اَمَّا نَوال۔ مطلب یہ کہ 'عام اس کی نعمتیں'۔ امین شاہ صاحب کے ہاں پوتی ہوئی تو انہوں نے اس کا نام 'عروشہ' رکھا۔ کہنے لگے کہ اس کا مطلب ہے 'جنت کی خوشبو'، 'ٹہنیاں'۔ وہ نام ہے 'عروشہ' یا 'معروشہ'۔ یہ مجھے یاد آیا کہ قرآن پاک میں معروشات ایک لفظ آتا ہے۔ انگور کی وہ بیلیں جو درختوں پر چڑھائی گئی ہیں یا نہیں چڑھائی گئیں۔ مَعرُوشَات وَ غَیرَ مَعرُوشَات۔ یہ مفعول ہے۔ 'عرش' کا مطلب 'بلندی' ہے اور 'عروشہ' کا مطلب ہے

'بلندی پر چڑھائی گئی'۔ بیلیں اوپر چڑھائی جاتی ہیں، ایسے کچھ درختوں کے ساتھ کہ اوپر چڑھ جاتی ہیں۔ تو یہ 'مَعرُوشَات وَ غَیرَ مَعرُوشَات' میں 'معروشہ' وہ ہے کہ بلند کی گئی۔ اس کا مادہ 'عرش' ہے اور 'عرش' کا مطلب ہے 'بلند کیا'۔ معروشہ کا مطلب ہے بلند کی گئی، وہ ٹہنی جو بلند کی گئی۔

آپ نے عربی ڈکشنری منگوائی اور اس میں 'ضرم' کا مطلب دیکھنا شروع کیا۔ پوچھا کہ 'ضرم' 'ض' سے ہے؟ بتایا گیا کہ نہیں، 'ز' سے ہے۔ 'زرم'۔ آپ نے اس عربی ڈکشنری میں سے دیکھ کر فرمایا کہ 'ز' کے ساتھ 'م' تو نہیں ہے۔ پوچھا کہ 'ض' سے دیکھیں؟ اور ساتھ ہی دیکھنا شروع کیا، اور فرمایا کہ 'ضرم' ہے۔ اس کے معنی لکھتے ہیں 'To burn'۔ 'اَضرَمَہ'۔ 'To light'۔ 'روشنی کرنے والی'۔ 'اَضرَمَ النَّار'۔ 'To set fire to'۔ 'To kindle'۔ 'اِضرَام'۔ 'Burning'۔ 'مُضطَرِم'۔ 'Burning'۔ 'مُضطَرِمَہ فِی النَّار'۔ 'On fire'۔ مطلب ہے کہ 'جلانا'، اور روشنی کے معنی میں آیا ہے۔ 'To kindle'۔ آپ سے تلفظ پوچھا گیا کہ 'ضَرم' ہوگا یا 'ضِرم' ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ یہاں تو انہوں نے زبر لکھا ہے۔ 'ضَرم'۔ 'اِضطَرِم'۔ مگر یہاں یہ بھی ہے کہ نام جو ہے وہ 'اسم' ہونا چاہیے۔ 'فعل' تو نام نہیں ہوتے۔ کھانا، پینا، چلنا، پھرنا، یہ تو نام نہیں ہوتے۔ نام کسی چیز کا ہونا چاہیے۔ سیب ہے، انگور ہے، پھول ہے گلاب، موتیا ہے۔ نام ہونا چاہیے یا صفت ہونی چاہیے۔ روشنی، ندا، فدا، آرزو، یہ اسماء ہیں۔ اب یہ 'اَضرام' جو ہے یہ فعل ہے۔ 'جلانا' ہے۔ چیزوں کے جو اسماء ہیں، ان کے نام ہونے چاہئیں۔ بہر حال معنی تو ٹھیک ہی ہیں۔ 'روشنی' یعنی Blow کرنا۔

ایک نشست میں آپ نے اس موضوع سے ملتی جلتی باتیں کیں۔ فرمایا کہ

شیخ محمد اسلم صاحب کے ہم زلف ہیں ان کی بچی کا نام 'تَسُرُّ القیوم' ہے۔ہم نے کہا کہ آپ نے یہ کیا نام رکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ قرآن پاک میں حضرت موسیٰ ؑ کو گائے ذبح کرنے کا حکم جو ہے تو اس میں ہے 'تَسُرُّ النّٰاظِرِین' ۔اس سے نام رکھا ہے۔قرآن پاک میں قربانی کی گائے کے بارے میں سوال کے جوابات ہیں اور پھر لکھا ہے کہ 'تَسُرُّ النّٰاظِرِین' کہ دیکھنے والے دیکھ کے خوش ہو جائیں ۔تَسُرُّ جو ہے یہ Verb ہے۔ تَسُرُّ لفظ 'سُر' سے ہے۔اس میں زبر اور شد ہے۔ تَسُرُّ یعنی اچھی لگے ۔اچھا لگنا فعل ہے ۔اس سے آگے 'ن' ناظرین کا ہے کہ دیکھنے والوں کو اچھی لگے۔انہوں نے یہ نام رکھا کیوں کہ یہ لفظ قرآن پاک میں ہے۔اس نام کے Change کرنے پر تو بات نہیں ہوئی، وہ اچھے پڑھے لکھے لوگ ہیں مگر میں نے کہا کہ قرآن پاک میں صرف لکھا ہونا لازمی نہیں ہے۔قرآن میں تو اور بھی بہت سی چیزوں کے نام ہیں ۔ہاتھی ،گھوڑے، اور جانوروں کے بھی نام ہیں، نام اچھا ہونا چاہیے ۔انہوں نے تَسُرُّ القیوم رکھا تھا، میں نے انہیں کہا کہ چلو آپ نے رکھ لیا ہے مگر نام فعل نہیں اسم ہونا چاہیے ۔جو کسی چیز کا نام ہو۔پھول ہیں ،گلاب ہیں، وردہ، زہرہ بھی پھول ہے۔چنبیلی ہے جسے عربی میں جاسمین کہتے ہیں ۔مروا، یہ پودا ہے۔ یہ بھی اچھا ہے۔نام ہوں بس، بے شک پھولوں یا کسی اور چیز کے ہوں ۔ یا اچھا، برا وغیرہ صفات ہیں مگر یہ بھی اسم ہیں۔ یہ خیال رکھا جاتا ہے کہ نام الگ ہو، مگر اسم کا بھی خیال ہونا چاہیے۔

ضمنی باتیں:

مرکز تعمیر ملت پر آپ اکیلے تھے، اماں جی عزیز رشتہ داروں کی طرف شادی پر گئیں تو اپنے بچوں کے ہاں رہ گئیں ۔بات چیت جاری تھی ۔باتوں کے ساتھ سیب

کھائے جا رہے تھے تو مزاح میں فرمایا: میں تمہیں باتیں سنائے جاؤں اور تم سیب کھائے جاؤ۔ (قہقہے)

فرمایا: میرے پاس ایک عربی کی ڈکشنری ہے، چھوٹی سی پاکٹ سائز ہے۔ میں وہاں تھا تو امتحان وغیرہ ہم ہی Conduct کراتے تھے۔ بڑا Light تھا۔ سعودیوں کی بھی کلاسیں تھیں، اپنی بھی تھیں، وہ بنگالی چلے گئے تو ان کی بھی ضرورت تھی کہ بندے پورے کرو۔ بڑا رش چل رہا تھا، روز ہی ٹیسٹ ہوتا۔ بڑا سارا Examination hall تھا، وہاں کرسیوں کی لائنیں لگی ہوئی تھیں، ادھر ہی رہتے تھے۔ وہاں جہاز تو کوئی نہیں تھے تو ہم نے اس ہال کو ٹیسٹ کے لئے بنا لیا تھا۔ Sitting plan بنا کے جاتے تھے کہ اس پر الیکٹریشن بیٹھے گا، اگلی سیٹ پہ انجن والا بیٹھے گا، ساتھ والی قطار میں اور Trade والے بیٹھیں گے۔ وہ نقل نہ کریں، بڑا انتظام کرتے تھے۔ عربیوں کا ٹیسٹ ہو رہا تھا، ساتھ پاکستانیوں کا بھی ہو رہا تھا۔ ایک عربی کہے: Teacher قاموس۔ یعنی ڈکشنری چاہئے۔ اسے قاموس لے دی۔ انہیں انگریزی کوئی خاص نہیں آتی تھی۔ میں نے کہا کہ آج ڈکشنری بڑی چل رہی ہے، میرے پاس لا۔ میں نے دیکھا تو اس پر جواب A, B, C, D ایسے لکھے ہوئے تھے۔ وہ نقل ایسے کرتے کہ جو لائق لڑکا ہوتا وہ پہلے ڈکشنری استعمال کرتا۔ وہ اس پر جواب لکھ دیتا۔ صفحہ نمبر جیسے پندرہ (15) تو اس پر سوال نمبر پندرہ (15) کا صحیح جواب لکھ دیتا جو ہوتا، اگلے صفحہ پر اسی کا جواب۔ اس طرح وہ سارے جواب لکھ دیتا۔ یہ ڈکشنری پھر آگے چلتی۔

میں نے پکڑ لیا اور کہا کہ لکھوا مجھے نمبر تیری صبح پیشی لگاتا ہوں۔ ان کا اپنا کمانڈر بڑا جابر قسم کا حوالدار آیا تھا۔ اس کی سزا بڑی تھی۔ وہ پیروں سے جوتی

اتروا کے پیروں پر ڈنڈے مارتا تھا۔ ہماری اپنی سزائیں تھیں، کوئی دوڑ لگوا لیتے تھے مگر اس کی اپنی سزا تھی۔ وہ لڑکا میرے پاس آیا کہ ٹیچر مجھے یہ ڈکشنری دے دے، میں تجھے بڑی ڈکشنری لا دوں گا۔ واللہ۔ میں نے کہا کہ دھوکہ دیتے ہو، میں تیری پیشی لگاؤں گا۔ شام کو گھر پہنچ گیا کہ ٹیچر واللہ۔ مجھے معاف کر دو۔ کرنا تو نہیں تھا بہر حال میں نے چھوڑ دیا۔ وہ نالائق سے ہی تھے، لائق کوئی نہیں تھے۔ پہلے پرچے اوپر سے آتے تھے پھر ہمیں ہی دے دیئے کہ آپ ہی کرو۔ جب کوئی پرچہ مشکل آتا، وہ فیل ہو جاتے تو ان کا کمانڈر کہتا کہ چلو ہفتے بعد دوبارہ آؤ اور ٹیسٹ دو۔ ہم نے ان کے لئے پرچہ ایسا ہی بنانا ہوتا کہ پاس بھی ہو جائیں۔ سارے خوش ہو جائیں۔ وہ بھی خوش، ہم بھی خوش، کمانڈر بھی خوش کہ سارے لڑکے پاس ہو گئے ہیں۔ ہمارا سارجنٹ بڑا مزاحیہ تھا۔ وہ کہتا کہ پروفیسر ٹائپ پرچہ بنانا۔ میں کہتا کہ ہاں پروفیسر ٹائپ پرچہ بنائیں گے۔ (پروفیسر ٹائپ پرچہ کا سمجھایا)

پروفیسر ایک دیہات میں رہتا تھا۔ ساتھ گھر تھا، کوئی دیہاتی اپنا کھوتا وہاں باندھ گیا جو رسی تڑوا گیا۔ اِدھر اُدھر ڈھونڈا لیکن نظر نہ آیا۔ پروفیسر صاحب باہر نکلے، انہوں نے پوچھا: بھائی! کیا بات ہے؟ کیوں پریشان پھرتے ہو؟ دیہاتی نے کہا: پروفیسر صاحب! میں کھوتا یہاں باندھ گیا، آپ گھاس لینے گیا تو وہ رسی تڑا کے کہیں نکل گیا ہے۔ اِدھر اُدھر دیکھا ہے لیکن کہیں نظر نہیں آیا۔ آپ سیانے بندے ہیں، آپ کوئی کھوج لگائیں۔ پروفیسر صاحب نے کہا کہ آ۔ چل پڑے۔ پوچھا: کہاں باندھا تھا؟ اس نے جگہ دکھائی۔ پوچھا: یہاں گھاس کب ڈالتے ہو؟ دھوپ کب آتی ہے؟ سوال جواب کر کے کھیتوں کی طرف چل پڑے۔ وہاں سے ندی

نالے پر سے ہوتے ہوئے ایک درخت کے نیچے آ گئے۔ یہاں سامنے وہ گدھا کھڑا تھا۔ دیہاتی بڑا متاثر ہوا کہ علم تو علم ہوتا ہے، یہ مجھے کہاں آنا تھا، علم تو بڑی چیز ہوتی ہے۔اس نے کہا کہ آپ کو پتا کیسے چلا کہ میرا کھوتا یہاں کھڑا ہے؟ پروفیسر صاحب بولے کہ یہ بڑے علم کی بات ہے۔ میں نے یہ خیال کیا ہے کہ اگر میں کھوتا ہوتا، میں یہاں بندھا ہوتا، یہاں گھاس کھاتا، دھوپ آتی تو میں رسی تڑا کے کدھر جاتا؟ میں کھوتا ہوتا تو میں ادھر جاتا جہاں گھاس ہوتی۔ میں گھاس کھاتا تو مجھے پیاس لگ جاتی، میں پانی کا حساب لگاتا کہ پانی کہاں ملے گا، وہاں جاتا، پانی پیتا۔ دھوپ لگتی تو مجھے ٹھنڈی چھاؤں کی ضرورت پڑتی، میں چھاؤں ڈھونڈتا۔ یہ ٹالیاں قریب تھیں تو میں یہاں آ جاتا۔

مجھے انہوں نے کہا کہ پروفیسر ناپ پرچہ بنانا ہے تو میں نے کہا کہ تم یہ بتاؤ کہ تم اگر عربی ہوتے تو تم کیسا پرچہ چاہتے؟ تم نے ویسا پرچہ بنانا ہے کہ سارے پاس ہو جائیں۔ یہ ویسے ہی ہے کہ جیسے وہ کہتا ہے کہ میں کھوتا ہوتا تو کیسا پرچہ بناتا۔ (قہقہے) ان کے لئے ویسا ہی کرنا پڑتا کہ پاس ہو جائیں۔ فیل ہوں تو پھر سارا کچھ ہمیں بھی کرنا پڑتا کہ سب کام پھر شروع سے ان کے لئے کرو، اس لئے پروفیسر ناپ پرچہ بناتے۔

اس عربی نے مجھے کہا کہ ٹیچر مجھے معاف کر دو، میں مکہ میں تمہارے لئے دعا کر آؤں گا۔ میں نے کہا کہ تو نہ کر، میں آپ کر آؤں گا۔ یہ ڈکشنری اب بھی میرے پاس ہے، جب کبھی کوئی ضرورت ہو تو عربی سے انگریزی الفاظ اس میں دیکھ لیتا ہوں۔

(بمقام مرکز تعمیر ملت ماہ اکتوبر 2011ء)

محفل 31

پوچھا گیا کہ یہ جو اعمال کے لکھنے کا معاملہ ہے یہ کس طرح کا ہے؟اس کے جواب میں فرمایا:

کافی ساری آیتیں اور حدیثیں ایسی بھی موجود ہیں جن میں اللہ تعالیٰ فرشتوں سے خود فرماتا ہے کہ یہ نہ لکھو، یہ لکھو۔ ویسے کہا جاتا ہے کہ فرشتے لکھ رہے ہیں۔فرشتوں کا یہ معاملہ ہے کہ یہ انسان کے اندر سرایت کر کے دیکھتے نہیں ہیں کہ انسان کی نیت یا ارادہ کیا تھا؟ جو کام اچھا یا برا ہوتا ہے،فرشتے وہی لکھتے ہیں۔اس کے باوجود کہتے ہیں کہ جو ارادہ یا نیت ہوگی اس کے مطابق ثواب ملے گا۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اگر نیک اعمال ایسے بھی کیے گئے ہوں جن کی نیّت کوئی نہ ہوتو ان کا کوئی فائدہ نہیں،وہ ایسے ہی گئے۔

اعمال کی بنیاد نیّت پر موقوف ہے۔اگر آپ کی وہ کام کرنے کی نیّت ہی نہیں ہے،تو آپ اجر کی کیا امید کریں گے؟مثلاً روزہ ہی کو لے لیں کہ انسان نے اس طرح روزہ رکھا ہے کہ ویسے ہی واقعاتی طور پر اتفاقاً بھوکا رہ گیا ہے،اب یہ کہے کہ اسے روزہ بنا لیتے ہیں تو یہ روزہ نہیں ہے۔ایسے روزہ نہیں ہوتا۔By chance فاقہ آ گیا اور ہم یہ کہیں کہ یہ روزہ ہے تو ایسے روزہ بھی نہیں ہوتا۔یہ الگ بات ہے کہ پہلے دن روزہ رکھا ہے اور خیال ہے کہ کل روزہ رکھنا ہے۔سحری کا وقت آیا آپ نہیں اٹھ سکے،سحری

نہیں کر سکے اور روزہ رکھ لیا تو یہاں روزہ کی نیّت پہلے سے تھی اس لئے یہ روزہ ہے۔ نیّت کریں گے تو روزہ ہوگا، جب نیّت ہی کوئی نہیں ہے تو پھر روزہ کیسا ہے؟

کافروں کے اعمال کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے کہ فلاں کافر نے یہ کیا، فلاں کافر نے ہسپتال بنایا، ان کو اس کا اجر ملے گا یا نہیں ملے گا؟ بات تو یہاں پھر وہی ہے کہ

اِنَّمَا الاَعمالُ بِا النِّیات۔

(اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔)

کافروں سے مراد یہاں وہ نہ لیے جائیں جو دوسری قوموں کے ہیں جیسے عیسائی۔ وہ تو اللہ کو مانتے ہیں، رسولوں کو مانتے ہیں، آخرت کو مانتے ہیں، جنت اور دوزخ کو بھی مانتے ہیں، وہ تو نیک کام اسی کیلئے کرتے ہیں۔ یہ تو ہماری زیادتی ہے کہ ہم ان کو اجر کی فہرست سے نکال دیں۔ وہ تو اس کی فہرست میں ہیں، اہل کتاب ہیں۔ ایک آدمی اللہ کو نہیں مانتا، آخرت کو بھی نہیں مانتا، سیدھا کافر ہے، وہ کوئی کام کر رہا ہے، وہ تو اللہ کیلئے نہیں کر رہا، وہ تو اللہ کو مانتا ہی نہیں ہے۔ آخرت کیلئے بھی نہیں کر رہا کہ وہ آخرت کو بھی نہیں مانتا۔ اس کے لئے اس کے علاوہ کچھ نیّت ہے یعنی دنیا میں نیک نامی ہو، وہ مشہور ہو جائے کہ بڑا اچھا آدمی ہے۔ گورنمنٹ کے کاغذوں میں آجائے کہ میں بڑا نیک کام کرتا ہوں، میرے پاس پیسہ بھی ہے۔ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کو نہیں مانتا تو اس کی نیّت اس کے علاوہ ہی کچھ ہے۔ وہ اجر کی اس لسٹ میں نہیں آئے گا۔

اگر وہ مسلمان ہے، مومن ہے، اور اعمال صالح کرتا ہے یعنی دونوں چیزیں ضروری ہیں۔ اگر مسلمان ہی نہیں ہے تو اس کی نیّت اللہ کی رضا اور اس میں

سے کسی قسم کی نہیں تھی۔ یہی قانون دنیا میں مسلمانوں کے لئے بھی ہے جیسے حدیث میں عالم اور مجاہد کے پیش ہونے کی بات لکھی ہے۔ عالم کہے گا کہ اللہ میاں! میں نے تیرا علم پھیلایا۔ اللہ فرمائے گا کہ تو نے میرے لئے نہیں کیا بلکہ تو نے تو اس لئے کیا ہے کہ میرے نام کی شہرت ہو جائے۔ لوگ مجھے بڑا عالم سمجھیں اور کہیں کہ علامہ ہے۔ تیرا نام مشہور ہو گیا، تجھے دنیا میں اجر مل گیا۔ مجاہد کے جہاد کا بھی ہے کہ وہ خاندان کے لئے لڑا کہ میرا خاندان بڑا بن جائے کہ میں فلاں قبیلے سے ہوں۔ وہ اس لئے لڑا، اس نے قبیلے کے نام کیلئے اپنا سر قربان کیا۔ اسے بھی اس کا اجر دنیا میں ہی مل گیا، آخرت میں نہیں ہے۔ اس ساری بات کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کیلئے بھی یہی ہے کہ وہ کوئی عمل اگر اللہ کی رضا کیلئے نہیں کر رہا تو اس کا اللہ کے ہاں کوئی اجر نہیں ہے۔

بابا جی قبلہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ سلسلہ کی تبلیغ کرو، اس کی تعلیم جو قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے آگے پھیلاؤ، لوگوں کو اللہ کی راہ پر لگاؤ، بڑا اچھا کام ہے۔ اس میں اپنی بزرگی جتلانے، شہرت پھیلانے جیسے خیال نہ ہوں، نہ یہ ہو کہ خان صاحب فلاں فلاں بڑے اچھے آدمی ہیں۔ اگر ایسے خیال ہوں تو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پھر اچھا ہے کہ تم نہ ہی کرو۔ ایسی تبلیغ نہ ہی کرو تو یہی اچھا ہے۔ دوسروں کو تبلیغ کرتے کرتے آپ ہی بگڑ جائیں، اپنا ہی کام خراب ہو جائے تو پھر بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہ ہی کرو۔ محض اللہ تعالیٰ کی رضا، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی، اس خیال سے کہ یہ اللہ کی مخلوق ہے، یہ اللہ کی محبت کے راستے پر لگ جائے، اس کے علاوہ کوئی چیز نہ ہو تو پھر ٹھیک ہے، ضرور تبلیغ کریں۔ نیت سب کچھ ہے۔

دوسرے اہل کتاب کے بارے میں قرآن پاک میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَالَّذِينَ هَادُواْ وَالنَّصَارَى وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحاً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ(1)۔

بے شک ایمان والے، نیز یہودیوں، نصرانیوں، اور ستارہ پرستوں میں سے وہ کہ سچے دل سے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائیں، اور نیک کام کریں، ان کا ثواب ان کے ربّ کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہوگا اور نہ کچھ غم۔

جو اللہ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں انہیں کچھ غم نہ ہوگا۔ظاہر اعمال اس کے مطابق ہی ہوں گے کہ جو اللہ کو مانتا ہے کہ وہ ہے، اس نے اس کیلئے کیا ہوگا کہ اللہ کی رضا حاصل ہو جائے تو اس کو پھر اجر ملے گا۔اگر یہ بات نہیں ہے پھر اس نے نیک کام کیے جیسے اس نے کوئی ہسپتال بنایا، گنگا رام نے ہسپتال بنایا، گلاب دیوی نے ہسپتال بنایا، جس نے مرضی بنوایا ہو، اگر وہ اس خدا اور آخرت کو مانتے ہیں تو پھر انہیں اجر ملے گا، ہر ایک کے اعمال ریکارڈ ہوتے ہیں۔اگر اہل ایمان نہیں ہیں تو جنت میں تو نہیں جا سکیں گے لیکن دوزخ میں عذاب ضرور ہلکا ہو جائے گا۔ظاہر ہے ان کے اعمال بھی تو لکھے جا رہے ہیں، برے یا اچھے۔ان میں بھی اچھا اور برا تو ہوگا کہ اس نے اچھے کام کیے ہیں یا برے کام کیے ہیں، مخلوق کے فائدے کیلئے کیے ہیں یا نقصان کیلئے کیے ہیں۔ جنت والی بات جو ہے، وہ علیحدہ ہے۔اچھے کام کرنے والوں کیلئے دوزخ میں

(1) سورۃ البقرہ 2: آیت 62۔

ہی عذاب شاید کچھ ہلکا ہو جائے گا۔

نیّت پہلے ہے جو آپ نے دل میں کر لی عمل کیلئے وہی ہے۔ نیّت تو صحیح ہونی چاہیے۔ فرشتہ جو ہے اس کی تو ریکارڈنگ ہے۔ اس نے تو وہ سب ریکارڈ کر لینا ہے جو آپ نے کرنا ہے۔ جیسے گورنمنٹ نے ریکارڈر لگا رکھے ہیں کہ جو بولیں ریکارڈ ہو جاتا ہے۔ جونہی آپ بولیں گے وہ لکھ لیں گے، جو کام کریں گے وہ ریکارڈ ہو جائے گا۔ صرف یہی نہیں، انسان کے اندر بھی ریکارڈر لگے ہوئے ہیں۔ ہاتھ، پاؤں بھی گواہی دیں گے، یہ بھی ریکارڈ کر رہے ہیں۔ بذاتِ خود ہی ہماری ریکارڈنگ ہو رہی ہے۔ اس نے بتا دیا کہ فرشتے ہیں ورنہ یہ بھی فرشتے ہوتے، یہ ریکارڈ کر لیتے۔ وہ دن بھی آنا ہے جب منہ پر اللہ میاں مہر لگا دے گا، یہ ہمارے ہاتھ اور پاؤں ہوں گے جو گواہی دے رہے ہوں گے۔

اب یہ جو نیّت والی اور خلوص والی بات ہے اس نے کیسے ریکارڈ ہونا ہے؟ انسان نے جو کام کیا وہ تو لکھا جاتا ہے۔ یہ خلوص اور نیّت تو ایسی چیز نہیں ہے کہ جو لکھی جائے۔ ہو سکتا ہے کہ اعمال جب روحانی طور پر نکلتے ہیں یا الفاظ سے جو کلام ادا کیا جاتا ہے، ان میں رنگ کا فرق ہو۔ سچ والے کلام یا عمل کا رنگ اور ہو اور جھوٹ والے کلام اور عمل کا رنگ اور ہو، اعمال کا یہ رنگ فرشتوں کی اس ریکارڈنگ میں بھی چلا جائے کہ یہ جھوٹ ہے، یہ سچ ہے۔ ایسا تو ہو سکتا ہے۔ سائنسدانوں نے اب Light detect کرنے کی مشینیں بنائی ہیں۔ کسی معاملے میں Investigation کے دوران یہ مشینیں لگا دیتے ہیں اور ملزم سے کہتے ہیں کہ بیان دو۔ وہ جھوٹ بولتا ہے تو ان مشینوں میں لگی کوئی نہ کوئی سوئی Click کر جاتی ہے۔ سوئیاں جب Click کر جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ اس بندے نے یہ بیان غلط دیا ہے، یہ جھوٹا بیان ہے۔ اعمال

کی ریکارڈنگ میں ہوسکتا ہے کہ نیّت کی وجہ سے ریکارڈنگ میں بھی فرق ہو۔

بندے کے اعمال کے بارے میں کئی حدیثیں ہیں کہ جن میں اللہ تعالیٰ کی حساب کتاب کے عمل میں براہِ راست بات آتی ہے۔کئی حدیثیں ہیں کہ بندے کے اعمال برابر ہو جائیں گے، زیادہ اچھے کام نہیں ہوں گے تو فرشتے کہیں گے کہ اسے دوزخ میں لے چلو۔اللہ فرمائے گا کہ کہاں لے جارہے ہو؟ فرشتے بتائیں گے کہ اس کے اعمال میں نماز، روزہ، یا ایسے اچھے کام نہیں ہیں۔یہ بندہ ہے کہ ساری عمر گزر گئی، زیادہ اچھے کام نہیں کرسکا۔اللہ کہے گا کہ ایک مرتبہ اسے بڑی مشکل پڑی تھی، مصیبت سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا تو اس بندے نے سچے دل سے مجھے یاد کیا تھا۔ مجھے اس کے بارے میں معلوم ہے، یہ آپ کی Recording میں نہیں ہے۔وہ منہ سے بولتا تو ریکارڈ ہو جاتا، وہ منہ سے نہیں بولا۔ ہم نے اس کے صدقے اس کو معاف کردیا۔اب یہ اللہ کی مرضی ہے۔

یہ روایتیں ہیں۔ایسی حدیث بھی ہے کہ نہیں ہے، مجھے اس کی تصدیق نہیں ہے مگر یہ مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حقوق العباد معاف نہیں کرے گا۔وہ اپنے حقوق معاف کردے گا مگر حقوق العباد معاف نہیں ہوں گے۔ان کے بدلے بندے نے اپنی زندگی میں جو نیکیاں کمائی ہوں گی وہ دی جائیں گی۔حضور ﷺ کی حدیث کے مطابق اس دن وہ Claimants آجائیں گے، انسان نے جو نیکیاں کی ہوئی ہوں گی وہ ساری نیکیاں بانٹ دی جائیں گی۔اب یہ جو بخشش کی روایتیں ہیں تو یہ ایسے بندوں کے Cases ہوتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں کسی کے کوئی حقوق نہیں مارے ہوتے۔نیکیوں کے لئے ہوسکتا ہے کہ وقت نہ ملا ہو مگر ایسے بندوں نے حقوق العباد بھی کسی کے نہیں مارے ہوں گے۔

ایک بندہ ہے جس نے زندگی جانوروں کے ساتھ گزاری ہے۔اس نے جانوروں کو چارہ ڈالا، روٹی کھائی اور وہیں پر ہی سو گیا۔اس کی صبح پھر انہیں جانوروں کے ساتھ ہوئی۔اس بندے نے کسی قسم کی Public dealing کی ہی نہیں،اس کا کام ان جانوروں کے ساتھ تھا،وہ یہ اچھا کرتا رہا۔مطلب یہ کہ ادھر بخشش کے وقت اس کی عبادات نہیں ہیں۔ Public کے ساتھ اس کی کوئی Dealing نہیں تھی،اس نے کسی کا حق نہیں مارا۔وہاں حساب کتاب کے وقت حقوق العباد والا مسئلہ اس کا نہیں تھا۔اللہ نے معاف کرنا ہے،اس نے بہانے سے ہی اپنی خاص رحمت سے معاف کر دیا۔کسی نے ایک نیکی کر دی،ایک کتے کو ہی پانی پلایا،ایسی چیزیں نکال کر اس نے معاف کر دیا۔ایسے بخشا جانے والا تو خود مظلوم ہے،اس نے لوگوں پر کیا ظلم کرنا ہے۔حقوق العباد میں اس بندے کے اپنے حقوق تھے مگر اس نے کسی کا حق نہیں مارا۔اس بندے کا اپنا جذبہ تھا کہ اس کے ساتھ اللہ کی جو مخلوق تھی اس نے اس مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔اس کو اللہ نے اسی سے معاف کر دیا۔

مطلب یہ نہیں ہے کہ حساب کتاب والا سسٹم ختم ہو جائے گا۔پانی پلانے کی نیکیاں لکھو اور جو برائیاں ہیں وہ بھی لکھو۔اس کا حساب لو۔حقوق العباد اور مخلوق کے ساتھ برتاؤ کا جذبہ کتنا تھا،وہ بھی لکھو۔عام مولوی یا مومن بھی شاید یہ خیال نہ کرے کہ جانور کیسے پڑا ہے،اس کو پانی دینا ہے۔مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بال بچے ایک مرتبہ عزیزوں کے ہاں چلے گئے۔جاتے ہوئے مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہہ گئے کہ یہ مرغیاں ہیں،ان کو نکال دینا اور صبح ان کو دانہ پانی بھی ڈال دینا۔مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے کام میں مصروف رہے۔ان کو یہ مرغیاں

کہاں یاد رہتیں۔انہوں نے سینکڑوں کی تعداد میں کتب لکھیں۔صبح اٹھے اور اپنی لکھائی پڑھائی کے معمول کے کام میں لگ گئے۔ان کے پاس خط آئے ہوئے تھے، ان خطوط کے جوابات دینے تھے، ذہن میں کچھ نہ آتا تھا کہ کیا لکھا جائے۔انہوں نے سب کام چھوڑ دیے کہ آج طبیعت موزوں نہیں ہے، ذہن میں کوئی بات ہی نہیں آرہی کہ جیسے ذہن ماؤف ہوگیا ہو۔سب کام چھوڑ دیے۔دو رکعت نماز نفل کی نیّت کی کہ اللہ میاں کیا بات ہے؟ ناراضگی ہوگئی ہے؟ سارا سسٹم ہی Off ہوگیا ہے۔نماز کے دوران ہی خیال آیا کہ ادھر مرغیاں بھوکی مر رہی ہیں۔گھر والے ڈیوٹی لگا گئے ہیں اور ادھر بہت دیر ہوگئی ہے۔مولوی صاحب ؒ گئے، ان مرغیوں کو نکالا اور ادھر طبیعت بحال ہوئی۔یہ بات ہے اللہ کی مخلوق کی کہ نہ خط لکھا گیا اور نہ ہی کچھ اور لکھ پائے۔

بخشش کی روایات کے جو Case ہیں، وہ ایسے لوگوں کے ہیں جن کی مخلوق کے ساتھ Dealing نہیں تھی۔کسی کا نہ پیسہ مارا، نہ کسی کا حق کھایا، نہ کسی کی زمین پر قبضہ کیا۔غریب تھے جو مرضی تھے، لوگوں نے ان پر ظلم کیا، ان کو غلام بنا دیا، اب جو فاحشہ ہے وہ نہ جانے کہاں کہاں ظلم سہتی ہوئی، اس بازار میں نہ جانے کس کے ہاتھوں آ پہنچی۔وہ خود مظلوم ہے، اس نے کسی پر ظلم نہیں کیا تو اللہ کی طرف سے اس کی مخلوق کو پانی پلانے والی بات کی طرح اس کی بخشش ہوجائے تو یہ ہوسکتا ہے اور اللہ کے حساب کتاب کے نظام کے عین مطابق ہے۔

تھوڑے لوگ ہوں گے جو جنت میں براہِ راست چلے جائیں گے۔ان کا سب کو پتا ہے کہ بہت نیک ہیں۔چند ایک برائیاں ہوں گی مگر ان کی گنتی کرنے کی بھلا کیا ضرورت ہوگی؟ اسی طرح جو بہت برے ہوں گے وہ دوزخ میں چلے جائیں

گے۔ان کی ساری عمر میں نیکیاں چند ایک ہی ہوں گی، ان کے بارے میں سب کو علم ہو گا کہ بہت برے ہیں۔ جہاں کچھ ابہام ہو گا وہاں حساب کتاب ہو گا۔ جو چیز چھولوں سے ملتی جلتی ہے جیسے گندم ہے۔ اگر گندم کے کچھ دانے چھولوں میں ملے ہوئے ہوں بھی تو کہا جاتا ہے کہ چھولے ہیں۔ اسی طرح گندم میں چند دانے چھولوں کے ملے ہوں تو بھی سمجھا جاتا ہے کہ گندم ہے۔ گندم اور چھولے سمجھنے کیلئے انہیں گن کر الگ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب پتا نہ چلے کہ گندم ہے یا چھولے ہیں تو پھر گن کر فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ جن لوگوں نے جنت میں یا دوزخ میں جانا ہے اور ان کا معاملہ واضح ہے کہ یہ جنت یا دوزخ میں جانے والے ہیں تو وہ دو طبقے سیدھے ہی جنت یا دوزخ میں چلے جائیں گے۔ نہ ان کو پل صراط کا پتا ہو گا اور نہ ان کو حشر کے دن کی لمبی مدت کا پتا ہو گا کہ اس دن کیا گزری۔ روزِ حشر لمبا دن ہے، لکھا ہوا ہے۔ ایسے بھی لکھا ہے کہ جو غریب لوگ مومن تھے اور جنت میں جانے والے تھے، وہ پانچ سو سال پہلے ہی جنت میں چلے جائیں گے۔ امیر لوگ جو جنت میں جانے والے ہوں گے وہ ان کے پانچ سو سال بعد جنت میں جائیں گے۔ وہ اتنا لمبا Period ہو گا۔ حشر کا دن کوئی چھوٹا سا دن نہیں ہو گا، وہ اس زندگی سے اس کا مطلب ہے کہ بڑا ہی ہو گا۔

اعمال لکھنے والے فرشتوں کے بارے میں پوچھا گیا تو جواب میں فرمایا:
بابا جی رحمۃ اللہ علیہ بڑا اچھا Translate کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ فرشتے جو ہیں یہ

They are agency of God.

یہ ایک مخلوق ہے جو اللہ نے پیدا کر رکھی ہے۔ ان کا کوئی نفس نہیں ہے، کوئی

ارادہ نہیں ہے۔جس مقصد کے لئے بنا دیے ہیں یہ وہ اللہ کے حکم کے تحت کرتے رہتے ہیں۔نہ تھکتے ہیں، نہ اکتے ہیں، نہ نافرمانی کرتے ہیں۔جیسے یہ پنکھا لگا رکھا ہے یہ چلتا رہے گا، یہ ویڈیو کیمرہ لگا رکھا ہے کہ جو یہاں سے گزرے گا یہ اس کی تصویریں لیتا رہے گا۔یہ ایک مخلوق ہے جو اس نے بنا دی ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ اتنی سی جگہ بھی فضا میں خالی نہیں ہے جہاں فرشتہ نہ ہو۔وہ 'قوات' ہیں، Energies ہیں، قوتیں ہیں جو خدا نے پیدا کر رکھی ہیں۔کوئی لفظ بھی ہو یہ ساتھ بیٹھا ہے، فوراً اس کو پکڑ لیتا ہے۔ایک نامۂ اعمال جو اللہ کہتا ہے کہ

وَ كُلَّ اِنسٰنٍ اَلزَمنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِي عُنُقِهٖ وَ نُخرِجُ لَهٗ يَومَ القِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلقٰهُ مَنشُورًا. اِقرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفسِكَ اليَومَ عَلَيكَ حَسِيبًا(1)۔

ہر انسان کا نامۂ اعمال اس کے گلے میں لٹکا رکھا ہے۔قیامت کے دن اس کو نکال دیا جائے گا کہ آپ ہی پڑھ لے۔جیسے آج کل بنکوں میں ہوتا ہے۔کمپیوٹرائزڈ سسٹم ہے۔بنک کی جو برانچ جہاں بھی ہے، جب اس سے پیسہ نکلتا ہے تو اس کا ریکارڈ یہاں بھی ہوتا ہے۔یہ سارا پیسے کا لین دین ہیڈ کوارٹر میں بھی ریکارڈ ہو رہا ہوتا ہے۔ہیڈ کوارٹر میں پتا ہوتا ہے کہ فلاں بنک سے اتنا پیسہ نکل گیا ہے اور اتنا ہے۔کمپیوٹر لائن کے ذریعے براہ راست ہیڈ کوارٹر پر بھی سارا ریکارڈ ہو رہا ہوتا ہے۔اعمال کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ایک کاپی مشین میں جا رہی ہے اور ایک کاپی یہاں آپ کے ساتھ بھی لگی ہے۔اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ قیامت کے دن نکال دیں گے کہ پڑھ آج تو خود ہی اپنا حساب لگانے کیلئے کافی ہے۔ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں وہ باہر نکلتے ہی

(1) سورۃ الاسراء 17: آیات 14-13۔

ریکارڈ ہو جاتا ہے۔ ایک یہ جو کہتے ہیں کہ

میانِ بندہ و مولا رمزیست
کراماً کاتبین مرا ہم خبر نیست

بندے اور مولا کے درمیان ایک hotline Direct ہے۔ کراماً کاتبین کو اس کا پتا نہیں ہے۔ ایک اور لائن بھی ہے جو روح کی شکل میں ہے۔ انسان کے اعمال کو اس کے ذریعے بھی کنٹرول کیا جاتا ہے۔ بابا جی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ روح شعاع کی شکل میں آتی ہے۔ اس کا ایک سرا براہِ راست اللہ کے ہاتھ میں ہے، اس نے سب کو چوٹی سے تھام رکھا ہے۔ ایک یہ لائن ہے جو ہر بندے کے ساتھ ہے۔ کراماً کاتبین کو اس کا پتا نہیں ہے۔ جیسے یہ کہا کہ میرے اس بندے نے ایک مرتبہ مجھے دل سے پکارا تھا جسے میں جانتا ہوں، تم نہیں جانتے۔ اب یہ جو دل والی بات کا معاملہ ہے اسے وہ فرشتے نہیں جانتے، نہ یہ ان کے ریکارڈ میں آتا ہے۔ آپ جو بولیں گے یا جو کام کریں گے، اس کو فرشتے ریکارڈ کر لیں گے۔

میرا خیال ہے کہ روزے والی جو بات ہے جو بتائی جاتی ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ اس کی تفسیر بھی اس کے تحت ہے کہ روزہ میں آپ نے کچھ بولنا نہیں، کچھ کرنا نہیں۔ روزہ کے Part میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ آپ نے یہ بولنا ہے تب روزہ ہوگا، یا آپ نے یہ کام کرنا ہے تو پھر روزہ ہوگا۔ یہ دونوں کام اس میں نہیں ہیں۔ روزہ کیلئے نہ کچھ پڑھنا پڑتا ہے اور نہ کچھ کرنا پڑتا ہے۔ کچھ کام ہیں جو آپ نے نہیں کرنے، اس کا روزہ ہے۔ جیسے کھانا پینا نہیں ہے۔ نہ کرنے والے کاموں کی ایک List ہے کہ یہ آپ نے نہیں کرنا۔ کرنے والا کام کوئی نہیں ہے کہ یہ آپ نے کرنا ہے یا یہ پڑھنا ہے۔ نہ اس میں آپ کو روزے کے لئے

بولنا پڑتا ہے، نہ کچھ کرنا پڑتا ہے۔ باقی اعمال ماہِ رمضان کی برکت کی وجہ سے، یہ جو تراویح پڑھتے ہیں، قرآن پڑھو جی، سجدے کرو جی، اس میں ثواب ہوتا ہے، یہ ثواب کی Multiplication کے لئے پڑھتے ہیں۔ روزے کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ نے تراویح کوئی نہیں پڑھیں، روزہ آپ کا پورا ہے۔ تراویح کا اس روزے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ رمضان کی برکت ہے۔ رمضان میں شیطان بند ہو جاتے ہیں، نفلوں کا ثواب فرضوں کے برابر ہو جاتا ہے۔ رمضان میں ایک رحمت عامہ اللہ نے کھول رکھی ہے اس میں اس کے شوق سے لوگ کرتے ہیں ورنہ اس روزے کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ روزہ اندر ہے۔ اس کو اللہ جانتا ہے۔ فرشتے تو اندر کی بات نہیں جانتے۔ نہ ہی ہم اس میں کچھ کرتے ہیں کہ لکھیں، نہ بولتے ہیں کہ لکھیں۔ اس کا تعلق براہ راست اللہ سے ہے، اللہ جانتا ہے کہ کس کا روزہ ہے؟ اور کس کا نہیں ہے؟ اگر کسی کا روزہ ہے تو وہ کس معیار کا ہے؟ کتنے پیار سے آپ نے روزہ رکھا ہوا ہے؟ کتنا خدا کی منع کی ہوئی چیزوں سے آپ نے اپنے آپ کو روکا ہوا ہے؟ شاید اسی لئے ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔

He knows, only he knows the quality.

صرف اللہ جانتا ہے کہ کس معیار کا روزہ ہے اور اس کی کتنی نیکیاں دی جائیں۔ اللہ کو ہی معلوم ہے کہ ہمارے روزہ کا کیا معیار رہے، اس لئے اس نے کہا کہ اس کا اجر میں ہی دوں گا۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ یہ پاس انفاس بھی اُدھر فرشتوں کے ریکارڈ میں نہ ہی ہو یہ براہِ راست اللہ کے پاس ہی جاتا ہو۔ اللہ کو ایک دفعہ یاد کریں تو وہ دس دفعہ یاد کرتا ہے۔ پاس انفاس کہا ہے کہ منہ سے نہیں بولنا، بغیر آواز نکالے

کرنا ہے، سانس کے ساتھ کرنا ہے اور خواہش کے ساتھ کرنا ہے۔ محبت بھی کریں، پیار بھی کریں، اور یاد بھی کریں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ پاس انفاس بھی فرشتوں کے ریکارڈ میں نہ ہو۔

مطلب یہ کہ یہ فرشتے، اللہ نے ایک قوت بنا رکھی ہے جو ریکارڈ کرے گی، کسی صورت بھی انسان کا دفاع نہیں کرے گی۔ وہ ایک مخلوق ہے۔ یہ ایک مخلوق ہے لیکن ان کا ادراک قوتوں کے حساب سے بھی نہیں کر سکتے کہ وہ اللہ کے حکم سے شکلیں بھی Change کرتی ہے۔ آدمیوں کی صورت میں، کتنے ہی واقعات تو قرآن میں ہیں کہ فرشتے بندے کی صورت میں آئے۔ مریم علیہا السلام کے پاس آئے، ان کو دکھایا اور بتایا کہ میں آپ کو بیٹا دینا چاہتا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے کہ ہم نے لوط علیہ السلام کی قوم کو تباہ کر دینا ہے، ان کی بستی کو الٹا دینا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئے، انہوں نے دعوت دی۔ فرشتوں نے نہیں کھائی تو ابراہیم علیہ السلام ڈر گئے کہ یہ کیوں نہیں کھاتے۔ فرشتوں نے بتایا کہ ہم کن کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اندر سے مائی صاحبہ آ گئیں تو انہیں بیٹے کی بشارت دی اور کہا کہ بیٹے کی بشارت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں بوڑھی ہو گئی ہوں، بانجھ ہوں، خاوند بھی میرا بوڑھا ہو گیا ہے۔ اب بھی میرا بیٹا ہو گا؟ انہوں نے آگے پوتے کی بھی بشارت دے دی کہ پوتا بھی ہو گا۔ جب وہ کہنے لگیں کہ میں بوڑھی ہو گئی ہوں، اب میرے ہاں بیٹا ہو گا؟ تو فرشتوں نے کہا کہ

وَ امْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ

یَعْقُوْبَ۔ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ

وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ۔ قَالُوْٓا

اَتَعجَبِینَ مِن اَمرِاللّٰہِ رَحمَتُ اللّٰہِ وَ بَرَ کَا تُہٗ عَلَیکُم
اَھلَ البَیتِ اِنَّہٗ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ(1)۔

(اور ابراہیم علیہ السلام کی بیوی (جو پاس) کھڑی تھی، ہنس پڑی تو
ہم نے اس کو اسحاق علیہ السلام کی اور اسحاق علیہ السلام کے بعد
یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری دی۔ اس نے کہا، اے ہے، میرے
بچہ ہوگا؟ میں تو بڑھیا ہوں اور میرے میاں بھی بوڑھے ہیں، یہ تو
بڑی عجیب بات ہے۔ انہوں نے کہا کہ کیا تم خدا کی قدرت
سے تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت! تم پر خدا کی رحمت اور اس کی
برکتیں ہوں۔ وہ سزاوار تعریف اور بزرگوار ہے۔)

یہاں اہل بیت کس کو کہا؟ بیوی کو کہا؟ بچہ تو کوئی ہے نہیں۔ اولاد نہیں ہے پھر بھی اہل بیت کہا۔ اولاد کا جہاں بھی ذکر ہے ذریّت کہا۔ ذریّت۔

رَبَّنَا ھَب لَنَا مِن اَزوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعیُنٍ(2)۔

جہاں بھی اولاد کی بات کی ذریت کی بات کی۔ ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ ہم تجھے امام الناس بنانا چاہتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ وَمِن ذُرِّیَّتِ "میری اولاد"۔ اللہ نے کہا کہ ظالموں کیلئے ہمارا عہد نہیں ہے۔ اولاد کیلئے 'ذریت' کہا۔ وہاں (3) ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو کہا 'اہل بیت'۔ پنجابی میں 'اہل بیت' کسے کہتے ہیں؟ گھر والی بیوی، اور گھر والا بندہ۔ یہ گھر والا، یا گھر والی۔ اسے اہل بیت ہی کہتے ہیں۔ اہل بیت قرآن میں انہیں کو کہا۔ یہاں بیویوں کو شیعہ حضرات نے نکال ہی دیا ہے کہ یہ سب

(1) سورۃ ھود 11: آیت 73-71۔
(2) سورۃ فرقان 25: آیت 74۔
(3) سورۃ ھود 11: آیت 73 میں۔

ایسے ہی تھیں، اولاد جو ہے وہ اہل بیت ہے۔ اہل بیت جو ہے یہ بیویوں کے لئے آتا ہے، وہ اہل بیت ہیں۔ اولاد کے لئے ذریت استعمال ہوتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ یہ جو اندر والی ذکر والی بات ہے تو یہ براہ راست جاتی ہے۔ اللہ نے یہ سسٹم بھی بنا رکھا ہے جس میں فرشتوں کا کام ریکارڈنگ کرنا ہے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایجنسی ہیں۔

Agency of God.

اللہ پر ایمان لانے کے فوراً بعد ان کو ماننا ضروری ہے۔

آمَنتُ بِاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ...

اللہ کے ساتھ ایک اور مخلوق کا ماننا ضروری ہے کہ ملائکہ ہیں۔ اللہ خود سارے کام نہیں کرتا۔ وہ ایجنسی ہیں۔ ان کو حکم دیتا ہے اور وہ فرشتے کام کرتے ہیں۔ یہ Agent ہیں۔ آپ کو فرشتوں پر صرف ایمان لانا ہے۔ اس سے بڑھ کر مزید ان فرشتوں کی خوشنودی کی ضرورت نہیں ہے۔ فرشتوں میں نفس نہیں ہوتا۔ آپ کو ان فرشتوں کو راضی کرنے کیلئے نہ ان کے مندر بنانے ہیں، نہ ان کیلئے قربانیاں دینی ہیں۔ یہ کرو گے تو دیوی خوش ہو جائے گی، یہ بات نہیں ہے۔ شاید ہندوؤں نے یہ سب بت ایسے ہی بنائے ہیں کہ یہ اللہ کی اولاد ہیں، ان کو راضی کرو۔ یہ سارے دیو، دیویاں ہیں۔ یہ رسمی دیوی ہے، یہ لڑائی والی دیوی ہے، کالی دیوی کہ تلوار پکڑ رکھی ہے، رسیاں پکڑ رکھی ہیں، ان کو وہ پوجتے ہیں۔ ہمیں صاف فرما دیا گیا ہے کہ نہ تو وہ اللہ کی نافرمانی کر سکتے ہیں، اور نہ ہی اپنی مرضی کر سکتے ہیں۔ ان کی تقدیر کمپیوٹرائزڈ نظام کی طرح جو پلان کر دی گئی ہے، وہ اس کے مطابق چلتے ہیں۔ اس سے اِدھر اُدھر نہیں جا سکتے۔ مگر فرشتوں کے وجود کو ماننا ایمان کی شرائط میں سے ہے، اگر نہیں مانتے تو

آپ ایمان سے نکل گئے۔ یہ مخلوق ہے اور اللہ کے حکم کے مطابق چلتی ہے۔

فرشتے کس چیز سے بنے ہیں؟ یہ نور سے بنے ہیں یا کسی اور چیز سے اس کے بارے میں نہیں لکھا ہوا کہ یہ کس چیز سے بنے ہیں۔ لیکن یہ اپنی شکل وصورت Change کر کے انسانی شکل وصورت میں آتے رہے۔ یہ قرآن میں بھی لکھا ہے اور حضور ﷺ کے پاس بھی آتے رہے۔ حدیث احسان جو ہے، اس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور پوچھتے رہے کہ اسلام کیا ہے؟ ایمان کیا ہے؟ اور احسان کیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھی آئے، اور بھی کئی مقامات پر ذکر ہے کہ انسانی صورت میں آتے رہے۔ فرشتوں میں یہ Ability ہے کہ یہ ایسے آجاتے ہیں۔ جنات بھی انسانی شکل میں آجاتے ہیں۔

فرشتوں سے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا کہیں فرشتوں کی موت کا بھی ذکر ہے؟ فرمایا: نہیں۔ یہ بھی امر ہیں۔

(اصل موضوع پر بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ)اللہ تعالیٰ کے کام تو جنت اور دوزخ میں بھی ہیں۔ دوزخ میں دوزخیوں کو جلانے کا کام ہے، جنت میں جنتیوں کو پھل فروٹ پیش کرنے اور بے شمار نعمتیں پہنچانے کا کام ہے۔ جنتی جو کچھ مانگیں گے اسی وقت انہیں پہنچانا ہوگا۔ وہاں پرندوں کا گوشت بھی ملے گا، فرشتے کہاں سے لا دیں گے؟ کہیں فارم بھی ہوگا؟ کہیں کاٹنے بھی ہونگے، ان کا گوشت بھی بنانا ہے، سارا کچھ بنانا ہے۔ دودھ کی نہروں کی بات ہے، آخر یہ بھی تو کوئی سسٹم ہوگا۔ وہاں بھینسیں تو نہیں ہیں۔ چلو آج کے Chemicals کی طرح ہی، خواہ قوت ارادی سے بنائیں مگر کام تو ہے ناں وہاں۔ نہریں بہہ رہی ہیں، وہ پی رہے ہیں۔ وہ خیال کریں گے تو اسی وقت ان کے سامنے آجائے گا۔ درختوں کی ٹہنیاں جھکی ہوں گی، جس وقت آپ

جو چیز چاہیں گے، اسی وقت وہ چیز آپ کے سامنے ہوگی۔ وہاں ایک سسٹم تو ہے جو چلنا ہے۔ اسے قائم رکھنے کیلئے آخر فرشتے یا ان کے ساتھ کچھ اور تو ہوگا۔ ابلیس بھی تو فرشتوں میں داخل تھا، اس کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ جنات میں سے تھا۔ ابلیس نے کہا بھی کہ میں آگ سے بنایا گیا ہوں مگر تھا تو وہ بھی فرشتوں میں۔ ورنہ وہ کہہ سکتا تھا کہ مجھے تو سجدے کا حکم ہی نہیں ہوا، فرشتوں کو آپ نے کہا ہے، میں تو جنوں میں سے ہوں۔ ابلیس نے ایسا تو کچھ نہیں کہا۔ ابلیس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ(1)۔

اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور اسے مٹی سے۔

ابلیس کو اپنی فضیلت کا احساس تھا مگر وہ فرشتوں میں سے نہیں تھا، وہ ترقی کر کے فرشتوں کی صف میں داخل ہو چکا تھا۔ قرآن میں یہ نہیں لکھا ہوا کہ وہ نور سے تھا، لیکن بات یہ ہے کہ وہ Energy ہے ناں جس سے وہ بنا ہے۔ اب تو ویسے بھی مادے اور انرجی کی Ratio ختم ہوگئی۔ یہ $E=mc^2$ کر کے یہ سارہ مادہ ہی Energy ہے اور Energy ہی مادہ ہے۔ مادہ ہی سارا انرجی بن رہا ہے۔ مادہ اور انرجی کا جو فرق تھا وہ ختم ہوگیا ہے۔ فرشتے موجود ہیں مگر آپ کو ان کی عبادت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، سجدہ صرف اللہ کو کرنا ہے جس نے سب کو پیدا کیا۔ آپ کو فرشتوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن وجود کا ماننا ضروری ہے۔ ہندو اتنے سارے دیو، دیوتاؤں کو جو مانتے ہیں انہوں نے شاید ایسے ہی کیا ہو

(1) سورۃ الاعراف 7: آیت 12۔

کہ فرشتوں کو خدا بنالیا ہو۔ کہا جاتا ہے کہ تینتیس (33) کروڑ ہندوؤں کے دیوتا ہیں، شاید اس سے بھی زیادہ ہوں۔

اسی طرح قرآن میں لکھا ہے کہ اگر زمین پر فرشتے بستے تو ہم فرشتوں کو ہی پیغمبر بنا کر بھیجتے۔ اس کے علاوہ ایک جگہ لکھا ہے کہ ہم چاہیں تو تم میں سے فرشتے بنا دیں۔ تم میں سے فرشتے بنانے والی بات بھی موجود ہے جیسے جن کو فرشتہ بنا دیا۔ آپ میں سے بھی فرشتے بنا سکتا ہے۔ آپ کھانے پینے اور ضروریات زندگی کی مصروفیات سے مبرا ہو جائیں، اختیار کا جو سسٹم ہے وہ ختم کر دیا جائے، آپ بھی Computerized بن جائیں۔ جو Plan کر کے ڈالا جائے، وہی کریں اور کچھ کر ہی نہ سکیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ادھر سے بھی کچھ فرشتے بن جائیں۔

باباجی رحمۃ اللہ علیہ (قبلہ انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے رسالدار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ میں نے انہیں دو دفعہ دیکھا، کہنے لگے کہ بڑا کام ہے میں جاتا ہوں۔ میں نے کہا: بھائی جان! بات تو سنیں۔ کہنے لگے کہ کام ہے، بہت کام ہے۔ میں نے پوچھا کہ بھائی جان ادھر بھی کام ہے؟ کہنے لگے کہ ہاں ادھر بھی کام ہے۔ اللہ اپنے کام کرنے والے بندوں کو وہاں بھی نہیں بیٹھنے دیتا۔ وہ کام کرتے ہیں۔ ایک دفعہ دیکھا تو پانی میں لباس بھیگا ہوا تھا، کہتے ہیں کہ Ship ڈوب رہا تھا، اللہ میاں نے کہا کہ جا کے اسے سیدھا کرو۔ اللہ میاں خود بھی کر سکتا ہے، فرشتوں سے بھی کروا سکتا ہے مگر ان کو بھیجا کہ تم جا کے اسے سیدھا کرو۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ کہیں خاص ڈیوٹی پر ہیں۔ یہ بھی فرشتوں کا کام ہے۔ ایسے لوگ جو اونچے چلے گئے ہیں، شاید انہیں میں شامل ہوں کہ تم بھی ڈیوٹی کرو۔ تم بھی سرکاری ملازمت میں آجاؤ۔ اب یہ ڈوبتے Ship کو سیدھا کرنا، اللہ کے حکم سے خود ہو سکتا ہے، اس کے

ہر جگہ فرشتے ہیں مگر اللہ میاں نے انہیں بھیجا کہ سیدھا کر کے آؤ۔

کے ایم اعظم نے اپنے مضامین میں ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ چھ عوالم ہیں جن میں سے انسان گزرتا ہے۔ پہلا عالمِ ارواح ہے جہاں آدم علیہ السلام کی پشت سے تمام ارواح نکالیں، ساری ارواح وہاں موجود ہیں۔ جو انسان یہاں دنیا میں آنے تھے،ان کی ارواح وہاں ازل سے ہی پیدا ہو گئیں، وہاں سے سب اپنی اپنی باری پر اس دنیا میں آ رہے ہیں۔دنیا دوسرا عالم ہے۔سب یہاں زندگی گزار کے پھر دوسری طرف چلے جاتے ہیں۔یہ تیسرا عالم برزخ ہے۔سارے کے سارے انسان جو اس دنیا سے ہو گئے سب وہاں جمع ہیں۔آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک مرنے والے سب انسان عالم برزخ میں جمع ہیں۔پہلے روح بغیر جسم کے تھی، اسے اس دنیا میں آنے پر جسم ملا، پھر اس سے جسم لے لیا گیا اور عالم برزخ میں بغیر جسم کے ہے۔پھر حشر ہوگا، سب کو دوبارہ جسم ملیں گے۔یہ چوتھا عالم ہے۔دوبارہ لکھا ہے کہ قبریں پھٹیں گی اور سب ان سے نکل آئیں گے۔یہاں پر حساب کتاب ہو گا۔یہ بھی طویل پیریڈ ہے۔ہمارے دن کی طرح یہ نہیں ہے۔یہ جتنا بھی لمبا ہوگا یہاں سے سب جنت اور دوزخ میں جو بھی انجام بنے گا اس کی طرف سب چلے جائیں گے۔جنت اور دوزخ کو ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے پانچواں عالم کہا ہے۔اس کے بعد بھی ایک عالم کا ذکر کیا ہے۔

بابا جی رحمۃ اللہ علیہ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی قرآن پاک کی سورۃ فرقان کے آخری رکوع کے حوالے سے لکھا ہے کہ دوزخ بری جگہ ہے، خواہ اس میں ٹھہرنا عارضی ہو یا مستقل۔جنت اچھی جگہ ہے خواہ اس میں ٹھہرنا عارضی ہو یا مستقل۔بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں لکھا ہے کہ جنت میں ٹھہرنا عارضی کا کیا

مطلب ہے؟ دوزخ میں ٹھہرنے کی بات تو سمجھ آتی ہے کہ عارضی ہوئی کہ بخشش ہوگئی تو وہاں سے جنت میں داخل ہو گئے، مگر جنت کا کیوں عارضی لکھا ہے؟ جنت سے واپس تو آنے سے رہے کہ واپس دوزخ میں آجائیں گے۔ فرمایا کہ وہ اوپر والے مقامات میں چلے جائیں گے۔ ملکوت، جبروت، اور لاہوت تک ہی جنتیں ہیں۔ ان سے آگے ھو اور عدم ہیں وہاں جنتوں کی روحیں ہیں آپ کہہ سکتے ہیں، وہ جنتیں نہیں ہیں۔ وہاں شہداء اور انبیاء رہتے ہیں۔ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وہاں زمرد اور کستوری کے ٹیلے ہیں جہاں پر وہ رہیں گے، وہاں مٹی بھی نہیں ہے۔ وہاں لوگ اللہ کو دیکھ کے خوش ہوتے ہوں گے اور اللہ ان کو دیکھ کر خوش ہو گا۔

نعمتِ دیدار کا بھی آتا ہے کہ جب اللہ میاں جنتیوں سے پوچھے گا کہ بتاؤ جنت میں خوش ہو؟ وہ کہیں گے کہ تیرے کرم سے ہمیں ایسی نعمتیں ملیں جو ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ اللہ میاں کہے گا کہ اس سے بھی بڑی نعمت دوں؟ یا اللہ! اس سے بڑی۔ تو کہا کہ میرا دیدار ہے۔ ان کو پھر اللہ میاں اپنا دیدار کرائے گا اور سب مدہوش ہو جائیں گے۔ کئی سو سال وہ ایسے ہی پڑے رہیں گے۔ ان کو کھانے پینے اور کسی چیز کا ہوش نہیں رہے گا۔ وہ آہستہ آہستہ عادی ہو جائیں گے، پھر صبح شام اس کا دیدار کریں گے۔ کھانا پینا بھی شروع کر دیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ کھانے پینے اور باقی نعمتوں والی بات وہاں نہ ہو۔ ہوسکتا ہے کہ اوپر آنے والا وہ اسی میں رہے۔ وہ صرف اللہ کو دیکھتے رہیں، وہ اس میں مگن رہیں۔ اس کے دیدار میں ہی سب کچھ ہو گا۔

(موضوع جاری تھا کہ راولپنڈی سے ہمارے بھائی جناب غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی اطلاع کا فون آیا، ان کے لئے قبلہ بابا جان رحمۃ اللہ علیہ نے تعریفی اور دعائیہ الفاظ کہے۔)

محفل 32

بابا جی قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت کے مطابق، قرآن وحدیث کے مطابق بہترین اصولوں پر سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد رکھی۔ جو لوگ دین کے لئے محنت کر رہے ہیں، جو یہ سمجھتے ہیں کہ اس کو کیسے ہونا چاہیے، وہ قبلہ انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم کو بہت زیادہ Appreciate کرتے ہیں۔ اسے پڑھتے ہیں کہ یہ تصوف ہے۔ اب تو ہر چیز ہی بدل گئی ہے، وہ نہیں رہی۔ علامہ جس کا کہتا ہے کہ

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

نماز، روزہ، اور حج وغیرہ اعمال تو سارے وہی ہیں، انداز بھی وہی ہیں، الفاظ بھی وہی ہیں، جو صحابہ کبار پڑھتے تھے۔ کوئی زیادہ نہیں، یہی تھے لیکن جو بندے ہیں یہ وہ نہیں رہے۔ تم نہیں رہے۔ یہ سب کچھ ہے، ہم نہیں رہے۔ وہ جذبہ، وہ محبت، وہ صداقت، عشق اور رسول اللہ ﷺ کے پیار کی بات وہ نہیں رہی۔ چھوٹے چھوٹے کاموں میں پھنس کے ہم الجھ جاتے ہیں، دین کو چھوڑ دیتے ہیں اور اللہ کو بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ سارا کچھ بدل گیا۔ یہ مذہب، تمدن، شریعت۔ اسی پر علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

تمدن، تصوف، شریعت، کلام
بتانِ عجم کے پجاری تمام

عجم میں جو رنگ ڈھنگ تھا، اسی کے غلام بن گئے ہیں ۔ ہماری شریعت بھی، ہمارا رہنا سہنا، جو کچھ ہے۔ جیسے وہ رہتے تھے ویسے سب کچھ Change ہو گیا ہے۔ بجائے خود بدلنے کے کہ ہم اسلام کی طرف جاتے، ہم نے اسلام کو اُس کے مطابق کرلیا ہے۔ خالص جو عربی عنصر تھا، حضور ﷺ لے کے چلے یا صحابہ لے کے چلے اس پر سارا عجمی رنگ چڑھ گیا ہے۔

بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جیسے جیسے فتوحات ہوتی گئیں، آگے آگے بڑھتے گئے، تو وہاں ان کے تصوف کے اپنے اپنے Ideas تھے، وہ بھی ساتھ آ گئے۔ یہ سارے کشف و کرامات، ساری یوگا کی مشقیں، سب کو تصوف کا حصہ بنا دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جو سکھایا وہ یہ نہیں ہے۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ان ساری چیزوں کا تصوف محمدی ﷺ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ حضور ﷺ کا تصوف یہی ہے کہ جو بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرآن پاک میں جو ذکر کا طریقہ بتایا گیا ہے وہ کرنا ہے، الله الله کرنا ہے۔ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، اُٹھتے بیٹھتے کرو، چلتے پھرتے کرو۔ قرآن میں ایک آدھ نہیں، بیسیوں جگہ یہ فرمایا ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔

اے اہلِ ایمان! کثرت سے اللہ کا ذکر کرو۔

بہت زیادہ کرو۔ سورۃ جمعہ میں بھی فرمایا ہے کہ جب نماز پڑھ چکو تو زمین میں پھیل جاؤ اور کثرت سے اللہ کو یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (1)۔

مسجد کو چھوڑ دو، چلے جاؤ، اللہ کا فضل تلاش کرو، اس میں بھی کثرت سے اللہ

---

(1) سورۃ جمعہ 62: آیت 10۔

کا ذکر کرو۔فرمایا کہ جنگ میں بھی اگر کسی دشمن سے آمنا سامنا ہو جائے تو بھی

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا۔

اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔تمہاری کامیابی کا انحصار اس اللہ کی یاد پر ہی ہے۔اللہ کی نصرت،تائید وہ بھی اسی اللہ کے ذکر سے آئے گی۔

فَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْ[1]۔

مجھے یاد کرو گے تو میں بھی تمہیں یاد کروں گا۔

حدیث میں آیا ہے کہ ایک دفعہ یاد کرو تو اللہ دس دفعہ یاد کرتا ہے۔اس کے فرشتے تمہاری نصرت کو اتر آتے ہیں۔علامہ یہ کہتا ہے کہ فرشتے اتر سکتے ہیں:

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

سارے فرشتے حاضر ہیں،کوئی ریٹائر نہیں ہوا،سب On duty ہیں۔
اللہ بھی بیٹھا ہوا ہے لیکن تم اس طرح میدان میں آؤ جس طرح اصحاب بدر آئے تھے۔جس طرح رسول اللہ ﷺ اپنے تین سو تیرہ (313) ہی میدان میں لے کر آ گئے تھے کہ یا اللہ! یہی کچھ ہے میرا سرمایہ جو میں لے آیا ہوں،آج اگر آپ ان کی مدد نہیں فرمائیں گے تو۔۔۔

یہ شہادت نہیں کہ مر جانا ہی شہادت ہے۔یہ شہادت نہیں ہے۔آپ نے اپنی زندگی سے اللہ تعالیٰ کے دین کی،اللہ کی سچائی کی شہادت دنیا کو دینی ہے کہ یہ دین سچا ہے،یہ عقیدہ سچا ہے،یہ اللہ کا فرمان سچا ہے،یہ اللہ کا قرآن سچا ہے۔اس کی شہادت آپ نے اپنی زندگی سے دینی ہے۔یہ شہادت ہے۔مر جانے والی شہادت نہیں تھی

(1) سورۃ بقرۃ 2: آیت 152۔

ورنہ تو حضور ﷺ فرماتے کہ ان سب کو شہادت دے دے۔ یہ تین سو تیرہ کے تین سو تیرہ ہی آج تیرے پاس پہنچ جائیں۔ میدان بھی بنا ہوا تھا۔ وہ ہزار یا دو ہزار جتنے مرضی تھے، تین چار گنا زیادہ تھے۔ مرنا تو بڑا آسان تھا لیکن وہ انہوں نے شہادت نہیں کہی بلکہ یہ شہادت فرمایا:

لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (1)۔

رسول اللہ ﷺ تم پر گواہی دیں گے، شہید ہوں گے تم پر کہ اے اللہ! میں نے تیرا پیغام جیسا تو نے دیا وہ پہنچا دیا ہے۔ وہ اس پر گواہی دیں گے اور تم ساری دنیا پر گواہی دو گے کہ اے اللہ! جیسے تیرے رسول ﷺ نے ہمیں پیغام دیا، ہم نے پوری دنیا تک پہنچا دیا۔ جہاں ہم پہنچے، جس وقت بھی، جس دور میں بھی ہم ہوئے، ہم نے آگے یہ پیغام دیا۔ اس دور کے مسلمان اس دور کی دوسری اقوام کے بارے میں گواہی دیں گے۔ بعد میں آنے والے ان پر گواہی دیں گے کہ اللہ! ہم نے تیرے دین پر خود بھی عمل کیا، زبانی طور پر بھی بتا دیا، عملی طور پر بھی بتایا کہ یہ اللہ کا دین ہے۔ اس کو شہادت فرمایا۔ یہ شہادت ہے کہ تم اس اللہ کے دین کی سچائی پہ گواہی دو، اس پہ چلو۔

فرمایا کہ اب بھی فرشتے حاضر ہیں، تم بھی اگر فضائے بدر پیدا کرو، تم بھی اگر اس طرح کھڑے ہو جاؤ۔ امریکہ ہو، روس ہو، جو بھی ہو۔ روس نے حملہ کیا تو اللہ نے اتارے نہیں فرشتے؟ پوچھو افغانوں سے کہ کیسے اللہ کی نصرت کے نظارے ہوئے۔ کیسے وہ مجاہد جن کی لاشیں مہینوں بعد ملیں تو ان سے تازہ خون بہہ رہا ہے۔ لوگوں نے ایسے واقعات دیکھے۔ افغانستان کے ہر مورچے میں، ہر گھر میں مجاہد ضیاء الحق

(1) سورۃ حج 22: آیت 78۔

کی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔وہ اس دور میں کھڑا ہوگیا۔وہ امریکہ کی Aid کے بغیر ہی کھڑا ہوا تھا کہ اس نے امریکی صدر سے کہا کہ ہمیں یہ مونگ پھلی نہیں چاہیے۔اس صدر کے مونگ پھلی کے فارم تھے، یہ اس پر براہِ راست طنز بھی تھا۔وہ کھڑا ہوگیا اور کہا کہ ہم نے لڑنا ہوا تو ہم تمہاری مدد کے بغیر بھی لڑیں گے۔وہ کھڑا ہو گیا، سب لیڈر آئے کہ روس یہ کر دے گا، روس کھا جائے گا، اس نے کہا کہ پرواہ نہیں، کھڑے ہوگئے تو بس کھڑے ہوگئے۔وہ کھڑا ہوگیا تو اللہ میاں نے نصرت دی۔وہ جو اس دور میں Big power تھی، وہ پاؤں میں گرگئی۔ان کی تاریخ پڑھیں کہ افغانستان میں کیسے کیسے واقعات پیش آئے۔یہ پٹھان جنہیں اَن پڑھ قوم کہتے ہیں، وہ اللہ کا نام لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور جنرل عبدالرحمان اور یہ سارے ان کے ساتھ ہو گئے۔روس کا پہلی مسلمان قوم سے واسطہ پڑا تھا تو وہ ڈھیر ہوگیا۔ساری سلطنت اس کی کریش ہو کے رہ گئی۔

علامہ کہتا ہے کہ اب بھی ہوسکتی ہے، تم کھڑے تو ہو۔فضائے بدر پیدا کرو کہ اللہ! ہم میدان میں آگئے، آپ ہماری پشت پہ ہاتھ رکھیں۔یہ نہیں کہ ادھر بیٹھ کے دعا کریں کہ اللہ ان کو تباہ کر دے۔یہ ایسے نہیں تباہ ہوں گے۔آپ خطبوں میں یہ پڑھیں کہ اللہ! یہود کو تباہ کر دے، اے اللہ! ہنود کو تباہ کر دے۔ایسی دعا تو رسول اللہ ﷺ بھی کر سکتے تھے: کفارِ مکہ کو تباہ کر دے۔تباہ نہیں، ان کو Convert کیا۔ان کو Change کیا۔ان کو مسلمان کیا، وہ اللہ کے دین میں داخل ہو گئے۔رسول اللہ ﷺ نے اپنا ٹائم لگایا۔Gradually سب کچھ بنایا، طاقت بنائی۔ٹکر اس وقت لی جب وہ سرنڈر ہو گئے۔اُنہوں نے اتنی طاقت کبھی دیکھی نہیں تھی۔جب مکہ پہ حملہ ہوا تو لڑنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔یہ شہادت تھی۔یہ شہادت ہے جو مقصود و

مطلوب ہے۔نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی۔مال غنیمت چاہیے؟

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں تیرا نام رہے

تیرے نام کے اٹھانے والے ہم ہیں۔حامل قرآن ہم ہیں،ہم تیرا دین دنیا میں پہنچائیں گے۔

کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے

ہم ہوں گے پلانے والےتو تب ہی ہوگا ناں! یہاں توحید کی مے پلانے والے ہوں گےتو جام آگے چلے گا۔

بات جاری تھی کہ ایک بھائی نے سوال کیا کہ بابا جی!اس میں دور کا بھی کوئی عمل ہوتا ہے؟ہم کہتے ہیں کہ یہ دور ایسا ہے،مادی دور ہے۔اس کے جواب میں فرمایا:

یہ دور کی کوئی بات نہیں۔ہم جو یہ علامہ کا درسِ خودی پڑھتے ہیں کہ

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے

اس دور کوتو ابراہیم علیہ السلام چاہیے کہ جو اس وقت خدا کے راستے میں بت کھڑے کیے ہوئے ہیں۔جن کی وجہ سے ہم خدا کو چھوڑ کے بُتوں کے پاؤں میں پڑے ہوئے ہیں، یہ دولت، یہ Status اور یہ سب کچھ جس کے پیچھے ہم پڑے ہوئے ہیں،اس کی پوجا ہو رہی ہے۔فرمایا کہ یہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے۔ساری دنیا جو اللہ کو چھوڑ کے ان بتوں کے پیچھے پڑی ہے،کوئی ایک بندہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح کھڑا ہو جائے،وہ کہے کہ تو ہی ہے۔میں نے اپنا منہ ہر طرف سے موڑ کر صرف تیری طرف کرلیا ہے۔اب اِدھر اُدھر نہیں دیکھوں گا،صرف اللہ کی طرف اپنا رُخ کرلیا ہے۔وہ کرو۔ٹائم کی کیا بات ہے؟

بُتان وہم وگماں لا اِلٰـــہَ اِلَّا الـلّٰـــہ

یہ سب وہم و گماں کے بنائے ہوئے بُت ہیں، ان کو توڑو سب کو۔

علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ

موجودہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے

اس وقت جو سب سے بڑا بُت ہے، جس کی پُو جا ہو رہی ہے، وہ وطن ہے۔ وطن پرستی ہے، Nationalism ہے۔ ہم یہ قوم ہیں، وہ وہ قوم ہیں۔ افغانستان دوسری قوم ہے، پاکستان علیحدہ قوم ہے، ایران علیحدہ قوم ہے، ترکی علیحدہ قوم ہے۔ اس کی پوجا ہو رہی ہے۔ اپنے وطن کی خاطر ہم ترکی کو ماردیں گے۔ ہم کہتے ہیں کہ پٹھان آ گئے ہیں، کہیں یہ ہمارا کاروبار نہ لپیٹ دیں۔ افغانی واپس چلے جائیں، ہماری روٹی کھا جائیں گے۔ رزق خدا کا ہے۔ ایک طرف ہمارا یقین ہے کہ ذرّے ذرّے پہ نام لکھا ہے جو کھائے گا۔ مسلمان بھائی ہیں۔ بھائی جو ہے وہ ہماری گلی میں مزدوری نہیں کر سکتا۔ بھائی اپنے گھر رہے، بھوکا مرے، ہمارے ادھر نہ آئے۔ سعودیہ کے پاس تھوڑے سے پیسے زیادہ آ جائیں تو وہ کہتے ہیں کہ پاکستانیوں کو نکالو باہر۔ یہ ادھر نہ رہیں۔ باہر نکال دو۔ مطلب ہے کہ ہم نے وہ تقسیم کر رکھا ہے۔ برادری سب پیچھے رہ گئی، قومیت آگے آ گئی۔ یہ انگریزوں کی چال تھی، انہوں نے قومیت کا بُت کھڑا کیا کہ ہر قوم علیحدہ علیحدہ ہے۔ تم علیحدہ علیحدہ قوم ہو۔ علیحدہ علیحدہ قوم ہو گئے۔ پاسپورٹ اور ویزے کے بغیر داخل نہیں ہو سکتے۔ کتے جا سکتے ہیں، کوے جا سکتے ہیں، دوسرے جانور جا سکتے ہیں، بندہ نہیں جا سکتا، یہ بارڈر کراس نہیں کر سکتا۔

موجودہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

جس نے اس کو Decorate کرنا ہے وہ پہلے مذہب کو دفن کرے، اس کا

کفن اُتار کے اسے Decorate کرے۔ وطنیت تب بنتی ہے جب مذہب کا جنازہ نکال دیا جائے۔

زمانے کی بات نہیں ہے۔ علامہ کے واقعات میں بھی آتا ہے۔ ایک حدیث بھی انہوں نے بیان کی ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ نے کہا کہ زمانے کو گالی مت دو۔ میں ہی زمانہ ہوں۔ یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسی بات ہے؟ میں ہی زمانہ ہوں کا کیا مطلب ہے؟ یہ نہیں کہ ہم برے، فلاں برا بلکہ یہ کہ زمانہ برا۔ زمانہ جدید وقدیم ایک ہی بات ہے، وہی انسان ہے، وہی قرآن کا حکم ہے، وہی شیطان ہے، وہی اس کی فطرت ہے جو آدم علیہ السلام کے بیٹے کے دور میں تھی تو اب کے ماڈرن انسان کی بھی وہی ہے۔ اُس نے بھی بھائی کو قتل کر دیا تھا۔ کوئی Weapon نہیں تھا، کوئی بندوق نہیں تھی، اس نے جب مارنا چاہا تو اُسے مار دیا۔ گلہ گھونٹا، پتھر مارا، یا جو کیا، بس مار دیا۔ آج بھی ویسا ہے۔

ہم برے، انسان بُرا، زمانہ بُرا۔ زمانے کو برا مت کہیں۔ زمانہ ایسا ہی ہے۔ ہر دور میں اچھے برے انسان ہوتے ہیں۔ جب کسی زمانے میں زیادہ لوگ اچھے ہو جاتے ہیں تو برے اس وقت بھی ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہ اس وقت برائیاں نہیں ہوتیں، چوریاں نہیں ہوتیں، سب ہوتا ہے لیکن زیادہ لوگوں کی وجہ سے فیصلہ ہوتا ہے کہ یہ قوم نیک ہے۔ یہ خدا کے برگزیدہ لوگ ہیں۔ کوئی ایک فلاسفر تھا، وہ اس پہ تحقیق کر رہا تھا، Time and space پہ بات کر رہا تھا کہ یہ دوسری چیز ہے۔ علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو یہ حدیث سنائی۔ وہ ٹانگوں سے معذور تھا، Wheel chair پر ہی ہوتا تھا۔ علامہ نے اس کو یہ حدیث سنائی کہ یہ حدیث ہے کہ خدا نے کہا ہے کہ میں ہی زمانہ ہوں۔ اسے بہت خوشی ہوئی۔ وہ اُچھلا اور کھڑا ہو گیا۔ وہ کبھی کھڑا نہیں ہوا تھا، کھڑا ہو

کے اس نے اپنے سامنے ٹیبل پہ مُکا مارا کہ میرے جو خیالات ہیں ان کی تائید ایک پیغمبر نے کر دی ہے۔ میری جو سوچ تھی وہ صحیح ثابت ہو رہی ہے کہ Time ایک دوسری حقیقت ہے۔ خدا ہے، اس نے کہا ہے کہ اس کو گالی مت دو۔ اس کو نہیں کہ ہم برے، ٹائم خراب ہو گیا ہے، اس میں وقت کی کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

قوموں کے ساتھ ہوتا ہے کہ With the passage of time آہستہ آہستہ وہ Slide کرتے رہتے ہیں۔ خدا انہیں اٹھاتا ہے، وہ پھر نیچے آ جاتے ہیں، دو چار سال بعد پھر وہ۔۔خود بدلتے نہیں، قرآن کو بدل دیتے ہیں۔ اس کو کھینچ کھینچ کر اپنے معیار پہ لے آتے ہیں، وہ خود اس کی جگہ پہ نہیں آتے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تصوف کو اس معیار پر رکھا۔ اس کو وہی انداز دیا۔ ہماری تعلیم کو جو تعلیم یافتہ لوگ پڑھ رہے ہیں، وہ اس کی بڑی Appreciation کر رہے ہیں۔ وہ اقرار کرتے ہیں کہ تصوف کو اس معیار پر اور اس رنگ میں آج تک کسی نے پیش نہیں کیا۔ اس تعلق کے ساتھ، تصوف کو توحید کے اس معیار کے ساتھ کسی نے پیش نہیں کیا۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ پرانے تصوف کے لٹریچر کو پسند نہیں کرتے تھے۔ کبھی کسی کو نہیں کہا کہ تذکرۃ الاولیاء پڑھو، فلاں کتاب پڑھو۔ ان میں دنیا کو چھوڑنے اور بھاگنے کی ساری باتیں لکھی ہوتی ہیں۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ اس کو پسند نہیں کرتے تھے۔ قرآن وسنت کی بات کرو، اس کے مطابق چلو۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ خود کہتے تھے کہ Follow کسی کو مت کرو، مجھے بھی Follow مت کرو۔ اگر Follow کرنا ہے تو صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو Follow کرو کہ جہاں خطا نہیں ہے۔ مجھ میں بھی سو قسم کی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ سب بزرگوں کی عزت کرو، خدمت کرو، ان کی دعائیں ضرور لو، مگر ان کو معیار نہ بناؤ کہ ہمارے باباجی ایسا کرتے تھے، ہم ایسا کریں گے۔

Follow کرنے کیلئے وہاں مدینہ کی سرکار نبی کریم ﷺ ہیں، ان کو Follow کرو وہاں کوئی خطا نہیں ہے، جہاں کوئی غلطی نہیں ہے۔ ان کا تو اللہ نے بھی کہا:

وَ اِءنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیم(1)۔

اور بے شک آپ ﷺ خلق عظیم پر فائز ہیں۔

اس کا اتباع کرو۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یاد رکھو کہ کوئی بات کسی بزرگ میں ہے مگر وہ بات رسول اللہ ﷺ میں نہیں ہے تو سمجھ لو کہ اس میں غلطی ہے، یہ جب ٹھیک ہو گا تو اس رنگ پہ آ جائے گا۔ ایک بات رسول اللہ ﷺ میں ہے اور کسی بزرگ میں نہیں ہے تو یہ اس کی غلطی ہے۔ یہ بزرگ جب صحیح ہو گا تو اس رنگ پہ آ جائے گا جو رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ کسی کو Follow مت کرو۔ Follow صرف رسول اللہ ﷺ کو کریں۔ بزرگوں کی عزت کریں، احترام کریں، ان کی دعائیں لیں، کوئی جو مجذوب ہے یا جو مرضی ہے، لیکن Follow صرف اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو کریں۔ اسی طرح باقی باتوں کے بارے میں بھی کہتے تھے کہ رسالوں میں باتیں آپ جو مرضی لکھیں مگر نہ تو کسی شخصیت کو زیر موضوع بنائیں، نہ کسی کی شخصیت پہ تنقید کریں، نہ کسی فرقہ کو فرقہ پوائنٹ کر کے تنقید کریں کہ یہ فرقہ برا ہے، وہ ایسا ہے، ویسا ہے، کبھی مت لکھیں۔ اپنا نقطۂ نظر قرآن و سنت کی روشنی میں ثابت کرنے کی کوشش کریں۔ قرآن میں یہ لکھا ہے، رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے، یہ ہمارے باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ اس کے مطابق کریں۔ کسی کو ٹارگٹ نہ کریں۔

ایک دفعہ ایک پروفیسر صاحب تھے، ساتھ ان کے ہمارے ایک عزیز تھے،

---

(1) سورۃ القلم 68: آیت 4۔

وہ آئے۔انہیں تعلیم کا بتایا کہ ہمارے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تعلیم ہے۔انہوں نے کہا کہ آپ لوگوں کو یہ پکڑتے نہیں ہیں؟ آپ جو ایسی باتیں کرتے ہیں۔بریلوی یا وہابی یہ لوگ آپ کو پکڑتے نہیں؟ آپ جو ایسی باتیں کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایسی باتیں کرتے ہیں تو یہ ہمارے ساتھ لڑ پڑتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہمارے گُرو نے ہمیں یہ بتا دیا ہے،لڑنے والی بات ہمیں نہیں سکھائی۔انہوں نے ہمیں بتا رکھا ہے کہ کسی کا نام لے کے یہ نہیں کہنا کہ فلاں فرقہ یا فلاں بات یہ غلط ہے۔ یہ نہیں کہنا۔ موضوع کو زیرِ بحث کریں۔اس موضوع کو اور اپنے نظریے یا عقیدے کو قرآن وسنت سے ثابت کریں کہ یہ ایسے ہے۔کسی پہ تنقید نہیں کرنی۔ میں نے کہا کہ ہمیں اس لئے کوئی ایسی ویسی بات نہیں کہتا۔

کوئی کہتا ہے کہ آپ کی داڑھی نہیں ہے، یہ نہیں ہے، وہ نہیں ہے۔ہم بتاتے ہیں کہ جی یہ ہماری مجبوری ہے، ہمارے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ سلسلہ میں نے بنایا ہی داڑھی مونڈوں کیلئے ہے، اس کی بنیاد ہی ایسے رکھی ہیں کہ یہ ان لوگوں کے لئے بنایا ہے۔ان کو نہ مولوی قریب آنے دیتا ہے نہ کوئی پیر نزدیک آنے دیتا ہے کہ تمہاری شکل ہی مسلمانوں والی نہیں ہے۔ جب مسجد میں جائیں تو اگلی صف میں نمازیں نہیں پڑھنے دیتے، پیچھے جاؤ، پچھلی صف والے اور پیچھے دھکیل دیتے ہیں۔ ایک تو یہ ہے۔پھر میں نے دوسری طرح ان سے سوال کیا کہ یہ لڑکے بازاروں میں جا کر بیٹھے ہوتے ہیں، سارا دن بیٹھے رہتے ہیں، سیٹیاں مارتے ہیں لڑکیوں کو چھیڑتے ہیں، اگر ان کو ہم اللہ کے ذکر پر لگا دیں یا نماز پر لگا دیں تو پھر آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں؟ کہنے لگے کہ جی یہ تو بڑا اچھا کام ہے۔میں نے کہا کہ یہی تو ہم کر رہے ہیں۔ ہم نے نوجوانوں کو ساتھ بٹھایا ہے اور ذکر کر رہے ہیں تو یہی ہے جو ہم کر رہے ہیں اور

کیا ہے؟ بجائے اس کے کہ ہم ان کو پہلے داڑھی رکھوائیں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم نے انہیں بازار سے یہاں بٹھا دیا ہے۔ اب یہ خود بھی ذکر کر رہے ہیں، دوسروں کو بھی کرا رہے ہیں، یہ اچھا کام ہے؟ خوشی سے کہتے ہیں کہ بڑا اچھا کام ہے۔ ہم ان نوجوانوں سے اللہ کے ذکر کی بات کرتے ہیں، پیار محبت کی تعلیم دیتے ہیں۔ بڑا آسان سا کام ہے اور پیار سے ہی تعلیم دیتے ہیں۔ اللہ کی رحمت سے وہ اللہ کی محبت کا بیج ان کے اندر سے جاگ اٹھتا ہے۔ وہ روز ازل سے جو پیار محبت کا پیغام اندر رکھا گیا ہے وہ اس لئے کیا تھا کہ قیامت کے دن کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ مجھے پتا نہیں تھا کہ میرا ربّ اللہ ہے۔ یا یہ کہے کہ جی میرے باپ دادا مشرک تھے، میں تو ان کی اولاد میں سے تھا۔ میرا کیا قصور ہے؟ وہاں تو یہی کہا جائے گا کہ تمہارا قصور ہے۔ میں نے ماں باپ کے پیچھے چلنے کو نہیں کہا تھا، اپنے رسول ﷺ کے پیچھے چلنے کو کہا تھا۔

ایک بھائی نے سوال کیا کہ باباجی! کسی کو روزِ الست والی بات کیا یاد ہے کہ ہم نے یہ کہا تھا؟ اس کے جواب میں فرمایا:

وہ بات اندر تو ہے۔ ایک مرتبہ ایک مضمون آیا تھا، جسے مجلّہ میں بھی ہم نے لکھا تھا۔ یہ نوائے وقت کے Weekly میگزین میں آیا تھا۔ 'انسانی ذہن میں خدا کا پیغام یا وجود: سائنسدانوں کی دریافت'۔ اس مضمون میں تھا کہ انسان کے ذہن میں ایک پورشن ایسا Detect ہوا ہے کہ اگر باہر اللہ کا ذکر ہو یا قرآن پڑھا جائے تو وہ پورشن Activate ہو جاتا ہے۔ دماغ کے اس سیکشن میں Activation شروع ہو جاتی ہے۔ اللہ کوئی کام فضول تو نہیں کرتا کہ اس کا اثر نہ ہو۔ جب یہ عہد الست لیا ہے تو اس کا اثر کہیں موجود ہے۔ سورۃ الحدید میں بھی آتا ہے کہ

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا

بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِيْنَ[1]۔

تمہیں کیا ہو گیا کہ تم ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور رسول تمہیں تمہارے ربّ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے اور تم عہد دے چکے ہو اگر تم ایمان لانے والے ہو۔

یہاں پر واضح کیا گیا ہے کہ وہ تمہیں دعوت دیتا ہے ایمان لانے کی تمہارے ربّ پر، اس ربّ پر جو تمہارا ربّ ہے، اپنے ربّ کی طرف نہیں بلا رہا۔ یہ کہ تم اپنے ربّ پر ایمان لاؤ اگر تم یقین کرو تو تم سے وہ عہد بھی لے چکا ہے۔ اس کو ربّ ماننا ہی اسلام میں داخل ہو جانا ہے کہ تو میرا ربّ ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ[2]۔

بے شک وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا ربّ ہے اور پھر اس پر قائم ہو گئے، ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہ خوفزدہ ہو اور نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت پر جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

جنت کے بارے میں بھی کافی کچھ فرمایا۔ یہ بھی فرمایا کہ جو دل چاہے گا، وہ ملے گا۔ یہاں دنیا میں جو کچھ آپ کے پاس مرضی ہو، جو پیسہ، مال و دولت ہو، یہاں وہ سب کچھ نہیں مل سکتا جس پر دل چاہے مگر وہاں وہ سب کچھ ملے گا۔ جو چاہو گے

---

(1) سورۃ الحدید 57: آیت 8۔
(2) سورۃ حٰم السجدہ 41: آیت 30۔

وہاں ملے گا۔

قیامت کے دن جب یہ مادے کا پردہ اتر جائے گا تو عہد الست یاد آ جائے گا۔ اسی لئے اللہ نے کہا کہ قیامت کے دن کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ مجھے پتا نہیں تھا۔ وہاں یاد آ جائے گا، معلوم ہو جائے گا کہ یہ میری غلطی تھی کہ میں نے نہیں مانا۔ اس وقت یاد آ جائے گا تو یہ یاد دہانی کے لئے ہے۔ اندر وہ اب بھی ہے۔ رب والی بات اب بھی ہے۔ انسان اب بھی اسے تلاش کرتا ہے مگر غلط جگہ جا کر پیشانی ٹیک دیتا ہے۔ رب کی جستجو اس کو ہے، وہ کبھی کسی پتھر کو معبود مان لیتا ہے، کبھی سانپ کو مان لیتا ہے، کبھی بندے کے سامنے سربسجود ہوتا ہے۔ جستجو اس کے اندر اب بھی ہے کہ میرا ربّ ہے کوئی، میں بندہ ہوں، مجھے بنایا گیا ہے۔ غلط جگہ بھی وہ اس کی تلاش میں جا پہنچتا ہے، اس کو سمجھ لیتا ہے کہ یہ میرا ربّ ہے۔ جبکہ وہ نہیں ہے، صرف اللہ کو ماننا ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (1)۔

اللہ کی بہت بڑی نشانیاں ہیں رات اور دن، اور سورج اور چاند، بہت بڑی نشانیاں ہیں اللہ کی لیکن سجدہ ان کو نہیں کرنا۔ یہ چاند سورج بے شک نشانیاں ہیں لیکن سجدہ ان کو نہیں کرنا۔ اس کو سجدہ کرنا ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ جہاں بھی دیکھو، اس جہان کا بھی کوئی پیدا کرنے والا ہے۔ خدا وہ ٹھہرا یا یہ جہان ٹھہرا؟ وہ ہے جس نے اسے پیدا کیا۔ اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ اے اللہ! تمہاری ہی بندگی کرتے ہیں تو پھر سجدہ ان کو نہیں کرنا۔

---

(1) سورۃ حٰم السجدہ 41: آیت 37۔

ایک بزرگ بھائی کہنے لگے کہ آج کل ٹی وی میں بھی بڑے پروگرام آتے ہیں کہ آپ کا Stone کون سا ہے؟ آپ کا کون سا پتھر ہے؟ وغیرہ۔اس بات پر فرمایا:

جی ہاں۔ہمارا تو کوئی پتھر نہیں ہے۔ہم پتھروں کو تو پوجنے والے نہیں ہیں۔ ہمارا تو اس اللہ پر ایمان ہے۔ہم اس کو مانتے ہیں، وہ جب چاہے گا تو کچھ ہوگا۔ Stone اگر پہنا ہوا ہے تو پھر کیا ہوگا؟ کہتے ہیں کہ اس سے رنگ بدل جاتا ہے۔ رنگ بدلنے سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا؟ کہتے ہیں کہ غیبی مدد آتی ہے۔بات یہ ہے کہ

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ

اللہ پر ایمان اور ملائکہ پر ایمان۔ملائکہ کا ماننا ایمان کا جزو ہے، وہ خدا نہیں ہیں، ان کی پوجا نہیں کرنی۔ان کی رضامندی کیلئے قربانی نہیں دینی، ان کے نوافل نہیں پڑھنے۔ان کے وجود کا اقرار کرنا ہے کہ ملائکہ ایک مخلوق ہے۔وہ ایک مخلوق ہے بس جس کو انہوں نے اس کے دیوتے اور دیویاں بنالی ہیں۔ملائکہ کے وجود کا اقرار کرالیا ہے کہ درمیان میں وہ ایک وجود ہے۔باباجی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے تھے کہ فرشتے Agency of God ہیں۔ایک میڈیا ہے۔سارے اس کے Through کام ہوتے ہیں۔جو حکم اللہ کرتا ہے وہ یہ کرتے ہیں۔تمہیں ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔وہ اللہ کے پابند ہیں، وہ ادھر اُدھر بالکل Deviate نہیں کرتے۔جو خدا نے حکم دیا ہے، وہی کریں گے لیکن ایک میڈیا ہے اس کا یقین کرنا لازمی ہے۔ان پر ایمان لانا کہ ملائکہ ایک مخلوق ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتنی سی بھی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ نہ ہو، ان کی اتنی تعداد ہے، یہ In between powers ہیں، Created ہیں، اس کے حکم کے مطابق ساری

تخلیق کرتی ہیں۔ اعمال جو اترتے ہیں:

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ[1]۔

اس کے سرانجام دینے کو اپنے ربّ کے حکم سے فرشتے اور روح اترتے ہیں۔

جب بھی کوئی حکم ہوتا ہے تو فرشتے اس کی ساری سکیموں کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ادھر فیکٹری بن رہی ہے۔ سارا سامان بھی لے آتے ہیں۔ ساتھ کاریگر بھی آجاتے ہیں کہ یہ China سے آئے ہیں۔ وہ آگئے ہیں تو وہ بنائیں گے۔ جب اللہ کا حکم ہوتا ہے تو یہ اندر انسان کی صورت کیسے بنتی ہے؟ یہ سارا سسٹم ترتیب پا رہا ہوتا ہے۔ یہ سارا Layout ماں کے پیٹ میں کون کر رہا ہوتا ہے؟ علیحدہ علیحدہ گوشت ہے، دل کی بوٹی اور طرح کی ہے، جگر کی اور طرح کی ہے۔ یہ سب علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی جگہ پہ Layout کون کرتا ہے؟ ماں کو پتا ہے یا باپ کو پتا ہے؟ یہ خدا کا نظام ہے، اس کو Compute کیا ہوتا ہے۔ فرشتے سارا Layout کرتے ہیں، اس کو وہ بناتے ہیں۔ مطلب یہ کہ یہ ملائکہ کا In between ایک وجود ہے۔ وہ آپ کو ماننا ہے کہ ہے لیکن ان کی عبادت نہیں کرنی، عبادت اللہ کی ہے۔ ملائکہ آپ کی مرضی اور آپ کے کہنے پر نہیں چل سکتے۔ آپ جو چاہے کریں، جتنی چاہے قربانیاں دیں، آپ کو بھی اس لئے ان کی حضوری حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو اللہ ان کا مالک ہے اس کو سجدہ کرو۔

باباجی رحمۃ اللہ علیہ بھی کہا کرتے تھے کہ کرامتوں کی وجہ سے اگر سجدے کرتے

---

(1) سورۃ القدر 97: آیت 4۔

ہوتو سورج کو کرو۔سب سے بڑا کرامتی تو وہ ہے، جس کی وجہ سے نظام حیات قائم ہے۔اگر سورج ہی نہ ہوتو سب کچھ بکھر کے ختم ہو جائے۔اللہ نے کہا کہ یہ بڑی آیات ہیں مگر سجدہ ان کونہیں کرنا۔سجدہ اس کو کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔

اِن کُنتُم اِیَّاہُ تَعبُدُون۔

یہ دعویٰ کرتے ہو کہ تیری ہی بندگی کرتے ہیں۔

اِیَّاکَ نَعبُدُ و اِیَّاکَ نَستَعِین۔

یہ دعویٰ ہے کہ تیری ہی بندگی کرتے ہیں تو سجدہ کسی کونہیں کرنا۔ مجھے ہی کرنا ہے۔وہ ہر چیز کا مالک ہے، خدا ہے، اس کے ساتھ رہو۔ایمان لانے کے لئے ایک مخلوق کا اقرار لازمی ہے کہ In between ایک مخلوق ہے جو اس کے حکموں کے مطابق سارے کام کرتی ہے۔آپ کو اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔وہ اللہ کے حکم پر چلتی ہے۔اللہ حکم دے گا تو وہ آجائیں گے۔ بدر کے میدان میں اللہ نے حکم دیا، وہ اتر آئے۔مومنوں کو بھی دکھا دیے تاکہ ان کو تسلی ہو جائے۔اُنہوں نے بھی دیکھ لئے کہ ایسے ایسے سوار آئے، اور وہ ایسے ایسے کر رہے ہیں تاکہ ان کو تسلی ہو جائے کہ اللہ کی نصرت ہمارے ساتھ ہے۔

علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اب بھی یہ سب کچھ ہوسکتا ہے لیکن تم فضائے بدر پیدا کرو۔اب بھی وہ سب آنے کو تیار ہیں مگر آپ تیار ہو جائیں۔آپ کھڑے ہوں گے تو وہ سب آئیں گے ویسے تو نہیں ہے۔اللہ نے تو بار بار کہا ہے کہ اگر تم نہیں چلو گے تو میں کسی دوسری قوم کو کھڑا کر دوں گا۔سارے اس کی مخلوق ہیں۔یہ تو نہیں ہے کہ پاکستانی ہیں تو باقی نہیں ہیں۔اس کی مخلوق ہیں، جرمن، انگریز سب اس کی مخلوق ہیں۔ جو اچھا کام کریں گے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچانے کیلئے کام کریں گے جیسے کہا کہ

خَیرُ النَّاسِ مَن یَّنفَعُ النَّاسِ۔

جو مخلوق خدا کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ سب سے اچھا ہے۔ وہ As a nation اُٹھیں گے تو اللہ As a nation نوازے گا، وہ اگر نہیں ہیں تو پھر اللہ کوئی اور قوم اٹھا دے گا اور اقتدار اس کو دے دے گا۔

قومی معاملے قومی لیول پہ ہوتے ہیں، جب قوم اس Level پہ ہوگی تو اللہ پوری قوم کو نواز دے گا۔ انفرادی طور پر انگریزوں کے دورِ حکومت میں کتنے ہی بڑے بڑے اللہ والے بزرگ گزرے ہیں، انہوں نے اچھے اچھے کام کیے، وہ گولڑا شریف والے، یہ شرق پور شریف والے، یہ سائیں کرما نوالے سب اسی دور میں تھے۔ انہوں نے بڑے اچھے کام کیے، لوگوں کو اللہ کی راہ پہ لگایا، ان کا کام تھا تو اللہ نے ان کو نوازا۔ مگر اللہ ایک قوم کو اس وقت نوازے گا جب وہ ایک قوم کی طرح سے آگے آئیں گے۔ کُنتُم خَیرَ اُمَّت بن جاؤ۔ تم بہترین قوم بن جاؤ تب ہم خود ہی۔۔۔ یہ ہم جھوٹ موٹ میں بھی نہیں کہہ سکتے کہ ہم بہترین قوم ہیں۔ ہمیں پتا ہے کہ سب سے برے ہم ہی ہیں۔ تو کیسے ہوگا؟ اب تو یہ ہے کہ اللہ بس معاف کر کے ہماری مغفرت کر دے بس یہی ٹھیک ہے۔ دنیا کی Domination بڑی بات ہے، اور بات ہے وہ۔ اس کیلئے بڑا Character چاہیے۔ یہ تھوڑا تھوڑا ٹائم، پچاس ساٹھ سال، ستر سال اب تو Russia کو گئے ہو گئے ہیں۔ امریکہ بھی تھوڑا سا ٹائم ہے۔ ان کے پاس کیا ہے؟ خود کو Big power کہتے ہیں۔ یہ کوئی Big power نہیں ہے۔ قرآن میں بھی آتا ہے۔ عاد کے لئے آتا ہے کہ عاد نے کہا کہ ہم سے بڑا کون ہے؟ دنیا میں ہم سے Powerful کون ہے؟ تو اللہ نے کہا کہ کہو اللہ کہ جس نے تمہیں پیدا کیا۔ وہ بڑا ہے، جب چاہے بنا سکتا ہے۔ جب چاہے تمہیں ڈبو سکتا ہے۔ امریکہ بھی ویسے

ڈر رہا ہے۔

ایک بھائی نے کہا کہ عاد کا تو ہے کہ وہ بہت بڑے بڑے تھے۔ان کے قد بھی بہت لمبے تھے۔اس پر فرمانے لگے:

آئی ایس آئی کے ایک جنرل ناصر خان نے اخبار میں لکھا تھا، یہ نوائے وقت میں آیا تھا اور ہمارے مجلّہ میں بھی اسے شائع کیا گیا تھا کہ ایک بندہ جو یمن سے دریافت ہوا اس کی ہیلی کاپٹر سے تصاویر لی گئیں،اس جنرل نے کہا کہ اس کی اتنی بڑی کھوپڑی تھی کہ ہمارے عام انسان کی تمیں کھوپڑیاں اس کے اندر آسکتی تھیں، اتنا بڑا سر تھا۔اس کے جسم کے ساتھ چھ فٹ کا سٹول رکھو تو پھر نظر آتا تھا کہ دوسری طرف کیا ہے۔اس کی ہیلی کاپٹر سے لی گئی تصویریں دی ہوئیں تھیں کہ یہ بندہ کھڑا ہے، یہ اس کی باڈی ہے۔اللہ نے بھی کہا کہ ان جیسا ہم نے کہیں بھی پیدا نہیں کیا۔

لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُھُم فِی الْبِلَادِ۔

وہ اتنے بڑے تھے کہ جب مر گئے تو ان کی مثال ایسے دی ہے کہ جیسے کھجور کے تنے پڑے ہوں، لمبے آدمی کی مثال ہے۔ان کیلئے واقعی پانچ یا چھ فٹ والا بندہ کیا ہوگا؟

دیکھو جی! کوشش تو بابا جی اور باقی سب بزرگ جو ہیں وہ اسی لئے کر رہے ہیں کہ یہ قوم دوبارہ اپنا منصب سنبھال لے۔لیکن علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تو حید پہ آؤ گے،اس کو مانو گے تو تب ہی کام چلے گا۔غالب تم ہی رہو گے اگر دل میں اتر گیا لا اِلٰہَ اِلَّا ھُو۔اگر یہ دل میں اتر گیا تو غلبہ تمہارا ہی ہوگا۔یہ ساری تکلیف تو عارضی طور پہ ہو رہی ہے کہ تم اپنے آپ کو ٹھیک کرلو۔اپنے آپ کو رفو کر لو۔ہم ٹھیک ہو جائیں تو پھر دیکھا جائے گا۔

ضمنی باتیں:

ضلع ملتان میں واقع توحیدی حلقہ جات کے سالانہ دورہ پر جانے سے پہلے رات لاہور قیام تھا۔تاریخ 17 نومبر 2011ءتھی اور جمعرات کا دن تھا۔اس روز لاہور میں حلقہ ذکر ہوتا تھا۔نشاط کالونی میں تمام مریدین حلقہ توحیدیہ لاہور جمع تھے۔ ملتان کے لئے صبح روانہ ہونا تھا۔خوب گپ شپ کا ماحول تھا۔آپ کو بتایا گیا کہ ایک بھائی (ناصر مبارک) کی شادی ہوگئی ہے۔ان کے ولیمے کی بات ہوئی تو آپ نے فرمایا:یہ مٹھائی لاتے اور کھلاتے،یہی ولیمہ ہوتا ہے اور کیا۔جناب محمد یعقوب صاحب نے بھائی سے کہا کہ آپ کو پتا ہے باباجی نے کیا کہا ہے؟ ولیمے کا بتانے سے پہلے مٹھائی لاتے ہیں کہ میرا ولیمہ ہوا ہے۔فرمایا: آپ مٹھائی لاتے تو ہم کہتے یہ سب ہمارے بچے ہیں پہلے انہیں کھلاؤ،ان کے بغیر ہم کیسے کھا سکتے ہیں۔ولیمہ بس یہی ہوتا ہے۔کوئی کام کی ضرورت ہوتو بھائی ڈیوٹی کے لئے،کام کرنے کے لئے آجائیں گے۔مٹھائی آتی ہے تو دعائے خیر بھی ہو جاتی ہے۔اللہ اچھی زندگی عطا کرے۔نیکی والی زندگی عطا ہو۔کامیابی والی زندگی ہو۔دنیا میں بھی اللہ عزت دے اور آخر میں بھی۔بس اس کی مٹھائی آنا ضروری ہوتا ہے۔

بھائی نے کہا کہ میرے ذہن میں تھی مٹھائی لانی۔بھائی کی اس بات پر مزاح میں فوری فرمایا: ذہن میں نہیں، ڈبے میں لاؤ۔(قہقہے) بھائی نے کہا کہ میں یہاں حلقے میں کسی دن بتا کے لاؤں گا کہ آپ مٹھائی نہ رکھیں، میں لاؤں گا۔اس پر فرمایا:نہیں نہیں۔پرواہ نہیں۔اللہ کا اپنا بندوبست ہوتا ہے۔نہیں لانی تو کوئی بات نہیں،ایسی کوئی بات نہیں ہے۔لانی ہے تو بے شک خوشی سے لے آئیں۔(مزاح میں پھر فرمایا)ہمیں ڈبے میں چاہیے۔

باتیں چل رہی تھیں تو کسی بات پر فرمایا: ایک سردار کا لڑکا کہیں شہر پڑھ کے آیا۔ واپسی پر سردار نے پوچھا: او لڑکے! شہر پڑھنے گئے تھے، کیا پڑھ آئے ہو؟ لڑکے نے کہا: BA کیا ہے۔ سردار نے کہا: اوئے در فٹے منہ تیرا۔ دو لفظ پڑھے ہیں، وہ بھی الٹے۔ اوئے BA نہیں AB ہوتا ہے۔ دو حرف پڑھے ہیں اور وہ بھی الٹے۔

حلقہ ذکر کے بعد بڑی دیر تک بیٹھے رہے۔ جناب محمد یعقوب خان صاحب نے دوبارہ چائے کا پوچھ لیا۔ بلا تکلف سب نے کہا کہ لے آئیں۔ چائے پیش ہوئی۔ خادم حلقہ لاہور میاں محمد انور صاحب نے چائے جلدی جلدی ختم کر لی۔ آپ نے پوچھا کہ میاں صاحب! چائے ختم کر لی ہے؟ انہوں نے بتایا: جی۔ فرمانے لگے:

ہمارے وہاں گاؤں میں سڑک سے اتر کر گھر کی طرف جائیں تو وہاں سامنے گلی میں مسجد ہے۔ ایک پیر یوسف شاہ ہوتے تھے وہ وہاں جمعہ پڑھاتے تھے۔ پیر آدمی تھے، باہر پتا نہیں کہاں کہاں رہے، یہاں تھے تو انہیں کہا کہ شاہ جی! مسجد خالی ہے، آپ جماعت کرایا کریں۔ لوگ شام کو والی بال کھیلتے اور وہاں مسجد میں نماز پڑھتے تھے۔ شاہ جی بڑی جلدی جلدی نماز پڑھاتے۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے، جلدی جلدی جماعت کرائی، اور چادر سر پہ رکھ کر پیچھے صف میں آ جاتے تھے۔ دو سنتیں پڑھیں اور وہ گئے۔ مقتدیوں سے پہلے ہی چلے جاتے تھے۔ نماز میں وہ چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے۔ کسی نے کہا: شاہ جی! آپ نماز بڑی جلدی پڑھتے ہیں۔ وہ بڑے مزاحیہ تھے۔ انہوں نے کہا: بیٹا! اتنے چھوٹے چھوٹے سے تھے جب نماز پڑھنا شروع کی تھی۔ مجھے نماز آتی جو ہے اس لئے جلدی پڑھ لیتا ہوں۔ چھوٹا سا تھا جب نماز شروع کی تھی۔ اب آتی جو ہے۔

میاں صاحب کی چائے نظر نہیں آئی۔ میں نے کہا کہ ہمیں پینی نہیں آتی شاید۔

محفل 33

ایک بھائی نے کہا کہ میں ایک حدیث قدسی پڑھ رہا تھا جس میں آیت **فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُم** کے بارے میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت جرائیل علیہ السلام آئے، انہوں نے فرمایا کہ اس اُمت کی امتیازی خصوصیات کی ایک بات ہے۔حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا؟ حضرت جرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آیت جو اس اُمت کیلئے ہے اس سے پہلے یہ فضیلت کسی اُمت کو نہیں دی گئی کہ تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا۔اس بات پر فرمایا:

یہ بہت بڑی بات ہے کہ اللہ بندے کو یاد کرے۔اللہ ساری کائنات کا مالک ہے۔کہتے ہیں کہ ساری زمین ایسے ہے جیسے سمندر کے کنارے ریت پڑی ہے اس میں ایک ذرہ ہو۔پوری کائنات میں زمین کی یہ حیثیت ہے۔اس زمین پر ہم انسان بستے ہیں پھر ایک انسان کی کیا قیمت یا Value ہے۔اس انسان کو اللہ ربّ العالمین یاد کرے، محبت کرے، بلکہ اس سے زیادہ محبت سے، جتنی محبت سے ہم اسے یاد کرتے ہیں، اس سے زیادہ محبت سے ہمیں یاد کرے۔یہ حدیث قدسی ہے کہ بندہ ایک دفعہ یاد کرتا ہے تو اللہ دس دفعہ یاد کرتا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ اس اللہ کی محبت زیادہ ہے، جو اس کو زیادہ یاد کرتا ہے اللہ بھی اسے زیادہ یاد کرتا ہے۔اس سے زیادہ پیار ہوتا ہے۔اللہ کو بندے سے اتنی محبت ہے اور حضور ﷺ کی اُمت

پر یہ خاص کرم بھی ہے۔یہ ذکر والی بات کہ

فَاذکُرُونِی اَذکُرُکُم۔

کہ تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا، تمہیں یاد کروں گا۔تم نام لو گے تو میری نگاہِ کرم تمہاری طرف فوراً ہو جائے گی۔دنیا میں بھی یہ اصول ہے کہ جس کا نام پکاریں وہ متوجہ ہو جاتا ہے۔اتنے بندے یہاں بیٹھے ہیں، جس کا نام پکاریں گے وہ متوجہ ہو جائے گا۔کسی کی توجہ حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اس کا نام پکارو۔یہی کہا گیا ہے کہ

فَاذکُرِاسمَ رَبِّک۔

اپنے ربّ کا نام لو گے تو اس کی توجہ حاصل ہو جائے گی۔ یہ Response کرنے والی بات خاص ہے۔

بندہ ہزاروں درخواستیں لکھتا ہے۔لوگ لوگوں کو خط لکھتے رہتے ہیں لیکن وہ جواب نہیں دیتے۔یہ بات کہ آپ خط لکھیں اور جواب آئے تو خوشی ہوتی ہے۔اگر دنیوی حاکم کا بھی جواب آ جائے تو بندہ سب کو دکھاتا پھرتا ہے کہ مجھے ضیاء الحق نے جواب لکھا ہے، مجھے زرداری کا خط آیا ہے۔میں نے اس کو خط لکھا تھا۔ایک بڑی ہستی کا چھوٹی ہستی کو یاد کرنا بذاتِ خود بہت بڑا انعام ہے۔یہ بہت بڑا انعام ہے کہ چھوٹی ہستی بڑی ہستی کو پکارے اور وہ بڑی ہستی اس سے زیادہ محبت سے پکارے۔وہ جو کہتا ہے کہ میں ایسا محبوب نہیں ہوں کہ آپ مجھے پکارتے رہیں اور میں جواب نہ دوں۔ اللہ خود اس کو Response کرتا ہے۔یہ حضور ﷺ کی امت کا خاص اعزاز ہے۔بتایا گیا ہے کہ یہ واقعی اس امت کا اعزاز ہے۔

فَاذکُرُونِی اَذکُرُکُم۔

یہ والی جوبات ہے اس پر اگر بندہ سوچے اور غور کرے تو یہ بہت بڑا انعام ہے کہ اللہ یاد کرتا ہے، اس کی طرف اللہ کی نظر التفات ہو جائے، اللہ کے رحم و کرم کی بارش اس پہ ہونا۔ یہ پڑھنے والی بات تو نہیں ہے کہ جس طرح ہم پڑھتے ہیں۔ خدا کی توجہ ہونا، یاد رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے انعام و اکرام کی بارش انسان پر ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ یہ واقعی درست ہے۔ یہ خاص ہے کہ مجھے یاد کرو گے تو میں فوری Response دوں گا۔ یہ بہت خاص ہے اسی لئے اس کے ساتھ شکر والی بات بھی آئی ہے۔

فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوالِي۔

کہ شکر کرو یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اسی لئے کہا کہ

وَاشْكُرُوالِي وَلَا تَكْفُرُونَ(1)۔

خدا نے ایک نعمت دی ہے اس کا ذکر نہ کرنا، اس کو گول کر جانا، شکر نہ کرنا، قرآن نے کفر اور شکر کو ایک دوسرے کے مدمقابل لکھا ہے۔ شکر کے مقابلے میں کفر ہے۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَءَامَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيمًا(2)۔

تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کے کیا کرے گا۔ شکر کا راستہ ہی ایمان کا راستہ ہے۔ شکر ایمان کی بنیاد ہے۔ جب تم اللہ کی نعمتوں کا خیال کرو گے تو اللہ پر تمہارا ایمان مستحکم ہوگا۔ اصل ایمان وہی ہے جس میں شکر ہے۔ شیطان نے بھی جب کہا تھا کہ اللہ مجھے زندگی دے اور دیکھ کہ میں تیرے بندوں کے ساتھ کیا

---

(1) سورۃ بقرہ 2: آیت 152۔
(2) سورۃ النساء 4: آیت 147۔

کرتا ہوں۔ میں آپ کے صراط مستقیم پہ ناکہ لگاؤں گا، میں تیرے صراط مستقیم پہ بیٹھوں گا، ان کے آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے حملہ کروں گا، اور کرنا کیا ہے؟ تمہارے شکر گزار بندے تھوڑے رہ جائیں گے۔

قَالَ فَبِمَآ أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ . ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ[1]۔

(اس (شیطان) نے کہا کہ بسبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے، میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کیلئے آپ کی سیدھی راہ پر (گھات لگا کر) بیٹھوں گا، پھر ان پر حملہ کروں گا، ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی، اور ان کی دائیں جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی، اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔)

شیطان کا حملہ یہی ہے کہ وہ شکر کی راہ سے ہٹائے گا، اللہ نے جو نعمتیں دی ہوں گی، ان کا شکر ہی ادا نہیں کریں گے۔ نہ ہی سوچیں گے کبھی کہ اللہ نے کیا کیا نعمتیں دے رکھی ہیں۔ جب شکر نہیں ہوگا تو بندگی کیسی ہوگی؟ منہ سے کہہ دینا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ یہ شکر نہیں ہے۔ شکر یہ ہے کہ انسان کا دل شکر سے معمور رہو۔

خس خس جناں قدر نہ میرا
تے مرے صاحب نوں وڈیائیاں
میں گلیاں دا روڑا کوڑا
تے محل چڑھایا سائیاں

(1) سورۃ الاعراف 7: آیات 17-16۔

اللہ نے ہی یہ مرتبہ دیا ہے، اس مقام تک پہنچایا ہے کہ فرشتوں سے کہا کہ کرو سجدہ۔ محل سائیاں نے چڑھایا۔ مٹی کو نہیں کہا کہ سجدہ کرو، بلکہ یہ کہا کہ جب اپنی روح پھونک چکوں تو سجدہ کرو۔

اِ ذْقَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِ نِّی خٰلِقٌ م بَشَرًا مِّن طِیۡنٍ. فَاِذَا سَوَّیۡتُہٗ وَ نَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ فَقَعُوۡا لَہٗ سٰجِدِیۡنَ (1)۔

(جبکہ آپ کے ربّ نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنا چاہتا ہوں، سو جب میں اسے ٹھیک ٹھاک کر لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا۔)

پہلے اللہ نے فرمایا کہ میں پیدا کرنے والا ہوں۔ سجدے کا حکم نہیں دیا۔ پھر کہا کہ

فَاِذَا سَوَّیۡتُہٗ.

اسے ٹھیک ٹھاک کرلوں۔ اس وقت بھی نہیں کہا کہ سجدہ کرنا۔

وَ نَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ فَقَعُوۡا لَہٗ سٰجِدِیۡنَ.

جب اس میں اپنی روح پھونک دوں تو پھر سجدہ کرنا۔ تب ہی وہ اللہ کے کرم سے، اس کے فضل و رحمت سے اس قابل ہو جائے گا۔ اسی طرح فرمایا ہے کہ

فَجَعَلۡنٰہُ سَمِیۡعًام بَصِیۡرًا.

اور اس کو سننے اور دیکھنے والا بنایا۔ اللہ کا فیض آیا تو یہ سمیع و بصیر ہوا۔ یہ تو اللہ

---

(1) سورۃ ص 38: آیات 72-71۔

کی صفات ہیں ۔اسے سمیع وبصیر بنایا۔ یہ فیضان الٰہی سے ہی بنا۔ فیضان الٰہی سے ہی اسے تمام چیزوں کا علم حاصل ہوا۔فرشتوں سے کہا کہ بتاؤان کے نام،وہ جو کہتے تھے کہ اس کو کیوں بنایا، یہ زمین میں فساد کرے گا،خونریزی کرے گا۔اللہ نے فرمایا کہ بتاؤان کے نام کیا ہیں ۔فرشتوں نے تو یہی کہا کہ

سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَاؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ(1)۔

(تیری ذات پاک ہے،ہمیں تو صرف اتنا علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا رکھا ہے۔پورے علم وحکمت والا تو تو ہی ہے۔)

انہوں نے تو بتادیا کہ ہمیں اتنی چیزوں کے نام نہیں آتے ۔آدم علیہ السلام سے کہا کہ تم بتاؤان کے نام کیا ہیں؟ آدم علیہ السلام نے سب نام بتا دیے کہ یہ ہیں ۔نام صفات کے ساتھ ہوتا ہے کہ اس کی صفات کیا ہیں؟ ہم بھی نام صفات کے ساتھ رکھتے ہیں۔ پلیٹ کا مطلب یہی ہے کہ یہ کپ کے نیچے رکھنے کیلئے یا کسی چیز کے نیچے رکھنے کیلئے ہے ۔اسی طرح مگ ہے، جگ ہے، بائی سائیکل ہے، دو پہیوں والی جسے دو پہیے لگے ہیں ۔ٹرائی سائیکل ہے تین پہیوں والی ۔موٹر سائیکل ہے تو یہ سائیکل ہے جسے موٹر لگی ہوئی ہے اسے چلانے کیلئے۔سب نام صفات کے مطابق رکھے جاتے ہیں جیسے دوربین ہے یعنی دور سے دیکھنے والی، ٹیلی ویژن ہے تو ٹیلی کا مطلب فاصلہ اور ویژن کا مطلب ہے دیکھنا جیسے دوردرشن ۔دور اور درشن، دور سے نظارے دکھانے والی چیز جو ہے اس کا نام دوردرشن ہے ۔اسی طرح تمام چیزوں کے نام ان کی صفات کے مطابق رکھتے ہیں۔

---

(1) سورۃ بقرہ 2: آیت 32۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا[1]۔

ایک دو کے نہیں، اللہ نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھائے۔ جب انسان دنیا میں آیا تو یہاں پہاڑ، دریا، جنگل، جنگل کے لاکھوں کروڑوں جانور سارے موجود تھے۔ ان میں سے کسی کا نام نہیں تھا۔ سارے بغیر Label کے تھے۔ یہ بندہ آئے گا تو ان کے لیبل بنائے گا۔ ہاتھی، گھوڑے کو نام دے گا۔ یہ سب پہلے بے نام تھے۔ جو نام جانتا تھا، اس نے انہیں نام دیے۔ انسان کو اس کا علم دیا گیا تھا۔ ان سب چیزوں کے نام جو رکھے گئے وہ ایسے ہی نہیں رکھے گئے۔ ان سب کی کوئی معنویت ہے۔ ان کے نام ان کی صفات پہ رکھے گئے۔ ہر چیز کو نام دیے۔ پودوں کو، درختوں کو، جانوروں کو۔ ان کے علاوہ جو بھی نئی چیز ہوتی ہے، یہ اس کا بھی نام رکھ لیتا ہے۔ اس کے پاس اہلیت ہے۔ یہ خدا نے اسے سکھایا ہے۔ دنیا میں جہاں تک جائے گا، جو نئی نئی چیزیں بنتی جائیں گی یہ ان کو نام دیتا جائے گا۔ یہ صفات سے آگاہ ہے کہ یہ کس کام آئیں گی۔ اللہ میاں نے صرف نام نہیں بلکہ ان کی صفات تک بتائیں کہ یہ کس کام کی ہیں۔ کیا استعمال میں آئیں گی۔ اس وقت جو چیزیں موجود تھیں یا روحانی طور پر موجود تھیں اور مادی طور پر ہو سکتا ہے کہ صدیوں بعد آئیں، ان سب کا علم سکھا دیا۔

فرشتوں کا ہے کہ وہ ایک ہی کام کرتے ہیں۔ جو قیام میں ہے تو وہ قیام میں ہی رہتا ہے، جو سجدہ میں ہیں وہ سجدہ میں ہی رہتے ہیں، جو وحی لاتا ہے وہ وحی والے کام کرتا ہے۔ وحی لانے کی جبرائیل علیہ السلام کی ڈیوٹی ہے۔ یہ وہی کرتا ہے۔ جو پتھروں کو توڑتا ہے وہ یہی کرتا ہے۔ جو ہواؤں کو دھکیلتا ہے وہ دوسرا کام نہیں کرتا۔

(1) سورۃ البقرہ 2: آیت 31۔

انسان کا یہ وصف ہے کہ سارے کام کرتا ہے۔انسان کو وہ ملکہ دیا۔ سارے فرشتے جومل کے کرتے ہیں، یہ اکیلا انسان وہ سارے کام کر سکتا ہے۔فرشتوں کی نماز بھی، کوئی رکوع میں ہےتو کوئی سجودو قیام میں،مگر یہ سارے کام کرتا ہے۔قیام بھی کرے گا ،رکوع بھی کرے گا،اور سجود بھی کرے گا۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ رکوع بھی مجھے دیا گیا ہے۔کسی نبی کی عبادت میں رکوع نہیں ہے۔سجدے کرتے ہیں، قیام کرتے ہیں،ہاتھ جوڑتے ہیں،لیکن رکوع نہیں ہے۔نہ یہود میں ہےاور نہ ہی عیسائیوں میں ہے۔رکوع صرف آپ ﷺ کو دیا گیا۔نماز بھی اُمت محمدیہ ﷺ پر آ کر مکمل ہوئی۔ہر چیز کی تکمیل ہوگئی اور نعمتیں بھی کمال کو پہنچ گئیں:

اَلیَومَ اَکمَلتُ لَکُم دِینَکُم وَاَتمَمتُ عَلَیکُم۔

کوئی نعمت باہر نہیں رہی اور جو آ گئی وہ پوری اور مکمل ہے۔یہ نہیں کہ نعمت آ تو گئی لیکن آدھی ہے۔اسلام سے باہر دیکھنا اور سوچنا بھی کفر ہے۔کوئی کہے کہ اس کے پاس اچھا علم ہے، یہ زیادہ قابل ہے، یہ کہنا اور سوچنا بھی کفر ہے۔نبی ہونے کے دعوے لوگ کر دیتے ہیں۔مسلمانوں کا یقین ہے کہ نبوت ختم ہوگئی اب کوئی نہیں آئے گا۔کسی کو یہ کہنا کہ تمہاری نبوت کا کیا ثبوت ہے؟یہ بھی کفر ہے۔اس کا مطلب ہے کہ تمہیں شک ہے کہ شاید اس کے پاس ثبوت ہو، یہ نبی بن جائے۔ یہ پوچھنا بھی دوسری طرف لے جاتا ہے۔اسی بات سے خاتم نبوت پہ زک پڑتی ہے کہ آپ پوچھیں کہ کسی کی نبوت کا کیا ثبوت ہے۔ساری چیزیں کمال کو پہنچ گئی ہیں۔اب روحانیت کیلئے آپ کہیں کہ کسی دوسرے کا طریقہ تو وہیں سے آپ باہر ہو جائیں گے۔اپنے ٹریک سے ہٹ گئے۔سارا کمال ہی رسول اللہ ﷺ کے طریقہ پر ہے۔

پاکستان بننے سے پہلے ایک دین دار تحریک تھی۔ان کا کبھی کبھی اب بھی ذکر

آجاتا ہے۔ان کے ایک روحانی بزرگ تھے جن کی بہت سی کرامات اور کشف والی باتیں تھیں۔انہوں نے کافی مرید کیے۔ان بزرگ کا ایک خلیفہ ہمارے گاؤں بھی آیا۔یہاں ایک ہی مسجد ہوتی تھی،اس نے وہاں جمعہ پڑھایا۔بڑی اچھی آواز تھی۔ ان کے پاس رونق بڑھنے لگی۔باہر سے بھی لوگ آنے لگے۔سارا دن وہ وہاں ڈیرے پر بیٹھے رہتے۔ان کے پاس ہندو بھی آتے،سکھ بھی آتے۔وہ کہتے کہ میں سکھوں کا گرو بن گیا ہوں،مسلمانوں کا میں پیر بن گیا ہوں،اور ہندوؤں کا میں یہ بن گیا ہوں۔سب کو ہی وہ اپنے پاس بٹھا لیتے تھے کہ بیٹھ جاؤ۔گاؤں والے بھی یہاں آتے تھے۔انہوں نے یہ کیا کہ لوگ مسجد میں پورے نہیں آتے تو محفل باہر کر لیتے ہیں۔ باہر Open جگہ ہمارے گھر کے پیچھے ہی تھی۔اس جگہ خاصا میلہ لگ گیا۔ایک سٹیج بنایا گیا،گارڈ رکھے گئے۔

ان بزرگ کے بارے میں ہے کہ وہ کہتے کہ یہ جو سجدہ کرتے ہیں،یہ اللہ کے حبیب کے نام کے الفاظ بنتے ہیں۔حضور ﷺ کے نام کے الفاظ۔اللہ کو یہ پسند ہے۔جب بندہ کھڑا ہوتا ہے تو قیام میں ''الف'' کی صورت کھڑا ہوتا ہے۔جب رکوع کرتا ہے تو یہ ''ح'' ہے۔جب سجدے میں ہوتا ہے تو ''م'' بنتا ہے۔اور جب التحیات میں بیٹھتا ہے تو ''د'' بنتا ہے۔یعنی احمد۔یہ حضور ﷺ کا نام بنتا ہے۔وہ کہتے کہ یہ اللہ کو پسند ہے۔یہ بزرگ بڑے اونچے اونچے نام لیتا: احمد۔احمد۔آواز بڑی زبردست تھی۔

اس بزرگ کے پاس ہندو آتے تو ان سے کہتا کہ جب تم صبح عبادت کیلئے جاتے ہو تو عبادت سے پہلے اشنان کرتے ہو۔اشنان کرتے وقت جب پانی چھینکتے ہو تو کہتے ہو کہ ''ہا''،''ہو''،''ہے''۔یہ بزرگ ان ہندوؤں سے پوچھتے کہ بتاؤ یہ کس

زبان کا لفظ ہے؟ اس کے کیا معنی ہیں؟ تم سب یہ پڑھتے ہو اور جب تک یہ نہ پڑھو تو تمہارا جسم پاک نہیں ہوتا۔ ''ہا''، ''ہو''، ''ہے'' کے بارے میں کہتے کہ بتاؤ یہ کیا ہے؟ اپنے پنڈت سے بھی پوچھو کہ یہ کون سی زبان کے لفظ ہیں اور آپ کیوں پڑھتے ہیں؟ اس کے بعد وہ بزرگ کہتے کہ میں بتاتا ہوں۔ یہ فقیر آپ کو بتائے گا کہ یہ کیا ہے اور اس کا مطلب کیا ہے؟

بزرگ نے کہا کہ ہم بھی پڑھتے ہیں: ''ہا''، ''ہو''، ''ہے''۔ اس کے بغیر ہم بھی سمجھتے ہیں کہ بندہ پاک نہیں ہوتا۔ تمہارے گُرو نے بھی یہی بتایا ہے اور ہمارے گُرو نے بھی یہی بتایا ہے۔ ہمارے گُرو نے بھی یہی بتایا ہے کہ جب تک ''ہا''، ''ہو''، ''ہے'' نہیں پڑھو گے تب تک تم پاک نہیں ہو گے۔ ہم بھی یہی پڑھتے ہیں۔ پھر یہ بزرگ کہنے لگے کہ کلمہ پڑھو۔

''لَا اِلٰهَ''، ''اِلَّا اللّٰهُ''، ''مُحَمَّدُالرَّسُوْلُ اللّٰهِ''۔

یہ وہی ''ہا''، ''ہو''، ''ہے'' ہے۔ ذرا اسٹائل سے پڑھتے اور کلمہ طیبہ کے تینوں حصوں کے آخر میں آنے والے زبر، پیش، اور زیر کو واضح کرتے۔ بزرگ ہندوؤں سے کہتے کہ تمہارے گُرو تمہیں کلمہ پڑھا گئے تھے کہ یہ کلمہ آئے گا تم اس کا کوڈا بھی پڑھ لو۔ یہ کلمہ آنا ہے پھر بھی جب ''ہا''، ''ہو''، ''ہے'' کہو گے تو تم پاک ہو گے۔ ہم بھی یہی پڑھ کے پاک ہوتے ہیں جب تک تم نہیں پڑھو گے پاک نہیں ہو گے۔

مَل مَل نہاتی تے مَل مَل دُھوتی
بارھوں ہو گئی کندن موتی
وِچوں رہی سیاہی تیرے نام بناں
کملی رہی میں تیرے نام بناں

ہماری مسجد بن رہی تھی تو وہاں محراب بنا رہے تھے۔مولوی صاحب وہاں بھول گئے کہ کلمہ طیبہ کے پہلے حصہ کے آخر میں زبر ہے یا زیر ہے؟

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

ہمارا ایک مرید وہاں کھڑا تھا۔اس نے کہا کہ ہمیں ہمارے بابا جی نے سنایا ہے کہ یہاں ایک سٹیج بنا تھا اور ایک بزرگ ہندوؤں کو کلمہ پڑھایا کرتے تھے کہ ''ہا''، ''ہو''، ''ہے''۔اس لئے یہاں کلمہ میں 'پیش' آئے گا۔

''لَا اِلٰهَ''، ''اِلَّا اللّٰهُ''، ''مُحَمَّدُالرَّسُولُ اللّٰهِ''۔

یہ بزرگ اپنے پاس آنے والے ہندوؤں کو بتایا کرتے تھے کہ نبی پاک ﷺ کے بارے میں تمہارے بڑوں نے لکھا ہے کہ یہ سال ہوگا جس میں وہ نبی ﷺ پیدا ہوں گے، وہ ایسی زمین میں پیدا ہوں گے جس میں کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ان کو سفید گھوڑا ملے گا جس پر بیٹھ کر وہ آسمانوں کی سیر کریں گے۔دس ہزار کا لشکر لے کے اپنے شہر پر واپس آ کر حملہ کریں گے اور اس کو فتح کر لیں گے۔

اس طرح کا ایک مضمون دو سال پہلے کے اخبار نوائے وقت میں بھی چھپا تھا۔ہمارے پاس بھی پمفلٹ آیا تھا۔اس مضمون کو ہم نے اپنے مجلّہ میں بھی شائع کیا تھا۔یہ مضمون ایک پنڈت نے لکھا تھا جو الٰہ آباد یونیورسٹی سے تھا، یہ اس برہمن کی تحریر تھی۔اس نے لکھا کہ ہماری وید میں یہ لکھا ہوا ہے کہ وہ ایک نبی آئے گا اور یہ اس کی نشانیاں تھیں۔اس نے یہ بھی بتایا کہ اس کے والد کا نام 'رام داس' ہوگا۔وہ بزرگ بھی ہندوؤں سے کہتے تھے کہ ہاں ان کے والد کا نام 'رام داس' ہی ہے۔ عبداللہ یعنی اللہ کا بندہ اور رام داس یعنی رام کا بندہ۔داس کا مطلب ہے نوکر یا غلام۔تم عربی میں نہیں کہتے ہو اور یہ عربی میں ہے۔رام داس اور عبداللہ۔ہندو

کہتے ہیں کہ آنے والے اس نبی کی ماں کا نام بھی کچھ ایسا ہی تھا ' امن وامان والی' ۔یہ بزرگ انہیں کہتے تھے کہ ان کا نام یہ آمنہ ہی ہے۔نام بھی سارے وہی ہیں،جگہ بھی وہی غیر آباد ہے۔وہ سفید گھوڑے والا معاملہ بھی سب مسلمان جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ معراج پر گئے ۔ان کو گھوڑا ملا اور انہوں نے آسمانوں کی سیر کی ۔یہ سب وہی ہے۔تم کہتے ہو کہ وہ نبی ' کالکی اوتار 'ہوگا۔وہ ساری دنیا کیلئے بن کے آئے گا۔باقی تو اپنے اپنے Area کیلئے آتے تھے مگر وہ کالکی اوتار یعنی سب کیلئے ہوگا۔

اپنے مضمون میں اس برہمن پروفیسر نے بھی لکھا ہے کہ وہ نبی تلوار کا دھنی ہو گا۔یہ بزرگ اس کے بارے میں کہتا تھا کہ آپ بے وقوف ہیں؟ وہ تلوار کا دور تو گزر گیا ہے۔اب تو یہ بندوقوں کا دور بھی گزر گیا ہے۔اب تو سب میزائلوں پر آگئے ہیں۔وہ تلوار کا دھنی تو تلوار کے دور میں ہی آیا تھا۔وہ نبی جن کی تم بات کرتے ہو کہ آئے گا وہ یہی ہیں رسول اللہ ﷺ جو مسلمانوں کے نبی ہیں،سب کچھ انہی کے بارے میں ہے۔برہمن پروفیسر نے انہیں باتوں پر جو مضمون لکھا اس نے پانچ سات پنڈتوں سے اس مضمون کی تصدیق کرائی کہ یہ جو لکھا گیا ہے اس میں کوئی بات Change تو نہیں ہوگئی۔سب کی تصدیق کے بعد اسے پروفیسر کی طرف سے شائع کیا گیا۔یہ مضمون نوائے وقت میں بھی آیا تھا۔نوائے وقت میں اس کی خبریں بھی آتی رہیں۔اس پر ایک کتاب بھی ہے کہ ایسی قوم جس کا نبی گم ہوگیا ہے اس کا عنوان ہے 'اگر اب بھی نہ جاگے تو' ۔ہندوستان کے ہی ایک بزرگ نے اپنے مریدوں کو ہندو بنایا جو ویدوں سے یہ کتاب پڑھ کے آئے۔ ویدوں کے پاس موجود کتب میں حضور ﷺ کا نام چالیس بیالیس دفعہ لکھا ہوا ہے اور ساری علامات بھی بالکل صحیح

ہیں۔اسی میں لکھا ہے کہ اللہ کی کوئی شکل وصورت نہیں ہے، نہ اس کی تصویر بنائی جا سکتی ہے، نہ اس کا بت بنایا جا سکتا ہے۔وہ ہے جو بودی میں سمائے نہیں۔عقل میں نہیں آ سکتا، وہ اللہ ہے۔اس نے تصدیق کرا کے پھر چھاپا۔وہ پروفیسر پنڈت ہی رہا، مسلمان نہیں ہوا ورنہ اسے مار ہی ڈالتے۔

ہمارے گاؤں میں آنے والا پیر ایسی بھی پیشین گوئیاں کر کے گیا کہ پاکستان بن جائے گا۔یہ علاقہ ہندوؤں کو چھوڑ کر جانا پڑے گا۔یہ سب باتیں وہ 1947ء سے پہلے ہی کر گیا اور پاکستان بننے کے بعد میں بھی یہ ہمارے گاؤں آیا۔وہ آیا تو لوگوں نے کہا کہ لو فقیر پھر آ گیا۔اس نے کہا کہ میں کہہ کے گیا تھا کہ ہندو سارے چلے جائیں گے تو دیکھ لو وہ سب چلے گئے۔اس بزرگ نے گاندھی کے بارے میں بھی کہا کہ اسے کوئی اس کی قوم سے ہی مارے گا۔یہ گاندھی 1948ء میں ہی مر جانا ہے۔اسے گولی ماری جائے گی۔قرآن پاک میں ایک عورت کی مثال آئی ہے کہ اس عورت کی طرح نہ بنو جس نے اپنا سوت کاتا اور اسے توڑ دیا۔گاندھی نے بھی چرخے کی طرح تحریک چلائی تھی کہ ملائشی مال کا بائیکاٹ کرو، اپنا چرخا چلاؤ، سوتر بناؤ اور اپنے کپڑے پہنو لیکن اس کی قوم اس کا سوتر توڑ دے گی اور اسے مار دے گی۔ اس آیت کے الفاظ ابجد انیس سو اڑتالیس (1948) بنتے ہیں۔گاندھی نے 1948ء میں ہی مرنا ہے۔گاندھی 1948ء میں ہی مر گیا۔'ناتھورام گودسے' نامی ہندو نے اسے گولی ماری۔مصر کی جنگ کے بارے میں بھی اس بزرگ نے کہا تھا کہ وہ ہو گی۔اسی طرح اور بھی بہت سی باتیں کیں۔ ہمارے گاؤں سے یہ بزرگ کہیں بورے والہ، عارف والہ، اور پاکپتن کے علاقوں میں سے کہیں آ گیا۔انڈیا میں جو اس کا بڑا بزرگ تھا اس نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔یہ پاکستان میں اپنے آپ کو

اپنے امام کا نمائندہ کہتا تھا۔اس وقت یہ پھر ایک دفعہ بعد میں آیا۔ میں ایئرفورس میں بھرتی ہو چکا تھا۔میں نے پوچھا کہ ان کا کیا بنا جن امام مہدی کے آپ نمائندہ بن کے آئے تھے؟ کہنے لگے کہ وہ امام الناس تھا۔میں نے کہا کہ وہ کدھر گئے جو آئیں گے سارا کچھ فتح کر لیں گے؟ کہنے لگا کہ وہ فوت ہو گئے،اب ان کی روح دوسرے آدمی میں آگئی ہے۔فوت ہو گئے ہیں اوران کی روح دوسرے بندے میں آگئی ہے۔اب اسلام میں اوا گون شروع کر دو۔بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کا میں نے پوچھا تو کہنے لگا کہ ہاں میں اس کو جانتا ہوں۔

اسی طرح ہمارا ایک دوست تھا: صادق مراسی۔وہ بھی ان بزرگ کا مرید تھا۔جب وہ بزرگ ہمارے گاؤں سے چلے گئے تو بعد میں بھی یہ ان سے ملنے جاتا تھا۔کہتا تھا کہ سرکار سے ملنے جارہا ہوں۔بعد میں اس بزرگ نے اورہی باتیں شروع کر دیں۔محفل میں کہتے کہ بتاؤ پیر کیا ہوتا ہے؟ سب کہتے کہ 'رب' ہوتا ہے۔دوبارہ کہتے کہ پیر کیا ہوتا ہے؟ پھر سب کہتے کہ 'رب' ہوتا ہے۔بڑے بڑے بزرگوں نے ایسی تعلیم دی ہے۔مولانا صاحب مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ

ہر چہ ذات و پیر را یکجا نہ دید
نے مرید نے مرید نے مرید

جوخدا کی ذات کواور پیر کو اکٹھا کر کے نہیں دیکھتا،وہ کوئی مرید نہیں ہے۔

یہ الگ بات ہی کہ بزرگ کا حکم مانو مگر اسے 'رب' ماننے والی بات نہیں ہے۔

یہ شرک ہے۔

محفل میں موجود بزرگ بھائی جناب محمد یعقوب صاحب نے کہا کہ بابا جی! یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ ان کا مطلب ہو کہ پیر کو دیکھ کر رب یاد آجائے۔اس بات کے

جواب میں فرمایا:

اس کو پھر اسی طرح لکھنا چاہیے۔ ایسے الفاظ نہیں لکھنے چاہئیں کہ جو غلط فہمی پیدا کر دیں کہ پیر کو خدا ہی بنایا جا رہا ہے یا خدا مانتے ہیں۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ (بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ حکم تو لکھا ہے کہ بلا چون و چرا مانو۔ اس سلسلے میں یہ چاہیے کہ سب سے پہلے اللہ کا حکم مانو، اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانو کہ جس سے روکا ہے اس سے رک جاؤ اور جو حکم دیا ہے وہ کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، اس سے اوپر اور کوئی الفاظ نہیں ہیں۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ(1)۔

جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اب جو بزرگوں نے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں تو یہ خطرناک ہیں۔

گزشتہ ہفتے اخبار میں آتا رہا کہ ہندوستان نے ایک بندہ پکڑ لیا ہے جو پاکستان کیلئے جاسوسی کر رہا تھا۔ اخبار نے لکھا ہے کہ وہ دین دار تحریک کا ممبر تھا۔ اس تحریک کے بارے میں بھی لکھا ہے کہ ہندوستان میں ایک ایسی تحریک چلی تھی جس کا سربراہ امام مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ ان کی یہ دین دار تحریک تھی۔ ان کی پیشین گوئیوں کی بھی ایک کتاب تھی جس میں کافی ساری صحیح بھی تھیں۔ یہ کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ایک اور بھی بزرگ ہیں جن کے فارسی میں کافی شعر ہیں۔ ان کی بھی پیشین گوئیاں بڑی مشہور ہیں۔

(بموقع سالانہ دورہ 2011ء حلقہ توحیدیہ عاشق پور لسوڑی)

---

(1) سورۃ النساء 4: آیت 80۔

محفل 34

سوال کیا گیا کہ امام مہدی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

کئی علماء اور مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہ خیال ہے کہ امام مہدی کوئی نہیں آنا۔ یہ باتیں ویسے ہی مسلمانوں نے بنائی ہیں کہ یہ ہوگا اور وہ ہوگا، مگر امام مہدی نے کوئی نہیں آنا۔ مرزا غلام احمد کا کہنا تھا کہ میں ہی مہدی ہوں۔ وہ کہتا تھا کہ میں ہی مسیح موعود ہوں اور میں ہی مہدی موعود ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سب ویسے ہی جھوٹی باتیں بنی ہوئی ہیں۔ اتنا بڑا کام تھا، اگر ایسا کچھ ہوتا تو اس کا ذکر قرآن پاک میں کہیں ہوتا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھی زندہ اٹھائے جانے کے حوالے سے بہت سی باتیں بنی ہوئی ہیں۔

میں نے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ (قبلہ انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا کہ امام مہدی کے بارے میں کوئی یہ کہہ رہا ہے، کوئی وہ کہہ رہا ہے مختلف آراء گردش کر رہی ہیں۔ کیا ظہور مہدی ہوگا بھی کہ نہیں؟ کہنے لگے کہ ہوگا، وہ آئیں گے۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ایک نئی بات بتائی، وہ ہم نے کہیں نہیں پڑھی تھی۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ظاہرا ایسے ہوگا کہ مسلمان بڑے خراب حالات میں ہوں گے اور وہ حج پہ آئے ہوئے

ہوں گے۔ان کو نہیں پتا ہو گا کہ میں مہدی ہونے والا ہوں۔اولیائے کرام جو ادھر حج پہ ہوں گے ان کو کشف ہو گا کہ مہدی آئے ہوئے ہیں وہ حج پہ موجود ہیں۔ان کو حلیہ دکھا دیا جائے گا کہ یہ ہے۔وہ ان کو ڈھونڈ لیں گے، پکڑ لیں گے۔وہ کہیں گے کہ آپ مہدی ہیں اور یہ کہیں گے کہ نہیں، میں نہیں ہوں۔وہ نہیں مانیں گے۔اولیاء جن کو کشف ہوا ہو گا ان کو تو پکا یقین ہو گا کہ یہی بندہ ہے۔یہ اولیاء انہیں توجہ دیں گے۔ان پر جو پردہ پڑا ہو گا وہ پھٹ جائے گا، جل جائے گا۔وہ کہہ دیں گے کہ ہاں میں ہی مہدی ہوں۔پھر وہ بیعت لیں گے اور وہاں سے سلسلہ شروع ہو گا۔اولیاء کو بھی وہاں دیدار ہو گا اور یہ صورتحال ہو گی۔

ایسا دور تو آنا ہی ہے یہ دنیا جو ٹھوکریں کھا کھا کے چل رہی ہے۔اللہ نے بھی کہا ہے کہ ہم تمہیں منوائیں گے۔کیسے نہیں مانو گے؟ تمہارے اندر اور باہر تمہیں دکھائیں گے کہ تم پکار اُٹھو گے کہ یہ اللہ ہے۔امریکہ، برطانیہ، اور جرمنی میں، بلکہ پوری دنیا میں اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے اور ادھر کوئی قوم بیدار ہو جائے شاید۔اشفاق احمد نے لکھا ہے کہ کینیڈا میں ٹیلی ویژن پر ایک Announcer تھا، جو مسلمان ہو گیا اور میرا جاننے والا تھا میں نے سوچا کہ اس کو مل آؤں کہ اس کو کیا ہوا ہے؟ یہ گیا اس کے پاس چلے گئے اور پوچھا کہ تجھے کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ اشفاق احمد! بس یہی ایک دین ہے جو پوری دنیا کے مسائل کا حل اپنے پاس رکھتا ہے۔یہی ایک تعلیم ہے جو پوری دنیا کو اکٹھا کر سکتی ہے۔اس کا Base جو ہے وہ نہ تو قومیت پر ہے، نہ رنگ پر، نہ نسل پر۔اس کی بنیاد Principle پہ ہے۔پرنسپل پہ ہی جو تعلیم ہو گی، وہی پوری دنیا کو اپنی آغوش میں لے سکتی ہے اور وہ اسلام ہی ہے۔اسلام ہی اسے پورا کر سکتا ہے۔دیکھنا ہم کیا کام کرتے ہیں، دنیا میں انقلاب آ جائے

گا۔اس نے کہا کہ اگر پانچ چھ ہزار بندہ مسلمان ہو جائے تو تم دیکھنا کہ ہم کیا کرتے ہیں۔اشفاق احمد کہنے لگے کہ تم پانچ چھ ہزار کی بات کرتے ہو، ہم مسلمان تو اربوں میں ہیں۔وہ کہتا ہے کہ میں تمہاری بات نہیں کر رہا۔تم یا تو روسکتے ہو یالڈیاں مار سکتے ہو،تم کام نہیں کرتے۔حادثہ ہو گیا تو رونے لگتے ہو کہ یہ ہو گیا،فلسطین میں یہ ہو گیا، یہودیوں نے یہ ماردیا ہے اور کرکٹ کے میچ دیکھتے ہو تو ناچتے ہو۔میں تمہاری بات نہیں کر رہا۔میں Brown hair والوں کی بات کر رہا ہوں۔اگر پانچ چھ ہزار لوگ مسلمان ہو گئے تو دیکھنا کہ تحریک کیسے چلتی ہے۔اشفاق احمد کہتے ہیں کہ ہمارا کیا بنے گا؟اس نے کہا کہ بینڈ کے پیچھے والوں کی طرح تم بھی ہمارے پیچھے آجانا،کام ہم کریں گے۔

یورپ وغیرہ میں بہت لوگ اسلام کی تعلیم سے متاثر ہو کر مسلمان ہو رہے ہیں۔ایک کتاب جس کا عنوان ہے 'ہمیں خدا کیونکر ملا'اس میں ستر ایسی عورتوں کے احوال ہیں جو Convert ہوئیں،ان کی باتیں ایمان افروز ہیں۔جو اتنی تیزی سے Convert ہو رہے ہیں وہ اپنے مذہب سے مایوس ہو چکے ہیں۔انہیں پتا ہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ایک کتاب 'بائیبل،قرآن،اور سائنس' ہے جس میں لکھا ہے کہ بائیبل خدا کا کلام نہیں ہے۔ وہ ایک ہی بات سے شروع کرتے ہیں کہ جس میں غلطی ہے، وہ اللہ کا کلام نہیں ہو سکتا۔ایک ہی پوائنٹ پر سب بات چلتی ہے کہ جسے سائنس غلط ثابت کر دے، وہ اللہ کا کلام نہیں ہو سکتا۔مصنف نے لکھا ہے کہ بائیبل میں سینکڑوں غلطیاں ہیں جو سائنسی طور پر ثابت ہو چکی ہیں، یہ خدا کا کلام نہیں ہے۔ قرآن خدا کا کلام ہے جس میں کسی بھی چیز کو سائنس غلط ثابت نہیں کر سکی۔ یہ اللہ کا کلام ہے۔اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی اب مل رہا ہے، یہ عیسائی نے لکھی۔اس نے کہا

کہ میں عیسائی ہو کر لکھ رہا ہوں اگر مسلمان لکھے تو اور بات ہے مگر میں عیسائی ہوتے ہوئے یہ لکھ رہا ہوں کہ یہ سچ ہے۔

بائبل میں ایسے راوی ہیں جیسے حدیث میں ہیں، ایسے اس میں راوی ہیں۔ وہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی تھے، ان کی یہ Statement ہے۔ ہم وہاں گئے، آگے فلاں سے ملے اور یہ ساری باتیں ہیں۔ خدا کا کلام ہے ہی نہیں Direct۔ Narrations ہیں۔ انہوں نے باتیں Narrate کی ہیں۔ ایک بڑی مشہور تھی جو چھپی، وہ ہے Gospel of Barnabas، برناباس کی تھی۔ مولانا مودودی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس کا بڑا ذکر کیا ہے۔ وہ آسٹریا کے دارالحکومت ویانا کی نیشنل لائبریری میں پڑی ہے۔ پاکستان آرمی کے ایک افسر کرنل اسد تھے جنہوں نے اسے دیکھا، اس کی فوٹو وغیرہ تیار کر کے، لا کے ادھر چھاپ دی۔ اس میں بھی بڑی زبردست باتیں ہیں۔ اس میں ایسے ہی ہے جیسے ہم قرآن پڑھ رہے ہیں۔ ان کی یہ بائبل چلتی رہی پھر یہ بند کر دی گئی۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام 'محمد' کئی مرتبہ آیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مکالمہ اپنے باپ کے ساتھ بالکل ایسے ہی ہے جیسے قرآن پاک میں لکھا ہے۔ یہ برناباس کی تھی۔ وہ لوگ جو اب دوسرے مذاہب سے اسلام میں آرہے ہیں وہ مزید دعوتی کام بھی کر رہے ہیں۔ یہ اسلام کی دعوت و تبلیغ کر رہے ہیں۔ Ultimately انسان کو جو اللہ نے بنایا ہے اور فرمایا ہے کہ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ(1)۔

اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ انسان اس سے بھاگ جائے۔ انسان نے اس پہ آنا

---

(1) سورۃ الذاریات 51: آیت 56۔

ہی ہے۔عبد بن کے ہی آنا ہے۔اب اس کو لگایا ہوا ہے اور یہ بن رہا ہے۔ جیسے پودے کو بیماری لگ جاتی ہے، کہتے ہیں کہ سپرے کرو، یہ ٹہنیاں کاٹ دو، یہ کر دو، آہستہ آہستہ یہ اس پر پہنچ جائے گا جو اللہ نے چاہا ہے۔ساری دنیا سمٹ کے اس پر آجائے گی۔اب بھی وہ امریکہ میں سرمایہ داری نظام کے خلاف تحریک چل رہی ہے، وہ لوگ اس نظام کو بھی Condemn کر رہے ہیں۔کہاں جائیں گے بالآخر؟ ٹھوکریں کھا کھا کے انسان اس پہ آئے گے کہ چلو یہ اسلام کو بھی دیکھ لیں، بھلا یہ کیا کہتا ہے؟

علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے 'بانگِ درا' میں یا 'ضربِ کلیم' میں شاید 'ابلیس کی مجلس شوریٰ' لکھی ہے۔شیطان نے کہا کہ یہ کمیونسٹ اُٹھ بیٹھے ہیں، یہ تو بڑا انقلاب آ گیا۔ غلاموں نے بادشاہوں کے تخت جلا دیے ہیں، یہ تو بڑا فساد ہو گیا۔بڑے شیطان نے جو ان کا چیئر مین تھا اس نے کہا کہ میں ان کا نہیں کہتا کہ یہ کچھ ہیں۔یہ دو چار دن کا شور شرابہ ہے۔ مجھے اس اُمت سے ڈر ہے جو ابھی سوئی پڑی ہے۔اس میں اب بھی لوگ ہیں جو راتوں کو اُٹھ پڑتے ہیں اور چپکے سے نمازیں پڑھتے ہیں، ان میں اب بھی وہ چنگاری سوئی پڑی ہے۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں یہ نہ اُٹھ جائیں اور زمانے کا تقاضا ہے کہ یہ کہیں شرع محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آنہ جائیں کہ اس کو بھی اب Try کریں۔اس نے کہا کہ مجھے اور کسی سے خطرہ نہیں بلکہ ان سے خطرہ ہے۔

مست رکھو ذکر و فکرِ صبح گاہی میں اسے

پختہ تر کر دو مزاجِ خانقاہی میں اسے

مسلمان اللہ ھو کرتا رہے، ضربیں مارتا رہے مگر دوسری طرف نہ آئے۔انہیں میں مسلمانوں کو دبا کے رکھو، ان میں کہیں شعلہ نہ پیدا ہو جائے۔یہ

دنیا جو ہے یہ کہیں تنگ ہو کر اس پر نہ آ جائے، اس پر کہیں شرع محمد ﷺ آشکارا نہ ہو جائے۔

محفل میں موجود بھائیوں نے کہا کہ پوری دنیا میں سارے لوگ مسلمانوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اس پر فرمایا کہ اچھا ہے پڑے رہیں۔ بزرگ بھائی جناب محمد یعقوب صاحب نے بھی کہا کہ باقی زمانہ بھی ہے اور یہ شیطان بھی سارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ان باتوں پر آپ نے محفل کو ذرا مزاح کا رنگ دیا اور فرمانے لگے:

ایک انگریز شاعر اور شیکسپیئر بیٹھے ہوئے تھے۔ شیکسپیئر کے ڈرامہ کے بعد پورے ہال نے تالیاں بجائیں مگر شاعر نے شیکسپیئر سے کہا کہ ڈرامہ اچھا نہیں تھا۔ شیکسپیئر نے کہا کہ میں بھی Agree کرتا ہوں۔ مگر سارا ہال تالیاں بجا رہا ہے کہ ڈرامہ اچھا ہے۔ یہاں تیری میری بھلا کون سنتا ہے۔

دنیا جتنی زیادہ ان مسلمانوں کے خلاف اُٹھی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ان میں کوئی چیز ہے کہ آخر سب ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ایک بندے کا ہی مخالفت کر دینا کافی ہوتا ہے۔ ساری دنیا ان مسلمانوں کے خلاف ہے آخر کوئی بات تو ضرور ہے۔ شیطان نے اپنی مجلس شوریٰ میں یہی کہا کہ اس سے مجھے خطرہ ہے۔ یہ کہیں Uncover نہ ہو جائے۔ یہ کمیونسٹ اور دوسرے ان سے میں نہیں ڈرتا، یہ سب چند دن کا میلہ ہے۔ یہ سب چلے گئے، سو گئے۔ علامہ رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی سوچ تھی کہ یہ کمیونسٹ وغیرہ کے نظام نہیں رہ سکتے۔

جو بات امام مہدی کی ہے، انہوں نے آ جانا ہے۔ اب یہ تفصیل بھی لکھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور ساری دنیا کو اکٹھا کریں گے۔ مطلب یہ ہے

کہ انسانیت کا ایک اکٹھ ہوگا، انسانیت کی Base پہ سب کو اکٹھا کریں گے۔ جیسے پہلے جمعیت الاقوام بنی تھی۔ علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

خاکِ مکہ نے دیا خاکِ جنیوا کو یہ پیغام
جمعیتِ اقوام کہ جمعیتِ آدم

جب غیر مسلم اقوام نے جمعیتِ اقوام بنائی تو خاکِ مکہ نے انہیں یہ پیغام دیا کہ جمعیتِ اقوام نہیں بلکہ جمعیتِ آدم بناؤ۔ آدم علیہ السلام کے نام پر سب کو اکٹھا کرو۔ جمعیتِ اقوام بنائی تو لڑائی کی بنیاد تو پہلے ہی رکھ دی ہے کہ تم اور قوم ہو، ہم اور قوم ہیں۔ لڑائی کی بنیاد ہی جمعیتِ اقوام ہے اس لئے جمعیت اقوام نہیں بلکہ جمعیت آدم بناؤ۔ آدم ہو گا تو سب انسان اکٹھے ہوں گے۔ اس پر، انسان کے نام پہ، ساری انسانیت اکٹھی ہوگی۔ علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا کہ

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

خدا کو چھوڑ کر جس کی پرستش ہو رہی ہے وہ وطن ہے۔ قومیت اور وطن پرستی، یہ سب سے بڑا بت ہے جس کی خاطر، جس کے لئے سب ظلم ہو رہے ہیں۔ قوموں کو کاٹا جا رہا ہے، لوگوں کو مارا جا رہا ہے۔ ان کو لوٹو۔ Economics کی Base ہی یہ ہے کہ دوسروں کو لوٹو اور اپنی سوچو۔ سارے علم کا خلاصہ یہی ہے۔ علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سب سے بڑا بت یہی ہے۔ اسی نے انسانیت کو تقسیم کیا ہے، اسی نے لڑایا ہے۔ انہوں نے عربوں کی جمعیت کو توڑ کے علیحدہ کیا۔ تم عراقی علیحدہ ہو، اس کو توڑو۔ انہوں نے ترکی کی خلافت سے بغاوت کر دی۔ ترکی اکیلا رہ گیا۔ اس کی بنیاد ہی ایسی ہے۔ پہلے مذہب کو مارو تب یہ Decorate ہوتا ہے۔ اس کا کفن اتار

کے اس کا سوٹ بنتا ہے۔علامہ نے اسی پر کہا کہ جمعیت اقوام بنا رہے ہو، جمعیت اقوام یا جمعیت آدم؟ جمعیت آدم کی بنیاد پہ بات کرو کہ ہر انسان برابر ہے۔اس کو قوموں میں تقسیم کرو گے تو یہ لڑیں گے۔اس کی بنیاد ہی تم جمعیت اقوام پہ کر رہے ہو۔ علامہ تو کہتے رہے مگر ان کی کسی نے سنی نہیں۔Time ہے وہ خود اسے لے آئے گا۔ اب یہ تحریکیں جو اُٹھ رہی ہیں، ہمیں تو پتا بھی نہیں ہے کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ان کی تحریک کیا ہے؟ کن کے خلاف ہے؟

جناب محمد یعقوب صاحب کہنے لگے کہ وہاں بھی غریب، غریب سے غریب تر ہوتا جا رہا ہے۔اس پر آپ نے فرمایا:

بات تو یہی ہے کہ وہ لوگ بھی اب اس کو محسوس کر رہے ہیں، یہ نظام ہی ایسا ہے۔آپ کے پاس دولت ہے تو آپ بیٹھے رہیں، پیسہ بنک میں ڈال دیں، آپ کی دولت بڑھتی رہے گی۔ وہ دولت کہاں سے آ رہی ہے؟ یہ دوسروں کی جیبوں سے آ رہی ہے۔آپ کا پیسہ سود میں آ رہا ہے۔ بنک سے جتنا مرضی پیسہ نکال لیں، جتنا مرضی خرچ کر لیں، مگر وہاں مزید پیسہ جمع ہو جائے گا۔ پیسہ ختم ہونے کو نہیں آتا بلکہ اور بڑھ رہا ہے۔سودی نظام ہو گا تو اس میں ایسے ہی ہو گا۔زکوٰۃ والا سسٹم ہے تو یہاں صورتحال مختلف ہے۔آپ کے پاس کروڑوں روپے ہیں۔آپ ڈھائی فیصد دیتے ہیں۔ چالیس سال میں آپ کی ساری دولت ایک دفعہ حکومت کو چلی جاتی ہے۔ ہر سال ڈھائی فیصد گئی تو چالیس سال میں سو فیصد چلی گئی۔اب نئی دولت Create ہو گی تو آپ کے پاس آئے گی ورنہ چالیس سال میں آپ نے اپنا سارا سرمایہ سالانہ ڈھائی فیصد کے حساب سے حکومت کو دے دیا۔اب یہاں دیکھیں تو اُلٹا نظام ہے کہ پیسہ کمایا بھی حق ہوا اور وہ بھی واپس چلا جائے۔

اللہ تعالٰی جب انہیں گرانا چاہتا ہے تو خود اسباب پیدا کر دیتا ہے۔روس نے کیا کیا تھا؟ Big power تھی تو دنیا کو اس سے کیا ہوا ہے؟اتنی بڑی،اس نے جنگ تو نہیں لڑی۔افغانستان میں آیا اور چند پٹھانوں نے اسے ایسا کیا کہ اس کے اپنے علاقے آزاد ہو گئے۔امریکہ والے بھی ڈر رہے ہیں کہ ہمارا یہی حال ہوگا۔میرا بیٹا (بریگیڈیئر حامد محمود ڈار) ایک کورس پہ گیا۔ویسے میں نے اس سے کبھی خاص پوچھا نہیں،عموماً جنرل رینک کے افسر ایسے کورس پر جاتے ہیں۔وہاں میٹنگ ہوئی۔ امریکی بھی آتے رہتے ہیں۔وہاں سوال جواب ہوئے تو اس نے کہا کہ آپ کو یہ تو پتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح آپ کا زوال آنا ہے۔کوئی قوم مستقل تو نہیں رہی۔امریکن بھی ختم ہو جائیں گے۔اس نے امریکی افسر سے کہا کہ آپ کے خیال میں وہ کون کونسی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے آپ کو زوال آنا ہے؟ آپ بتائیں کہ وہ کونسی وجوہات ہوں گی جن کی وجہ سے آپ کا زوال آئے گا؟اس وقت امریکی افسر نے واضح جواب نہیں دیا،بڑا مشکل سوال تھا۔بعد میں اس نے پھر ٹائم دیا اور بات کی۔اس سوال کو پھر حامد نے دہرایا۔اس امریکی نے ایک تو سونامی کا کہا کہ کوئی سونامی آ کر امریکہ کو ڈبو نہ دے۔پہلے بھی کوئی دو چار مرتبہ وہاں سونامی آیا ہے۔سونامی اسی طرح سے ہے جیسے قرآن میں ہے کہ ان پر نحوست کے دنوں میں ہوا چلائی۔'ایامِ نحس' تھے کہ آٹھ دن صبح شام آندھی چلی۔سات دن آٹھ راتیں یا آٹھ دن سات راتیں۔یہ نام بھی دیا کہ نحس دن میں ان پر چلائی۔کہتے ہیں کہ ایک دور ایسا آتا ہے کہ جس میں سب کچھ Upset ہو جاتا ہے۔امریکہ کو یہ ڈر ہے کہ یہ سونامی آ کر ہمیں ڈبو نہ دے۔اللہ کہتا ہے کہ جب جی چاہے تو ہم ڈبو دیں،یا شہر کو اُلٹا دیں۔ان کو یہ خدشہ ہے کہ سونامی جیسا ٹائم تاریخ میں آتا رہا ہے۔

بابا جی رحمۃ اللہ علیہ (انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) بھی کہتے تھے، میں نے پڑھا بھی
تھا کہ یہ جو پہلے South تھا وہ اب North ہے۔ یہ North اور South
پہلے والے نہیں ہیں، یہ الٹ گئے ہیں۔ مطلب یہ کہ زمین الٹ گئی ہے۔ امریکیوں
کے پاس تاریخی ثبوت ہیں۔ یہ جو لاوا زمین سے نکلتا ہے، اس میں Matels ہوتی
ہیں۔ لوہا بھی ہوتا ہے جو پگھلا ہوا ہوتا ہے۔ اس میں جو لو ہے کے Particles ہیں
وہ North سے South ہو جاتے ہیں اور پھر جم جاتے ہیں۔ ان کا رخ جمنے سے
پہلے ہی شمالاً جنوباً ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے اوپر لاوا نکلا، پھر اور لاوا نکلا۔ اسی طرح کئی
ایسے لاوے نکلے۔ اب جو اس لاوے میں اوپر والے کا شمال اور جنوب تھا وہ نیچے
والے کا نہیں تھا۔ نیچے والے میں اوپر والے کا شمال جنوب کی طرف تھا اور جنوب شمال
کی طرف۔ اس کا مطلب ہے کہ نیچے والا لاوا پہلے دور کا تھا جب یہ قطب شمال، قطب
جنوب تھا۔ اسی طرح جو لاوا بعد میں نکلا اس میں پہلے والا شمال اب جنوب ہو گیا تھا۔
امریکیوں کو معلوم ہے کہ زمین نے بازی کھائی ہے، ہوسکتا ہے کہ پھر ویسے ہو۔ مکمل تو نہ
ہو شاید مگر عظیم تباہی ہو گی۔ بڑے بڑے شہر غرق ہو جائیں گے، نیچے سے نئے نمودار ہو
ں گے۔ اوپر سے شاید سارے شہر ہی ڈوب جائیں اور نیچے سے نئی زمینیں نکل آئے۔
دنیا کے نقشہ میں بھی کہتے ہیں کہ یہ یورپ اور امریکہ پہلے ملا ہوا تھا۔ اب بھی نقشے کو
جب ساتھ ملائیں تو یہ ایسے فِٹ ہو جاتا ہے جیسے کٹا ہوا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ
زمین نے شمال جنوب کوئی رُخ بدلا ہے۔ یہ اب بھی ہوسکتا ہے۔ کئی قسم کے سیارے
ہیں، ہوسکتا ہے کہ کوئی سیارہ ٹکرائے اور زمین اپنے مدار سے اُکھڑ جائے۔ قیامت
صغریٰ شاید یہ ہو جائے۔ یہ Total collapse تو شاید نہ ہو لیکن اس سے کہیں
چھوٹا حادثہ ہوسکتا ہے۔ قرآن میں اللہ نے کہا کہ ایامِ نحس میں چلائی آندھی۔ سات

دن، آٹھ دن۔ ایامِ نحس کا کیا مطلب ہے؟ ہم تو کہتے ہیں کہ سارے اللہ کے دن ہیں، اللہ نے ایامِ نحس کہا۔ مطلب یہ کہ ایسے ایام آتے ہیں خواہ وہ کسی وجہ سے ہی کیوں نہ پیدا ہوں۔

کسی بھائی نے کہا کہ سورۃ القمر میں یہ ایام نحس والی آیت ہے۔

اللہ کرسکتا ہے جو چاہے۔ قرآن میں آیا ہے عاد کے بارے میں کہ عاد نے کہا کہ ہم سے زیادہ کون زمین میں طاقتور ہے؟ اللہ نے کہا کہ وہ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم Super power ہو گئے ہیں۔ Super power کون ہے؟ انہوں نے (عاد نے) یہی کہا تھا۔ ان کو اللہ نے جواب دیا تھا۔ قومِ عاد میں سے کسی کی باڈی یمن میں مل گئی تھی۔ وہاں Boming کی پریکٹس کر رہے تھے کہ ساتھ آندھی چل پڑی۔ ایک بم بلاسٹ ہوا، ریت اڑی اور آندھی ریت کو اڑا کر لے گئی۔ اندر سے ایک لمبا چوڑا مردہ دریافت ہو گیا۔ اس کا اتنا بڑا سر تھا۔ جنرل ناصر آئی ایس آئی کا تھا، اس نے نوائے وقت میں یہ مضمون لکھ کر بھیجا اور اس مردے کی تصویر بھی چھپی تھی جو بیلی کاپٹر سے لی گئی تھی۔ مضمون جنرل صاحب کا لکھا ہوا تھا۔ اس مردے کا اتنا بڑا سر تھا کہ اس کے اندر عام آدمی کے تیس (30) سر آسکتے تھے۔ اتنی لمبی باڈی تھی کہ دوسری طرف کون ہے یہ دیکھنے کیلئے چھ فٹ کی بلندی پر چڑھ کر دیکھنا پڑتا تھا۔ فوٹو پر چھوٹا سا نشان بنا ہوا تھا کہ یہ آدمی کھڑا ہوا ہے۔ امریکن فوراً اس پر پہنچ گئے اور قبضہ کرلیا، کسی اور کو یہ نہیں لینے دیا۔ خدا نے کہا کہ

لَم یَخلُق مِثلُھَا فِی البِلَادِ۔

اس کی مثال ہم نے کہیں پیدا نہیں کی۔

اتنا بڑا ہم جیسوں کو کیا سمجھتا ہو گا؟ سر نہ بھی ہو تو وہ کیڑوں کی طرح ہم جیسوں کو مَسل دے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم جیسا کون ہے؟ جب وہ مرے تو پھر کھجوروں کے تنوں کی طرح پڑے ہوئے تھے۔ وہ سب ایک ہی شہر کے تھے، اللہ نے کہا ہے کہ ان کی مثل ہم نے کہیں پیدا نہیں کیے۔ امریکہ والوں نے اس پر قبضہ کر لیا ہے۔ آج کل تو کلوننگ بھی ہو جاتی ہے۔ اب وہ ایسا ماڈل بنا سکتے ہیں۔ ان کی سائنس تو کہتی ہے کہ اگر ایک بھی ذرہ مل جائے تو اس سے کلوننگ ہو سکتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ مخلوق کے ہر ذرے پر اس کی پوری ڈرائینگ ہوتی ہے۔ کوئی ایک بھی ذرہ مل جائے تو آپ اس کی CD تیار کر لیں گے۔ اسے امریکی لے گئے تھے، امریکی ایسا بندہ بنا لاتے ہیں تو پھر دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے؟ مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ جتنی کھدائی ہوئی، تعمیرات ہوئیں، اتنا بڑا ڈھانچہ اور کہیں نہیں ملا۔ اہرامِ مصر بھی کھودے، کئی جگہ کھدائیاں ہوئیں مگر کوئی سٹیفکیٹ والی بات نہیں ہے کہ کوئی ایسا بندہ ہوا ہو، اتنا لمبا چوڑا ہو۔ ایسے کسی مجسمہ کی تصدیق نہیں ہے۔ کوئی گھبرانے والی بات نہیں ہے۔ بے شک امریکی لے بھی گئے مگر ہمارا ان باتوں سے الگ سٹینڈ ہے۔ علامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ

اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

مومن کی بصیرت اور ہے۔ مار دھاڑ جو کچھ ہو جائے مگر مرنا اُنہوں نے ہی ہے۔ شیطان کی فوجیں ہی شکست کھائیں گی۔ وہ اس میں لگا ہوا ہے کہ میری ہی فوجیں کامیاب ہوں گی۔ اللہ کو ان باتوں کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ Ultimately وہ اس پہ آ ہی جائیں گے کہ اللہ ہی حق ہے۔ یہ سب سے اچھی جگہ ہے۔

محفل 35

ایک مرتبہ آپ ﷺ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی یہ جو آدمی آیا تھا، یہ جنتی ہے۔ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کی آپ ﷺ سے خاص عقیدت تھی مگر آپ ﷺ نے اس وقت صرف ایک آدمی کے بارے میں فرمایا کہ یہ جنتی ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں دس افراد کو جنت کی بشارت دی جنہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے جب اس آدمی کے بارے میں جنتی ہونے کی بشارت دی تو آپ ﷺ کی محفل سے ایک صحابی خاص طور پر ان کے پاس گئے، ان کے ساتھ قیام کیا کہ دیکھوں ایسا کیا خاص عمل ہے جو یہ کرتے ہیں اور انہیں یہ سعادت حاصل ہوئی۔ کچھ دن ان کے ساتھ رہنے کے بعد جب دیکھا کہ یہ کوئی خاص عمل نہیں کرتے، معمول کے سارے کام اور عبادات کرتے ہیں۔ انہوں نے بتا دیا کہ میں اس غرض سے آیا تھا، مجھے بتائیں کہ آپ کیا خاص عمل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے آپ کے بارے میں جنت کی بشارت دی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میں تو کوئی خاص کام نہیں کرتا، بس یہ نماز اور معمول کی عبادات ہیں یہی کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ انہوں نے راتوں کو اٹھ کر کوئی عبادت کی بات نہیں کی اور نہ ہی کوئی اور لمبے چوڑے اپنے معمولات بتائے۔ اس کے بعد جب وہ مہمان جانے لگے تو انہوں نے روکا کہ سنو بیٹا! یہ ایک بات ہے کہ جتنے بھی میرے سب

مسلمان بھائی ہیں، میرے دل میں کسی کے خلاف ذرہ برابر بات نہیں ہے۔صرف یہ ایک بات ہے اور کوئی عمل نہیں ہے۔میرا دل سب سے خوش ہے۔دل میں کسی کے خلاف میل نہیں ہے۔اس بات کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اخلاق ٹھیک ہو۔ حضور ﷺ بھی فرماتے ہیں کہ مومن کے اعمال میں سب اعمال سے بڑا اخلاق ہو گا۔اس کی دلی کیفیت۔جس آدمی کے دل میں ایسا معاملہ ہو وہ برا کیوں ہو گا؟ وہ کبھی بھی نہیں چاہے گا کہ کسی کا نقصان ہو۔

آپ ﷺ نے اس شخص کے بارے میں تین مرتبہ فرمایا تھا کہ وہ جنتی ہے۔اس نے بھی یہی ایک بات بتائی کہ یہ ایک ہے۔بات سمجھ میں آ گئی کہ یہ بڑے کمال کی بات ہے۔یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ دل ایسے پاک ہو۔یہ قبلہ حضور (انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی لکھا ہے کہ حضور ﷺ کسی کی برائی نہیں سنتے تھے۔کسی دوسرے بھائی کی غیبت والی بات مت کرو۔میرا دل سب کی طرف سے صاف ہے تو میں چاہتا ہوں کہ ایسے ہی جاؤں۔کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے خلاف میرے دل میں کوئی بات نہ ہو۔غیبت کا بھی کہا گیا کہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھایا جائے۔یہ اس کے مترادف ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ میں نہیں چاہتا کہ میرے دل میں کسی کے خلاف کوئی بات ہو۔ویسے بھی حضور نبی کریم ﷺ کا قلب مبارک تھا، اس میں کسی کے خلاف کوئی بات آ جاتی تو بڑی نقصان دہ بات تھی۔خود بھی منع کر دیا کہ مت کرو ایسی بات۔

یہ بڑی اچھی بات ہے، اس کا خیال رکھنا کہ کسی کے خلاف کبھی مت سوچیں۔جناب محمد یعقوب صاحب فرمانے لگے کہ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اگر آپ کسی کی اصلاح کی خاطر مجھے کسی کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں تو یہ بھول

جائیں کہ مجھے یہ پتا نہیں ہے۔ مجھے پتا ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے۔اس کے جواب میں آپ نے اسی بات کو دہرایا:

ہاں جی! یہ آپ کی غلط فہمی ہے کہ مجھے پتا نہیں ہے۔(کچھ دیر سکوت کے بعد فرمایا کہ) بس ہم ایسے ہی اپنی زندگی خراب کرتے ہیں۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اس شہر کی آبادی ایک وقت آئے گا کہ ساٹھ ہزار ہو جائے گی اور ان میں سے کوئی اللہ کا نام لینے والا نہیں ہوگا۔صرف ایک بندہ ہوگا جو اس کی نماز بھی پڑھے گا، اس کا ذکر بھی کرے گا اور باقی عبادات بھی کرے گا۔اس ایک آدمی کو ساٹھ ہزار افراد کی عبادت کا جو ثواب ہوگا وہ ملے گا۔ساٹھ ہزار بندہ ہے اور کوئی عبادت نہیں کرتا اور وہ اکیلا ہی کر رہا ہے۔اس ماحول میں عبادت کرنے سے سب کا ثواب اسی ایک کو ملے گا۔

سوال کیا گیا کہ انسان کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی فطرت پر پیدا کیا۔یہ کیسا معاملہ ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

قبلہ انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سب سے محبت کرو، ابھی ہم یہی بات کر رہے تھے کہ اگر تم انسان سے محبت نہیں کرتے کہ جس کو اللہ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اس کی ان گنت صفات کا مظہر یہ انسان ہے۔ یہ جو ننانوے (99) نام اللہ کے بتائے گئے ہیں صرف یہ نہیں ہیں۔اس کے بارے میں تو فرمایا گیا ہے کہ سارے سمندر سیاہی بن جائیں اور ساری مخلوق لکھنے میں لگ جائے تو اس کی تعریف میں یہ سیاہی ختم ہو جائے گی، اس کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔بات یہ ہے کہ کوئی جاننے والا ہو تو لکھے۔جو جانتا ہو اس نے لکھنا ہے۔اللہ کی تعریف لکھی جائے اور سیاہی ختم ہو جائے، پھر ایسی سیاہی آ جائے۔قرآن میں لکھا ہے کہ پھر دوبارہ

ایسی سیاہی بن جائے اور اس کی صفات لکھی جائیں تو وہ تب بھی ختم نہیں ہونگی۔ یہ ننانوے نام اس لئے بتائے گئے ہیں کہ جنہیں ہم جانتے ہیں۔ ہمیں پتا ہے کہ رحم کیا ہوتا ہے؟ کرم کیا ہوتا ہے؟ یہ وہ صفات ہیں جن سے ہم آشنا ہیں۔ اس کی صفات بے مثال ہیں اور لامحدود ہیں۔ وہ عرش پر بیٹھا ساری کائنات کے معاملات چلا رہا ہے، ہم اس کی صفات کا کیسے احاطہ کر سکتے ہیں؟ سب معاملات اسی کی طرف پلٹتے ہیں۔ اسی کی طرف سے آتے ہیں۔ یہ آپ کی روح بھی باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے جو لکھا ہے کہ شعاع کی طرح آتی ہے۔ یہ بھی ادھر اوپر ہی Connect ہے۔ ایک سرا یہاں دماغ سے جڑا ہوا ہے۔ اب یہ بلب ہے، جہاں لگا ہوتا ہے وہاں روشن ہوتا ہے مگر اس کی تاریں کرنٹ کہیں اور سے آتا ہے۔ تار کے ذرے ذرے میں وہ کرنٹ موجود ہے مگر روشنی صرف اسی جگہ ہوتی ہے جہاں کمرے میں بلب ہوتا ہے، وہاں سے روشنی ہر طرف چلی جاتی ہے۔ ذرے ذرے میں روشنی کا وجود ہوتا ہے۔ جب بلب Off ہوتا ہے تو یہ روشنی واپس چلی جاتی ہے۔ روح بھی ایسے ہی ہے۔ جسم کے ذرے ذرے میں ہے۔ جب آف ہوگی تو جسم کے ذرے ذرے سے کھینچ کر واپس چلی جائے گی۔

وہ عرش پر بیٹھا سب کچھ کنٹرول کر رہا ہے۔ اب عرش ایسا تو نہیں ہے جیسا یہ تخت پوش ہے، ایسا نہیں ہے کہ اس پر بیٹھا ہے۔ اب یہ بات کہ اس عرش کی ماہیت کیا ہے؟ کتنا بڑا ہے؟ کیسا ہے؟ اور کہاں پر ہے؟ کہتے ہیں کہ عرش ہے۔ عرش کے اوپر کرسی ہے اور وہ کرسی پر بیٹھا ہے۔

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (1)۔

اور اللہ کی کرسی جو ہے وہ زمین وآسمان کو گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔

---

(1) سورۃ البقرۃ 2: آیت 255۔

جب کرسی اتنی زیادہ وسیع ہے تو عرش کتنا ہوگا؟ اور خود وہ کتنا بڑا ہوگا؟ جیسے وہ کرسی پر بیٹھا کائنات کو کنٹرول کر رہا ہے ویسے انسان بھی کام کرتا ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے، ویسے کرتا ہے۔ ایسے لکھنا ہے، ایسے کرنا ہے۔ یہ سارے ملائکہ ہیں یا غلام ہیں یہ سارے کام پر لگے ہوئے ہیں۔ ان کو تو شعور نہیں ہے کہ جگہ کی تصویر کیسی بنائی ہے۔ آدمی کی تصویر کیسی بنائی ہے۔ اللہ آپ براہِ راست اس کے پیچھے ہے۔ یہ ملائکہ جو بھی کرتے رہیں، ان میں یہ شعور والی بات نہیں ہے۔ اللہ خود ان کے پیچھے موجود ہے کہ آپ نے یہ تصویر کیسی بنانی ہے؟ کیسا نقشہ بنانا ہے؟ یہ نقشہ یا تصویر عالمِ امر میں پہلے موجود ہے، وہاں سے پھر وہ اسے عالمِ مثال میں منتقل کرتا ہے۔ جو وہ کرتا ہے، اس کا نقشہ اُدھر ہے۔ اب یہاں ایک Architecture ہے، وہ یہ نقشہ بناتا ہے۔ اب جس چیز کا وہ نقشہ بنا رہا ہے وہ پہلے اس کے دماغ میں موجود ہے کہ یہ نقشہ یا تصویر کیسی ہوگی۔ وہاں سے پھر وہ اسے کاغذ پر بناتا ہے کہ یہ مسجد ہوگی، کیسے اس کے مینار ہوں گے۔ جب کاغذ پر نقشہ بنا لو تو یہ عالمِ مثال والی بات ہے۔ یہاں عمارت کے ماڈل بنا دیے اور پورا نظام دکھا دیا کہ یہ عمارت کی شکل ہوگی، ابھی یہ عمارت اپنی حقیقی شکل میں نہیں آئی، عالمِ مثال میں ہے مگر یہ عمارت آ گئی ہے۔ جن بزرگوں کی روحانی طور پر Approach ہے، وہ بتا دیتے ہیں کہ ایسی مسجد بن رہی ہے، اس کے ایسے مینار ہوں گے، ایسی شکل ہوگی، وہ سارا کچھ بتا دیتے ہیں۔ ابھی یہ مادی وجود میں نہیں ہوتی، عالمِ مثال میں ہوتی ہے مگر یہ بتا دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ مادی وجود میں آتی ہے۔

اِدھر آپ کا بھی یہ System اسی طرح ہوتا ہے۔ بات جو بھی عالمِ مثال میں ہوتی ہے، اِدھر یہ سب اعضاء اس کے غلام ہیں جو اس کے مطابق یہ کام کرتے

ہیں۔بولنا چاہتے ہیں، Vocal system ہے،آواز بنتی ہے،ہمیں خود بھی نہیں پتا کہ کیسے الفاظ بنتے ہیں۔سارا سسٹم بند ہے لیکن آپ کی خواہش کے مطابق ہوتا ہے، جوآپ بولنا چاہتے ہیں، وہی الفاظ نکلتے ہیں۔باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی 'اللہ کی کل' کے عنوان سے جومضمون لکھا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ میاں مجھے ایسی چیز دکھاؤ جوکسی بزرگ نے بھی نہیں دیکھی ہوتو اللہ میاں نے وہ 'کل' دکھائی۔دنیا میں جوبات بھی ہوتی ہے وہ وہاں سے چلتی ہے،آدمی کے دماغ اور پھر منہ تک آتی ہے، پھر منہ سے نکلتی ہے اور پھر واپس آجاتی ہے۔ہمیں اپنے الفاظ کے بارے میں خود نہیں پتا کہ یہ کیسے بنتے ہیں مگر یہ سب الفاظ اندر سے ہی بن رہے ہیں۔ہر ایک لفظ علیحدہ علیحدہ ہے،اعراب بھی مختلف ہیں،آواز بھی مختلف ہے، یہ اللہ میاں کی تجلیات ہیں۔وہ واقعہ بدر جیسے تھا،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ یہ اس کی تجلیات ہیں، وہ اپنی نشانیوں کومجرب کرکے بناتا ہے۔خدا کی دین ہے کہ No two men are alike دنیا میں دوآدمی کہیں بھی ایک جیسے نہیں ہیں۔ Finger prints بھی نہیں ملتے، یہ خدا کی کارستانیاں ہیں۔جڑواں بہنیں ہوں، جومرضی ہوں،ان کے نقش، بال سب علیحدہ ہوتے ہیں، یہ سب اللہ کی تجلیات ہیں۔ہر لحظہ مومن کیلئے نئی جزا ہے۔اللہ کے بارے میں بھی ہے کہ

كُلَّ يَومٍ هُوَ فِي الشَان(1)۔

وہ ہر لحظہ نئی تجلیات کاظہور کرتا ہے۔

اس کی شان ہے کہ یہ سب ایسے بنائے۔اس کے ہاں اتنی وسعت ہے کہ ہر لمحہ نیا ڈیزائن۔انسان بھی جو یہ گاڑیاں بناتا ہے، ہر دوچار سال بعد ایک نیا ماڈل آ

(1) سورۃ الرحمٰن 55۔آیت 29۔

جاتا ہے۔ہر بندہ بھی نیا ماڈل ہے۔علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ

پسند اس کو تکرار کی خو نہیں ہے
کہ تو میں نہیں اور میں تو نہیں

غالب رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے تھے کہ

یا رب! زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لئے؟
لوحِ جہاں پہ حرفِ مکرر نہیں ہوں میں

تختی پر جب کچھ لکھا گیا ہو اور پھر دوسری دفعہ وہی لکھا جائے تو مٹا دیتے ہیں کہ یہ پھر لکھا گیا ہے، مکرر ہو گیا ہے۔دوبارہ لکھا گیا ہے تو ایک کو مٹا دیں گے۔میں تو حرفِ مکرر نہیں ہوں کہ دوبارہ لکھا ہوا ہوں، میں تو ایک ہی ہوں، میرے جیسا نہ پہلے آیا اور نہ بعد میں آئے گا۔ مجھے کیوں زمانہ مٹانے کی کوشش کرتا ہے؟ وہ تو ان (غالب رحمۃ اللہ علیہ) کا خیال تھا ورنہ مٹاتا کون ہے، وہ تو پالش کرنا چاہتا ہے کہ آپ اچھی طرح سے بندے بن جائیں۔اس (اللہ) کا یہ کنٹرول کا جو Pattern ہے کہ حیات کو وہ کیسے چلا رہا ہے؟ کیسے اُدھر سے یہ Secret signals دیتا ہے؟ دماغ تو الیکٹرانک ہے، الیکٹرانک سگنلز نکلتے ہیں اور اس کی Rays وہاں سے Transfer ہو کر آگے چلتی ہیں، نیچے جو Lower body ہے، اس پر Effect کرتی ہیں۔یہ فالج کیا ہوتا ہے؟ کوئی تار کہیں سے شارٹ ہو گئی، Right حصے کی شارٹ ہوئی تو وہ حصہ گیا۔اس (اللہ) کے سسٹم کو Understand کرنے کیلئے یہ سارا نظام ویسا ہے۔آگے پھر وہ Mechanical connection بعد میں چلتا ہے۔اصل سگنلز وہاں سے چلتے ہیں۔موجودہ ڈاکٹر بھی کہتے ہیں کہ یہ دماغ تیزی سے چلتا ہے۔

ایک دماغ کا Specialist تھا۔اس نے سارا Mark کیا کہ دماغ کا

یہ حصہ یادداشتوں کیلئے ہے۔ یہ حصہ ہاتھ پاؤں بڑھانے کیلئے، یہ حصہ Vocal speed کیلئے ہے، یہاں سے سگنلز جاتے ہیں۔ اس نے دماغ کی Ranking کردی ہے کہ Memories میں یہاں پر کچھ اور ہے۔ ڈاکٹر ایک بندے کی کھوپڑی کھول کر تجربات کر رہا تھا۔ اس نے بندے کو بیہوش نہیں کیا تھا۔ وہ ایک تار سے دماغ کے ایک حصے کو Touch کرتا تو مریض اپنا کچھ Response دیتا۔ اس نے تار کو Memory کے حصے پر لگایا تو اس نے کہا کہ مجھے وہ فلاں واقعہ یاد آ رہا ہے۔ اس نے تار کو دوسری جگہ لگایا تو جسم کا کوئی اور حصہ حرکت میں آ گیا، پھر Memory والے حصہ پر لگایا تو پھر اس نے کہا کہ مجھے وہ واقعہ یاد آ رہا ہے۔ اس نے Movement کی جگہ پر تار کو لگایا تو مریض نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور کہا کہ یہ ہاتھ میں نے نہیں اٹھایا، خود ہی اٹھ گیا ہے۔ مریض نے کہا کہ میں نے نہیں اٹھایا تو اب اس کی تحقیق رک گئی۔ ادھر دماغ سے Signals آئے اور یہ کہتا ہے کہ میں نے نہیں اٹھایا تو یہ 'میں' کدھر ہے؟ اس کے اندر ہے یا باہر ہے؟ اگر دماغ کو ہی مرکز کہتے ہیں تو یہ اس (دماغ) نے اٹھایا مگر وہ (مریض) کہتا ہے کہ میں نے نہیں اٹھایا۔ جب یہ مریض کہتا ہے کہ یہ میں نے اپنی مرضی سے نہیں اٹھایا تو یہ 'میں' کدھر ہے؟

محفل میں شریک اپنے مرید سے فرمایا کہ Mystery of the mind، یہ کتاب دیکھنا کسی لائبریری میں اگر مل جائے۔ بات موضوع پر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

اس نے اپنی کتاب Close کی کہ کیا وہ مادی چیز ہے؟ جیسے یہ دماغ مادی ہے اور اُس (میں) کا اِس دماغ کے ساتھ تعلق کیا ہے؟ یہ تعلق کس نوعیت کا ہے؟ الیکٹرانک ہے؟ Mechanical ہے؟ کیسا ہے؟ اور اس کا Source of

energy کیا ہے؟ آیا اس (میں) کو خوراک جاتی ہے جیسے دماغ کو چھوٹی چھوٹی باریک رگوں سے جاتی ہے؟ دماغ پھٹ گیا تو کہتے ہیں کہ اسے Brain Hemorrhage ہوگیا۔ اس کا تو یہ Source ہے کہ اسے آکسیجن بھی جاتی ہے اور Energy بھی جاتی ہے، مگر وہ جو 'میں' ہے، اس کا Source of energy کیا ہے؟ اسے Body سے مادی خوراک جاتی ہے یا کچھ اور ہے؟ وہ جسم کے اندر ہے یا جسم سے باہر ہے؟ جسم سے باہر ہے تو اس کا Source of energy کیا ہے؟ اوپر سے کوئی دوسرا Electronic energy source ہے؟ اگر باہر ہے تو پھر یقیناً اور ہی ہوگا۔ اس پر اس سائنسدان نے اپنا سارا تجربہ Close کر دیا کہ یہ تو اور ہی کوئی بلا ہے جو اندر بیٹھی ہے۔ یہ دماغ بھی کسی کے کنٹرول میں ہے۔ یہ پہلا Step ہے کہ جسم کی مشین کو اس نے اپنے قبضے میں کیا ہے۔ یہ آگے سارے جسم کو۔۔ اور سسٹم سارے یہاں سے Operate ہوتے ہیں، یہ ٹریفک کنٹرول کی جگہ ہے، اس پر اُس نے اپنا قبضہ کیا ہے اور باقی سارے اعضاء کو یہاں سے Motivate کرتا ہے۔ دماغ اس کی مرضی کے مطابق یہاں سے پیغام آگے پہنچا دیتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ یہاں اس (سائنسدان) کا کام ختم ہوگیا۔ میرا خیال ہے کہ وہ ڈھونڈتا رہے مگر یہاں سے آگے اُسے کچھ نہیں مل سکتا، اس کا وہ موضوع ہی نہیں ہے۔ وہ مادی دنیا سے باہر ہی نہیں نکلتا۔ اس نے یہاں اپنے Chapter کو بند کر دیا۔ Mystery of the mind اس کی کتاب ہے۔

میں، میں ہوں۔ یہ دماغ میرا ہے۔ جب آپ کہتے ہیں کہ یہ میرا ہے، میں اس کا مالک ہوں۔ یہ تو کوئی اور چیز کہہ رہی ہے کہ دماغ میرا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کا Owner کوئی اور ہے۔ وہ ہے۔ کافی کچھ انسان کو معلوم ہو رہا ہے کہ

خدا کائنات کو کیسے چلا رہا ہے؟ اس کا حکم کیسے چلتا ہے؟ اس کے آگے ملائکہ ایک مخلوق ہے، وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی ہے۔ یہ سارے آگے ملائکہ ہی ہیں جو کام کرتے ہیں۔ باباجی ؒ کہتے ہیں کہ سامنے گلاب کا پھول آیا، جی میں آیا کہ پھول توڑو، تو کیا ہو گا؟ آگے اعضاء ہیں جو اس پر عمل کریں گے کہ پھول کیسے توڑنا ہے۔ آگے انسان کا دھڑ ہوتا ہے۔ یہ ہاتھ، پاؤں، بازو نہ ہوں تو پھر کیا ہوتا؟ تو خواہش اندر ہی مرجاتی۔ یہ دھڑ آگے ہے تو اس خواہش پر عمل ہوسکتا ہے۔ ہم نے حرکت کی پھول توڑا اور واپس آ گئے۔ ملائکہ بھی اللہ نے پیدا کر رکھے ہیں۔ اللہ نے بھی یہ فوجیں آگے پیدا کر رکھی ہیں، جو حرکت کرتی ہیں۔ باباجی ؒ نے کہا کہ یہ حرکت ہوئی، حرکت زندگی کا نشان ہے۔ حرکت ہے تو زندگی ہے، نہیں ہے تو مردہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی ہے۔ خواہش جو تھی وہ اعضاء کے توسل سے پوری ہوئی۔

ایک خطبے میں لکھا تھا کہ امریکی عورت جو گونگی، بہری، اور اندھی تھی۔ گونگے، بہرے تو ہوتے ہیں جو اشارے کرتے ہیں اور اندھے تو دیکھ بھی نہیں سکتے۔ اب اس کی آنکھیں بھی نہیں تھیں تو وہ اپنی بات کیسے Convey کرتی؟ دوسروں کے ساتھ اس کا رابطہ کیسے ہوگا؟ اس کے گھر والوں نے رابطے کا ایک طریقہ ایجاد کیا۔ انہوں نے ایک بیت رکھا کہ اس سے اِسے Touch کر کے لکھ کے کہتے، وہ سمجھتی تھی، وہ پھر جواب دیتی۔ اس پر بھی وہ بڑی Happy تھی۔ تسلیم و رضا والے لوگ کتنے خوش ہوتے ہیں۔ اس نے اپنی کتاب میں لکھا بھی کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جو گونگا، بہرہ بنایا، یہ خدا نے مجھ پر بہت بڑا کرم کیا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو میں ایک عام امریکن عورت ہوتی۔ پڑھتی لکھتی، شادی کرتی، بچے جنتی، اور مر جاتی۔ اب مجھے دنیا جانتی ہے۔ اس نے خدا کے بارے میں یہی کہا کہ یہ اس کا خاص کرم ہے۔ کتنی بڑی

بات ہے؟ اس کا خدا کے بارے میں کیا تصور ہے۔

بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ فرشتہ جو ہے یہ Agency of God ہے۔ مخلوق ہے، اللہ نے پیدا کی ہے لیکن وہ اپنی رائے پر عمل نہیں کر سکتے۔ نہ ان کا نفس ہے۔ آپ کو ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے Appointed ہیں۔ یہ تو اللہ کے حکم کی پیروی کرتے ہیں۔ آپ کو ان کے مندر بنانے کی، ان سے محبت بڑھانے کی، ان کے نام پہ قربانیاں دینے کی اور ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اللہ کی مخلوق ہیں جس نے ان کو پیدا کیا۔ یہ جو اللہ کے انوار و برکات ہیں، ان کے ذریعے بھی یہ آتے ہیں۔ یہ اس کے احکام بجالاتے ہیں، خود ان کی کوئی مرضی نہیں ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ جب میں کسی کو تکلیف دینا چاہتا ہوں تو کوئی اسے روک نہیں سکتا، نہ کوئی ہٹا سکتا ہے، سوائے میرے۔ جو کچھ بھی آتا ہے، اللہ کی طرف سے آتا ہے۔ یہ فرشتے اس کی مخلوق ہیں جن کی اپنی نہ کوئی خواہش ہے، نہ ارادہ ہے، دوسری مخلوقات کی طرح وہ مخلوق ہیں۔ سب معاملات اللہ کی طرف سے آتے ہیں۔ فرشتے حکم بجالاتے ہیں، ان کا کام بس یہی ہے۔ لوگوں نے ان کو ہی خدا بنالیا ہے۔ اسی طرح لوگ بزرگوں کی کرامات کو دیکھ کر انہیں سجدے کرتے ہیں۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ سجدہ اگر کرامت کو ہی دیکھ کر کرنا ہے تو سورج کو کرو۔ سب سے بڑا کراماتی تو سورج ہے، جس کی وجہ سے اس دنیا میں حیات ہے۔ حیات بذاتِ خود سورج کی وجہ سے قائم ہے۔ اگر کرامات کی وجہ سے ہی سجدہ کرنا ہے تو اس سورج کو سجدہ کرو۔ یہ تو سب مخلوق ہیں۔

وَمِنْ ءَايَٰتِهِ ٱلَّيْلُ وَٱلنَّهَارُ وَٱلشَّمْسُ وَٱلْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوا۟ لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَٱسْجُدُوا۟ لِلَّهِ ٱلَّذِى

خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (1)۔

دن اور رات، سورج، چاند بھی (اسی کی) نشانیوں میں سے ہیں، تم سورج کو سجدہ نہ کرو، نہ چاند کو۔ بلکہ سجدہ اس اللہ کو کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا، اگر تمہیں اس کی عبادت کرنی ہے تو سجدہ اسی کو کرنا ہے جس نے ان کو پیدا کیا۔ جو ان کا خالق ہے، اس کو سجدہ کرو۔ اگر یہ دعویٰ ہے کہ ہم آپ ہی کی بندگی کرتے ہیں۔ بندگی اس اللہ کی ہے، کسی اور کے لئے نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سجدہ مجھے کرو، خوشنودی میری حاصل کرو، رضا میری حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ کے ساتھ ایک یہ بھی مخلوق ہے، اس کا بس اقرار ہے کہ یہ موجود ہے۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ. ایمان ہے مگر آپ کو ان کے مندر بنانے کی، ان کے بت بنانے کی یا پوجنے کی اجازت نہیں ہے۔ اب یہ جو انسان کا سسٹم ہے تو اب چاہیے اس کہ آگے بھی اس میں تحقیقات کرے۔ یہ جسم کے ساتھ جو روحانیت کا معاملہ ہے، بزرگ جو دعا کرتے ہیں، پانی دم کر کے دیتے ہیں اور شفاء ہو جاتی ہے، یہ تحقیقات کرنی چاہئیں کہ یہ کیسے ہوا؟ یہ پانی ہے، اس میں پھونک ماری جاتی ہے، پھر بھی یہ پانی ہی ہے، اس میں کوئی کیمیکل Mix نہیں ہوا کہ اس میں کوئی Change آئے، یہ ویسا ہی پانی ہے۔ اس طرح دعا ہوتی ہے اور پتا ہی نہیں چلتا اور اس کا عمل ہو جاتا ہے۔ دوا کا بھی ہے۔ اس کا کہتے ہیں کہ Potency بڑھ جاتی ہے۔ یہ نظام بھی بڑا زبردست ہے جو اس نے بنایا۔ اس میں آپ کو بہت سی چیزیں نظر آئیں گی۔ یہ کہ آپ کا یہ سسٹم کیسے چل رہا ہے۔

من عرفه نفسه فقد عرفه ربه۔

اس کو دیکھیں کہ یہ کیسے چل رہا ہے۔

(بموقع سالانہ دورہ عاشق پور لسوڑی ماہ نومبر 2011ء)

(1) سورۃ فصلت 41: آیت 37۔

محفل 36

سوال کیا گیا کہ یہ جو فیض ہے یہ دل پر کیوں لیتے ہیں، دماغ پر کیوں نہیں لیتے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

قرآن پاک میں یہ 'قلب' جو ہے یہ دل اور دماغ دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ان کے پاس دل ہیں مگر یہ سوچتے نہیں۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ (1)۔

اب سوچنا تو دماغ کا کام ہے۔بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ جب آدمی آگے جاتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ یہ دل اور دماغ ملے ہوئے ہیں۔جب آپ کو کسی بات پر خوشی ہوتی ہے تو آدمی محسوس کرتا ہے کہ یہ خوشی کی جواہر ہے یہ میرے دل میں ہے۔اسی طرح درد بھی دل پر محسوس ہوتا ہے۔یہ دل اور دماغ کا اندرونی تعلق موجود ہے۔وحی کے بارے میں بھی کہا گیا ہے کہ جبرائیلؑ نے یہ قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر اتارا۔

وَاِنَّهٗ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعٰلَمِينَ۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْاَمِينُ۔ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ (2)۔

---

(1) سورۃ الاعراف 7: آیت 179۔

(2) سورۃ الشعراء 26: آیات 192-194۔

باہر سے اثرات کو Receive کرنے کا جو Source ہے وہ قلب ہے۔ یہاں سے تار باہر بورڈ کو لگائی جاتی ہے۔ اُدھر سے اس قلب پر وحی آئی، یہاں سے دماغ کو اور سب نظام کو کنٹرول کیا گیا۔ ایک حدیث بھی ہے کہ جسم میں ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے، اگر یہ خراب ہو تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، اور یہ کہ وہ قلب ہے۔ بزرگ کہتے ہیں کہ قلب سے مراد یہ لوتھڑا نہیں ہے بلکہ یہ وہ مقام ہے کہ جس کا ہدایت کے ساتھ تعلق ہے، اسے اس دل کے ساتھ اتارا ہے جو خون کا لوتھڑا نہیں ہے۔ اس مقام کو اس دل سے مناسبت ہے مگر یہ مراد نہیں ہے۔ وحی جو آئی تو وہ قلب پر ہی آئی۔ یہ جو انسانی Feelings ہیں، آدمی ان کو اِدھر محسوس کرتا ہے۔ خوشی ہو تو چہرہ بھی سُرخ ہو جاتا ہے۔ چہرہ خوشی سے کھل اٹھتا ہے۔ دل اسے محسوس کرتا ہے، دماغ اسے محسوس نہیں کرتا کہ یہ خوشی ہے۔

یہ انسان کا Knowledge وقت کے ساتھ آگے آگے چلتا رہتا ہے، سائنس میں بھی ایسے ہی ہے۔ چاند کے بارے میں تھا کہ یہ زمین کا حصہ ہے۔ چاند، زمین سے علیحدہ ہوا ہے اور اس کے گرد ہی چکر لگاتا ہے۔ یہ زمین کا ٹکڑا تھا، اب علیحدہ ہے۔ زمین جو ہے، سورج کے گرد چکر لگاتی ہے، یہ اس سورج کا حصہ ہے بلکہ سارے سیارے سورج سے نکلے ہیں، سورج ان کی ماں ہے۔ انسان جب چاند سے مٹی لائے، اس کا Analysis کیا تو پتا چلا کہ یہ تو زمین سے پہلے پیدا ہوا ہے، زمین کی عمر سے تو اس کی عمر زیادہ ہے۔ یہ کہیں دُور سے آیا ہے، یہ اس کا حصہ نہیں ہے۔ اب نئی بات آئی تو پرانی کو Change کر دیا۔ نئی توجیح کی کہ یہ چاند کہیں سے آرہا ہو گا، زمین نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا تو یہ اس کے گرد چکر لگانے لگا، اور بھی کئی باتیں ہیں۔

قُل اَئِنَّکُم لَتَکفُرُونَ بِالَّذِی خَلَقَ فِی یَومَینِ وَتَجعَلُونَ لَہٗ اَندَادًا ذٰلِکَ رَبُّ العٰلَمِینَ۔ وَجَعَلَ فِیھَا رَوَاسِیَ مِن فَوقِھَا وَبٰرَکَ فِیھَا وَقَدَّرَ فِیھَا اَقوَاتَھَا فِیٓ اَربَعَۃِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِینَ ثُمَّ استَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَھَا وَلِلاَرضِ ائتِیَا طَوعًا اَو کَرھًا قَالَتَآ اَتَینَا طَآئِعِینَ۔ فَقَضٰھُنَّ سَبعَ سَمٰوَاتٍ فِی یَومَینِ وَاَوحٰی فِی کُلِّ سَمَآءٍ اَمرَھَا وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنیَا بِمَصَابِیحَ وَحِفظًا ذٰلِکَ تَقدِیرُ العَزِیزِ العَلِیمِ[1]۔

اللہ تو فرماتا ہے کہ زمین کو بنایا، اس میں پہاڑ اور قوتیں رکھیں اور پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا اور وہ جڑے ہوئے تھے۔ان کو علیحدہ علیحدہ کر دیا۔اب یہ زمین پہلے بنائی، چار دن اس میں لگائے، اس میں قوتیں رکھیں۔اس میں چار دن لگائے۔اس کے بعد آسمان کی طرف متوجہ ہوا، وہ ملے ہوئے تھے، ان کو علیحدہ علیحدہ کر دیا۔یہ سب سیارے اور جو کچھ ہے اسے الگ الگ کر دیا اور یہ سورج کے گرد چکر کاٹ رہے ہیں۔اب یہ واضح ہے کہ زمین پہلے ہے اور آسمان بعد میں ہیں۔چاند کا یہ (سائنسدان) کہتے ہیں کہ یہ پرانا ہے۔سورج کا کہا کہ یہ سب سے بڑا ہے، یہ بھی چل رہا ہے۔یہ سورج بھی ایک کہکشاں میں اپنے گرد چکر لگانے والوں کو ساتھ لے کر آگے چل رہا ہے۔یہ کہکشاں جو ہے، وہ بھی Static نہیں، وہ بھی اپنے سارے سیاروں سمیت چل رہی ہے۔اس کی بھی آگے کوئی منزل ہے۔انسان کی جو Observations ہوتی ہیں وہ اس کے مطابق Theories وضع کرتے ہیں،

(1) سورۃ فصلت 41: آیات 9-12۔

آگے مزید ان کو Satisfy کرتے ہیں۔بابا جی عیہ نے بھی کہا کہ یہ دماغ مرکز نہیں ہے۔یہ دل ہے۔ یہ آگے چلتا ہے۔دماغ کافی کچھ یہ اور وہ کرتا ہے کہ میں کون؟اس کو کون کنٹرول کرتا ہے؟اس کو یہ دل کنٹرول کرتا ہے۔یہ فیض اسی لئے سب قلب پر لیا جاتا ہے۔خوشی کا اثر بھی دل پر ہوتا ہے،وہاں سے آگے چلتی ہے۔وحی کا بھی کہا کہ قلب پر آتی ہے۔یہ قلب Guide ہے۔

پہاڑوں کا بھی اللہ کہتا ہے کہ یہ اوپر سے ڈالے،یہ زمین کا Part نہیں ہیں۔انسان تو کہتے ہیں کہ یہ زمین سوکھ گئی،جو Hard part تھے وہ پہاڑ بن گئے اور باقی جو نرم تھے وہ میدان ہیں۔وہ پہاڑ پکے،یہ کچے۔ان کا Material تو ایک ہوتا ناں۔یہ Different material سے بنے ہیں۔ان پہاڑوں کا اللہ نے کہا کہ یہ اوپر سے ڈالے تا کہ زمین ہلے نہیں۔یہ کھونٹے لگائے،اب یہ اِدھر اُدھر نہیں جائے گی۔زلزلے والے کہتے ہیں کہ یہ زمین کی پلیٹیں ہیں جو ہلتی ہیں۔یہ پہاڑ نہ ہوں تو یہ روز زلزلے آئیں۔کیل وہاں لگتے ہیں جہاں دو چیزوں کو جوڑنا ہو۔ایک سیدھی دیوار میں ایسے ہی کیل لگا دیں تو اس کا تو کوئی فائدہ نہیں۔اب دیوار میں اگر کیل لگائیں گے تو یہ اوپر والی پٹی،دوسری سے جڑے گی۔اللہ تعالیٰ نے کہا کہ پہاڑوں کو کیل بنایا:

وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا[1]۔

کیل دو چیزوں کو جوڑنے کیلئے لگاتے ہیں،جیسے پیچ لگا ہو۔اگر زمین ایک ہی مٹی کا گولہ ہے تو اس میں کیل لگانے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ (زمین) تو نہیں جوڑتی۔پہاڑوں نے آ کے زمین کو جوڑا ہے۔پہاڑوں نے زمین کی پلیٹوں کو لگا دیا

---

(1) سورۃ النباء 78: آیت 7۔

ہے، یہ Fix ہو گئیں۔ یہ پہاڑوں نے کئی کئی میل اندر جا کر زمین کے حصوں کو جوڑا ہے۔ یہ (پہاڑ) اللہ نے اوپر سے ڈالے تا کہ یہ (زمین) ہلے نہیں۔ Balance کیا، اب یہ (زمین) چل رہی ہے اور ہم اوپر بیٹھے ہیں۔ Speed کے ساتھ چل رہی ہے، گھوم بھی رہی ہے اور آگے بھی چل رہی ہے۔ اب ہم بیٹھے ہیں تو ہمیں پتا بھی نہیں چلتا کہ ہم چلتی ہوئی چیز پر بیٹھے ہیں۔ یہ اس اللہ نے کہا کہ اس کو Balance کیا، یہ پہاڑ اوپر سے ڈالے، اور جیسے انہیں چاہا، ویسے بنایا۔ یہ ذرا اِدھر اُدھر نہیں ہوتی۔ یہ سب اس (اللہ) کی خواہش پر چلتا ہے۔ یہ پنکھا ذرا اِدھر اُدھر ہو جائے تو فوراً کڑ کڑ کرنے لگتا ہے۔ جب یہ بنایا جاتا ہے تو اس کے پروں کا وزن اور پیمائش سب برابر رکھی جاتی ہے، Angle مشین کے ذریعے بنایا جاتا ہے، یہ بالکل ایک جیسے ہوتے ہیں۔ اگر وزن برابر ہونے کے باوجود بھی Angle مختلف ہو گئے تو آواز دے گا۔ اگر پروں کے وزن میں فرق ہو تو پھر اس میں سوراخ کر کے Metal بھرتے ہیں تا کہ برابر وزن میں اور Angle سے یہ گھومے تو ہر طرح Balance ہو۔ Balance گھومنے والی چیز کیلئے ضروری ہے۔ یہ زمین گھوم بھی رہی ہے اور آگے بھی چل رہی ہے۔ اس کو اللہ نے یہ ہدایت کی ہے۔

فرعون کا بھی قرآن میں آتا ہے کہ 'میخوں والا فرعون'۔

فِرعَونَ ذُوالاَوتَادَ[(1)]۔

ذُوالاَوتَـــــــاد کا مطلب یہ تفسیر میں دوسری طرف لے جاتے ہیں۔

ذُوالاَوتَـــــاد کا مطلب ہے 'اہراموں والے'۔ یہ بھی پہاڑ ہی ہیں۔ یہ اتنے بڑے بڑے اہراموں کے مقبرے جو بنائے گئے تھے یہ سب پہاڑ ہی ہیں، ان کو بھی لوگ

---

(1) سورۃ ص 38۔ آیت 12۔

پہاڑ ہی کہتے تھے۔فرعون کو یہاں یہی کہا گیا ہے کہ وہ 'پہاڑوں والے فرعون'۔قرآن میں بھی ان کو پہاڑ ہی کہا ہے۔زمین کو دیکھیں،اللہ نے کہا:

وَا اِلَی الجِبَالِ کَیفَ نُصِبَت۔ واِلَی الاٴَرضِ کَیفَ سُطِحَت(1)۔

پہاڑوں کو دیکھیں کیسے اس نے نصب کیا۔زمین کو دیکھو کیسے اس نے ہموار کیا۔زمین کا حال علیحدہ ہے۔

وَا اِلَی الجِبَالِ کَیفَ نُصِبَت۔

اور پہاڑ دیکھو کیسے ہم نے گاڑے ہیں۔آسمانوں کو دیکھو کیسے اس نے بلند کیا۔زمین اور پہاڑ۔ نیچے سے شروع کریں تو پہلے زمین ، پھر پہاڑ۔ Background کی اتنی بڑی بات ہو رہی ہے۔بعض مفسرین نے یہاں 'اِبِل' کا مطلب 'اونٹ' لاکھڑا کیا ہے۔تناظر کچھ اور ہے،بات تخلیق کائنات کی ہو رہی ہے، اس میں اونٹ کہاں سے آ گیا؟نہیں جی۔وہ اس کی تفسیر کرتے ہیں کہ ایسے ہوتا ہے، ویسے ہوتا ہے،اونٹ کی بات ہے۔پہلے یہ دیکھو کہ

اٴَ فَلا یَنظُرُونَ اِلَی الاِبِلِ کَیفَ خُلِقَت(2)۔

اس کے بعد

وَاِلَی السَّمَآءِ کَیفَ رُفِعَت(3)۔

پہلے اِبل، پھر آسمان،پھر پہاڑ،پھر زمین۔اب نیچے آرہے ہیں۔آسمان،

---

(1) سورۃ الغاشیہ 88:آیات 19-20۔
(2) سورۃ الغاشیہ 88:آیت 17۔
(3) سورۃ الغاشیہ 88:آیت 18۔

پہاڑ، اور زمین۔ اونٹ کیسے یہاں آ گیا؟

ہمارے مولوی صاحب عربی زبان کے ماہر ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ ہمیں 'اِبِل' کے معنی بتائیں کہ اس کے اور کون کون سے معنی ہیں؟ اس لفظ کے ایک ہی معنی تو نہیں ہو سکتے، عربی بڑی وسیع زبان ہے۔ اس کے اور بھی معنی ضرور ہوں گے جو اس (کائنات) کے Initial مادہ کی طرف ہوں۔ Initial مادہ جو پیدا ہوا ہے وہ کیا ہے؟ اس کے لئے انہوں نے کہا کہ 'بے ڈھنگا مادہ'۔ بے ڈھنگے کیلئے کہا کہ اونٹ۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اشارہ اس مادے کی طرف ہو جو بے ڈھنگا پیدا کیا گیا ہے۔ جس کی کوئی شکل و صورت نہیں تھی وہ کیسے پیدا ہوا۔

اَ فَلَا یَنظُرُونَ اِلَی الاِبِلِ کَیفَ خُلِقَت۔ وَ اِلَی السَّمَآءِ کَیفَ رُفِعَت۔ وَ اِلَی الجِبَالِ کَیفَ نُصِبَت۔ وَ اِلَی الاَرضِ کَیفَ سُطِحَت(1)۔

انہوں نے (مولوی صاحب نے) جو بھی کہا میں اس سے مطمئن نہیں ہوا کہ اِبِل کے کسی ڈکشنری میں اور کوئی معنی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ بے ڈھنگا ہی ہو۔ چیزوں کے نام بھی تو ان کی شکل و صورت پر ہی رکھتے ہیں۔ 'اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی'۔ ہو سکتا ہے کہ 'اِبِل' کے معنی 'بے ڈھنگا ہی ہو، یعنی بے ڈھنگا مادہ جس کی کوئی شکل و صورت نہیں تھی، وہ پہلے بنا۔ پھر آسمان بنائے، پھر پہاڑ بنائے، پھر زمین بنائی۔ اوپر سے آسمانوں کی طرف سے نیچے کی طرف نزول ہو رہا ہے۔ 'اونٹ' کا یہاں Fitting کچھ لگتا نہیں۔ یہاں اُس Original کی بات ہے جیسے مادہ تخلیق ہوا ہو۔ ہزاروں، لاکھوں سال پہلے وہ Big bang جو ہوا تو اس کی اتنی

(1) سورۃ الغاشیہ 88: آیات 20-17۔

Speed تھی کہ یہ ذرے نزدیک نہیں آسکتے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ کئی لاکھوں سال بعد Speed کم ہوتی گئی، Temperature کم ہوتا گیا، پھر ان (ذرّوں) کا Contact ہوا اور پہلا ایٹم بنا۔ کئی لاکھ سال کے بعد ایٹم Create ہوا۔ وہ جو مادہ تھا، وہ اتنی Speed High سے چلا، اتنا Temperature تھا ظاہر ہے۔ ایک سیکنڈ کے بعد ہی اربوں ڈگری گر گیا۔ لیکن وہ بے تحاشا تھا۔ کائنات میں سب کچھ بکھرتا گیا، لاکھوں سال بعد یہ Temperature کچھ ٹھنڈا ہوا، یہ ذرے Close up ہوئے، ان کا Interaction ہوا اور پھر پہلا ایٹم بنا۔ اب یہ جو ترتیب ہے، اس میں میرا خیال ہے کہ یا ایسے ہے۔ یہ 'اِبِـــل' کسی اور معنی میں ابتدائی مادہ کے طور پہ آتا ہے۔ پھر آسمان، اوپر سے چلے، نیچے پہاڑ آگئے، اور پھر زمین آگئی۔ ان کو دیکھیں کہ یہ کیسے بچھائی گئی ہے۔ خصوصی طور پر بھی آیا کہ جب قیامت ہوگی تو پہاڑ جو ہیں یہ روئی کی گالوں کی طرح اُڑیں گے۔ زمین کا نہیں کہا۔ یہ نہیں اُڑے گی۔ اس میں یہ 'اِبِل' میرا خیال ہے کہ یہ Fitting ہوگی کہیں۔ یہ بات جو ہے یہ علیحدہ ہے۔

اَلْقَارِعَةُ۔ مَا الْقَارِعَةُ۔ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْقَارِعَةُ۔ یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ۔ وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ۔ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ۔ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ۔ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ۔ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ۔ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا هِیَهْ۔ نَارٌ حَامِیَةٌ[1]۔

میرا خیال ہے کہ یہ 'اِبِـــل' fit Permanent نہیں ہوتا۔ یہ کہیں

---

(1) سورۃ القارعۃ 101

چھلانگ نہ لگا جائے۔ یہ ظاہر بات ہے۔

جناب محمد یعقوب صاحب نے پوچھا کہ اس کا کیا معنی ہے بابا جی کہ

یَومَ تَرجُفُ الاَرضُ وَالجِبَالُ وَکَانَتِ الجِبَالُ کَثِیبًا مَّھِیلًا۔ اِنَّا اَرسَلنَآ اِلَیکُم رَسُولًا شٰھِدًا عَلَیکُم کَمَا اَرسَلنَآ اِلٰی فِرعَونَ رَسُولًا[1]۔

اس کے جواب میں فرمایا:

وہ بھربھرے ہو جائیں گے۔ ریت کے جیسے ہو جائیں گے، یعنی وہ سختی پہاڑ کی جو ہے پتھر کی، وہ ختم ہو جائے گی۔ بھربھری ریت جیسے ہوتی ہے ایسے ہو جائیں گے۔ زمین کے بارے میں نہیں کہا کہ اس میں کوئی Change ہوگی، یہ سڑ جائے گی یا گھل جائے گی۔ اسی کے بارے میں کہا ہے کہ

کَثِیبًا مَّھِیلًا۔

مٹی کے جیسے ڈھیر بن جائے گی۔ اس قیامت کا لکھا کہ کوئی اونچ نیچ نہیں رہے گی، ہموار میدان ہوگا، سارا میدان ایسے سجا ہوگا، کوئی اونچ، نیچ نہیں رہے گی، سب ختم ہو جائے گی۔ یہ پہاڑ سب بکھیر کے سیدھا کر دے گا، کوئی یہاں اونچ، نیچ نہیں ہوگی۔ پہاڑ بھربھرے ریت کے سے ہو جائیں گے۔ وہ بھی فرمایا کہ دوزخ میں اس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ پتھر جو ہے اس میں Fuel ہے۔ یہ Break ہوں گے۔ پتا نہیں اس میں Atomic fuel ہوگا یا کیا ہوگا، یہ As ایندھن استعمال ہوں گے، سب ختم ہو جائیں گے۔

(عاشق پور لسوڑی ماہ نومبر 2011ء بوقت روانگی برائے دورہ حلقہ تو حیدیہ شجاع آباد)

(1) سورۃ المزمل 73: آیات 14-15۔

محفل 37

سوال کیا گیا کہ یہ Self defense کا معاملہ کیسا ہے؟ اگر مسلمان اپنے دفاع کے لئے لڑ رہا ہے تو اسے کیا فائدہ ہوگا؟ اگر غیر مسلم اپنے دفاع میں لڑ رہا ہے تو اسے کیا فائدہ ہوگا؟ اس کے جواب میں فرمایا:

کوئی قوم ایسی ہے جو اپنے دفاع کیلئے کام نہیں کرتی؟ جو مسلمان نہیں ہیں، عیسائی ہیں، یہودی ہیں، دہریے ہیں، اور وہ جو دوسرے ملکوں میں ہیں، انہوں نے اپنے دفاع کیلئے فوجیں نہیں رکھی ہوئیں؟ یہ ایک فطری بات ہے۔ ہر قوم، ہر طبقہ، بلکہ جانور میں اور پودوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے دفاع کیلئے انتظام دیا ہوا ہے۔ پھول ہیں تو ان کے ساتھ کانٹے لگا رکھے ہیں جو اس کے دفاع کیلئے ہیں۔ پھول کے ساتھ فطری طور پر دوسرے کو تکلیف پہنچانے والا کانٹا موجود ہے۔ اب خدا نے کفار اور مسلمانوں کے درمیان لڑائی کے بارے میں فرما دیا ہے کہ

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ (1)۔

ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں۔

---

(1) سورۃ النساء 4: آیت 76۔

ان (کفار) کی خواہش اس دنیا کی ہے، وہ شیطان کے راستے میں لڑتے ہیں۔ مومن جو ہے وہ اللہ کی راہ میں لڑتا ہے اس کا مقصد علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے بقول یہ ہے کہ

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

مومن مال لوٹنے کیلئے اور دوسری قوموں کے مال پر قبضہ کرنے کیلئے جنگ نہیں کرتا، نہ ملک کیلئے جنگ کرتا ہے کہ یہ ہمارے قبضہ میں آجائے، ہم اس پر Rule کریں، ان کا خون چوسیں، ان کو اسیر بنا لیں، ان کو غلام بنا لیں۔ اسلام کا جو بنیادی Concept ہے وہ یہ نہیں ہے۔ مومن نہ کسی کا غلام ہوتا ہے اور نہ کسی کو غلام بناتا ہے، وہ دنیا کو اور بندوں کو بندوں کی غلامی سے نجات دلا کر اللہ تعالیٰ کی بندگی میں سونپ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں داخل کر دیتا ہے۔ وہ اپنی ذات کیلئے جنگ نہیں کرتا۔

ہر قوم اپنا دفاع کرتی ہے۔ جانوروں کو بھی اللہ نے یہ حق دے رکھا ہے۔ ان کے دفاع کیلئے ان کے ناخن ہوں یا دانت۔ یہ بڑے ہوں یا تیز ہوں، جانوروں کو بھی جب کوئی تنگ کرتا ہے تو یہ بھی ان ناخن یا دانت سے اپنا دفاع کرتے ہیں کہ انہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔ جانوروں کی وہ بھی قسم ہوتی ہے جو سُموں سے لڑائی کرتے ہیں۔ اپنے دفاع کا انتظام تو ہر کوئی کرتا ہے۔ اس میں دل کی کونسی بات ہے؟ ہر آدمی اپنی جان کا دفاع کرتا ہے، مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ غیر مسلم جو ہیں ان کی تو لڑائی کیلئے Cause کوئی نہیں ہے۔ ہماری تو اس لڑائی میں بھی Cause ہے۔ اگر بنیادی طور پہ اسلام کے جو قوانین ہیں اور طریقہ ہے، اس کے مطابق چل رہے ہیں تو اس لڑائی کیلئے ہمارا

تو Concept ہی بالکل علیحدہ ہے۔ہم لوٹ مار کیلئے لڑائی نہیں کرتے۔مسلمان تو اپنے ہاتھ آیا ہوامال بھی صرف کرنے کیلئے تیار ہے کہ ان کودے دو جوغریب ہیں۔ پرانی رسوم کو آپ قطع کر دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کے ادوار میں بھی جنگیں آمنے سامنے زوروں پر ہوئی تھیں۔یہ اصول تھا کہ کمانڈر جنگ شروع ہونے سے پہلے اپنی شرائط دشمن کوپیش کرے گا۔اس کو پیش کرے گا کہ تمہاری، ہماری کوئی دشمنی نہیں ہے۔کسی Cause پر کوئی جگہ کا جھگڑا نہیں جوہم نے لینی ہے،کوئی پیسے کا معاملہ نہیں جوہم نے طے کرنا ہے۔معاملہ جو ہے وہ انسانیت کے اکرام کا ہے۔اس کا فیصلہ کرنا ہے۔ہم جو کررہے ہیں ہم تمہیں پہلے اسلام کی تعلیم کی دعوت دیتے ہیں کہ پہلے اس میں آجاؤ، جوزندگی کا مقصد ہے،جس کے لئے اللہ نے پیدا کیا ہے۔

اسلام کیا ہے؟ اس مقصد کے سامنے سرنگوں ہو جانا،اس مقصد کو زندگی بنا لینا کہ اللہ نے انسان کواس لئے پیدا کیا ہے۔یہاں اس لئے آیا ہے۔جب واپس جانا ہےتو اس حیات کے بعد حیات دائمی شروع ہونے والی ہے۔یہ اسلام کا معنی ہے جو تمام رسولوں نے تمام قوموں کی طرف اپنے اپنے دور میں درس دیا۔ ہر رسول کا پروگرام سورۃ اعراف میں باری باری انبیاء کا نام لکھ کے کہا گیا ہے کہ

قَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ(1)۔

اےقوم !اللہ کی بندگی کرو،اس کےسواتمہارا کوئی معبود نہیں۔

ایک ہی ہستی ہےجس کی اطاعت کرنی چاہیے۔جو آدمی کوئی چیز بناتا ہےوہ اس کی ملکیت قرار پاتی ہے۔آپ میز بناتے ہیں تو یہ میز آپ کی ہے۔آپ نے

---

(1) سورۃ الاعراف 7: آیات 59، 65، 73، 85۔

موٹر سائیکل بنائی ہے تو وہ آپ کی ہے۔جس نے جو چیز بنائی ہے وہ اس کی ملکیت ہے۔جس نے کائنات بنائی، یہ اسی کی ملکیت ہے۔اگر آپ کو اللہ نے بنایا ہے تو آپ اللہ کی مخلوق ہیں۔ وہ آپ کی طرف سے اطاعت کا مستحق ہے۔سورۃ الناس آپ پڑھتے ہیں۔ قُل اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاس۔ ہر ایک چیز کا پیدا کرنے والا وہ ہے۔آپ مانیں یا نہ مانیں۔کوئی مانے یا نہ مانے۔اس (اللہ) نے ہی بنایا ہے۔سیدھی سادی بات ہے، جس نے بنائی ہے جو چیز وہ اسی کی ملکیت ہے۔اس نے بنایا ہے یا تو بتا دے کہ خدا کے سوا کسی اور نے بنایا ہے۔سورۃ انعام میں آیا ہے:

قُل اَ غَیرَ اللّٰہِ اَبغِی رَبًّا وَّھُوَ رَبُّ کُلِّ شَیءٍ(1)۔

کہو! کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں؟ حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے۔

میں جس چیز کو دیکھتا ہوں اس کا بھی رب اللہ ہی ہے۔یہ تو خود مخلوق ہیں یعنی مخلوق جو ہے وہ معبود نہیں ہوسکتی۔مخلوق پیدا کی گئی ہے اور وہ محتاج ہے۔اس کا تو اپنا رب ہے۔میں کس چیز میں رب تلاش کروں؟ مخلوقات میں رب تلاش کروں؟ وہ تو خود مجبور ہیں اور معذور ہیں، ان کا آگے اللہ تعالیٰ ہی رب ہے۔یہ جو ہندوؤں نے 33 کروڑ اپنے بت بنا رکھے ہیں۔بندروں،سوروں،اور سانپ کی پوجا کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ یہ ہمیں کاٹ نہ لیں، یہ کامل ہیں۔ان کو بھی اللہ نے پیدا کیا ہے۔اُس کی پوجا نہ کریں جس نے ان کو پیدا کیا ہے؟ اللہ چیزوں کو پیدا کرتا ہے تو وہ مالک ہے، اس کی بندگی کیوں نہ کریں؟ اسلام وہ پیغام دیتا ہے کہ اس اللہ کو مان لو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ قُل اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاس۔ وہ ساری کائنات کا رب ہے۔

---

(1) سورۃ الانعام 6: آیت 164۔

مٰلِکِ النَّاسِ. وہ رب ہے جس نے پیدا کیا ہے، حکمران بھی وہی ہے۔ حاکمیت بھی اسی کی ہے جس نے پیدا کیا ہے۔ اِلٰهِ النَّا س. معبود بھی وہی ہے۔ پوجا اسی کو ہے جس کی ملکیت ہے، جس نے پیدا کیا ہے، جس کی بادشاہی ہے، حکمرانی کا حق بھی اسی کو ہے۔ دنیا کی تفسیر اسی پر ہے۔ اپنی مرضی پر انسان نے چلنا ہے یا اللہ کی مرضی پر چلنا ہے؟ جو من مرضی والی دنیا اور زندگی ہے، وہ کفر ہے۔ جو اپنی مرضی پر چلتا ہے کہ مجھ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ جہاں سے کماؤں، جہاں سے کھاؤں، جہاں سے مرضی بناؤں۔ یہ من مرضی والی بات کفر کی دنیا ہے کہ خدا کو چھوڑ کر اپنے من کی مرضی کی ہے۔

اءَ رَءَیتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهُ هَوَاهُ(1)۔

خدا اس کا الـــٰـہ نہیں ہے۔ وہ اپنی خواہش پر چلتا ہے۔ وہ نہیں دیکھتا کہ میری خواہش غلط ہے یا صحیح ہے۔ قرآن میں اس کی اجازت ہے یا نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر کیا فرمایا ہے۔ وہ اس طرف نہیں دیکھتا، وہ اپنی مرضی پر چلتا ہے۔ اللہ نے کہا کہ اس کا الـــٰـہ اس کی خواہش ہے۔ جس کی وہ اطاعت کرتا ہے وہی اس کا رب ہے۔ اس سے راستہ بناتا ہے۔ ایک من والی زندگی ہے اور ایک مولیٰ والی زندگی ہے۔ جو دہریہ ہے اس نے بھی سارے کام کرنے ہیں۔ ہسپتال بھی ہیں، سکول بھی ہیں، عدالتیں بھی ہیں، دکانیں بھی ہیں، سب وہاں بھی چلتا ہے، محفلیں ہیں۔ ایک مسلمان ملک ہے، وہ صحیح اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کے مطابق، رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے مطابق وہ بھی سارے کام کرتا ہے۔ دکانیں ہیں، مکان ہیں، سٹور ہیں، لیکن ہمارا ہر کام جو ہے اس میں ہم پابند ہیں، ہماری تعلیم ہم نے اپنی مرضی کے مطابق نہیں بنائی۔ جو Concept ہمیں اللہ نے دیا ہے،

---

(1) سورۃ الفرقان 25: آیت 143۔

رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے،اس کے مطابق Run کرنا ہے۔ہماری عدالتیں اس کے مطابق چلنی ہیں، ہمارا نظام معیشت اس کے مطابق چلنا ہے۔اس میں دوسروں کو لوٹنا کھسوٹنا، دولت سمیٹنا کامیابی نہیں بتائی گئی کہ آپ دوسری دنیا کا خون چوسیں،اس کو معیشت کی کاریگری بتایا گیا ہے۔

جو قومیں دوسروں کو لوٹتی ہیں وہ کہتی ہیں کہ ہم معیشت میں کاریگر ہیں، ہم بڑے فہم وفراست والے لوگ ہیں۔یہ (اسلامی نظام معیشت کے حامل) کہتے ہیں کہ اپنا بھی کمایا ہوا پیسہ اللہ کی راہ میں غریب غرباء کو دے دو۔جو تمہارے پاس موجود ہے،اس میں سے جو پیچھے رہ گئے ہیں،اپنی حلال کمائی میں سے ان کو دو۔جو آدمی اپنی کمائی ہوئی دولت غرباء میں تقسیم کر دیتا ہے،وہ کبھی کسی کا پیسہ مار سکتا ہے؟ وہاں پر یہ نظام ہے کہ آپ کی جیب کاٹ لیتے ہیں کہ اس کے پاس جو چار آنے ہیں اس کو اپنی ہمت سے لوٹ لوں۔وہ مسلمان جو ہے وہ کبھی اس لائن پر نہیں چڑھ سکتا کہ دوسروں کے ہاتھ سے چھین لے۔وہ دینے والا ہے۔جیسے اللہ تعالیٰ رزق بانٹتا ہے اسے بھی ویسا بنایا کہ وہ بھی بانٹتا ہے،اپنے پاس رکھتا نہیں ہے۔وہ اس بانٹنے والی لائن پر چلتا ہے۔امریکہ میں اب سرمایہ داری کے خلاف وہ لوگ خود ہی جلوس نکال رہے ہیں کہ اس سے غریب جو ہے وہ اور غریب ہو رہا ہے۔امیر اور امیر ہو رہا ہے۔سرمایہ داری غیر منصفانہ نظام ہے۔

یہاں تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو دین لے کر آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب یہ کام مکمل ہو جائے گا ناں جس کو میں لے کر آیا ہوں تو یہ نہیں کہا کہ تسبیحاں بڑی ہوں گی،لوگ بیٹھے ہوں گے، بلکہ فرمایا کہ جب یہ مکمل ہو جائے گا جو میں لے کر آیا ہوں تو یہ ہوگا کہ کوئی آدمی آپ کو بھوکا ننگا نہیں ملے گا۔زکوۃ دینے والے

لے کے پھریں گے، مانگنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ مالی خوشحالی کا یہ حال ہو گا کہ لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔ زندگی اور مال کے بارے میں یہ فرمایا کہ ایک عورت صنعا سے چلے گی مال و دولت کے ساتھ، زیورات سے لدی پھندی جائے گی، اکیلی جائے گی، راستے میں اسے روک ٹوک زیرِ آسمان سوائے اللہ کے اسے اور کسی کا ڈر نہیں ہو گا کہ یہ مجھے لوٹ لیں گے۔ امن و امان کی یہ حالت ہو گی۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہو گا۔ امن و امان ایسا کہ عورت اکیلی جائے گی، اس کو کوئی ڈر نہیں ہو گا۔ مالی خوشحالی یہ ہو گی کہ زکوٰۃ دینے والے پھریں گے اور لینے والا نہیں ملے گا۔ Result یہ ہو گا۔

جب یہ ہوا، رسول اللہ ﷺ کے جانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور تھا۔ ایک عورت اونٹنی پہ بیٹھی ہوئی زیورات سے لدی ہوئی آ رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کون ہو تم؟ تم کون ہو کہ اکیلی بغیر محرم کے چل رہی ہو اور رات کا ٹائم ہے۔ اس عورت نے کہا کہ کیا عمر رضی اللہ عنہ بن عبدالخطاب خلیفۂ وقت فوت ہو گئے ہیں؟ وہ کہنے لگے کہ میں نے تمہیں کیا پوچھا ہے اور تم مجھے یہ سوال کر رہی ہو کہ کیا عمر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں کب سے چلی ہوں، دو مہینے پہلے عمرہ کر کے بھی آ گئی ہوں، یہاں تک واپس پہنچ گئی ہوں، مجھے آج تک کسی نے یہ بھی سوال نہیں پوچھا کہ تم کون ہو؟ ہاتھ لگانا، مجھے گمراہ یا اغوا کرنا تو اور بات ہے، مجھے یہ بھی کسی نے نہیں پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہاں جا رہی ہو؟ کہاں سے آ رہی ہو؟ یہ بھی سوال کسی نے نہیں پوچھا، تم پہلے شخص ہو جس نے یہ سوال پوچھا ہے۔ مجھے شک ہوا کہ شاید خلیفۂ عادل کا سایہ اٹھ گیا ہے۔ ان کا یہ بھی ایمان تھا کہ خلیفہ عادل ہو تو دنیا ساری اس کے زیرِ سایہ صحیح چلتی ہے۔ اللہ کی رحمت کا سایہ ہوتا ہے۔ اس کی سلطنت میں گناہ نہیں ہوتا۔ اس لئے اس نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ وہ (خلیفۂ وقت) اُٹھ گیا ہے۔

کسی بادشاہ کا ایک اور بھی قصّہ ہے کہ وہ جنگل میں بھٹک گیا تو اکیلا رہ گیا۔وہ باغ میں گیا۔اناروں کا باغ تھا۔بادشاہ نے اس باغ میں ایک لڑکے سے کہا کہ مجھے پیاس لگی ہے۔لڑکے نے ایک انار توڑا،اس کا رس نکالا،اور بادشاہ کو دے دیا۔بادشاہ خوش ہو گیا کہ بڑا زبردست باغ ہے کہ ایک ہی انار سے جام بھر گیا ہے۔ اس باغ پر ٹیکس نہیں لگا،اس پر ٹیکس لگنا چاہیے تھا۔یہ دولت والا باغ ہے۔اس پر ٹیکس لگانا چاہیے۔اس بادشاہ کی نیت ٹیکس لگانے پر آ گئی۔اس نے کہا کہ بیٹا ایک اور گلاس دو۔اس لڑکے نے ایک انار توڑا،اس کا رس نکالا،اس نے ایک دو اور انار توڑے،ان کا رس نکالا اور جام بھر کے بادشاہ کو دیا۔اس بادشاہ نے کہا کہ یہ کیا پہلے تو ایک ہی انار سے جام بھر گیا تھا،اب دو،تین توڑے ہیں،یہ کیا بات ہے؟اس لڑکے نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ بادشاہِ وقت کی نیت میں فرق آ گیا ہے۔یعنی اگر حکمران بدنیت ہو جائے تو ہمارے پھلوں میں پڑا ہوا رَس سُوکھ جاتا ہے۔یہ Concept تھا اور ایسا ہوتا ہے۔جب یہ (حکمران) ٹھیک ہو تو سارا کچھ ٹھیک ہو جاتا ہے۔جب یہ خراب ہو تو سارا کام خراب ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایسا دور ہوگا۔مالی خوشحالی ایسی ہو گی۔ اس نظام میں ایک آدمی جو پیسہ کماتا ہے وہ زکوٰۃ با قاعدگی سے دیتا ہے۔سیکرٹری ہے یا جو مرضی ہے وہ ہر سال ڈھائی Percent (فیصد) دیتا ہے۔چالیس سال میں ساری دولت وہ ایک طرح سے قوم کو دے دیتا ہے۔ڈھائی Percent دے،وہ کروڑوں میں ہو یا لاکھوں میں ہو،وہ چالیس سالوں میں ایک دفعہ اپنا پورا سرمایہ قوم کو دے دیتا ہے۔ڈھائی ڈھائی کر کے چالیس سال میں پورا چلا جاتا ہے۔وہ کمار ہا ہے، اس کا سرمایہ کم بھی ہو رہا ہے اور زیادہ بھی ہو رہا ہے لیکن وہ اللہ کی راہ میں اپنی کمائی

ایک دفعہ پوری قوم کے غریبوں اور حق داروں کو دے دیتا ہے۔بنیادی طور پر دونوں (مسلم اور غیر مسلم اقوام کے) نظام Different ہیں۔وہ جو (غیر مسلم اقوام کا) نظام ہے، وہ اور ہے۔ہمارا (نظام) اور ہے۔ہمارا (نظام) صحیح ہے۔اس میں چلو۔ بندہ صحیح چلے تو سارے نظام اسی طرح صحیح چلتے ہیں۔علامہ اقبال کہتا ہے کہ

لا الٰـــــــــہ گوئی بگو از رُوئے جاں

تا زِ اندامِ تُو آید بُوئے جاں

کلمہ پڑھ رہا ہے تو دل سے پڑھ کہ کیوں پڑھ رہا ہے۔پکا اور صحیح اللہ کا بندہ بنتا ہے۔خدا کو اپنا مالک مانتا ہے اور اس کی مرضی سے آگے اپنی مرضی نہیں کرنی ہے تا کہ تیرے اندر سے، تیرے عملوں سے تیرے ایمان کی خوشبو آئے۔کلمہ صحیح پڑھو تا کہ تمہارے اعمال سے اس کی خوشبو آئے۔کریں تو تب بات ہے۔

جہاد ہمارا جو ہے، اس میں جو سامنے آجائیں ان کے لئے حکم ہے کہ ان کو دعوت دو۔کفار کو دین کی دعوت دو کہ تمہاری ہماری کوئی لڑائی نہیں ہے، اس بات پہ ہم آپ کو جمع کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کو بندوں کی غلامی سے نجات دے کر اللہ کی غلامی میں لانا ہے۔تم ہمارے ساتھ لگو، تم ہمارے محکوم نہیں ہو گے، تم اور ہم بھائی بھائی بن جائیں گے۔یہ نہیں کہ ہم نے فتح کر لیا ہے، تم سارے ہمارے غلام ہو۔غلام نہیں ہو گے، تم ہمارے بھائی ہو۔یہ اصول چلے گا۔جو حقوق President کو ہیں، وہ ہمارے ہر مسلمان کو حاصل ہیں، خواہ جو بھی ہو، ہر مسلمان کو حاصل ہیں۔اس طرف ہم تمہیں لانا چاہتے ہیں۔اگر نہیں تو ہمارے راستے میں رکاوٹ نہیں ڈالنا۔اپنی قوت تمہاری قائم رہے گی، تم ہمارے راستے میں رکاوٹ نہیں ڈالنا، ہمارے دشمنوں سے ساز باز نہیں کرنا، ہمارے کام میں کہیں اونچ نیچ تم نہیں دیکھو گے۔سال میں ایک

مرتبہ ٹیکس تو ہوگا، ہماری Supremacy کو تسلیم کرتے ہوئے یہ سالانہ دینا ہو گا۔ اب اگر یہ بھی نہیں قبول تو پھر جنگ ہے، آجاؤ۔ پھر ہماری اور تمہاری جنگ ہے۔ اس میں زبردستی اسلام میں لانے والی بات نہیں ہے۔ اگر وہ مان جاتا ہے تو وہ ذمّی کہلاتا ہے، آپ اس کی جان و مال، اس کے مذہب کی، عزت کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ اس ٹیکس کے بدلے اُس سے زکوٰۃ نہیں لی جائے گی، وہ (زکوٰۃ) اسے معاف ہے۔ ایک مسلمان ایک ذمّی کو قتل کردے تو اس کے بدلے میں مسلمان کو جان بھی دینا ہوگی۔ ایسا نہیں ہے کہ مسلمان حاکم ہے اور وہ محکوم ہیں، وہ دوسری (غیر مسلم) قوم کا ہے، مر گیا تو کوئی بات نہیں، جیسے ہو۔

اس دنیا میں مسلمان Different cause کیلئے جنگ لڑتا ہے تا کہ عدل و انصاف کیلئے نظام قائم ہو اور انسان انسانوں کی غلامی سے نکل کر اللہ کی غلامی میں آجائیں۔ مسلمان اس دولت کے خزانے کو سنبھال کر لوگوں کا استحصال نہیں کرتا، وہ اس کا امین بن جاتا ہے۔ اس کے پاس یہ امانت ہے، یہ اس نے دینی ہے۔ مسلمان ہے تو یہ اس کا فریضہ ہے کہ خود ڈھونڈ کر ضرورت مندوں کو یہ دولت دینی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ راتوں کو مدینہ شریف میں خود دورہ کرتے تھے۔ دیکھتے تھے کہ لوگ چین سے سوئے پڑے ہیں کہ نہیں۔ کس گھر میں جاگ رہے ہیں؟ بچہ کیوں رو رہا ہے؟ عورتیں کیا کر رہی ہیں؟ وہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) اپنے گورنروں کو بھی آرام سے نہیں بیٹھنے دیتے تھے کہ تم بھی ایسے کرو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جس کو گورنر بناتے اس کے لئے چار شرائط ہیں جو کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ 'الفاروق' میں بھی لکھا ہے کہ جس کو گورنر بناتے، اس سے چار شرائط پر دستخط کراتے تھے۔ ایک یہ کہ تم اپنی رہائش گاہ پر پہرہ نہیں بٹھاؤ گے، یہ

Open ہو گی۔ خادمِ قوم بن کے جانا ہے تو خادم ہی رہنا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ جس کی Selection ہو جائے وہاں گھیرا ڈال کر بیٹھ جائیں کہ چلو جی تم ادھر نہیں آ سکتے۔ تم خادم بن کے جا رہے ہو وہاں پہ پہرہ تمہاری کوٹھی پر نہیں ہوگا۔ چوبیس گھنٹے سروس ہو گی کہ جس کی مرضی ہو، اپنی شکایات لے کر آئے۔ دوسرا یہ کہ سُرخ گھوڑے پہ سواری نہیں کرو گے۔ ساری دنیا بیٹھے گی مگر آپ نہیں بیٹھ سکتے۔ وہ (سُرخ گھوڑے) ایسے ہی تھے جیسے آج یہ Pajero وغیرہ ہیں۔ ساری دنیا بیٹھے مگر گورنر نہیں بیٹھ سکتا۔ (تیسری شرط یہ کہ) باریک کپڑے نہیں پہنے۔ (چوتھی شرط یہ کہ) چھانا ہوا آٹا نہیں کھانا۔

اب ذرا گورنری کی شرائط دیکھیں۔ چھانا ہوا آٹا بھی نہیں کھانا۔ دربار نہیں ہو گا۔ کھلی کچہری ہو گی، جس کا دل کرے، وہ آئے۔ یعنی وہ اس انداز کے بادشاہ تھے۔ اپنے گھر، مکہ میں سب کو بلا لیتے تھے۔ عوام بھی آتے تھے اور گورنر بھی، فلاں شہر والے آ جاؤ، فلاں شہر والے آ جاؤ۔ گورنر کے خلاف کوئی بات چیت ہو تو بتاؤ۔ وہاں گھر پر گورنر کے خلاف شکایتیں ہوتی تھیں۔

ایک گورنر کے خلاف شکایت ہوئی کہ یہ صبح دیر سے باہر ڈیوٹی پر آتے ہیں۔ یہ گھر سے دیر سے نکلتے ہیں۔ رات کو اگر کوئی بلائے تو اس وقت بھی باہر نہیں آتے۔ دوسرا یہ کہ ان کو دورہ پڑتا ہے۔ بڑی سنجیدہ بات تھی۔ انہیں بلا لیا گیا کہ آ جاؤ۔ وہ واپس آئے تو وہاں سے سیدھے خلیفۃ المسلمین، امیر المؤمنین (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے گھر گئے کہا السلام علیکم! میں آ گیا ہوں۔ ایک ڈنڈا ہے اور ساتھ ایک مشکیزہ ہے جو لٹکایا ہوا ہے اور سلام کیا کہ میں آ گیا ہوں۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) پوچھا کہ یہی سامان ہے؟ (ان گورنر نے کہا کہ) جی یہی سامان ہے۔ گورنری سے آئے ہیں اور ان کا سامان یہی ہے۔ ڈنڈا اور مشکیزہ۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) انہیں کہا کہ تمہاری شکایت ملی ہے۔

ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ واقعی ایسا ہی ہے۔ہاں جی! بالکل ٹھیک ہے۔

پوچھا گیا کہ کیوں باہر دیر سے آتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین! میں اور میری بیوی دو ہیں۔ہم دونوں مل کر کام کرتے ہیں۔وہ آٹا گوندھتی ہے اور میں مل کر روٹیاں پکوالیتا ہوں،اس میں کچھ دیر ہو جاتی ہے اور میں دیر سے باہر نکلتا ہوں۔ (امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے) رات کا کہا کہ کوئی بلائے تو آپ باہر نہیں آتے؟ فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! سارا دن عوام کی خدمت میں گزر جاتا ہے، میں خیال کرتا ہوں کہ میں اللہ کے حقوق ادا نہیں کر رہا۔میں پھر رات کو ٹائم ادھر دیتا ہوں۔اس (اللہ) کو رکوع اور سجدہ کرتا ہوں۔انہوں نے (گورنر نے) ہفتہ میں ایک دن باہر نہ آنے کا کہا کہ میرے پاس یہ ایک ہی سوٹ ہے،اسے دھوتا ہوں،سکھاتا ہوں، پہنتا ہوں،اور باہر آتا ہوں۔(امیر المؤمنین نے) فرمایا کہ تمہیں مرگی ہے؟ کہتے ہیں کہ گر پڑتا ہے، دورہ پڑتا ہے۔(گورنر) فرمانے لگے کہ دورہ نہیں پڑتا۔کفر کا زمانہ تھا۔کفار ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا کہ انہیں گرفتار کر کے مارنے کیلئے پھانسی پر لائے۔میں وہاں دیکھ رہا تھا۔(گورنر) کہنے لگے کہ انہیں (صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو) باندھ دیا اور مارنے لگے تو انہوں نے (کفار نے) کہا کہ اب تو تمہارا دل کرتا ہوگا کہ نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہوتے اور تیری جان آزاد ہو جاتی؟ انہوں نے (صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے) کہا کہ لَاحولَ وَلا قُوَّةَ ۔میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کانٹا بھی چبھے۔کفار نے کہا کہ اور پھر تیری خواہش کیا ہے؟ (صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھنے کی۔انہوں نے (کفار نے) کہا کہ پڑھ لو۔دو رکعت نماز پڑھی۔جلدی جلدی پڑھ لی تو انہوں نے (کفار نے) کہا کہ اتنی جلدی آگئے؟ انہوں نے (صحابی

رسول ﷺ نے) کہا کہ میں جلدی آ گیا کہ کہیں تم یہ نہ سمجھو کہ موت کے ڈر سے لمبی نیت کر لی ہے۔ مختصر پڑھی ہے اور بڑا مزہ آیا ہے۔ انہوں نے ہوا کو سلام اور پیغام بھی بھیجا کہ میرا پیغام رسول اللہ ﷺ کو پہنچا دینا۔ ہوا نے پیغام پہنچا دیا۔ انہیں بڑی تکلیف دے دے کر مارا۔ گورنر کہتے ہیں کہ میں بھی ان (کفار) میں تھا۔ مجھے جب یہ منظر یاد آتا ہے تو میرا دل ماؤف ہو جاتا ہے۔ مجھے وہ بات یاد آتی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو مارا۔

اس زمانے میں بتیس ہزار (32000) دینار گورنر کو دیے جاتے تھے۔ انہیں Heavy pay کیا جاتا تھا۔ ان کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا کرتے ہو؟ فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! میں نے ان کا کیا کرنا ہے۔ میں وہ غریبوں، ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ ایسے گزارا ہو جاتا ہے۔ انہوں نے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) کہا کہ چلو جاؤ وہاں واپس جاؤ۔ انہوں نے (گورنر نے) کہا کہ مجھے معاف ہی کر دیں، میں آ ہی گیا ہوں، لوگوں نے شکایتیں کی ہیں، آپ مجھے وہاں نہ بھیجیں۔ مگر انہوں نے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) فرمایا کہ نہیں، تمہیں ہی بھیجنا ہے۔ ایسے بندوں کی ضرورت تھی۔ ایسے بندے کہاں ملتے تھے؟ تمہیں ہی بھیجنا ہے۔ وہ ایسے لوگ تھے جنہیں دنیا کی حکمرانی سے کوئی خاص غرض نہیں تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب کسی گورنر کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ اصحاب صفہ سے لوگوں کو دیکھتے تھے۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھتے تھے۔ ان میں سے کسی کو گورنر لگانے کی بات کرتے تو وہ اس پر راضی ہوتے تھے کہ میں نہ جاؤں، کوئی اور چلا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہاں مانتے تھے، انہیں کہتے کہ تمہیں میں سے کسی کو بھیجنا ہے۔ تمہیں ضرورت نہیں ہے اور مجھے بھی ایسا ہی بندہ چاہیے گورنر بنانے کیلئے

جسے ضرورت نہ ہو۔ حکم بھی ہے اسلام میں کہ جو عہدے کا خواہشمند ہو، اسے کبھی عہدہ نہیں دینا۔ یہاں تو بڑے بڑے اشتہار چھپوا کے خود کو پیش کیا جاتا ہے کہ میں خادم بننا چاہتا ہوں ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی کو بھیجتے جو عہدے کا خواہشمند نہ ہو۔ جن کو خواہش نہیں ہے وہی گورنر اور خادم بننے کیلئے اچھے ہیں۔

مسلمانوں کا ایک کمانڈر یا سب کمانڈر تھا ، وہ جنگ میں کفار کے قابو آگیا۔ کفار کو پتا چلا کہ یہ اپنے قبیلے کا امیر ہے۔اس (امیر) سے بادشاہ نے کہا کہ تم ہمارے ساتھ مل جاؤ تو میں تمہیں بادشاہی میں حصہ دے دوں گا، بیٹی کا رشتہ بھی دے دوں گا۔ بڑا لالچ دیا۔انہوں نے کہا کہ مجھے بادشاہی نہیں چاہیے اور نہ ہی مجھے رشتہ چاہیے۔ جب یہ نہ مانے تو انہوں نے کہا کہ ان ساروں کو سزا دو۔ان (مسلمانوں کے کمانڈر یا سب کمانڈر) کے ساتھ کچھ مسلمان بھی تھے۔ وہ دوسروں کو سزا کیلئے لائے۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کو بھی لاؤ جوان (مسلمانوں) کا کمانڈر ہے۔ وہ مسلمانوں کا کمانڈر تھا۔ وہاں اس بادشاہ کے پاس جا کے وہ کمانڈر رونے لگ پڑا۔ آنسو نکل آئے۔ بادشاہ نے کہا کہ شاید یہ اب نرم پڑ گیا ہے تو پھر پوچھ لیا کہ میری شرائط ٹھیک ہیں؟ اس (کمانڈر) نے کہا کہ نہیں، بالکل نہیں۔ پوچھا کہ پھر رو کیوں رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ رو اس لئے نہیں رہا تھا کہ میری جان جا رہی ہے بلکہ میں اس لئے رو رہا تھا کہ اللہ میری ایک ہی جان ہے جسے میں تیرے راستے پر فدا کر رہا ہوں، میری سینکڑوں جانیں ہوتیں تو میں ہر جان کو تیری راہ میں قربان کر دیتا۔ میری ایک ہی جان ہے، تیری دی ہوئی ہے، اسے تیرے راستے میں فدا کر رہا ہوں، میری سینکڑوں جانیں ہوتیں اور ایسے تیری راہ میں فدا کرتا۔ وہ صحابی رضی اللہ عنہ تو نہیں ڈولے مگر کافر ذرا ہل گیا اور کہا کہ یہی سچا ہے۔اس کا ہی دین سچا ہے۔ یہ سچے ہیں۔اس (بادشاہ) نے

کہا کہ میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔آؤ،میری پیشانی کو تم ایک بوسہ دے دو۔وہ بادشاہ جان گیا کہ وہ اللہ کا نبی ﷺ کتنا عالی شان ہے اور یہ ان کا صحابی ہے۔اس نے کہا کہ آ میری پیشانی پہ بوسہ دے دے، میں تجھے چھوڑ دیتا ہوں۔میں تیرے ساتھیوں کو بھی چھوڑ دیتا ہوں۔انہوں نے اس بادشاہ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اس نے ان سب کو چھوڑ دیا۔وہ چلے گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور تھا۔انہوں نے بتایا کہ ہم فلاں جگہ قید ہوئے تھے اور سارا واقعہ سنایا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب صحابی کھڑے ہو جاؤ۔اب ہم ان کی پیشانی پہ بوسہ دیں گے۔ان کی بزرگی سے ایک کافر نے اسلام کی سچائی کو اور اس کی عظمت کو مان لیا۔یہ وہ لوگ تھے کہ جن سے مل کے کافر بھی ڈول گئے کہ میری پیشانی پہ بوسہ دے دو کہ شاید اس سے میری بخشش کا سماں ہو جائے۔ان کے ساتھ ہمارا کیا موازنہ ہے؟ یہ مارنے اور مر جانے والی بات۔۔۔حضور ﷺ کا طریقہ یہ نہیں تھا۔جتنی بھی جنگیں ہوئیں رسول اللہ ﷺ کے دور میں ان میں کل دونوں طرف یعنی شہداء اور کفار جو مرے تھے وہ سات سو اٹھاون (758) ہیں شاید، ان سے زیادہ نہیں ہیں۔اب تو مارنے اور مرنے والی باتیں ہوتی ہیں۔پہلی جنگ عظیم میں کتنے لوگ مر گئے۔دوسری جنگ عظیم میں بھی کروڑوں مر گئے۔اب بھی جنگ ہوئی تو معلوم نہیں کہ کیا ہوگا۔اُس دور میں سات سو اٹھاون (758) میں بھی تین سو کچھ مسلمان تھے۔چار سو سے اوپر مرنے والے کفار تھے۔یہ ٹوٹل لوگ تھے۔اس طریقے سے اس دور میں جنگ لڑی گئی تھی۔مارنا مقصود نہیں تھا۔

اسلام تو ان کی اصلاح کرنا چاہتا ہے کہ بندہ اللہ کے راستے پر آ جائے۔ زندگی کے مقصد کا اس میں شعور پیدا ہو جائے کہ میں کس لئے پیدا کیا گیا ہوں؟ یہاں

کیوں بھیجا گیا ہوں؟ مجھے کیا کرنا ہے؟ وہ (انسان) سمجھ جائے۔اس کی اصلاح ہو جائے اور وہ جنت میں جائے۔ وہ اس کو بتاتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کافر کو بد دعا نہیں دی۔پتھر مارنے والے کو پتھر نہیں مارا۔گالیاں دینے والے کو گالیاں نہیں دیں۔کبھی ان کو بد دعا نہیں دی۔ہمیشہ یہی کہا:

یا اللہ۔ اِھدِی قَومِی اَنَّھُم لَا یَعلَمُونَ۔

یہ جانتے نہیں ہیں۔ان کو پتا نہیں ہے زندگی کا کیا مقصد ہے؟ان کو پتا نہیں کہ اسلام کیا ہے؟ انسانوں کو گالی کبھی نہیں دی کہ یہ بہت قیمتی شے ہے۔اشرف المخلوقات اللہ نے ان کو بنایا ہے۔اس (اللہ) نے نائب بنایا ہے۔انسان نے اللہ کا بندہ بننا ہے۔اس کا تابع فرمان بننا ہے۔انسان کو جب اللہ نے بنایا تو اس پر اعتراض کیا گیا مگر اللہ نے کہا کہ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے ہے۔اس وقت، شیطان کا بھی ہے کہ اس نے کہا فرشتوں سے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ میں تمہارے مشورے میں شامل نہیں ہوسکتا۔ ہے وہ شیطان۔اس نے بندے کی تعظیم نہیں کی، اس کو نہیں مانا۔اس لئے ابلیس ٹھہرا۔جو سمجھ جائے گا وہ تعظیم کرے گا۔وہ فرشتے سمجھ گئے، انہوں نے تعظیم کی۔رسول ﷺ نے کبھی کفار کا برا نہیں منایا۔انہوں نے جھٹلایا، کوڑا پھینکا، اور پتھر پھینکے۔نہ ہی اس وقت برا منایا جب طائف میں ظالموں نے سنگ باری کی۔خون بہہ کر رسول اللہ ﷺ کے جوتوں میں جا پہنچا۔بے ہوش ہو گئے، گر گئے۔جبرائیل علیہ السلام آئے۔ان کے ساتھ ایک فرشتہ بھی آیا۔آ کر سلام کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو سلام کہہ رہا ہے اور فرمایا کہ اللہ کہتا ہے کہ میں یہ سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔یہ میرے ساتھ پہاڑوں کا فرشتہ ہے۔اس نے سلام کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں پہاڑوں پر تعینات ہوں۔اگر آپ ﷺ حکم کریں تو میں ان کو

ان دو پہاڑوں کے درمیان پیں دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ مجھے اللہ نے رحمت بنا کر بھیجا ہے میں تو ایسا نہیں کہہ سکتا۔ اگر یہ نہیں تو ان کی پشت سے ایسے مسلمان پیدا ہوں گے جو اللہ کے دین کا جھنڈا لے کر دنیا میں جائیں گے۔ ان کو ہدایت مل جائے۔ اللہ ان کو ہدایت دے دے تو یہ میرے رضا کار بن جائیں۔ ان کو پتا نہیں ہے کہ سب سے زیادہ میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ سب سے زیادہ ان کی خوشحالی کا میں خواہشمند ہوں۔ ان کو پتا نہیں ہے۔ میں تو رحمۃ للعالمین ہوں۔ ان کو پتا نہیں ہے، اس واسطے یہ ایسا کرتے ہیں۔ اللہ مارنے کی بجائے انہیں ہدایت دے دے۔ یہ اس بات کو سمجھ جائیں۔

یہ کیا؟ مارنا اور یہ۔۔۔ وہ۔۔۔ (آپ ﷺ نے) ایسا کیا؟ ٹکر لگا کے مارنا یہ وہ شہادت کا حکم نہیں ہے کہ جا کر لڑو اور مر جاؤ۔ شہید ہو جاؤ گے۔ یہ شہادت نہیں ہے۔ شہادت تو اللہ نے وہ فرمائی ہے:

لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (1)۔

اللہ کا رسول ﷺ تم پہ گواہی دے گا اور تم پوری کائنات پہ گواہی دو گے۔ ان دوسری قوموں پہ، اپنے کردار سے، اپنے اعمال سے، اپنی آواز سے، اپنی زندگی سے۔ کتنا پیسہ ہے۔ اپنا گھر پکا بنوا سکتا ہے۔ یہ عیاشی تو نہیں کرتا۔ اسلام کا Concept اس دنیا کا کچھ اور ہے۔ وہ لوگ آخرت پہ یقین رکھتے تھے۔ یہ بھی آخرت پہ یقین رکھتے ہیں۔ اُن کے وزیر اعظم نے چھوٹا سا مکان بنوایا تھا کسی نے کہا کہ چھوٹا سا مکان بنوایا ہے تو کہتے ہیں کہ چھوڑ کر جانے کیلئے یہی کافی ہے۔ جس نے

(1) سورۃ الحج 22: آیت 78۔

چھوڑ کر ہی جانا ہے اس کیلئے یہ چھوٹا سا مکان ہی بہت ہے۔ جب ان کا Concept ہی یہ ہے کہ سب کچھ ادھر ہی رہ جانا ہے تو انہیں کیا ضرورت ہے اسے Decorate کرنے کی؟ دولت سمیٹنے کی انہیں فکر نہیں تھی۔ وہ پیسہ غریبوں میں بانٹ دیتے تھے کہ یہ حساب دولت کا آپ دیں گے۔ ان کا دنیا کا Concept علیحدہ ہے۔ انہوں نے جنگ بھی لڑی تو ایسے نہیں لڑی کہ قتل و غارت کرو۔ یہ کر دو، وہ کر دو۔ کفار نے حملہ کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مکہ سے نکالا۔ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ یا اللہ! مجھے یہ مکہ بڑا پیارا ہے۔ ہمیں ایک چھوٹے سے گاؤں سے نکلنا پڑے تو یہ دل کو کاٹ دیتا ہے۔ کیسی کیفیت ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یا اللہ! مجھے یہ مکہ بڑا پیارا ہے مگر یہ مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔

مدینہ ہجرت کر گئے۔ وہاں بھی چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔ بدر کا حملہ انہوں نے کفار نے کیا۔ احد کا حملہ انہوں نے کیا۔ اللہ کی فتح و نصرت علیحدہ بات ہے کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ فتح و نصرت اس نے دی مگر وہ حملہ انہوں نے (کفار نے) کیا۔ احد کا بھی حملہ انہوں نے کیا۔ پھر بھی چین نہیں آیا تو جنگِ احزاب کیلئے آئے، وہ سارے قبائل اکٹھے کر کے لے آئے کہ یہ معاملہ سارا ختم ہی کر دو۔ لیکن آپ ﷺ تعداد کو بڑھا رہے تھے۔ جنگ بدر میں تین سو تیرہ (313) تھے، جنگ احد میں سات آٹھ سو تھے۔ صلح حدیبیہ کے وقت چودہ سو (1400) تھے۔ مسلمان بڑھنا چاہتے تھے۔ چودہ سو (1400) تھے، جنگ نہیں لڑی۔ معاہدہ صلح حدیبیہ لکھ دیا گیا۔ صحابہ جو تگڑے تھے، شاہین قسم کے تھے، وہ کہنے لگے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول اور سچے ہیں، ہمیں یہ صلح نہیں کرنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ کر لیا۔ اللہ نے اسے فتح مبین بنایا کہ یہ جو معاہدہ ہے، یہ فتح کا معاہدہ ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کی طاقت

نبی۔رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا کہ اب یہ ان کی آخری بار ہے۔اب کے بعد دوبارہ نہیں آئیں گے۔اس کے پیچھے اللہ کی وعید تھی۔مسلمان دس ہزار ہو گئے۔ آپ ﷺ نے یہ طاقت اکٹھی کی اور مکہ کا رخ نہیں کیا بلکہ دوسری طرف گئے تا کہ مکہ والوں کو اور پیچھے مدینہ والوں کو پتا نہ چلے کہ حملہ ہو رہا ہے۔وہاں پہنچ گئے، مکہ کا گھیرا کر لیا۔سارے مکہ کے گرد پہاڑیوں پر ہر بندہ علیحدہ علیحدہ بیٹھتا ہے۔وہ سارے اکٹھے بھی بیٹھ سکتے تھے۔پانچ، دس بندے مگر کہا کہ نہیں علیحدہ علیحدہ جاؤ۔صبح ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ یہ کیا ہو گیا۔اتنی فوجیں آ گئی ہیں۔اتنے کیمپ لگ گئے ہیں۔

آپ ﷺ نے اتنی طاقت اکٹھی کر لی کہ دشمن لڑنے کی جرأت نہ کر سکیں، سرنڈر کر جائیں۔آپ ﷺ نے اعلان کر دیا کہ جو خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے، اس کو امان ہے۔جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے، اس کو امان ہے۔جو اپنے کمرے میں بند ہو جائے، اسے گھر میں بھی امان ہے۔جو تلوار لے کر سامنے آئے گا، اس سے مقابلہ ہو گا۔سب نے پناہ لی، وہاں جنگ کی نوبت ہی نہیں آئی۔مارنا اسلام کا مقصود نہیں ہے۔طائف میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا تو ان کی پشت سے ہندوستان میں محمد بن قاسم اسلام کی دعوت لے کر آئے۔آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ انہیں میں سے اللہ کے دین کے علمبردار اٹھیں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں اس لئے نہیں آیا، مجھے اللہ نے رحمت بنا کر بھیجا ہے، اللہ ان کو ہدایت دے۔وہاں مکہ میں سب سرنڈر ہو گئے۔سارے کفار خانہ کعبہ بیت اللہ مسجد الحرام میں کھڑے تھے۔انہیں پتا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا کیا ہے۔حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تمہیں پتا ہے کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے؟ وہ (کفار) بھی مزاج شناس تھے، کہنے لگے کہ ہمیں پتا ہے کہ آپ نیک باپ کے بیٹے ہیں، سلوک اچھا

ہی ہوگا، برا نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ میں بھی وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے بھی کیا نہیں کیا تھا۔ انہیں یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ

لَا تَثْرِیبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ(1)۔

آج تم سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہے۔ جاؤ معاف کیا۔ معاف کر دیا۔ نام نہیں لیا۔ آپ قرآن پڑھیں، بڑی عجیب عجیب باتیں لکھی ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے یہ کہا کہ جب شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں لڑائی کرادی۔ واضح کیا کہ یہ شیطان کا کام ہے، بھائیوں کا نہیں ہے کہ مجھے وہ کنویں میں ڈالتے۔ قرآن نے یہ کہہ دیا کہ ایک ہی تمہارا دشمن ہے، وہ شیطان ہے۔ وہ لڑائیاں کراتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تم لڑو۔ انہوں نے (حضور ﷺ نے) یہ نہیں کہا کہ تم نے مجھ پر ظلم کیا بلکہ کہا کہ کوئی تم سے پوچھ گچھ نہیں ہے، جاؤ۔ وہ بھی ان (یوسف علیہ السلام) کے بھائی تھے، تم بھی میرے بھائی ہو۔ آج مجھے اللہ نے تم پر نصرت دی ہے تو میں نے معاف کر دیا۔ خود آپ ﷺ وہاں بیٹھ گئے۔ لوگ آتے گئے اور بیعت ہوتے گئے۔ مجبوری ہو چا ہے جو مرضی ہو۔ جب دیکھ لیا کہ اب کچھ نہیں بنتا تو مسلمان ہوئے۔ فتح مکہ کے بعد آئے، مسلمان ہوئے۔ یہ ان کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے جو فتح مکہ سے پہلے تھے۔ اُن کا مقام اور ہے۔ بہر حال جو بھی ہو وہ اسلام تو لے آئے، صحابی تو بن گئے۔ صحابہ کے درجے کو عام مسلمان نہیں پہنچ سکتا۔ وہ (سب مسلمان) لڑائیاں لڑنے کیلئے نہیں آئے۔ اللہ کی راہ میں جتنے بھی قتل تھے وہاں تلوار اٹھا کے کلمہ پڑھانے والی بات نہیں ہے۔ کلمہ انسان اپنی مرضی سے پڑھے گا۔ آپ ﷺ بیٹھ گئے، وہاں کسی کو بھی نہیں کہا۔ مکہ والوں کو بھی

---

(1) سورۃ یوسف 12: آیت 92۔

نہیں کہا۔ان کو چھٹی اس بات کی نہیں دی کہ کلمہ پڑھو بلکہ کہا کہ جاؤ۔

یہ لڑائی ایسی نہیں ہے کہ تلوار لے کے قتل کرو۔آپ ﷺ حق اور سچ کی بات جو ہے اس کو لے کے اُٹھے۔اللہ کی تعلیم کو اپنائیں گے،عدل و انصاف کریں گے دنیا میں،ہر انسان کے ساتھ انصاف کریں گے،ان کے مذہب کی حفاظت کریں گے، ان کی جو عبادت گاہیں ہیں،ان کی حفاظت کریں گے،گردوارے ہوں،مندر ہوں، جو مرضی ہوں۔زبردستی مسلمان کرنے کا کس کو فائدہ ہوا؟وہ جو ڈر کے مسلمان ہو گیا، کلمہ پڑھ لیا تو وہ منافق ہو گیا۔یہاں (مسلمانوں میں)ایک منافق پیدا ہو گیا۔اب اس (منافق) کو کیا فائدہ ہوا؟اللہ اس کو دوزخ کے نچلے ترین طبقے سے اٹھائے گا۔ اس کا کون سا ہم نے بھلا کیا ہے؟وہ خطرناک بن گیا،اس کو جزا کیلئے ہم نے آگے پہنچا دیا۔وہ اگر خود پڑھے تو اس کی بخشش ہو جائے گی،آپ کی قوت میں بھی اضافہ ہو گا۔وہ (اس کلمہ کو) دل سے خود پڑھے گا۔جب اس کا دل چاہے کہ اللہ کی فتح و نصرت ان کے ساتھ ہے،یہ اچھے لوگ ہیں۔

دیکھو!باقی دنیا یہ انڈونیشیا ہے،ملائیشیا ہے،چائنہ ہے،انڈونیشیا سب سے بڑا اسلامی ملک ہے وہاں پہ کوئی فوجیں نہیں گئیں۔کہیں تاریخ میں نام آیا ہے ان کا کہ فوجیں گئی ہوں؟ ایران میں گئیں، شام میں گئیں،مصر میں گئیں، ان (انڈونیشیا وغیرہ) کا کہیں نام نہیں آیا کہ یہاں پر بھی فوجیں گئی ہوں۔تاجر گئے،مسلمان گئے، ان کا اخلاق،ان کی محبت،ان کی سیرت،اور ان کی تجارت دیکھ کے لوگ مسلمان ہو گئے۔ ملائشیا گئے، چائنہ گئے ہیں، وہاں لاکھوں مسلمان ہیں۔ کسی صحابی رسول ﷺ کا مزار بھی ہے۔ان کو دیکھ کے،ان کے اخلاق سے لوگ مسلمان ہوئے۔ان کا پیار اور محبت دیکھ کے لوگ مسلمان ہوئے ہیں،تو وہ ہونا چاہیے۔یہ مارنے والا اسلام نہیں ہے کہ تلوار لے کے چل پڑو کہ کلمہ پڑھو نہیں تو تلوار آئے گی۔

محفل 38

سوال کیا گیا کہ یہ جو موجودہ صورتحال ہے پوری دنیا کے اندر جہاں جہاں مسلمان بے بسی اور محکومیت کا شکار ہیں ان میں بہت سے ممالک شامل ہیں، ان کے مسلمان جو Resistance کر رہے ہیں یا اپنا دفاع کر رہے ہیں وہ تو چلیں جہاد کے حوالے سے اس کو نام دیا جا سکتا ہے لیکن پاکستان کے اندر جو لوگ کام کر رہے ہیں، ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ باہر جوان کا بندہ مارا جاتا ہے تو وہ شہادت کا درجہ بھی پاتا ہے۔ان کی یہاں غائبانہ نماز جنازہ بھی پڑھائی جاتی ہے۔اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟اس سوال پر فرمایا:

قرآن کریم میں بھی ہے کہ

وَمَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيرًا (1)۔

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم جہاد کیلئے نہیں نکلتے اللہ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے جو دعا کر رہے ہیں

(1) سورۃ النساء 4: آیت 75۔

کہ اے رب ہمارے ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم
ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور کوئی مددگار عطا فرما۔

جہاد کسی خاص خطے کیلئے محدود تو نہیں ہے لیکن اس کی کچھ بنیادی شرائط بھی ہیں۔ جہاد جو ہے وہ امیر المومنین کے تحت ہوگا۔ ایک جماعت ہو اور اس کا امیر ہو۔ ایسا نہیں ہے کہ آپ کھڑے ہو گئے کہ یہ میرا جہاد ہے۔

سوال کرنے والے نے کہا: فرعون کے زمانے میں تو امیر المومنین کوئی نہیں تھا۔ ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، انہوں نے اکیلے ہی جہاد کیا۔ جیسے آج کے دور میں اگر امیر المومنین نہیں ہیں تو پھر کس کو امیر المؤمنین بنایا جائے گا؟ ہر طرف جو غاصب قسم کے لوگ ہیں، ان کی حکومتیں ہیں۔ وہ نظام چلا رہے ہیں۔ اس بات کے جواب میں فرمایا:

پہلے پھر اس پر کام کرنے کی ضرورت ہے کہ پہلے پھر اس پر کام ہونا چاہئے۔ پہلے مومنین بنیں۔ مومنین کی جماعت ہو پھر اس کا امیر بنے۔ پہلے اس جماعت پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ چلو یہ حکمران بھی ہوں، ان کے تحت بھی جنگ لڑی جائے۔ یہ ضیاء دور میں ہوا، بڑے لوگ تھے جنہوں نے جہاد کیا۔ ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے۔ یہ کچھ آپ پر بھی ہے کہ ووٹ صحیح لوگوں کو دیں۔ آپ اس پر کوشش کریں۔ عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو تھے وہ کہتے تھے کہ میری تعلیم جو ہے کچھ ریل میں گزر گئی ہے کچھ جیل میں گزر گئی ہے۔ تقریریں عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سنتے ہیں اور ووٹ ان (دوسروں) کو دیتے ہیں۔ اب یہ جماعت اسلامی بھی کہتی ہے کہ ووٹ ہمیں نہیں ملتے۔ اب وہ جماعت تو پہلے بنانی پڑے گی، کیوں نہ پہلے اس کو ٹھیک کیا جائے۔

ہمارے بابا جی انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جیسے ہم اُس معیار

کے مومن نہیں رہے، یہ کافر بھی اس معیار کے نہیں رہے۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ اب بھی وہ ڈرتے ہیں۔ ہندوستان سے کہو کہ ہمارے ساتھ بیٹھ کے فیصلہ کرے۔ دیکھو ہم سات دن میں پاکستانی اس (ہندوستان) کا Walk over کر دیں گے۔ چھ گنا فوجیں رکھ کے بھی وہ ہم سے ڈرتا ہے۔ اب بھی وہ ڈرتا ہے، اب بھی وہ ترکیبیں لڑائے گا۔ مسلمانوں کے ساتھ ٹکر لینے سے وہ اب بھی ڈرتا ہے۔ پچھلے دنوں وہ ہندوستان کا کیس چل رہا تھا تو حمید گل نے اخبار میں آ کے کہا کہ ہندوستان کو بڑی خواہش ہے کہ میں اکھنڈ بھارت بنا لوں، پاکستان کو ہڑپ کر جاؤں، قبضے میں لے لوں۔ بڑی اس کو خواہش ہے۔ اس (حمید گل) نے کہا کہ ابھی آ جاؤ۔ میرا خیال ہے اچھا موقع ہے، بہانہ بنا ہوا ہے، تم آ ہی جاؤ۔ میرے جیسے کوئی ڈیڑھ لاکھ فوجی ہیں، میں نے خود بھی ورزش شروع کر دی ہے، ان (فوجیوں) کو بھی کہہ دیا ہے کہ وہ بھی ورزش شروع کر دیں، ہندوستان کے ساتھ دو دو ہاتھ کرنے ہیں۔ اپنی چاہ اتار ہی لو۔ آ جاؤ، بڑی خواہش ہے تمہاری۔ اس (حمید گل) نے کہا کہ اس (ہندوستان) کی ماں بھی مر جائے گی، ہماری طرف ٹیڑھی آنکھ کر کے بھی نہیں دیکھ سکتا وہ (ہندوستان)۔ ہم نے جو کچھ سٹور میں اسلحہ بنا کر رکھا ہوا ہے، وہ ہماری قوم کو بھی نہیں پتا، ہندوستان کو پتا ہے۔ وہ شور مچاتا رہے گا، خواہشیں کرتا رہے گا، مگر ہماری طرف آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اتنا انتظام دیا ہے، ہم نے ایٹمی پروگرام تیار کیا ہے، اس کا بارود تیار کر رکھا ہے۔

پچھلے دنوں ثمر مبارک مند کو بھی ٹی وی پر لایا گیا، اس کا انٹرویو تھا۔ اس سے میزائلوں کی بات چل رہی تھی کہ سنا ہے ہماری میزائل ٹیکنالوجی بڑی اچھی ہیں۔ اس (ثمر مبارک مند) نے کہا کہ ہاں جی! بڑی اچھی ہیں۔ اس سے پوچھا گیا کہ

ہندوستان سے اور دوسرے کئی ملکوں سے سنا ہے کہ ہمارا معیار بڑا اچھا ہے۔اس (ثمر مبارک) نے کہا کہ ہاں جی ،اچھا ہے، ہم بعد میں جو آئے۔ ہماری ٹیکنالوجی Latest ہے۔جنہوں نے بعد میں بنائی، انہوں نے ساری چیزیں Latest ہی لگائی تھیں۔ ہماری ٹیکنالوجی بہتر ہے۔ جو گیارہ سو (1100) کلومیٹر والی میزائل ہے،اس کا جو Error ہے وہ ایک میٹر کا ہے۔یہ نہیں ہے کہ یہاں گراؤ اور وہ دس میل دور جا گرے۔اِدھر ٹارگٹ ہےتو وہ میزائل ایک میٹر اِدھر اُدھر ہو سکتا ہے۔اس (ثمر مبارک مند) نے کہا کہ اگر ہم چاہیں گے کہ ہماری میزائل ہندوستان کی فلاں بلڈنگ کی فلاں کھڑکی سے داخل ہوں تو وہ اسی کھڑکی سے داخل ہوگی ۔اب ایک Scientist جو ہے، وہ ٹی وی پر بیٹھ کر اس طرح کا بیان دے تو ہندوستان کے تو اچھے اچھوں کی ہوا خارج ہو جائے گی۔ وہ (سائنسدان) ایسے ہی Irresponsible بیان نہیں دے رہا۔ٹھیک کہہ رہا ہے۔ ہماری Accuracy ایسی ہے کہ اسی کھڑکی سے داخل ہوگا۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ ہماری نالائقیوں کے باوجود بھی کچھ ڈیپارٹمنٹ ٹھیک کام کر رہے ہیں۔میزائیل بنائی تو سب سے اچھی بنائی۔اگر ٹینک بنائے، جہاز بنائے تو وہ باہر نمائش میں Successful ہیں۔ ٹینک بنائے: الخالد بنائے، الضرار بنائے۔ یہ سب کامیاب ہیں۔انڈیا دس سال سے ایسے ٹینک بنا رہا ہے، کامیاب نہیں ہوا۔اللہ میاں مدد کرتا ہے۔اللہ کے کچھ نیک بندے کام کر رہے ہیں، بڑا اچھا کام ہے۔

(مہمان نے کہا کہ) یہ ضروری ہے کہ جہادی مشن کیلئے اگر کوئی مسلمان ملک ہے، حکومت بھی مسلمانوں کی ہے، پھر وہ Announce کرے کہ جہاد واجب ہے، سب جہاد کرو یا اس کے علاوہ بھی کوئی طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے؟اس

سوال پر فرمایا:

طریقہ کار تو یہی ہے، اب ہماری Organization بھی اس طرح سے نہیں رہی ہے۔ ایک ہی کمانڈ مدینہ منورہ میں یا مکہ میں ہو، سارے اسلامی ممالک جو سب الگ بنے ہوئے ہیں وہ ایک ہی کمانڈ کے تحت چل رہے ہوں، اب وہ ایسا نہیں رہا۔ اب ہم اسلامی ملک بھی علیحدہ علیحدہ ہیں، ان کی Policy بھی الگ ہے۔ یہ سب Different ہوں گی۔ جہاد کیلئے ضروری ہے کہ ان کو بھی Organize کیا جائے جیسے انہوں نے NATO بنا رکھی ہے ایسے مسلمان بھی بنالیں۔ چلو اس طرح نہ سہی کہ ایک حکومت کے تحت ہوں مگر دفاعی Pact ہی ان کا ہو جائے۔ اگر ایک ملک پہ حملہ ہوا تو سب لڑیں گے۔ الگ الگ حکومتیں ہیں، وہ بہت دور چلے گئے ہیں، اب واپس آنے کا ٹائم نہیں ہے۔ کئی دفعہ ان کا اتحاد بنا، شام کا، لیبیا کا، عراق کا جھنڈے اکٹھے ہوئے مگر پھر دو سال بعد ٹوٹ گئے۔ مولویوں نے ہی سنبھال لیا کہ ہماری مسجد میں نماز پڑھو۔ ہماری مسجد میں جمع ہو، اور میں یہاں خطیب رہوں، جو مرضی ہو جمعہ ہماری مسجد میں ہو تو اس میں بادشاہ میں رہوں، کرتا دھرتا میں رہوں، ایسے ان مسلمان ملکوں کا اتحاد ہوا مگر وہ چلا نہیں۔ ایسا کوئی Pact ہو کہ سب اپنے اپنے ملک میں رہیں اور دفاعی Pact ہو جائے، مل کر انڈسٹری بنائیں۔ فرض کریں جہاز بنایا تو سارے پیسہ اس کو دیں، بڑی ترقی کریں کہ ہم بھی اسے اکٹھا استعمال کریں گے۔

سوال کرنے والے مہمان نے کہا کہ جماعت الدعوۃ نے ایک جو جہادی مشن دیا ہے کیا وہ درست ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے تو وہ Basic جو ہوتی ہے وہ تو ٹھیک ہوتی ہے لیکن جب implement Practical کریں تو ہو سکتا ہے کہ وہ ٹھیک نہ ہو۔

یہ تنظیمیں تو ہونی ہی نہیں چاہئیں۔ اب اگر پاکستان ہی اسلامی ملک ہے اور یہ صحیح ہے تو پھر یہ اندر دوسری تنظیمیں کیوں بننے دے؟ پاکستان نے پہلے بھی جنگ لڑی ہے، اب پرائیویٹ تنظیمیں کیوں اس کام کیلئے بنانی چاہئیں کہ وہ اسلحہ لے کے چلیں، جہاں چاہیں Charge sheet بنا کے چلے جائیں کہ آپ نے یہ کیوں کیا ہے؟

(مہمان نے کہا کہ) اگر اسی کو دیکھا جائے کہ جو امریکہ اور غیر مسلم لوگ ہیں، حکومت ان کے ماتحت چل رہی ہو، ان کے اشارے پر چل رہی ہو۔۔۔

آپ نے فرمایا کہ یہاں ان (حکمرانوں) کی اپنی کمزوریاں ہیں۔ یہ ان (غیر مسلم اقوام) سے قرض لیتے ہیں۔ یہ قرض ان کی شرائط پر لیتے ہیں۔ ہزاروں عقیدے ہیں جو ان (غیر مسلم اقوام) کی طرف منسوب ہیں۔ وہ ان سے واقف ہیں۔ وہ قرض انہیں اپنی شرائط پر دیتے ہیں۔ انہیں پتا ہے کہ یہ مسلمان ہیں، یہ ہمارے کتنے مخلص ہیں۔ مولوی منبروں پر کھڑے ہو کے روز دعا کرتے ہیں کہ اللہ برباد کر دے اسرائیل کو، برباد کر دے امریکہ کو، ان کو تباہ کر دے سارے (مولوی حضرات) خلاف دعا مانگتے ہیں لیکن انہوں نے (غیر مسلموں نے) ہمیں بے بس کیا ہوا ہے، سر اُٹھانے نہیں دیتے۔ ان سب باتوں کے باوجود بھی وہ ہمیں قرض دیتے رہتے ہیں۔ ان کی اپنی ضروریات ہیں، ہماری اپنی ضروریات ہیں۔ یہ مسئلہ جو ہے وہ اپنی جگہ۔ ابھی ہم اس Level پر نہیں ہیں۔ نبی پاک ﷺ نے جو دس سال میں مدنی دور میں ایک Level پر پہنچایا۔ ان (مسلمانوں) میں ایک قوت پیدا کی، ان کو اکٹھا کیا۔ اس وقت Strike کیا جب فتح ان کے In hand تھی۔ جب معلوم تھا کہ فتح ہماری ہے، اس وقت Strike کیا۔ یہ نہیں کیا کہ مسلمان ٹکر مار کے مر جائیں۔ اگر مرنے کا نام شہادت ہوتا تو سب سے اچھا موقع بدر کا تھا۔ اِدھر تین سو

تیرہ (313) تھے، اُدھر ایک ہزار تھے۔ طاقت میں بھی وہ زیادہ تھے۔ اسلحہ بھی ان کے پاس زیادہ تھا۔ یہاں وہ شہادت نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے کہا کہ یہ تین سو تیرہ (313) جو ہیں، یہی میرے ساتھ ہیں۔ یہ اگر آج نہ رہے تو تیرا نام قیامت تک کوئی لینے والا نہیں ہوگا۔ ان (رسول اللہ ﷺ) کو پتا ہے کہ یہاں مر سکتے ہیں، یہاں پر شہادت نہیں مانگی۔ یہ شہادت نہیں ہے اور نہ وہ شہادت ہے۔ بس اس راستے پر آ جائے تو یہ زندگی ہے۔

یہ شہادت نہیں ہے کہ آپ مرنا چاہتے ہیں۔ یہ اللہ کے دین کو نافذ کرنے والی بات ہے۔ مرنے والی بات نہیں ہے۔ اگر اس راستے میں Death ہو گئی تو وہ اور بات ہے مگر شہادت مرنے والی بات نہیں ہے۔ وہ حکومت بنائی جائے جو اس طرز پر ہو۔ ان انگریزوں نے کوئی ڈیڑھ دو سو سال ہم پر حکمرانی کی ہے۔ سارے ہمارے ذرائع استعمال کیے ہیں۔ ان (انگریزوں) کو بھی دیکھ لیں۔ اب کون لُوٹ رہا ہے؟ گورے تو چلے گئے، اب کون لُوٹ رہا ہے؟ گورا کیا لُوٹ کے لے گیا ہے؟ گاڑیاں بھی بند ہو گئی ہیں۔ پی آئی اے (PIA) کے جہاز بھی بند ہو گئے ہیں۔ اب کون لوٹ رہا ہے؟ Biggest network آپ کو ریلوں کا بنا کے دے گیا ہے۔ Biggest network آپ کو نہروں کا بنا کے دے گیا ہے۔ Post offices اور یہ کتنا کچھ انہوں نے بنایا ہے۔ اب تو یہ سب کچھ آپ کو دے دیا ہے کہ آ جاؤ اب تم کر لو۔ اُن کا اتنا اچھا نظام تھا۔ عدل و انصاف سے کیا۔ اب بھی بابا جی رحمۃ اللہ علیہ (بانی سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ) انہیں یاد کرتے تھے۔ بڑا Organize کرنا پڑتا ہے۔ قوم کو اس Level پر لایا جائے۔

(بموقع سالانہ دورہ حلقہ تو حیدیہ شجاع آباد 2011ء بعد از حلقہ ذکر)

محفل 39

پوچھا گیا کہ یہ جو سود ہے اس کی کیا Exact defination ہے؟ یا Boundaries ہیں؟ Banking کو بھی کہتے ہیں کہ یہ سود ہے، حرام ہے۔ اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس سے زیادہ اختلاف نہیں کیا۔ اس زمانے میں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دور تھا تو وہاں اُس وقت یہ ادارے تو نہیں تھے، جیسے یہ بن گئے ہیں۔ جیسے بعض پٹھان سود پر پیسے دیتے ہیں، ختم نہیں ہونے دیتے، تو یہ اس وقت چلتا تھا۔ قرآن میں لکھا بھی ہے کہ دوگنا، تین گنا، اور چار گنا کر کے نہ کھاؤ۔ وہ لوگ بہت زیادہ ریٹ بھی لیتے تھے۔ گھر کی ضروریات کیلئے کسی نے پیسہ مانگا تو اُس دور میں لوگ یوں دیتے تھے۔ یہ تھا اس (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) زمانے میں۔ وہ سود پیسے لینے والے کی جان بھی نہیں چھوڑتا تھا۔ ہندو بھی ایسے ہی پیسے دیتے تھے۔ ہندو دُکاندار زمیندار سے، عموماً بیٹے کی شادی ہے تو کہتے: لے چودھری۔ کر بیاہ کہ پتا چل جائے کہ بیاہ کیا ہے، یہ تیری دُکان ہے۔ وہ (زمیندار) پیسے بھی دیتے تو دُکاندار کہتے کہ نہیں رہنے دو، بچوں کو ضرورت ہوگی۔ وہ (زمیندار) پیسے رہنے دیتے تو اگلے سال اتنے ہی اور پیسے بن جاتے۔ سود کے کاروبار اس طرح وہ کرتے رہتے تھے۔ جان نہیں چھوٹتی تھی۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں) یہ ادارے ایسے نہیں تھے: بنک۔

بنکوں میں تو غریب آدمی کا داخلہ ہی نہیں ہے، نہ تو ان کو کوئی دیتا ہے۔ کون دیتا ہے؟ ان (غریبوں کو) تو کوئی بھی نہیں دیتا۔ وہ (بنک تو) کروڑوں کا سرمایہ ہے، کوئی مِل لگی ہے تو ان کو دیتے ہیں۔ (حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ اپنی pludge Property کروتو لو۔) آپ نے فرمایا: ہاں ایسے دیتا ہے۔ غریب آدمی کو یہ پانچ، چھ، پرسینٹ ملتا ہے تو یہ مولوی کہتے ہیں کہ حرام ہے۔ اسے چھوڑو۔ رہنے دو۔ (بنک کہتے ہیں کہ) ہم آپ ہی کھالیں گے۔ یہ (بنک) چھ پرسینٹ دیتے ہیں تو یہ (مولوی حضرات) کہتے ہیں کہ رہنے دو۔

ضیاء الحق آیا تو اسلام کی بات چیت ہوئی تو مولانا مودودی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کہا گیا کہ 'مضاربہ' حلال ہے اور یہ 'سود' حرام ہے۔ 'مضاربہ' یہ ہے کہ میں پیسے لگاتا ہوں، آپ کہتے ہیں کہ میں دُکان چلاؤں گا۔ نفع آدھا آدھا کر لیں گے، یا چوتھا حصہ میرا اور باقی آپ کا۔ پیسہ ایک آدمی کا ہے اور محنت دوسرے آدمی کی ہے۔ اس میں وہ Profit میں حصہ لیتا ہے تو وہ ٹھیک ہے۔ اگر نقصان ہو جائے تو اس کی محنت گئی اور سرمایہ سرمایہ دار کا ہی جائے گا۔ اگر ایک لاکھ Investment تھی اور اس میں سے چار پانچ ہزار کا نقصان ہو گیا تو سرمایہ پچانوے ہزار رہ گیا۔ آپ کا پانچ ہزار روپیہ گیا، اس کی محنت گئی۔ اس بیچارے نے محنت کی، اس کو تو کچھ نہیں ملا۔ اس کی محنت تھی تو اس کی محنت گئی۔ آپ کا سرمایہ تھا تو آپ کا سرمایہ گیا۔ اگر اس صورت پر دے کہ یہ ایک لاکھ روپیہ ہے، اس میں نفع ہو یا نقصان ہو، میں نے منافع لینا ہی لینا ہے، تو یہ 'سود' ہے۔

وہ جو Profit and loss sharing account نکلے تھے وہ اسی (مضاربہ کے اصول) پر نکلے تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کہا گیا کہ یہ اس شرط

پر ہو کہ میں نقصان میں بھی ذمہ دار ہوں گا تو پھر جائز ہے۔ پیسہ جو میں بنک میں دے رہا ہوں، اس میں اگر نقصان ہو گیا تو پھر بھی میں ذمہ دار ہوں۔ اس پیسہ میں جو Profit ہوتو وہ جائز ہے۔

حاضرین میں سے ایک فرد نے کہا کہ بابا جی! یہ جو پانچ سال کیلئے Fix کرتے ہیں کہ اس کے بعد تمہیں ڈبل مل جائے گا، ایک سال میں تمہیں اتنے ملیں گے، یہ کیسا ہے؟ اس بات پر فرمایا:

ہاں بہر حال وہی ہے ناں اسی طرح۔ مطلب یہ تھا کہ اگر وہ اس نقصان میں بھی شامل ہو جائے تو پھر جائز ہے۔ ان بنکوں نے وہ Profit and loss sharing account کھولنا شروع کر دیے۔ آپ کا یہ موقف ہے کہ میں نے تو Profit and loss share کرنا ہے۔ تمہارا پیسہ لے کر وہ (بنک) لکھ سنوارا ہو جائے۔ (آپ یہ نہیں لیتے) آپ کا تو گیا لیکھا (Profit)۔

یہ جو بنک ہیں، ان میں بھی Profit and loss sharing ہے۔

اگر بنک دیوالیہ ہو جائے تو پھر؟ یہ تو نہیں ہے کہ دیوالیہ ہو گیا۔ دیوالیہ کا جو Liquidation board ہے وہ طے کرے گا کہ کتنے Percent دیوالیہ ہوا ہے؟ نوے (90) پرسینٹ ہے یا اسی (80) پرسینٹ ہے۔ جتنے Percent بنک دیوالیہ ہوا ہے، اسی نسبت سے سب کو ان کا پیسہ ملے گا، باقی گیا۔ پہلے بھی بنک میں Profit and loss sharing ہے۔ بنک کا ہر کھاتے دار نقصان میں بھی پہلے سے حصہ دار ہے، یہ لکھا جائے یا نہ لکھا جائے۔ ایسا تو نہیں ہے کہ جیسے دکانداری میں آلو وہ شہر سے لایا اور چھ مہینے بعد وہ یہاں سستے ہو گئے۔ آلو کا روز کا روز بھاؤ ہوتا ہے۔ دکاندار سبزی روز لے آتا ہے تو اسے کیوں نقصان ہو گا۔ سبزی کی دکان پر، شلجم منڈی

سے بے شک پچاس (50) روپے کے کلو ملیں مگر وہ لا کر ساٹھ (60) روپے کلو ہی بیچتا ہے۔ پالک سستی ہوگئی، آج منڈی سے دس روپے کلو ملی تو یہ دکان پر پندرہ روپے کلو ہی بیچی گئی۔ ان کو کیوں نقصان ہوتا ہے۔ وہ پرانا زمانہ تھا کہ لمبے لمبے Route تھے، وقت لگتا تھا۔ اب ٹریفک ہے تو مرغی کا ریٹ بھی ایسے چلتا ہے۔ سارے بورڈوں پر لکھا ہوتا ہے کہ زندہ مرغی اتنے کی اور گوشت اتنے روپے کلو۔ وہ (بنک) اس پہ چلتا ہے۔ وہ جو Profit کی بات تھی تو انہوں نے (مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے) کہا کہ اس طرح جائز ہے۔ بنک میں اس طرح کر دیا گیا۔ Profit and loss لکھ دیا گیا۔ Loss میں پہلے بھی وہ حصے دار تھا مگر اب لکھ دیا گیا۔

نقصان میں وہ پہلے بھی حصے دار تھے۔ جب وہ دیوالیہ ہو جاتا ہے تو سب کا پیسہ ڈوب جاتا ہے۔ کہتے تھے کہ اس میں جان ہے یہ مضاربہ ہے۔ سود یہ ہے کہ منافع ہو نہ ہو سود میں نے لینا ہے۔ وہ ناجائز ہے۔ سود کی صحیح Defination یہ ہے کہ سرمایہ دار نقصان میں حصہ دار نہیں ہوتا۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے پیسہ ہی چاہیے۔ مضاربہ میں تو پیسہ Invest کیا جاتا ہے۔ سرمایہ دار سرمایہ لگاتا ہے اور دوسرا محنت کرتا ہے۔ اس میں نقصان ہوگیا تو سرمایہ دار کا پیسہ جائے گا اور دوسرے کی محنت گئی، سود میں ایسا نہیں ہوتا۔

اسی طرح زمین جو ٹھیکے پہ دیتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ یہ جو مستاجری دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ پتا نہیں اسے کیا نام دیتے ہیں۔ یہ جو سال کیلئے دیتے ہیں کہ تمہارا سال کیلئے پندرہ ہزار یا دس ہزار ٹھیکہ ہے۔ یہ ہمیں دے دو اور تم کاشت کرو۔ پیداوار کچھ ہو یا نہ ہو، ہمیں پیسے دے دو۔ یہ ٹھیکہ جو ہے یہ اسلام میں ناجائز ہے۔ اسلام میں حصہ ہے، آپ حصے پہ دیں، جو ہوگا اس میں حصہ ہے۔ مالک جو ہے وہ بیج بھی دے گا، کھاد بھی دے گا، اس میں اس کا حصہ ہو

گا جو پیدا ہو اور پک جائے۔ جو اسے اگا رہا ہے اس میں اس کا حصہ ہے، وہ جائز ہے۔ یہ نہیں کہ زمین ٹھیکے پر دے دی اور پیسے لے لیے۔ دو دو، چار چار، اور پانچ پانچ سال پہلے پیسے لے لیتے ہیں، یہ ناجائز ہے۔ پیداوار آئے نہ آئے مگر اس (زمیندار) نے پیسے لے لیے ہیں، یہ بھی ناجائز ہے۔ یہاں تو سارے (زمیندار) ایسے ہی (زمین) دیتے ہیں۔

کھڑی فصل کا بیچنا جیسے باغ لگا ہوا ہے، آم لگے ہیں، یہ ناجائز ہے۔ کئی کہتے ہیں کہ اسے بیچ دو۔ یہ (آم) پک جائیں، ان کو کاٹو اور پھر بیچو۔ فصل پک گئی ہے، رات اولے پڑ جاتے ہیں اور خریدنے والے کی فصل ختم ہو جاتی ہے تو وہ کدھر جائے؟ یہ ساری Situation جہاں جوا ہے، Chance ہے، یہ ناجائز ہیں۔ وہ Chance میں سے حصہ اسے ملنا چاہیے جس نے Chance لیا ہے۔

حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ اس طرح تو جو کرائے پر دکان لیتے ہیں تو یہ بھی ناجائز ہے۔ اس بات پر آپ نے فرمایا:

دکان جو ہے وہ سودے میں سے تو نہیں ہے۔ دکان تو آپ خالی لیتے ہیں، وہ تو اس کے Use کا کرایہ ہے۔ وہ ہر مہینے یا ہر سال پیسے بڑھاتے بھی ہیں۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا: بابا جان! اس طرح یہ جو زمینیں ٹھیکے پر لیتے ہیں، اس میں وہ گندم اگاتے ہیں، کپاس اگاتے ہیں، یا گنا لگاتے ہیں، اس سے بھی تو فرق پڑتا ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ جو مرضی کرے، وہ (زمین دینے والا) یہ تو پابندی نہیں لگاتا کہ آپ نے یہ Cotton لگائی، مگر یہ کہ اس (اگانے والے) کو کچھ بھی حاصل نہ ہو۔ سب کچھ بویا تھا، Flood آیا اور سب کچھ گیا۔ مالک کو جیب سے دینا پڑ گیا۔ باقی اس (کاشت کرنے والے) کو یہ پابندی نہیں ہے کہ اس نے یہ چیز بونی ہے۔ جو

مرضی ہوئے لیکن ایسی Situation ہے تو وہ دے گا۔

فصلوں کا پہلے بیچنا، باغ جو پہلے بیچ دیتے ہیں، فصل پہلے کھڑی ہے سودا کر دیا، یہ جو Risk ہے، اسلام اسے روکنا چاہتا ہے تا کہ ایسے ہی نقصان کے جو Chance ہیں وہ نہ ہوں۔ ایک آدمی جس نے پیسے دیے ہیں کہ وہ اس سے کچھ کمائے، اور ایسا (نقصان) ہوگیا کہ اس کے پاس کچھ نہیں بچا تو (اسلام میں) وہ نہیں ہے۔ اس طرح یہ بھی سود جو ہے وہ Message ہے، اچھا ہے اگر Economy سود فری ہو۔ free Interest میں فائدہ تو ہے لیکن اس میں وہ فائدہ جو قرآن میں لکھا ہے کہ دو دو گنا، تین تین گنا کر کے مت کھاؤ، وہ اس میں نہیں ہے۔ بنک جو آگے (کھاتہ داروں کو) دیتے ہیں یہاں پر دس Percent اور پندرہ Percent اتنا ہی ہے۔

بات جاری تھی ایک فون کال آئی اور بات کا اختتام ہوگیا۔

ضمنی باتیں:

یہ باتیں سالانہ دورہ شجاع آباد 2011ء کے موقع پر حلقہ ذکر کے بعد ہوئیں۔ پیر خان صاحب کا فون آیا، انہوں نے عتیق عباسی صاحب کی بیگم صاحبہ کی وفات کی اطلاع دی، کچھ مزید حال احوال فون پر ہوئے۔ فون کال ختم ہوئی تو جناب محمد یعقوب صاحب نے بابا جان رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ اندر کچھ خواتین ملنے آئی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ کہاں سے نکل گئیں؟ دروازے پر تو ہم بیٹھے ہیں، کدھر سے آگئیں؟ جناب محمد یعقوب صاحب تو حیدی نے کہا کہ میرا خیال ہے آپ کے باہر آنے سے پہلے ہی وہ اندر چلی گئی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حاضرین سے اجازت لے کر ان سے ملاقات کے لئے گئے۔

محفل 40

سالانہ دورہ حلقہ جات ملتان 2011ء سے واپسی پر مرکز تعمیر ملت بھائیوں میں تشریف فرما تھے اور گپ شپ جاری تھی۔

ملتان سے مجلّہ فلاحِ آدمیت کے لئے تحریریں آئیں تو ان میں خالد بخاری صاحب نے آپ کے دورہ ملتان کے دوران ہونے والی گفتگو پر مشتمل ایک مضمون بھیجا۔ احمد رضا خان صاحب نے بتایا کہ یہ بخاری صاحب نے موبائل میں ریکارڈ کر کے لکھ کر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا لگ رہا تھا جیسے ریکارڈنگ سے لکھا گیا ہو۔ احمد رضا صاحب نے پوچھا کہ آپ کو وہاں پتا نہیں چلا کہ ریکارڈنگ ہو رہی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے کیسے پتا چلتا، میرا کوئی خون کھینچا جا رہا تھا کہ مجھے پتا چلتا۔ بس انہوں نے کر ہی لی ریکارڈنگ۔ جہاں مرضی رکھ دو، ریکارڈنگ تو ہو ہی جاتی ہے۔ اب پہلے پوچھتے تھوڑی ہیں۔

مرکز تعمیر ملت پر ملاقات کے لئے آنے والے بھائیوں نے آپ کے سالانہ دورہ کی بات کی کہ بڑا کامیاب رہا ہے۔ آپ نے دریافت کیا کہ کون سے دورے کی بات کر رہے ہیں؟ بھائی نے جواب دیا کہ ملتان والا۔ فرمانے لگے کہ سرکاری دورے جو ہیں یہ سارے ہمیشہ کامیاب رہتے ہیں۔ وزیر صاحب جائیں یا صدر صاحب جائیں۔ دورہ کامیاب رہتا ہے۔ اب وہ بھلے کپڑے اتروا کے تلاشی کرتے رہے

ہوں، جو ہمارا ہوتا ہے مگر دورہ اچھا رہتا ہے کہ کامیاب ہوا۔ یہ تو جی کامیاب ہی کامیاب ہیں۔اللہ کے لئے گئے تھے۔اللہ کی بات کی تھی۔ وہاں لوگ آ گئے، نئے دوستوں سے بات کی۔ یہ تو دورے کامیاب ہی ہوتے ہیں۔

مرکز تعمیر ملت پر آپ سے ملنے مہمان آئے ہوئے تھے جو وہاں موجود مریدین سے واقف نہیں تھے اور نہ ہی یہ مریدین سلسلہ ان سے ملے تھے۔آپ فرمانے لگے کہ آپس میں تعارف کرادیا کریں آگے ان کا بھی کوئی نام پتہ پوچھیں۔ سب اپنا اپنا تعارف کرائیں۔سب کو ملیں۔ پہلے یہ کام ہونا چاہئے: تعارف۔احمد رضا خان صاحب نے کہا کہ جی میں دیکھ رہا تھا کہ آپ اندر جاتے ہیں تو ہم بات چیت کریں۔اس پر آپ فرمانے لگے: چلو جی! میں جاؤں گا تو میرے بعد کرنا۔ میں کوئی آپ کی اچھی چیز نہ دیکھ لوں۔ (قہقہے اور پھر تعارف شروع ہو گیا)

میں ایلیٹ کالج میں پڑھاتا ہوں، احمد رضا میرا نام ہے۔آپ فرمانے لگے کہ یہ ہمارے مجلّہ کے ایڈیٹر ہیں۔'فلاحِ آدمیت' جو یہاں سے چھپتا ہے۔رحمت اللہ شاہ۔ یہ پنجاب یونیورسٹی میں لائبریرین ہیں۔ پی ایچ ڈی کے لئے جا رہے ہیں سویڈن۔احمد رضا خان صاحب نے کہا کہ مجھے اب پتا چلا ہے۔قبلہ بابا جان رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ چلو جی وہاں سے اب آپ ہمیں لکھا کریں گے جیسے پہلے آتا تھا، ملائشیا کے احوال۔کوئی نہ کوئی Change ہوتے رہتے ہیں حالات، چلتے رہیں گے انشاء اللہ۔ نالج میں اضافہ ہوگا۔اچھے لوگ جو ہیں وہ نقش ایسے کھینچتے ہیں کہ آپ کو وہاں ساتھ ہی لے جاتے ہیں۔آدمی تھوڑا اپنے Self سے باہر نکلتا ہے۔ پتا چلتا ہے کہ لوگ کیسے کرتے ہیں۔ بہت کچھ پتا چلتا ہے، بند ہو کر ہی نہ رہ جائیں کہ یہی کچھ ہے سب کچھ، باقی سب غلط ہیں، صرف یہی صحیح ہے۔ بات کریں۔ دیکھیں لوگ کیسے

رہتے ہیں۔ عالم اسلام میں دیکھیں کہ لوگ نمازیں کیسے پڑھ رہے ہیں۔ کوئی ہاتھ چھوڑ کے نماز پڑھ رہا ہے، کوئی ہاتھ باندھ کے نماز پڑھ رہا ہے، سارے مل کے نماز پڑھ رہے ہیں۔ کوئی لڑائی نہیں کرتے۔ آپس میں جھگڑا نہیں کرتے۔

احمد رضا خان صاحب نے کہا کہ اب امریکہ ملائشیا اور انڈونیشیا کو نشانہ بنا رہا ہے کہ وہاں فرقہ ورانہ تضادات شروع کرائے جائیں۔ میں ایک رپورٹ پڑھ رہا تھا اس میں یہ ذکر تھا۔ اس رپورٹ میں یہ لکھا تھا کہ پاکستان کا کانٹا نکل چکا ہے۔ اب انڈونیشیا اور ملائشیا کی باری ہے۔

امریکہ پہلے اپنی تو خیر منائے۔ کہیں اپنا ہی کانٹا نہ نکال بیٹھے۔ وہ عراق میں بھی آئے ہیں، اب دیکھ لیں وہاں کیا حال ہے؟ آپ فرمانے لگے:

بھائی نے کہا: بابا جان! وہاں سے وہ تیل نکالتے رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا: یہ تیل نکالنے والی بات نہیں ہے۔ ان کو یہ زعم تھا شاید کہ ہم ایسے ہی قبضہ کرلیں گے۔ اتنا آسان کام نہیں ہے دنیا کو Change کرنا۔ It is not that. اب یہ ان کو Change کرلیں گے۔ وہ Politicians بھی نہیں ہیں۔ They are not politicians. ان میں سیاست بھی نہیں ہے۔ اندھی Force ہے، بس قوت ہے جو ہمارے پاس ہے۔ گوروں کا چھوٹا سا ملک تھا۔ کسی نے کہا تھا کہ میرے انگوٹھے کے نیچے آجاتا ہے۔ آبادی اس کی بھی چند کروڑ ہی تھی۔ یہاں انڈیا میں صرف ایک ملک کی آبادی بتیس (32) کروڑ تھی۔ یہاں ساٹھ (60) ہزار انگریز تھے لیکن اس طرح وہ سب کو چرا رہے تھے جیسے بھیڑوں کو ایک بندہ ڈنڈا لے کر چراتا ہے۔ ذہنی طور پر وہ اتنے ہم سے اوپر اور ہم ان سے نیچے تھے۔ ہمارے ہی فوجی تھے۔ ہمارے ہی سپاہی تھے۔ ہمارے اوپر DC، کمشنر، اور SP انگریز تھے،

باقی سارے مقامی سپاہی ہوتے تھے۔ وہ اسی سے ہم پہ Rule کرتا رہا۔ کسی کو کوئی لڑائی نہیں کرنے دی۔ سکھوں کو، ہندوؤں کو، اور سب کو اپنے اپنے شہروں میں رکھا۔ کوئی جھگڑا نہیں کرنے دیا۔ عدل وانصاف کو بوڑھے آج بھی یاد کرتے ہیں۔

آدھی دنیا ان کے قبضے میں تھی۔ کہتے ہیں کہ سورج بھی ان کی سلطنت سے غروب نہیں ہوتا تھا۔ اتنی وسیع مملکت تھی۔ وہ دنیا کے اس کونے میں ہیں۔ North میں۔ ہم دنیا کے South میں ہیں۔ ہمارے نیچے سمندر ہے۔ ان کے پار کچھ بھی نہیں، ہمارے نیچے South pole ہے۔ وہاں سے آکر اِدھر Rule کرتے تھے۔ چھاؤنیاں بنائیں اور کیا کچھ بنا گئے۔ ریلوے اور نہروں کے Networks اور کیا کچھ۔ آپ نے پاکستان بنا کے کیا کچھ بیچا ہے؟ پچاس (50) سال، ساٹھ (60) سال۔ کتنے سٹیشن بند کیے ہیں؟ کتنی لائنیں بند کی ہیں؟ انجن بھی بند ہو گئے ہیں۔ آپ نے کیا کیا ہے؟ کہتے ہیں کہ وہ لوٹ کے لے گئے۔ کیا لوٹ کے لے گئے؟ لُوٹنے والی کون سی چیز تھی جو لُوٹ کے کھا گئے ہیں؟ کیا لُوٹ کے کھا گئے ہیں؟ سب سے بڑا نہروں کا جال بچھا کے دے گئے ہیں۔ سب سے بڑی ریلوے لائنیں بنائی ہیں۔ پہاڑوں کو کھود کھود کے انہیں بنایا ہے۔ بڑا زبردست تھا۔ بڑے قابل لوگ تھے۔ جب دیکھا کہ غلط ہو رہا ہے تو باعزت طور پر Salute لے کر یہاں سے گئے۔ انہوں نے Commonwealth بنا دی۔

غلام یہاں سے دوڑے دوڑے جاتے ہیں، انہیں جا کے بتاتے ہیں کہ ہم سابقہ غلام ہیں مگر نام Commonwealth رکھ دیا ہے۔ آپ نے زیادتی کی ہے۔ سب دنیا سے نکلے اور آرام سے نکلے۔ لڑنے مرنے کی نوبت نہیں آئی۔ مطلب یہ کہ وہ (برطانوی انگریز) تو عقل مند قوم تھی، یہ (امریکی) تو بس ایسے ہی ہیں۔

اُنہوں نے یہاں سوڈیڑھ سو سال حکومت کی۔ اِنہیں دیکھتے ہیں کہ یہ کتنا چلتے ہیں۔ Russia تو پچاس (50)، ساٹھ (60)، یا ستر (70) سال تک لے گیا اور Collapse ہو گیا۔ یہ (امریکہ) دیکھیں کتنا وقت لگاتا ہے۔ان کا تو اپنا ہی کانٹا نکل جانا ہے کہ چلو اب یہاں سے چلتے ہیں۔عراق بھی فتح ہو گیا ہے۔اب وہاں بھی یہ دیکھ لیں۔افغانستان بھی فتح ہو گیا ہے۔چلو جی! یہاں سے چلئے۔

آج یہاں کوئی دس ہزار فوجی ہیں، اگلے سال پتہ نہیں کہ کتنے ہزار فوجی رہ جائیں گے۔افغانی بھی ایک قوم ہیں۔جتنی دیر رہو گے تو یہ اسے چلائیں گے۔یہ آج جاتا ہے تو دیکھو پیچھے یہ کرزئی کا کیا حال کرتے ہیں۔اس نے تمہارے پیچھے، تم سے پہلے ہی امریکہ پہنچ جانا ہے۔اس نے پہلے جانا ہے، وہاں جو ہوٹل چل رہا ہے اسے جا کے چلائے گا۔چغہ اتار کے انہیں دے دے گا کہ یہ لو جی اپنا چغہ، اسے تم ہی لو۔یہ چغہ پہن کے اور ٹوپی پہن کے کوئی امیر المؤمنین نہیں بن گیا۔یہ سب سے پہلے جائے گا۔وہ امریکی آئے تھے تو انہوں نے افغانستان میں اس کو اپنے ساتھ رکھا ہے جو کبھی کسی سے Rule نہیں ہوا۔

انگریزوں نے بھی، سیانی قوم تھی، انہوں نے انہیں ہاتھ لگا کے چھوڑ دیا کہ بس ادھر ہی رہو۔ان کو رہنے دو۔یہ تمہارے قابو میں نہیں آئیں گے۔قبائلی علاقہ بھی زیادہ تر جب ان افغانیوں نے انگریزوں سے لے لیا تو انہوں نے کہا کوئی بات نہیں ہم نے بس یہیں رہنا ہے۔انگریز بڑی عقل مند قوم تھی۔اللہ نے انہیں بڑا علم دیا تھا۔انہوں نے پھر اس علم کو پھیلایا۔پاکستان کے پاس آج جو بھی قابلیت ہے یہ اور وہ جو بھی Specialization ہے یہ ان کی بتائی ہوئی ہے۔ان کی سکھائی ہوئی ہے۔آرمی کو Trained کیا، ادارے بنائے، یہ سارا کچھ ان کا ہے۔ہمارے یہاں یہ

نواب اور بادشاہی، یہ سات ہزاری اور دس ہزاری کتوں کی لڑائیاں ہوتی تھیں۔ گھوڑوں کی لڑائیاں اور میچ ہوتے تھے۔ دنیا کا پتہ ہی نہیں ہے کہ کہاں جارہی ہے، مار تو کھانی تھی۔ مار کھانے کے پورے اسباب موجود تھے۔

کمزوری جو ہے یہ مرگِ مفاجات تو ہے ہی۔ وہ تو گنیں لے کر آئے تھے، اب ان کا مقابلہ تو نہیں ہوسکتا تھا۔ خدا نے وہ کہا ہوا ہے ناں کہ تیار رکھو گھوڑے اور وہ طاقت کہ دشمن پر ہیبت طاری رہے۔ کیسے ہیبت طاری رہے؟ ہیبت تب طاری رہے گی کہ اسلحہ بہتر ہو اور زیادہ ہو۔ تب ہیبت طاری رہے گی۔ جب جنگ لگتی ہے تو اس وقت یہ آیت لا کے لکھ دیتے ہیں کہ چھٹی سورت اور ساٹھویں آیت یہ کہتی ہے۔

وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (1)۔

(کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی اُمتوں کو ہلاک کر دیا جن کے پاؤں ملک میں ایسے جما دیے تھے کہ تمہارے پاؤں بھی ایسے نہیں جمائے اور ان پر آسمان سے لگا تار مینہ برسایا اور نہریں بنادیں جو ان کے (مکانوں کے) نیچے بہہ رہی تھیں پھر ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور ان کے بعد اور اُمتیں پیدا کر دیں۔)

کہتے ہیں کہ چودہ (14) اور پندرہ (15) دن ہو گئے ہیں۔ گن گن کے گزارتے ہیں کہ آج پندرہ (15) دن ہو گئے ہیں۔ بڑی مشکل سے دن گزارتے

(1) سورۃ الانعام 6: آیت 60۔

ہیں اور صلح کر لیتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ معافی مانگ لو تو یہ معافی مانگ لیتے ہیں کہ یہ لو جی! بڑے خوش ہو جاتے ہیں کہ معافی مانگ لی۔معافی مانگ لی تو پھر کیا ہو گیا؟ وہاں کام نہ ہوا تو کہا 'دُر فٹے منہ'۔تم کہہ لو مجھے 'فٹے منہ' تو پھر کیا ہو گیا۔کہتے ہیں کہ جی معافی مانگ لی ہے۔بڑے خوش ہیں کہ ہم معافی مانگنے والوں میں سے ہیں۔یہاں ہمارے بندے جو ہیں وہ مر گئے۔ماؤں کے بیٹے مر گئے۔بیویوں کے خاوند مر گئے۔ان کے لئے تمہاری معافی کیا کرے گی؟ یہاں دن گنتے ہیں کہ ہم نے پندرہ (15) دن نکال دیے،اب سولہواں (16) دن ہے۔آج یہ ہو گیا اور آج وہ ہو گیا۔

یہاں ڈرون بم گراتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اس میں NATO کی غلطی نہیں تھی۔غلطی کیا نہیں تھی؟ وہ آسمان سے فرشتے بم گرا کے گئے ہیں؟ غلطی نہیں ہے۔اب انکوائری ہوگی۔کیا مطلب؟ اُدھر انکوائری ہوگی کہ بندے مرے بھی ہیں کہ نہیں؟ کیا یہ انکوائری ہوگی؟ بندے مر گئے ہیں۔انکوائری کی کیا بات ہے؟ یہ بندے آپ ہی مر گئے ہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ یہ کہنا قبل از وقت ہے،ہم کسی کو Blame نہیں کر سکتے۔ہم نے آپ ہی بندے مارے ہیں؟ ہمارے ٹرک چرا کے لے گئے۔یہاں ان کے ٹرک چرا لیے جاتے ہیں۔یہاں بندے مر گئے ہیں اور وہ انکوائری کر رہے ہیں۔انکوائری بھی آپ ہی کر رہے ہیں۔آپ ہی اپنے حساب لگاتے ہیں کہ کیا ہوا تھا؟ کیسے ہوا تھا؟

سادی سی بات ہے۔انہوں نے نہیں مارے تو ہم نے ان پر مقدمہ بنوانے کے لئے آپ ہی مارے ہیں۔ہمارے بھائی ایسے کرتے ہیں کہ ٹانگ توڑ دیتے ہیں اور مقدمہ کے لئے کہتے ہیں کہ انہوں نے ہماری ٹانگ توڑ دی ہے۔ٹانگ توڑی،رپورٹ کرائی کہ مقدمہ کرا دو۔اپنی ٹانگ توڑ لیتے ہیں۔یہاں بندے مر گئے ہیں،وہ کہتے ہیں کہ انکوائری ہوگی۔انکوائری آپ کر رہے ہیں۔آپ ہی وہ اپنے

حساب لگاتے ہیں۔خود ہی وہ انصاف کرتے ہیں۔خود ہی سب کچھ بنے ہوئے ہیں کہ جی کیا ہوا؟ کیا ہوا؟

یہ بڑے بے چین ہیں۔ پہلے ان کو بڑا پیسہ بچتا تھا۔انہیں وہاں سے مال آتا تھا۔Container کئی سامان کے بھرے ہوئے پورے کے پورے یہاں رہ جاتے ہیں۔یہاں سے نکلتے ہیں،افغانستان جارہے ہیں۔باڑہ میں یہ اتر جاتے ہیں۔جہاں اتر تے ہیں وہاں سے اب کہتے ہیں کہ بارڈر کھل جائے۔تمہارے ملک کا کیا مسئلہ ہے۔ پہلے انہیں کیا بے چینی تھی؟اس وقت انہوں نے ریمنڈ ڈیوس کو چھڑوانا تھا۔کہتے تھے کہ اسلامی قانون کے مطابق دیت دے دیتے ہیں،معافی مانگ لیتے ہیں۔انہیں پیسوں کا کیا ہے؟ دیت کے مطابق وہ جتنے مانگے،اسے بھلے دس گنا دے دیں کہ لو۔

حاضرین میں سے ایک فرد نے کہا کہ کہتے ہیں کہ ریمنڈ ڈیوس کے پیسے نہیں دیے بلکہ مدعی کو غائب کردیا۔اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

چلو! یہ ہم نہیں کہتے۔چلو دے دیے۔اس کا ہمیں نہیں معلوم کہ غائب کر دیا،ہم ویسے ہی Witness کیے جائیں۔چلو دے دیے۔پھر کیا؟قومیں غیرت مند جو ہوتی ہیں وہ اپنا خون نہیں بیچتیں۔انہیں کہیں ناں ذرا کہ چلو کمزور کمزور سے اپنے بندے دے دو،ہم انہیں مار دیتے ہیں،تمہاری ہماری صلح۔مرے مرے ہی دے دو چلو۔جس قانون کے تحت ریمنڈ ڈیوس کو چھوڑا تھا،یہ بھی اسی قانون کا حصہ ہے کہ خون کے بدلے خون۔اٹھائیس (28) بندے دے دو ہمیں ہم نے گنتی پوری کرنی ہے۔ نگ پورے کرنے ہیں ہم نے۔انہیں مار دیتے ہیں تو تمہاری ہمارے صلح۔پتا چل جائے گا American nation کا کہ کھڑی ہوتی ہے یا نہیں ہوتی۔

کوئی نہ کوئی پاگل بندہ ہونا چاہیے جو انہیں ایسے فارمولے دیتا رہے۔بات

کرتا رہے۔آئے نہ آئے کوئی مگر اخبار میں دیتا رہے۔ بے شک کوئی مولوی ہی ہو کہ شریعت کے مطابق اس کا یہ حل بنتا ہے۔ بتا تا رہے کہ ہمارے ہاں خون کا بدلہ یہ ہے۔قانون ہے، اس پر بھی عمل ہو۔ پاکستان میں اس پر عمل ہونا چاہیے۔ یہاں پر کہتے ہیں کہ ہم نے صلح کر لی ہے۔بات چیت ہو رہی ہے، باقی لوگ بھی جلد صلح کر لیں گے۔اُن کی بات پر صلح کریں گے تو ہو گی ورنہ نہیں ہو گی۔

حاضرین میں سے ایک بھائی نے کہا: ہمارا اپنا Loss بہت زیادہ ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ NATO containers کے گزرنے سے کتنی اربوں کی سڑکیں ٹوٹی ہیں۔اس پر آپ نے فرمایا:

یہ تو نہ کہ اب وزن پڑا ہے تو آپ سڑکیں گننا شروع کر دیں۔اس سے پہلے خود جو گزارتے رہے ہو، اس وقت نہیں ٹوٹیں؟ اب سڑک ٹوٹنے لگی ہے۔ یوں تو آپ لاہور سے راولپنڈی والی بسیں ہی بے شک کھڑی کر لیں کہ پانچ پانچ سو روپے دے کر یہاں سے گزرنا ہے، آپ روز یہ سڑک خراب کرتے ہیں۔آپ یہ روز جو ٹیکس لیتے ہیں، ہر جگہ ناکہ لگا کے پیسہ لیتے ہو، اب کہنے لگو کہ بسوں نے سڑکیں خراب کر دی ہیں۔ یہ بات غلط ہے۔یہ تو بھیڑیے والی بات ہوئی ناں کہ پانی پلید کرتا ہے۔جب پہلے وہ گزرتے تھے تو پہلے وہ ٹھیک تھے، اب وہ سڑکیں خراب کرتے ہیں۔ وہ مفت تو نہیں جاتے۔ہم ان سے راہداری کے پیسے لیتے ہیں۔حکومت انہیں ایسے تھوڑی چھوڑتی ہے کہ سڑک سے گزر جاؤ۔ ایسے نہیں ہوتا۔ They pay. جہاں سے وہ چلتے ہیں وہ Transit کے پیسے تو دیتے ہیں۔وہ پیسے تو دیتے ہی ہیں۔ہم اب سڑکیں گننا شروع کر دیں کہ یہ اب ہمارے کھیتوں میں گھر گئی ہیں۔آپ انہیں ذرا ٹھیک طرح سے بنوایا کریں۔ ٹھیکے پر نہ بنوایا کریں۔وہاں جہاں سڑکیں نئی بنی ہوتی ہیں وہاں پہلے ہی تار دھنس جاتے ہیں۔ٹھیک طرح بنوایا ہو تو یہ باتیں تو نہ ہوں۔

محفل 41

بابا جی رحمۃ اللہ علیہ (خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نئے لوگوں سے جو سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں آنا چاہتے ہیں، انہیں (کتاب) طریقتِ توحیدیہ دیتے اور کہتے کہ یہ میرا راستہ ہے، اسے پڑھ لو۔ بیعت ایسے نہیں فرماتے تھے کہ جو آئے اسے بیعت کرلیا۔ ایسا نہیں کیا۔ ہمارے سلسلے میں آؤ تو پہلے ذکر سیکھو، ذکر کرو، اس کا فائدہ ہو۔ آپ بھی محسوس کریں۔ یہ کہتے ہیں کہ

مشک آں ست کہ خود ببوید، نہ آنکہ عطار بگوید (ضرب المثل)

بہتر وہ ہے جو خود بولے، نہ یہ کہ عطار ہی اپنی باتوں سے یہ کہے
کہ یہ بڑا اچھا عطر ہے۔

وہ خود بولے۔ اللہ کا ذکر خود بندہ کرے، اس کو خود پتہ چلے کہ یہ کیا ہے۔

اسے خود پتہ چل جائے۔ یہ سب لکھ دیا۔ دوسرا ساتھ نوٹ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک سے لکھ دیا کہ جو سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں، انہیں یہ کتاب پڑھنی چاہیے۔ اگر دیکھیں کہ ان باتوں پر عمل کر سکتے ہیں جو اس کتاب میں ہیں تو ٹھیک ہے شامل ہو جائیں ورنہ نہ ہوں۔ مقصود تو تب ہی حاصل ہو گا اگر اس پر عمل کریں گے۔ جو سمجھتے ہیں کہ یہ کرنا ہے اور ہمت کریں کہ وہ کرنا ہے۔

جے چنگا مال او تے حال چنگا۔

یہ سب بھائیوں کے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر سا کر دیا ہے۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ چلے نہیں کٹانے، ذکر نہیں کرانے۔ قبرستان میں نہیں کھڑا کرنا۔ پانی میں نہیں کھڑا کرنا۔ اِدھر ہی اپنے بچوں کے پاس بیٹھ کر ذکر کرنا ہے کام کاج کے دوران ذکر بتا دیا کہ چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر کرنا ہے۔ بڑے مزے کا، پریم کا ذکر ہے۔ اللہ سے تار ملانے والی بات ہے۔ مرشد یہ کر سکتا ہے کہ تار ملا دے۔ وہ اللہ جو کہتا ہے کہ

تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا۔

ان باتوں کے بعد ایک بھائی سے سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں بیعت لی اور فرمانے لگے:

بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حلقہ پیری مریدی کے لئے نہیں بنایا، لکھا بھی ہے کہ یہ حلقہ پیری مریدی کے لئے نہیں بنایا اور نہ مجھے پیری مریدی کا شوق ہے، نہ میں پیر بن کے منظر عام پر آنا چاہتا تھا۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ آرام سے بیٹھے الله الله کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ میں پیر بننا نہیں چاہتا تھا۔ اللہ جب کام لینا چاہتا ہے تو اسباب بن جاتے ہیں۔ پاکستان بنا (پاکستان میں ہجرت کے بعد) Air Force میں ڈرگ روڈ پر As a Librarian سروس شروع کر دی۔ اندر کوارٹر بھی مل گیا۔ وہاں ایک ونگ کمانڈر اکبر حسین صاحب ہوتے تھے، جو ہمارے پہلے پہلے بھائی ہیں، وہ جانتے تھے، وہ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کو جانتے تھے۔ جو Academic branch کے تھے۔ وہ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کو اُدھر انڈیا سے جانتے تھے کہ بزرگ آدمی ہیں۔ دعا وغیرہ کرتے ہیں۔ بیعت وغیرہ تو نہیں تھی۔ وہ (اکبر حسین صاحب) انہیں (بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کو) جانتے تھے کہ اللہ والے ہیں۔ انہوں نے الہ آباد سے گریجوایشن کیا ہوا تھا۔ انہوں نے

بابا جی رحمۃ اللہ علیہ سے نوکری کے لئے دعا کرائی۔ انہوں نے کہا کہ میری نوکری لگ جائے۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تمہیں بہت اچھی نوکری ملے گی۔ وہ وہاں سے نکلے تو کسی دوست نے بتایا کہ Air force میں اشتہار آیا ہے۔ بھرتی ہو رہی ہے۔ انہوں نے وہاں Admin branch میں اپلائی کر دیا۔ وہاں ان کی Selection ہو گئی۔ یہاں ڈرگ روڈ میں ملاقات ہوئی جب بابا جی رحمۃ اللہ علیہ ہجرت کر کے آ گئے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ کوئی نوکری کر رہے ہیں؟ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نہیں۔ (انہوں نے پوچھا کہ) کریں گے نوکری؟ (بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ) نوکری تو کرنی ہے۔ وہ خود وہاں Admin branch میں تھے، انہوں نے بتایا کہ لائبریرین کی جگہ خالی ہے۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے لائبریرین کا ڈپلوما کیا ہوا تھا۔ اسے بتایا تو اس نے کہا کہ آ جانا۔ انہوں نے کوارٹر بھی دے دیا اور اندر ہی رہائش ہو گئی۔ وہیں آس پاس بیٹھنے والے لوگوں سے اللہ کی باتیں ہوئیں۔ بزرگوں کی باتیں ہوئیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ ہمیں بھی بتائیں، ہم بھی فائدہ اٹھائیں۔ انہوں نے ان کو بتا دیا کہ یہ لا الٰہ کا ذکر ہے، اور یہ پاس انفاس ہے۔ سانس کے ساتھ اللہ اللہ کرنا ہے۔ سانس اندر جائے تو اللہ کہنا ہے، اور سانس باہر آئے تو اللہ کہنا ہے۔ چند ایک نے ایسے کرنا شروع کر دیا۔ کرو گے تو کچھ نہ کچھ ہوتا ہے۔ یہ تو اللہ کی بات ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ تم ایک دفعہ یاد کرو میں دس دفعہ یاد کروں گا۔ کام شروع ہو جاتا ہے۔

اکبر حسین صاحب کی ایک آنکھ اس وقت سے بند تھی جب سے وہ بھرتی ہوئے تھے۔ موتیا آیا ہوا تھا۔ اس وقت سے ایک آنکھ سے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بھرتی کے وقت یہ Detect نہیں ہوا تھا۔ وہ جب Wing commander ہوئے

تو اس وقت Detect ہوا کہ انہیں تو ایک آنکھ سے نظر نہیں آتا۔ انہوں نے کہا کہ میں تو جب سے بھرتی ہوا اس وقت سے ہی ایک آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ وہ Wing commander ہو گئے، اب بعد میں تو کسی نے پوچھا نہیں۔ وہ جو Initial check تھا اس میں وہ Select کیسے ہوئے، اس پر Case بنا۔ ان کو Report کیا۔ کیسے کمال ہیں؟ بہر حال وہ وہاں تک پہنچ گئے۔

بابا جی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے کہا کہ یہ طریقہ ذکر تو بڑے مزے کا ہے۔ آپ ہمیں بیعت کریں۔ اسی نیت سے کہ چلو ہمارے توسط سے کسی کی اصلاح ہو جائے، بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت تو ملی ہوئی تھی، بیعت کی اجازت تھی، ہمارے توسط سے فائدہ ہوتا ہے تو کر لینا چاہیے۔ انہوں نے حلقہ شروع کر دیا۔ شروع کیا تو اس نیت سے کیا کہ تصوف میں جو خرابیاں ہیں، جو دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں، ان کو دور کیا جائے۔ تعلیم بھی ایسی کی جائے کہ موجودہ مصروفیت کے دور میں انسان کر سکے۔ پرانے چلے بڑے لمبے چوڑے جو ہیں، اس وقت لوگوں کے پاس بڑا وقت تھا، اب وقت ہی نہیں ہے، اس کو مختصر کر دیا جائے۔ اس میں خامیاں دور کر دی جائیں۔ پیر پرستی، قبروں کی پوجا، اور یہ سارا کچھ نکال کے اس کو Pure کیا جائے، اللہ کے سوا سجدہ کسی کو نہیں ہے۔ وہ بزرگ ہے، جو مرضی ہے۔ سجدہ اللہ کو کرنا ہے، اس کے سوا کسی کو نہیں کرنا۔ مشکل کشا اور حاجت روا اللہ کی ذات ہے۔ بزرگ دعائیں کرتے ہیں، ان کی کرامات ٹھیک ہیں، مانتے ہیں لیکن اللہ چاہے تو یہ ہوتا ہے، نہ چاہے تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اگر آپ کے اولاد نہیں ہے، آپ کے پیر صاحب نے دعا کی اور بیٹا ہو جائے تو یہ نہ کہو کہ پیر نے بیٹا دیا۔ یہ غلط ہے۔ یہ شرک ہے۔ آپ کہیں کہ میرے ہاں اولاد نہیں تھی، حضرت صاحب نے دعا کی، اللہ نے فضل و کرم کر دیا ہے۔ اس طرح اللہ کا نام بھی ظاہر ہو گیا، شرک

سے بھی آپ بچ گئے۔

ویسے بات سے ہی سب ہوتا ہے۔ بات سے ہی کفر اور بات سے ہی بندہ مومن ہو جاتا ہے۔کلمہ پڑھتا ہے تو مسلمان ہوتا ہے۔اس لئے یہ سب کچھ حساب کتاب سے ہی کرنا چاہیے۔اللہ بھی قرآن میں فرماتا ہے کہ کسی غیر اللہ کو سجدہ نہیں کرنا۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ کرامتوں کی وجہ سے سجدہ کرتے ہو تو سورج کو کرو۔اس سے بڑا کرامتی کون ہے؟اس کی وجہ سے یہ ساری حیات، بادل، بارشیں، یہ سب اسی کی وجہ سے ہے۔ یہ نہ ہو تو زندگی ماؤف ہو جائے۔قرآن میں بھی لکھا ہے کہ

وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ۔

اللہ کی بہت بڑی نشانیاں ہیں یہ رات اور دن اور سورج اور چاند۔فرمایا:

لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ۔

سجدہ سورج اور چاند کو نہیں کرنا۔

وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ۔

اس کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔اتنی بڑی نعمت پیدا کی یہ سورج اور چاند۔سجدہ اس کو کرو جس نے ان کو پیدا کیا۔

إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ۔

اگر تم اس کی بندگی کرتے ہو۔ کہتے ہو کہ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں تو سجدہ صرف اسی کو کرنا ہے اور کسی کو نہیں کرنا۔

بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی تعلیم دی کہ سجدہ صرف اللہ کو کرنا ہے۔ اُٹھنے بھی نہیں دیتے تھے۔اگر آ جاتے تھے تو اُٹھنے کی اجازت بھی نہیں دیتے تھے۔لکھا ہوا بھی

ہے کہ سلسلہ توحیدیہ میں اٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔ سارے خادمان کو بھی بتایا کہ کھڑے نہ ہوں۔ منع ہے۔ بس سنبھل کے بیٹھ جائیں، پیر صاحب آ گئے ہیں تو جگہ دے دیں کہ بیٹھ جائیں۔ تو یہ ہے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل مختصر تعلیم کر دی۔ اللہ کا ذکر بار بار کتابوں میں لکھا ہے کہ پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں کرنا۔ دس پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں کرنا۔ روزانہ ذکر میں یہ مَالِکُ المُلک۔۔ اور بَلَغَ العُلیٰ۔۔۔ بھی نہیں پڑھتے۔ درود شریف پڑھو تین دفعہ، پانچ دفعہ۔ لَا اِلٰہ کا ذکر ایک سو دفعہ کرو۔ اتنا ہی درود شریف پڑھو۔ شجرہ یاد ہے تو پڑھو۔ ختم پڑھ کے دعا کر لو۔ یہ اتنا ہی ہے۔ بار بار لکھا ہے کہ اس سے زیادہ نہیں کرنا۔ دوسرا 'پاس انفاس' ہے۔ اس کیلئے باباجی رحمۃ اللہ علیہ کہتے کہ کوئی وقت نہیں چاہیے۔ جو بے کار وقت ہے، جس میں آپ کچھ نہیں کر رہے، سانس کے ساتھ اللہ اللہ کرو۔ اسی سے سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔

خود بھی کہتے تھے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کبھی رعب نہیں ڈالتے تھے کہ میں نے چلّے کاٹے۔ کہا کہ خدا کی قسم! کچھ نہیں کیا۔ ریکارڈ میں ہے۔ ایک کیسٹ میں آیا ہوا ہے کہ میں نے ساری عمر کچھ نہیں کیا۔ نہ بہت نمازیں پڑھی ہیں، نہ تہجد پڑھی ہے، نہ چلّے کاٹے ہیں، نہ اور کوئی خاص کیا ہے۔ بس یہ ہے کہ خدا کو نہیں بھولا۔ نہ سفر میں، نہ حضر میں، نہ بیماری میں، نہ تندرستی میں۔ اللہ کو ایک سیکنڈ بھی نہیں بھولا۔ یہ لکھا ہے۔ یہ کیا ہے۔ بس اسی سے سب کچھ ملا ہے۔ کچھ اور نہیں کیا۔ وہ جنگل کورس ایک آیا ہے، وہ علیحدہ ہے۔ لیکن ایسے کوئی چلّے نہیں کاٹے۔ یہ بس اللہ کا ذکر کیا ہے: پاس انفاس۔ وہی کہا ہے کہ یہ کرو۔ بیعت بھی نہیں ہے۔ پہلے دو، چار، چھ مہینے کر کے دیکھو۔ مزہ آئے تو رہ جاؤ ورنہ بھاگ جاؤ۔ نہیں مناسب تو بھاگ جاؤ۔ اتنا بڑا اچھا ہے۔ خدا کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا آسان طریقہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بتا دیا ہے۔ کر کے دیکھیں

اس میں بڑا فائدہ ہے۔ بڑی انسانی قوت ہے۔انسان کے سارے حواس جو ہیں وہ پہلے سے بہتر طور پہ کام کرنے لگتے ہیں، جب وہ اللہ کے ساتھ منسلک ہو جاتا ہے، اس کے ساتھ اس کا تعلق بن جاتا ہے تو اس کی ساری چیزیں اس کے ساتھ منسلک ہو جاتی ہیں۔میاں محمد بخش بھی کہتے ہیں:

اس دا ناں چتارن والا
کسے میدان نہ ہردا

جو بھی اس کا نام چتارتا یعنی ذہن میں اس کے نام کا ذکر کرتا ہے وہ کسی Field میں بھی ہو کبھی اس کو شکست نہیں ہوتی۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔تو ایسے ہے۔ٹھیک ہے انسان کی Capabilities اس نے بنائی ہیں لیکن وہ بھی ساری Polish ہو جاتی ہیں۔علامہ ؒ بھی کہتا ہے:

فقرِ قرآں اختلاطِ ذکر و فکر

قرآنی فکر جو ہے اس نے ذکر اور فکر کو Combine کر دیا ہے۔اللہ کا حکم بھی ہے کہ کائنات میں تفکر کرو۔ یہ سائنس جو ہے اس کا بھی کہتا ہے کہ اس پر غور کرو۔ جتنی آیات نماز کی ہیں، اس سے زیادہ آیات تفکر با لکائنات کی ہیں۔ دیکھو! کیسے زمین بنائی؟ کیسے آسمان بنائے؟ کیسے ہوائیں چلتی ہیں؟ کیسے بادلوں کو چلاتی ہیں؟ کیسے بارش برستی ہے؟ کیسے پانی سے مردہ زمین زندہ ہوتی ہے؟ کیسے یہ ہے کہ پانی اور مٹی سے مختلف ذائقے کے پھل پیدا ہوتے ہیں؟ غور کرو۔ تفکر کرو۔ قرآن میں لکھا ہے کہ یہ تفکر نہیں کرتے، کیا ان کی موت آ گئی ہے؟ تفکر جو نہیں کریں گے قوم کے لحاظ سے ختم ہو جائیں گے۔ تدبر و تفکر کرو، ایسے قوم آگے بڑھتی رہے گی۔ ترقی کرے گی۔ آپ کی قوت بڑھتی رہے گی۔علامہ ؒ نے فرمایا ہے کہ

فقر قرآں اختلاط ِ ذکر وفکر

آگے انہوں نے فرمایا کہ

فکر را کامل نہ دیدم جز بہ ذکر

فکروالی جوقوتیں ہیں،فکروالا جو Field ہے کہ کائنات میں یہ کرو۔وہ کہتے ہیں کہ اس کو میں نے ذکر کے بغیر کمال کو پہنچتے ہوئے نہیں دیکھا۔ساتھ ذکر ضروری ہے۔ پہلے ذکر ہے پھر فکر ہے۔ جو ذکر کرتے ہیں ان کا فکر بھی جو ہے وہ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ان کی penitration Heart جو ہے وہ دوسرے لوگوں سے زیادہ ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے کائنات کے راز جو ہیں وہ منکشف کرتا ہے۔وہ اپنے ہی بزرگ دیکھ لیں: وہ علامہ اقبال،شاہ ولی اللہ،یہ سارے جوبھی تھے،وہ ذکر والے لوگ تھے۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ،سب جوبھی مشائخ ہیں،سب ذکر والے لوگ تھے۔ان کو ہی فکر ملا۔علامہ اقبال جو ہے یہ اللہ والا ہی تھا۔خود بھی کہتا ہے وہ کہ

خوش آگئی جہاں کو قلندری میری

وگرنہ شعر میرا کیا ہے، شاعری کیا ہے

میں شاعر ہوں،وہ شاعر خود کو سمجھتا بھی نہیں تھا۔پنجابی میں ہے ناں کہ اس کو کیا پتہ کہ پنجابی کیا ہوتی ہے۔یہ تو ہماری زبان ہے۔کہتا ہے کہ بس

خوش آگئی جہاں کو قلندری میری

بس وہ اللہ کی محبت یہ سارا کچھ جو اس میں ہو گیا۔ایسے ہی ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ ان میں برکت دیتا ہے،ہر چیز میں وسعت ہو جاتی ہے۔جہاں بھی جو کام بھی کریں گے،کسی بھی Field میں ہوں، ان شاء اللہ. اللہ آپ کے ساتھ ہوگا۔

یہ بڑا آسان ہے،اسے کریں۔مختصر سا سلیبس ہے۔نمازیں پڑھیں اور یہ

چھوٹا سا کام ہے۔ نہ فرقے والی کوئی بات ہے۔ان سے بالاتر ہو کے کام کریں۔ عالمگیر محبت کریں۔سب سے پیار کریں۔انسان کو صرف انسان ہونے کی وجہ سے پیار کریں کہ انسان ہے اور اللہ کی بہترین مخلوق ہے۔یہ اللہ کی صفات کا مظہر ہے۔اس کی اَن گنت صفات کا مظہر ہے۔اس سے پیار کریں۔کوئی بھی ہو۔کسی مذہب کا ہو۔کسی فرقے کا ہو۔ورنہ دنیا میں امن وامان نہیں رہ سکتا اگر آپ قوموں میں تقسیم کریں گے۔جب یہ علامہ کے دور میں جمعیتِ اقوام بنی پھر بعد میں وہ ناکام ہوگئی، پھر UNO بنی تو علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ

مکے نے دیا خاکِ جنیوا کو پیغام
جمعیتِ اقوام کہ جمعیتِ آدم

جمعیت اقوام جنیوا میں بنی تھی اس لئے کہا کہ خاکِ مکہ نے جنیوا کو پیغام دیا کہ جمعیتِ اقوام بنا رہے ہو یا جمعیتِ آدم بنا رہے ہو؟ جمعیتِ اقوام تو آپ نے لڑائی کی بنیاد پہلے ہی ڈال دی۔ہم علیحدہ علیحدہ قومیں ہیں۔سب لڑیں گے۔ جمعیتِ آدم کرو۔خاکِ مکہ نے یہ پیغام دیا کہ میں نے اسلام کے ذریعے جمعیتِ آدم بنائی ہے۔آدم ہی اس کا ممبر ہے۔اس کی بنیاد آدمی ہے،قومیں نہیں ہیں۔ قومیں ہوں تو یہ ہو گا کہ ہماری قوم ہی جیتے۔اپنی قوم کے لئے لڑے گا۔ علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا کہ

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے

اس دور میں جس خدا کی سب سے زیادہ پرستش ہو رہی ہے اس کا نام 'وطن' ہے۔اس کے نام پہ ہی سارے گناہ، زیادتی، خونریزی، یہ سب اس کے نام پہ ہو رہے ہیں۔یہ میرا Country ہے۔اس کے لئے سب کچھ جائز ہے، جتنے مرضی

ہوں مر جائیں، اُٹ جائیں، جو مرضی ہو جائیں، میرے Country کو فائدہ پہنچے۔

جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

مذہب کو مارو، اس کا کفن بناؤ، وہ Decorate ہوگا۔ قومیت اس سے بنتی ہے۔ قومیت جو ہے وہ اسلام میں بنیاد نہیں ہے۔ انسان کی بنیاد بنا کے اس کے ساتھ محبت کا وہ Manifesto دیا جائے۔ ہر انسان جو ہے وہ اس قابل ہے۔ اس کو Start کریں گے تب آپ کامیاب ہوں گے ورنہ نہیں ہو سکتے۔ اس لئے عالمگیر محبت کی تعلیم دے کہ من حیث القوم معاشرے کی تعمیر ہو۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خطبے میں بھی لکھا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو اور اسی لئے حلقہ میں شامل ہوئے ہو کہ اللہ کی محبت ہمیں مل جائے، اگر تم چاہتے ہو کہ خدا کی تمہیں محبت ملے تو اس کی مخلوق سے محبت کرو۔ ان سے پیار کرو۔ ایک حدیث قدسی ہے:

الخلق عیال اللہ۔

اللہ کہتا ہے کہ یہ میرا کنبہ ہے۔ مخلوق میرا کنبہ ہے۔ جو اس سے محبت کرے گا اسی سے میں محبت کروں گا۔ اللہ اس کا خیال رکھے گا۔ اس کی خدمت کرنے والی جماعت، اس کی خدمت کرنے والی جو قوم اُٹھے گی، اللہ تبارک وتعالیٰ کی اسی کو تائید و نصرت حاصل ہو گی۔ من حیث القوم ایسا بننا پڑے گا تب بات بنے گی۔ Individual بڑے اچھے اچھے اولیاء کرام اور بزرگ بھی گزرے ہیں لیکن قومی Motto جو ہے یہ وہ ہونا چاہیے۔ من حیث القوم آپ خدمت کرنے والے بنیں۔ انسانوں کی نہیں، جانوروں کی نہیں، اسلام میں تو پودوں کا بھی حکم ہے کہ ان کو غیر ضروری زخمی نہیں کرنا۔ جنگ ہو جائے تو یہ نہیں ہے کہ دشمن کو تنگ کرنے کی خاطر ان کے درختوں کو کاٹو۔ جتنی ضرورت ہے اتنا ہی کرو، ان کو بھی نہیں کاٹنا۔ جانوروں کو بھی

فضول میں تنگ نہیں کرنا۔

نبی کریم ﷺ کے دور میں بھی ایک بچہ انڈے اُٹھا کے لے آیا تھا، وہ چڑیا پیچھے پیچھے۔ (رسول اللہ ﷺ نے) پوچھا کہ کیا بات ہے؟ بتایا کہ انڈے لایا ہوں۔ بے چاری پیچھے پیچھے ہے۔ چھوڑ کے آؤ واپس جہاں سے اُٹھائے ہیں۔ واپس رکھوائے گئے۔ وہ ماں ہے، اس پہ ظلم نہ کرو۔ یہ پرندوں کو جو پنجروں میں بند کر کے لاتے ہیں، اسلام ان کو منع کرتا ہے کہ مت کروایسے، ان کو آزادی دو، دیکھو ان کو باغوں میں جا کے۔ یہ جو لوگوں نے ان کو بند کر دیا ہے، گھروں میں چڑیا گھر بنائے ہوئے ہیں، اسلام اس کو پسند نہیں کرتا۔ ان کو بھی کہا ہے کہ ان کو آزادی دو۔ اونٹ کا ہے کہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بات کی۔ نبی پاک ﷺ نے اس کے مالک کو بلا لیا کہ اونٹ جو ہے یہ مجھے شکایت کر رہا ہے۔ تم اس سے کام لیتے ہو لیکن اس کو چارہ نہیں دیتے۔ اللہ نے یہ تمہارے ماتحت کر دیا ہے کہ اس کا خیال رکھو۔ کہا کہ یہ اونٹ ہے، گھوڑا ہے، یہ مسخر کر دیے ہیں۔ تمہاری ڈیوٹی ہے کہ ان سے کام لیتے ہو تو انہیں چارہ دو۔ یہ محکمے بے رحمی والے تو اب بنے ہیں۔ مگر یہ بات تو وہاں سے چلتی ہے کہ یہ کرو۔

غلاموں کا ہے کہ یہ جو تمہارے پاس جنگ میں قید ہو کر آ گئے ہیں، تمہارے بھائی ہیں۔ خدا نے حالات کے تحت انہیں تمہارے تحت کر دیا ہے۔ غلاموں کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔ کتنا مشکل کام ہے؟ ہم نے اپنے اتنے Cadre اور اتنے گریڈ بنا رکھے ہیں۔ یہ میں کھاتا ہوں، یہ وہ نہ کھائے۔ بھائی غریب ہے تو اس کی خوراک اور ہے، ہماری اور ہے۔ وہ تو کہتا ہے کہ غلاموں کو بھی وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو، وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔ یہ ہے وہ عالمگیر محبت جو آدمی کو بنیاد بنا کر کہا کہ اس پر

چلو۔وہ کردار ہے کہ ایسا کیا۔سارے انسانی حقوق جو تھے، وہ دیے۔غلامیوں سے نجات دلائی۔باباجی ﷺ نے بھی فرمایا کہ یہ کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ہے کہ جا رہے تھے کہ سنا، کسی نے کہا کہ حرام زادی۔اسے بلا لیا کہ تم ثابت کرو کہ یہ حرام زادی ہے۔تم نے تو زنا کا Blame کیا ہے۔یہ کیسے حرام کی پیداوار ہے؟ پکڑے گئے، معافی مانگی پھر جان چھوٹی کہ ایسے نہیں کہہ سکتے۔زبان کو قابو میں رکھو۔اچھے طریقے سے زبان کو کنٹرول میں رکھو۔بیوی کو یہ کہہ دیا، وہ کہہ دیا۔فرمایا کہ زبان کو قابو میں رکھو۔یہ کیا ہے کہ آپ کو پتا چلے کہ اللہ کا حکم جو ہے وہ تماشا نہیں ہے کہ جیسے کرلیا۔زبان بھی آپ کی کنٹرول میں ہونی چاہیے۔بات سے ہی مسلمان ہوتا ہے۔بات سے ہی کفر ہوتا ہے۔بات سے ہی نکاح ہوتا ہے۔بات سے ہی نکاح ٹوٹتا ہے۔مومن کی زبان کو ذرا صحیح استعمال ہونا چاہیے۔تو وہ حقوق جو تھے وہ اللہ تعالیٰ نے سارے انسان کو دیے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک لڑکی پیش ہوئی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرا باپ جو ہے وہ میری شادی اپنے بھتیجے سے کر رہا ہے۔جس سے وہ میرا نکاح کر رہا ہے وہ امیر ہے۔مجھے پیسے کا لالچ نہیں۔اس نے میرے باپ کو پیسہ دیا ہے۔یہ میرا نکاح اُس سے کر رہا ہے۔مجھے وہ لڑکا پسند نہیں ہے۔مجھ سے پوچھے بغیر انہوں نے میرا رشتہ طے کر دیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اسے یہ نصیحت نہیں کی کہ وہ تیرا باپ ہے۔ان کو بلا لیا کہ آؤ جی۔پوچھا کہ ایسا کیا ہے؟ پیسے بھی دیے ہیں؟ اس نے کہا کہ ہاں ایسا ہی کیا ہے۔پیسے بھی دیے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ یہ نہیں ہوسکتا۔جہاں بیٹی چاہے گی وہیں ہوگا۔موجودہ زمانہ زبردستی آپ کو اس طرف لا رہا ہے۔پوچھنا پڑ رہا ہے کہ پوچھیں مگر رسول اللہ ﷺ کا حکم تو پہلے سے ہے کہ بیٹی

ہے، بیٹا ہو، ان سے رائے ضرور لیں۔اس کی سہیلیوں کے Through، اس کی ماں کے Through، اس کی خاموشی، نیم رضا سب ٹھیک ہے لیکن پوچھنا ہے۔ تب رشتہ ہوگا۔مولوی ہم سے نہیں پوچھتے بلکہ اس سے پوچھتے ہیں کہ قبول ہے۔ نکاح اُن کے کہنے سے ہوگا۔ ہمارے کہنے سے نہیں ہوگا۔رسول اللہ ﷺ نے اس کو کہا کہ نہیں ہوگا، جہاں یہ بیٹی کہے گی وہاں اس کا نکاح ہوگا۔پھر اس بیٹی نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ٹھیک ہے۔میں اسی لئے آئی تھی کہ میرے آنے سے عورت کے حقوق جو ہیں وہ واضح ہو جائیں۔آپ ﷺ میرے باپ کو کہیں کہ جہاں چاہے کردے۔میرے آنے کا مقصد یہ تھا۔یہ واقعہ On record ہو جائے گا۔آپ ﷺ میرے باپ سے کہیں کہ جہاں پہ چاہے میرا رشتہ کر دے۔یہ بات ہے۔یہ اسلام کی وہ تعلیم ہے۔عورت کو حقوق دیے ہیں تو اس کے مطابق کہا ہے کہ اس طرح کرو۔حکم ہے۔ بھائی لوگ جو پوچھ لیتے ہیں اچھی بات ہے۔کرنا چاہیے۔

اسی طرح انسانیت کی یہ بنیاد بنائی کہ اس پر چلو۔انسان کو بنیاد بناؤ۔اس اشفاق احمد کا جو زاویہ پروگرام چلتا تھا اس کی اب پانچ چھ جلدوں میں کتابیں چھپ گئی ہیں۔اس میں ایک جگہ لکھا ہوا ہے کہ میرا ایک دوست Canada میں تھا۔ Media میں تھا کسی TV وغیرہ میں۔ مجھے پتا چلا کہ وہ مسلمان ہوگیا ہے۔میں گیا ہوا تھا تو سوچا اس سے مل آتا ہوں کہ تمہیں کیا ہوا ہے تو چلا گیا وہاں۔

اس نے کہا کہ بس یار اشفاق احمد! اب ہی ہم نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے اور مجھے پتا چلا ہے کہ یہ زبردست تحریک ہے۔صرف اس میں اہلیت ہے کہ پوری دنیا کو اکٹھا کرسکتا ہے۔اس بنیاد پر۔انسانیت کی بنیاد پہ۔اس دین کی بنیاد جو ہے وہ نظریاتی

ہے۔اس کی بنیاد کسی خاص کے لئے، بنی اسرائیل کے لئے، یا فلاں کے لئے نہیں ہے۔پوری انسانیت کے لئے ہے۔اس کا رسول ﷺ بھی یہ دعوت دیتا ہے کہ میں تم سب کی طرف ہوں۔اللہ بھی یَـاَیُّهَـا النَّا س کہہ کے خطاب کرتا ہے۔یہ کسی خاص قوم کے لئے یا کسی خاص شہر کے لئے نہیں ہے۔اس میں نظریات ہیں۔جوان Facts کو مان لیتا ہے، وہ اس Community میں داخل ہو جاتا ہے۔وہ کسی Colour کا ہو خواہ جو ہو، وہ اس میں آتا ہے۔یہ اتنی زبردست کشش ہے کہ ہر انسان کے لئے ہے۔وہ کوئی کالا، گورا حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسی کو فضیلت نہیں ہے۔By birth کوئی کسی سے افضل نہیں ہے۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ(1)۔

اللہ کے نزدیک اچھا وہ ہے جو اللہ سے زیادہ پیار کرتا ہے، زیادہ متقی ہو۔

وہ اللہ کے نزدیک ہے۔By birth کسی کو کوئی Right نہیں ہے کہ میں برتر انسان ہوں۔اس نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اکٹھا کرے گا۔تم دیکھنا کہ پانچ، چھ ہزار لوگ اگر ہو گئے ناں تو دیکھنا کہ کیسے تحریک چلتی ہے۔دنیا میں کیسے انقلاب آتا ہے۔اس (اشفاق احمد) نے کہا کہ پانچ، چھ ہزار۔ہم مسلمان تو ایک ارب سے زیادہ ہیں۔اس نے کہا کہ تمہاری بات نہیں کر رہا۔آپ کام نہیں کر سکتے۔یا روتے ہیں یا لڈی مارتے ہیں۔دو ہی کام ہیں جو کرتے ہیں۔جب مسلمان مر جائیں تو روتے ہیں کہ مر گئے، یہ ہو گیا۔پاکستان کرکٹ جیت جائے تو لڈی مارتے ہیں کہ شاید دنیا فتح کر لی ہے۔اس نے کہا کہ یہ آپ نہیں کر سکتے۔یہ گورے بالوں والے جو

---

(1) سورۃ الحجرات 49: آیت 13۔

ہیں، اگر یہ چھ ایک ہزار بندہ یورپ میں مسلمان ہو گیا تو پھر دیکھنا اسلام کی قوت کیا ہے۔ یہ پھر کیسے چلتا ہے۔ اس نے کہا ہم جو سوا ارب ہیں؟ تو اس نے کہا کہ وہ جو بین بینڈ کے پیچھے ٹلی بجانے والے ہوتے ہیں ویسے آپ بھی آ جانا۔ ورنہ آپ کا کوئی Active role نہیں ہو گا۔ وہ کریں گے جو وہ آئیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ تو قرآن میں کہتا ہے کہ تم نہیں کرو گے تو ہم کسی دوسری قوم کو کھڑا کر دیں گے۔ وہ کر سکتا ہے۔ ساری مخلوق اس کی اپنی ہے۔ سارے اولادِ آدم ہیں۔ سارے اسی کے ہیں جو آ جائے گا۔ وہ کسی کام کرنے والی قوم کو آگے اُٹھا دے گا۔

وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ[1]۔

وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے۔

یہ ہو گیا جی، وہ ہو گیا جی۔ یہ ملّا بن گئے۔ یہ ہو گیا۔ وہ پرواہ نہیں کرے گا۔ اللہ کا حکم ہے جو مرضی کرو۔ وہ اس پہ چلیں گے۔ اللہ ان کو اُٹھائے گا۔ دنیا ان کے حکم کے مطابق ہی چلے گی۔ فرمایا کہ میں ان کو اُٹھا لوں گا۔ وہ جو کام کرنے والے بندے ہیں، ان کو آگے کر دے گا۔ بہر حال بہتر تو یہ ہے کہ ہم ہی بن جائیں۔ اسلام کے Carrier ہیں۔ کتاب آپ کے پاس ہے۔ ہم ہی کام کرنے والے بن جائیں۔ Claimant بھی ہیں کہ ہمارے پاس ہی ہے۔ ہم ہی اچھے ہو جائیں تو اچھی بات نہیں ہے؟ بجائے اس کے کہ کسی دوسری قوم کو اللہ میاں اُٹھائے۔ وہ جیسے بنی اسرائیل کے لئے کہا ہے کہ وہ ایسے ہیں جیسے گدھے جن پر کتابیں لدی ہوئی ہیں۔ علم ہے، کتاب ہے مگر وہ اس سے فائدہ کوئی نہیں اُٹھا رہے۔

(بموقع سالانہ دورہ حلقۂ توحیدیہ لاہور 2011ء بمقام نشاط کالونی لاہور)

---

(1) سورۃ المائدہ 5: آیت 54۔

محفل 42

اللہ تعالٰی نے ذکر کے بارے میں فرمایا:

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْراً کَثِیْراً(1)۔

اے اہلِ ایمان! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔

سارے دن کی Average نکالی جائے تو اللہ کا ذکر سب سے زیادہ ہو۔ کثرت، اللہ کے ذکر کی ہو، نہ کہ دوسری باتوں کی۔ یہ کہا۔ کریں گے تو ہوگا۔ یہ سلیبس جو ہے اس کے مطابق ہی طے کیا گیا ہے کہ نمازیں پڑھو۔ پانچ وقت کو بھولو نہیں۔ درود شریف پڑھو۔

حاضرین میں سے کسی نے پوچھا: باباجی! سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ علم روشنی ہے اور مرشد ہمراہی۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

مرشد تو Guide (رہنما) ہی ہوتا ہے۔ علم جو ہے وہ نور ہے۔ روشنی ہے۔ ساری پیری فقیری کا اور سب کا مقصد تو ایک ہی ہے کہ اللہ کا قرب حاصل کرنا۔ اس کی ہدایات جو ہیں وہ اللہ تعالٰی نے جو قرآن اتارا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اللہ نے پہنچانے کے لئے نامزد کیا، انہوں نے جو کچھ فرمایا، جیسے عمل کر کے دکھایا، وہ ہمارے

(1) سورۃ الاحزاب 33: آیت 41۔

سامنے نور ہے۔اس کی روشنی میں چلنا ہے۔مرشد جو ہے وہ گائیڈ ہے۔راستہ بتاتا ہے۔ساتھ چلتا ہے۔وہ آپ کو بتا دیتا ہے کہ ایسے چلنا ہے ورنہ یہ آج دیکھ لیں کتنے فرقے ہیں، کتنی ساری کتابیں ہیں، اس میں اتنے راستے نکل چکے ہیں کہ آدمی کے گمراہ ہونے کا بھی خدشہ ہے کہ کہاں جائے؟ کون سا راستہ اختیار کرے؟ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ اب کس کے پاس اتنا ٹائم ہے کہ خود قرآن پڑھے اور اس میں سے صحیح تعلیم Extract کر کے معلوم کر سکے کہ اللہ کیا چاہتا ہے؟ یا ساری حدیثیں پڑھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کار کیا تھا؟ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس لئے بھی کوئی نہ کوئی بندہ بزرگ مل جائے تو اچھا ہی ہے۔جس نے قرآن پڑھا ہوا ہو۔جس نے حدیثیں پڑھی ہوئی ہوں۔وہ آپ کو صحیح راستہ بتا دے کہ بیٹا یہ راستہ ہے۔اس لئے بھی اچھا ہے کہ کوئی بوڑھا، پیر ہے، بابا ہے، مل جائے جو آپ کو اپنے علم سے جو ہے وہ نکال کر دکھادے کہ اس کا خلاصہ یہ ہے، اس پہ چلو۔اس لئے ہے کہ پیر ہے، گائیڈ ہے، وہ چلتا ہے، راستہ بتاتا ہے۔باباجی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے تھے کہ کوئی باپ جو ہے وہ بچے کو ساری عمر انگلی پکڑ کے نہیں چلاتا۔راستہ بتا دیتا ہے کہ یہ راستہ ہے اس پر چلو تو قائم ہو جاؤ گے۔اللہ کا ذکر بتاتا ہے کہ اس پہ قائم ہو جاؤ۔اخلاقی حدود بتاتا ہے کہ اس پر قائم رہو۔اس پر ڈٹ کر رہو۔یہ بیعت ہے تو یہ بھی دین کا خلاصہ ہی ہے۔

پہلی بات، پہلی شق وہ یہی ہے کہ اللہ کے سوا نہ کسی سے ڈروں گا اور نہ توقع رکھوں گا۔کسی پیر، فقیر، ولی، نبی سب، سارے اس میں لکھ دیے کہ کسی کو بھی کسی بھی حیثیت سے اللہ کا شریک نہیں جانوں گا۔یہ جو اللہ کے دین کی بنیاد ہے وہ توحید ہے۔کسی بھی شخص کو کسی بھی حیثیت سے شریک نہیں جانوں گا۔یہ نہیں ہے کہ وہ

صفات جو ہیں ان میں، جو صفات اللہ میں ہیں، اس نے وہ انسان کے اندر بھی ڈالی ہوئی ہیں۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ انسان سے محبت کرو، جو اللہ تعالیٰ کی ان گنت صفات کا مظہر ہے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: انسان اَن گنت صفات کا مظہر ہے۔ اس میں اللہ کی صفات کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ صفات بندے کے اندر بھی ہیں۔ یہ شرک نہیں ہوتا کہ بندے کے اندر اللہ کی صفت مانی جائے کہ اس میں یہ اللہ کی صفت ہے۔ یہ شرک نہیں ہے۔ شرک یہ ہوتا ہے کہ جیسے صفت اللہ میں ہے ویسے ہی بندے میں مانی جائے۔ یہ شرک ہے۔ اللہ رحیم ہے، بندے بھی رحیم ہیں۔ اللہ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی فرمایا:

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ(1)۔

میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو ہیں وہ مؤمنوں کے ساتھ رؤف بھی ہیں، رحیم بھی ہیں۔

یہ دونوں صفات اللہ میں ہیں، اللہ ہی رؤف ہے۔ اللہ ہی رحیم ہے لیکن اللہ فرماتا ہے کہ میرا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم **بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ** وہ مومنوں سے بہت پیار کرتا ہے۔ یہ صفتوں کا، یہ جو ننانوے (99) نام بتائے گئے ہیں یہ ساری صفات ایسی ہیں جن سے انسان آگاہ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ رحم کیا ہے۔ ہم جانتے ہیں غفور کیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ کرم کیا ہے۔ اللہ غفور ہے۔ درگزر کرنے والا ہے۔ یہ سب صفات ہم جانتے ہیں۔ ان کی جھلک سے تو ہر انسان آگاہ ہے۔ ورنہ اللہ کی صفات تو وہ ہیں جو اللہ کہتا ہے کہ سارے سمندر سیاہی بن جائیں اور ساری دنیا کے درخت قلمیں بن جائیں، اور اللہ کی صفات لکھیں تو وہ سیاہی ختم ہو جائے پھر دوبارہ ایسی ہی سیاہی آ

(1) سورۃ التوبہ 9: آیت 128۔

جائے، پھر بھی وہ ختم نہ ہوں۔

(قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَاداً لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَداً[1]**)**

اللہ کے کلمات، اللہ کی صفات پھر بھی ختم نہ ہوں۔ یہ تو وہ (صفات) بتا دی ہیں جن سے ہم آگاہ ہیں۔ کوئی صفت اندر ہونا وہ علیحدہ بات ہے۔ کسی شخص میں، کسی ہستی میں کوئی صفت ایسی مانی جائے جیسے اللہ کی ہے تو یہ شرک ہے۔ ورنہ بندہ بھی رحیم ہے، بندہ بھی کریم ہے، بندہ بھی جو ہے یہ دیکھتا بھی ہے، دیتا بھی ہے، کسی کی مدد بھی کرتا ہے۔ ویسی ہی مدد مانگنا، ویسی ہی طاقت ماننا جیسی اللہ کی ہے تو یہ شرک ہے۔ یہ نام بھی ایسے ہی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام ہے تو اللہ کا نام بھی ایسے ہی ہے، علی:

عَلِيُّ الْعَظِيم۔

اب کوئی بندہ تو اسے نہیں کہہ سکتا کہ یہ شرک ہے۔ یہ ٹھیک ہے۔ کچھ نام بدلے جو شریعت کے مطابق نہیں تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبدالکعبہ تھا: کعبے کا بندہ۔ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل دیا کہ یہ شریعت کے خلاف ہے اور عبداللہ رکھ دیا۔ عبدالکعبہ کی جگہ ان کا نام بدل کر عبداللہ رکھ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام تو نہیں بدلا۔ وہ علی رضی اللہ عنہ ہی رہا، وہ تو اونچا ہے۔ یہ تو نہیں ہے کہ وہ سب سے اونچا ہے یا العلی ہے۔ 'ا' 'ل' جب اللہ کے صفات کے ساتھ لگتا ہے تو وہ نام خاص ہو جاتا ہے۔ **الرحیم** جو ہے وہ خاص رحیم صرف اللہ کیلئے ہے۔ وہ (اللہ) ہے **الرحیم**۔ **الرحمان**۔ آپ کا تو رحمان ہے۔ **بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوف**۔ رؤف کہا ہے۔ وہ صفات

---

(1) سورۃ الکھف 18: آیت 109۔

جو ہیں ساری جو انسان محسوس کرتا ہے، وہ بتادی ہیں ۔ ورنہ اللہ کی صفات کا کوئی اندازہ نہیں ہے ۔ گن نہیں سکتے ۔ اس کو کسی کے برابر نہیں سمجھوں گا ۔

اللہ کی محبت کو تمام مخلوقات کی محبت پر ترجیح دوں گا ۔ اب یہ اس کی Priority ہے کہ اللہ کے حکم کو سب سے اوپر ۔ اس کے بعد حاکموں کے اور سب کے بعد میں مانوں گا ۔ سب سے پہلے اللہ کا حکم مانوں گا ۔ اس کے لئے کسی حاکم، کسی رشتہ دار، یا کسی کی خاطر اللہ کے حکم کو ترک نہیں کر سکتا ۔ نہ ہی وہ کوئی ایسا حکم دے کہ اللہ کے حکم کی اس میں نافرمانی ہو ۔ کسی کا حکم نہیں مانا جاسکتا جس میں اللہ کی نافرمانی ہو ۔ کوئی بھی ہو ۔ نہ بیوی خاوند کا مانے گی ۔ نہ کوئی مسلمان کسی بادشاہ کا حکم مانے گا جہاں اللہ کے حکم کی نافرمانی ہو گی ۔ کوئی کہے کہ میں حکم دیتا ہوں تو اس کا کوئی حکم نہیں مانا جائے گا ۔ وہ حکم جو انتظامی امور میں ہیں وہاں مانا جائے ۔ بیوی کو حکم ہے کہ وہ نفلی روزے بھی نہ رکھے جب تک خاوند اجازت نہ دے ۔ وہ (خاوند) کہے کہ فرض روزے چھوڑ دو تو مت چھوڑے، خاوند کو چھوڑ دے ۔ ترجیح اللہ کے حکم کو ہو گی ۔ اس کے حکم کو کسی اور کی اطاعت میں چھوڑا جائے تو یہ معصیت نہیں ہو سکتی کہ اللہ کا حکم جو ہے اس کو چھوڑا جائے اور کسی اور کے حکم کی اطاعت کی جائے ۔ اللہ کے حکم کی سب سے پہلے ترجیح ہو گی ۔ اس لئے سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے ۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ سے ۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہما سے، پھر اپنے مرشد سے محبت کرو ۔ اس ترجیح کو ایسے لیا ۔

حقوق العباد سارے ادا کروں گا ۔ حقوق اللہ، حقوق العباد، اور حقوق منصبی بھی ادا کروں گا، سارے صحیح طریقے سے کروں گا ۔ انسانوں کے بارے میں ہے کہ اپنے کسی قول، فعل، یا حرکت سے کسی انسان کو دکھ، رنج، تکلیف نہیں پہنچاؤں گا ۔ یہ

ہماری بیعت کی شرائط میں لکھا ہے۔ بڑی سخت شرط ہے۔ کوئی ایسی بات نہ کریں۔ کوئی ایسا کام نہ کریں۔ کوئی ایسا فعل نہ کریں جس سے کسی کا دل دکھے۔

وقولوا للناس حسنا۔

قرآن میں بھی ہے۔ بہت اچھے طریقے سے بات کرو۔ احسن طریقے سے بات کرو۔ حدیث بھی ہے کہ مومن وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیعت میں لکھ دیا ہے۔ کسی کا دل نہیں دکھاؤں گا۔ مطلب ہے کہ زبان اتنی شائستہ ہو، الفاظ اتنے شگفتہ ہوں، اور اچھے طریقے سے ادا کیے جائیں۔ میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کا بھی شعر پڑھتے ہیں سارے:

مسجد ڈھا دے، مندر ڈھا دے
ڈھادے جو کچھ ڈھیندا
اک بندے دا دل نہ ڈھائیں
رب دلاں وچ رہندا

انسان کا دل جو ہے وہ اللہ کا گھر ہے۔ دل نہ کسی کا دکھاؤ۔ مسجد تو لوگ خود ہی گراتے ہیں اور دوسری بن جاتی ہے، لیکن وہ دل کسی کا ٹوٹ گیا، کیا پتہ وہ اندر کیسا ہو، تو اس کا مداوا نہیں ہو سکتا۔ اللہ کا قرب جو ہے وہ Qualitatively چاہیے۔ آپ کو Approach کرنا ہے ورنہ اللہ تو رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اللہ تو شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ جہاں آپ ہوتے ہیں وہاں وہ ہوتا ہے۔ یہ قرب تو اپنی جگہ ہے۔ یہ قرب Qualitative ہے کہ آپ کی صفات جو ہیں وہ اللہ کے رنگ میں ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

تَخلَقُوا بِاخلَاقِ اللّٰہ۔

اپنے اندر اللہ جیسی صفات پیدا کرو۔ جیسے وہ **غفور الرحیم** ہے ایسے آپ بھی غفور اور رحیم ہو جائیں۔ وہ اللہ **غفور الرحیم** ہو اور آپ اس کی مخلوق پر ظلم کرنے والے ہوں تو آپ کی اللہ سے دوستی نہیں بن سکتی۔ دوستی اسی سے بنے گی جو اللہ کی طرح **غفور الرحیم** ہے۔ وہ پردہ پوشی کرنے والا ہے اور آپ اگر کسی کی خبر ہاتھ لگ جائے تو ساری دنیا میں اڑانے لگ جائیں تو آپ کی دوستی اللہ سے نہیں ہو سکتی، جیسے وہ پسند کرتا ہے جو کسی کی برائی کا پتہ چل بھی جائے تو پردہ پوشی کرے، کسی کو پہنچائے نہیں۔

دیکھو! زنا کتنا بڑا جرم ہے اور اس کی سخت سزا ہے۔ اس کی اتنی سخت شرط ہے کہ چار عینی گواہ لاؤ جو عدالت میں پیش ہوں، اگر نہیں لائے تو پھر آپ کو سزا لگ جائے گی۔ اب دیکھ کے منہ کھولنا۔ کسی پہ الزام لگانے سے پہلے سوچو۔ اب کون چار گواہ Produce کر سکتا ہے؟ شریعت میں عینی گواہ کے لئے عینی ثابت ہونے کے لئے بڑی مشکلات ہوتی ہیں۔ اس میں ہے کہ آپ نے دیکھ لیا ہے، پھر بھی بولنا نہیں ہے کہ کسی پہ الزام لگا دو۔ یہ نہیں کر سکتے۔ بولنا تب ہے جب چار گواہ ہیں ورنہ آپ پر اسّی (80) کوڑے سزا پڑ جاتی ہے کہ لاؤ مارو اس کو اگر یہ چار گواہ نہیں لاتا تو۔ پردہ پوشی حکم ہے۔ مت اس کو بیان کرو کسی سے۔ اگر اسلامی قانون بن بھی جائے تو سزا دینی مشکل ہو جائے۔ کہاں سے لاؤ گے چار گواہ۔ عینی؟ سنت دیکھو۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مطابق بندہ بن جائے۔ علامہ بھی کہتا ہے کہ

خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز

وہ بندہ کہ جس میں اللہ کی صفات ہوں، جیسے وہ غنی ہے، مومن کا دل بھی ایسا

ہی ہے کہ اس دنیا سے بھی بے نیاز ہوتا ہے کہ ہم مر گئے تو ادھر بھی کچھ نہیں لینا، مجھے اللہ تیرا دیدار چاہیے۔ مجھے یہ اور کچھ نہیں چاہیے۔علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا ہے:

یہ جنت مبارک رہے زاہدوں کو
کہ میں آپ کا سامنا چاہتا ہوں

مجھے تو آپ دکھائی دیتے رہیں۔آپ کو دیکھتا رہوں۔ مجھے وہ نہیں چاہیے۔ وہ صفات اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ

تَخلقُوا بِاخلَاق اللّٰہ۔

اپنے اندر اللہ جیسی عادات پیدا کرو۔

اللہ نے کہا ہے کہ میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو کہ وہ کامل ترین نمونہ ہیں اس بات کا کہ جس سے اللہ پیار کرتا ہے۔فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے لوگوں کو کہ اگر اللہ کی محبت چاہیے تو میرا اتباع کرو۔میرے پیچھے پیچھے چلو۔جیسے میری زندگی ہے ویسی زندگی گزارو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔ اندر وہ صفات جو ہیں ان کو Improve کرنا ہے۔یہ ذکراذکار ان ساروں کا مقصد، یہ روزے ان کا مقصد یہی ہے کہ یہ ہمیں Change کریں۔ We should transform.، ہماری Life change ہو جائے۔اگر نہیں ہوتی تو پھر کوئی بات پیدا نہیں ہوسکتی نہ نمازوں سے نہ روزوں سے۔جیسے علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

تو مومن باقی نہیں رہا۔رسمیں سب چل رہی ہیں۔حج پہ بھی بے بہا رش ہے، پچھلے سال لاکھوں گئے، اس سال لاکھوں گئے، روزے رکھے جا رہے ہیں لیکن

اس میں کردار میں تو ویسے کا ویسے ہی ہے۔ بندہ پہلے سے زیادہ کڑوا ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں: حاجی ہے۔ اس کی دکان پر نہ جانا، یہ حج کر کے آیا ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم وہ ہوں کہ ہم حج کر کے آئے ہیں، اللہ کے گھر سے ہو کر آئے ہیں اندر Change ہوگیا ہے جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایسے ہے جیسے نیا پیدا ہوا ہے، نیا جنم لیا ہے۔ نیا پیدا ہو جائے تو پھر تو ہے ناں کہ یہ حج کر کے آیا ہے، یہ معصوم بن گیا ہے۔ یہ گناہ بھول ہی گیا ہے۔ اس نے واقعی حج کیا ہے۔ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق ہوگیا ہے، اگر وہ نہیں ہوا تو پھر کیا ہے۔ اسی طرح روزے ہیں کہ

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔ اللہ سے بندہ ڈرنے والا بن جائے۔ روزے میں جیسے پانی، دودھ سب گرمی میں ہر چیز پڑی ہے لیکن نہیں پیتے کہ پورا کرنا ہے، روزہ ہے۔

دیکھو! ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے روزہ رکھ لیتے ہیں، بھوکے مر گئے مگر کوئی اس روزہ کو توڑتا نہیں۔ انہیں بھی پتا ہے کہ روزہ رکھ لیا ہے۔ اگلے دن بے شک نہیں رکھیں گے مگر اس دن پورا کریں گے۔ جیسے اس کا روزہ ہے ایسے ہی اللہ نے کہہ دیا ہے کہ پورا کرنا ہے تو یہ زندگی بھی ایسے ہی ہے۔ اسی کا نام تقویٰ ہے کہ جو اللہ نے منع کیا ہے۔ روٹی پانی سے نہیں، جو اللہ نے منع کیا ہے اس سے رکنا ہے۔ اس میں گزارو۔ بزرگ کہتے ہیں:

زندگی چند روزہ ہے، اس میں ہمارا روزہ ہے۔

یہ چند روزہ زندگی ہے اور ہم اس میں روزہ سے ہیں۔ جو اللہ نے منع کیا

ہے، اس پہ نہیں چلنا۔ اب اس سے رکنا جو ہے وہ پیدا ہو جائے۔ یہی روزہ ہے۔ مطلب ہی ہے روزے کا 'رکنا'۔ اس میں رکنا ہے۔ اس میں کچھ کام جو ہیں انہیں نہیں کرنا۔ یہ پیدا کرنا ہے کہ جو مرضی ہو جائے ان کو نہیں کرنا۔ جو روزہ نہیں توڑتے۔ جتنی مرضی سفارشیں باپ کی، بھائی کی، بہن کی آئیں، یہ نہیں چھوڑتے۔ اللہ کا جو حکم ہے اس پر قائم ہیں تو قائم ہیں۔ یہ فرمائشیں، سفارشیں جو بھی ہیں، ان کی فکر نہ کریں۔ مطلب یہ ہے کہ سارا جو Outcome ہے وہ آپ کے اخلاق سے ہے کہ اس کو کیسا ہونا چاہئے۔

نماز کا فرمایا کہ وہ برے کاموں سے روکتی ہے۔ اگر نہیں روکا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ نماز صحیح ادا نہیں ہوئی۔ روزے نے تقویٰ پیدا نہیں کیا۔ آپ کو اس کے بعد ایک بدلا ہوا انسان ہونا چاہیے ان تیس (30) دن میں جن میں روزہ رکھیں۔ پھر خبریں آئیں کہ زہریلی شراب پی کر اتنے مسلمان شہید ہو گئے ہیں تو پھر اس کا کیا فائدہ؟ ایسے روزے کا کیا کرنا ہے؟ خبریں آتی ہیں کہ وہ ہو گیا۔ شراب نوشی کا پروگرام بنایا۔ پروگرام کی ویڈیو بھی بنیں۔ چاند رات ہے۔ سارا ہم پہ Change ہونا چاہیے کہ اللہ کا ذکر ہو۔ بندے میں Change آئے۔ ہر روز بہتری ہو۔ علامہؒ کہتا ہے کہ

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن

ہر لحظہ میں مومن کو ایک Step اوپر جانا چاہیے۔ جا سکتا ہے بشرطیکہ آپ باباجی عِلیہ الرحمہ کی تعلیم پر ویسے عمل کریں۔ ہر سانس کے ساتھ اللہ کا نام لینا ہے، جو سانس اندر جائے وہ بھی اللہ کہتا ہوا اندر جائے اور جو باہر نکلے وہ بھی اللہ کہتا ہوا ہی باہر آئے۔ یقین کریں دوسری سانس میں آپ یہاں پہ نہیں ہوں گے۔ روحانی طور پر

دوسرے سانس میں آپ اوپر والے آسمان پہ ہوں گے۔ایسا کریں آپ تو ہر لحظہ نئی آن نئی شان بن سکتی ہے۔

حاضرین میں سے ایک بھائی نے کہا: باباجی! ایک آدمی اپنی مصروفیات میں بعض دفعہ یہ ذکر کر ہی نہیں سکتا، اس کا کام ایسا ہے۔تو ایسے شخص کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

اس کے جواب میں فرمایا: یہی تو بات ہے جو ہم عرض کر رہے ہیں کہ یہ ساری چیزیں جو ہم نے ابھی پڑھی ہیں کہ حقوق منصبی پہلے، حقوق العباد اور حقوق اللہ۔ یہ حقوق منصبی ہیں کہ اس کا جو منصب ہے، اس کی جو Duties ہیں، وہ دکان کا ملازم ہے یا گورنمنٹ کا ملازم ہے، وہ انہیں کرے۔ یہ رزق حلال ہے۔ جب اسے حلال کرے گا تو تب ہو گا ناں۔ ڈیوٹی اگر پوری نہیں کرے گا تو رزق بھی خراب ہو جائے گا۔علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد رومی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ایمان کی لذت کیسے آتی ہے؟ تو اس نے کہا کہ رزق حلال سے آتی ہے۔حلال پہلے اندر جائے گا تو ایمان کی لذت کا تب پتہ چلے گا کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔ یہ رزق حلال جو ہے اس کی بنیاد ہے۔ اَکلِ حلال اور صِدقِ مَقال۔اندر کھائے تو حلال کھائے۔باہر بات جو کرے، وہ مقال یعنی قول جو ہے وہ صدق ہو، سچا ہو۔ دونوں باتوں سے ہے، رزق بھی حلال ہو اور باہر کی بات بھی سچی ہو۔

ہم کہتے ہیں کہ ہوا ہے یہ زندگی ہے تو یہ بھی اللہ اللہ کہتی ہوئی جائے اور اللہ اللہ کہتی آئے تو پھر سونے پر سہاگہ ہو جائے۔ وہ جسم کی غذا ہے، یہ بھی روح کی غذا ہے۔جسم کی آکسیجن بھی اسی سے جاتی ہے، یہ بھی اللہ کہے۔اس کے ساتھ بھی ویسے بھی ہر نعمت کا شکر واجب ہے۔کھایا ہے تو اس کا شکر ادا کرو کہ شکر ہے کہ اس نے

کھانا کھلایا ہے۔ وہ اللہ کہتا ہے کہ اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور دوں گا۔ کہتے ہیں کہ شکر ہر نعمت پر واجب ہے تو سب سے بڑی نعمت تو سانس ہے۔ روٹی کے بغیر تو کئی دن گزر سکتے ہیں۔ کھانے کے بغیر بھی دو دن، سانس کے بغیر تو نہیں گزر سکتا۔ اس کا شکر جو ہے وہ سب سے زیادہ ضروری ہے۔ ہوا بند ہو گئی تو بس دم اسی وقت ختم۔ اس نعمت کا بھی تو شکر ادا ہونا چاہیے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بغیر شکر کے آپ اس نعمت کو استعمال کریں۔ جس نے یہ نعمت دی ہے ہر سانس کے ساتھ **اللہ** کہا جائے۔ پرانی بوڑھی مائیاں لوری دیا کرتی تھیں:

اللہ اللہ کریا کرو

خالی دم نہ بھریا کرو

سانس سے جو یہ شوں شوں ہو رہی ہے اس کے ساتھ اللہ بھی کرو۔ خالی دم نہ بھرا کرو۔ اللہ کا نام بھی پکارو۔ سانس بھی جائے گا اور اللہ کا ذکر بھی ہو جائے گا۔ وہ اس کے ساتھ کرتے ہیں۔ مثالیں بھی جو فقیر آدمی ہوتے ہیں، اپنی اپنی وہ ڈھونڈ لیتے ہیں۔ مرغیاں جو ہیں وہ نالیوں سے پانی پیتی ہیں۔ ان کا اپنا Style (طریقہ) ہے۔ وہ پانی سے چونچ بھر لیتی ہیں تو اوپر کو منہ کرتی ہیں، وہ اندر جاتا ہے۔ وہ پھر پانی چونچ میں بھرتی ہیں اور اوپر منہ کرتی ہیں۔ تو وہ (بزرگ) کہتے ہیں کہ دیکھ تجھ سے تو یہ مرغی ہی اچھی۔ گندی نالی میں سے پانی پیتی ہے، گھونٹ بھرتی ہے تو اوپر آسمان کی طرف منہ کر کے شکر کرتی ہے، پھر دوسرا گھونٹ بھرتی ہے۔ تو جگ منہ کو لگاتا ہے تو پھر سانس بھی نہیں لیتا۔ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ وہ کہتے ہیں کہ مرغی اللہ کا شکر ادا کرتی ہے یا نہیں کرتی مگر تمہیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ کھانے سے پہلے کہتے ہیں **بسم اللہ** پڑھنا چاہیے۔ اس کے بعد کیا آپ کتاب پڑھنے لگ جاتے ہیں؟ آپ کو تو ہر لقمے کے

ساتھ **بسم اللہ** پڑھنا چاہئے۔ہر لقمے پہ **بسم اللہ** کہیں۔ذکر بھی ہوتا رہے اور وہ کھانا بھی برکت والا ہو جائے۔اس کا نام ہی برکت والا ہے۔نماز پڑھتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ

سُبحَا نَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمدِ کَ وَتَبَا رَکَ اسمُکَ

اللہ تیرا نام ہی برکت والا ہے۔جس لقمے کے ساتھ،جس دوا کے ساتھ اللہ کا نام لیں گے وہ سارا برکت والا ہو جائے گا۔

بزرگ فرماتے ہیں کہ مومن کا سونا، جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا، سب عبادت ہے تو وہ اس طرح بنتا ہے کہ وہ اس کو اپنے اعمال سے بناتا ہے۔خدا کی طرف اپنے دھیان سے اس کو وہ بنا دیتا ہے کہ اس کا سونا بھی ذکر ہوتا ہے،اس کا جاگنا بھی ذکر ہوتا ہے،اس کا ڈیوٹی کرنا بھی ذکر ہوتا ہے۔ڈیوٹی پر کام، مشقت کرنا بھی فرمایا کہ وہ بھی ذکر ہے۔ایک شخص اپنے کام کے لئے جا رہا تھا تو صحابہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اس دنیا کے کام میں کتنے انہاک سے جا رہا ہے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ انسان اس لئے جا رہا ہے کہ مجھے کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرنا پڑے، میں اپنے ہاتھوں سے کماؤں تو یہ دین ہے۔یہ دنیا نہیں ہے۔اس لئے کما رہا ہے کہ میرے بال بچے ہیں،ان کو میں اچھی پرورش کروں، ان کے اوپر خرچ کروں،یہ بھی دین ہے۔اس لئے محنت کر رہا ہے کہ میرے ماں باپ ہیں، بوڑھے ہیں، میں ان کی خدمت کروں، اور اچھے طریقے سے کروں تو یہ بھی دین ہے۔یہ دنیا نہیں ہے۔ہاں اگر اس لئے کماتا ہے کہ میں ایسا مکان بناؤں جیسا اس شہر میں کسی کا نہ ہو،تو یہ دنیا کا ہے۔یہ نفس کی اونچائی کے لئے کام کر رہا ہے۔میری ایسی گاڑی ہو جسے لوگ رک رک کر دیکھیں تو پھر یہ دنیا ہے۔اگر ایسی بات ہے

تو یہ دنیا کے لئے ہے۔ اگر باعزت طور پر زندہ رہنا، کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرے، اس کے لئے کام کرے تو فرمایا یہ عین دین ہے۔ فرمایا کہ اگر تمہارے پاس چند درہم ہوں آپ کسی غریب کو دے دیتے ہو، مسجد پہ لگا دیتے ہو، اس میں سے کوئی چیز لا کے اپنی بیوی اور بچوں کے منہ میں ڈال دیتے ہو تو یہ بھی صدقہ ہے۔ یہ سب سے زیادہ بہتر صدقہ ہے کہ تم نے اپنے بچوں پہ خرچ کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ایک ایسا کام نہ بتاؤں جو روزے رکھنے، راتوں کو قیام کرنے، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے بھی اچھا ہو۔ فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! ضرور بتائیں۔ فرمایا: اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔ آپ کے گھر والے، جو آپ کے ماتحت ہیں، والدین، سب کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔ نیک اخلاق سے اچھا سلوک کرنا ہے۔ وہ ان سب سے اچھا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس سے بھی اچھا بتاؤں، جو اس سے بھی اچھا ہو؟ فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! وہ بھی بتائیں۔ فرمایا کہ اپنی بیوی کی بدخلقی کے باوجود بھی اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔ یہ اس سے بھی اچھا ہے۔ اب یہ اعلیٰ اخلاق کی باتیں ہیں۔ مسلمان مومن کرتے ہیں۔

باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہا کہ جوتے لگا کے بیوی کو باہر نکال دینا یہ ہر کوئی کر سکتا ہے۔ اس کی بدخلقی کو برداشت کرنا، یہ مردانگی ہے۔ وہ واقعہ ہے ناں قطب کا کہ کون ہے دہلی کا قطب؟ فرمایا کہ کوئی میرٹھ سے یا دہلی سے آیا اور پوچھا کہ اس شہر کا قطب کون ہے؟ فرمایا کہ وہ فلاں جگہ پر جو شخص رہتا ہے، وہ قطب ہے۔ چلا گیا، فجر کی نماز وہاں پڑھی۔ پوچھا کہ فلاں حضرت صاحب رہتے ہیں۔ بتایا گیا کہ اس نام کا ایک بندہ ہے تو سہی گلی میں شاید وہی ہو۔ وہ چلا گیا، باہر سے آواز دی۔ بیوی نے کہا کہ کون ہے؟ فرمایا کہ میں حضرت صاحب کی زیارت کے لئے آیا ہوں۔ اس

نے اپنے میاں سے کہا کہ اُٹھ مردود! وہ سویرے سویرے کوئی تجھے ملنے کے لئے آ گیا ہے۔ جا۔کوئی سویرے سویرے آ گیا ہے ابھی تو دن نہیں چڑھا اور کوئی ملنے کے لئے آ گیا ہے۔وہ نکلے باہر تو اس بندے نے کہا کہ میں فلاں شہر سے آیا ہوں۔میں آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا ہوں۔انہوں نے کہا کہ چلو میں جنگل میں لکڑیاں کاٹنے جا رہا ہوں، آپ بھی میرے ساتھ چلو۔وہ اسے لکڑیاں کاٹنے ساتھ لے گئے۔لکڑیاں کاٹیں۔لکڑیاں کاٹ کے شہر میں آ گئے۔وہاں ایک پولیس والا کھڑا تھا، اس نے پوچھا کہ بابا! لکڑیاں بیچنی ہیں؟ کہا کہ ہاں۔پوچھنے لگا: کتنے کی؟ اس زمانے کی بات ہے۔بتایا کہ چار آنے اور ایک ٹکہ۔اس (پولیس والے) نے چار آنے دیے اور کہا کہ چل دفع ہو جا، ایک ٹکے کا کیا ہے۔وہاں سے آ گئے۔گھر گئے تو بندے سے کہا کہ تم یہاں کھڑے ہو میں بیگم کو پیسے دے آؤں۔کہا کہ یہ لو یہ لکڑیوں کے پیسے ہیں۔وہ پیسے روز لیتی تھی۔اس نے کہا کہ وہ ٹکہ کدھر ہے؟ کہنے لگے کہ وہ تو پولیس والے نے نہیں دیا۔کہنے لگی کہ ہاں وہ مردود آیا ہے ناں سویرے کا دوست۔تم ٹکہ اسے کھلا آئے ہو۔چوانی مجھے لا دی ہے۔آج تمہیں رات کو روٹی نہیں ملے گی۔

وہ جو حضرت صاحب کو ملنے آیا تھا۔وہ باہر کھڑا تھا، اس نے بھی سنا۔باہر آئے حضرت صاحب کہ چل بھائی آؤ مسجد چلیں۔مسجد لے گئے، نماز پڑھی۔نماز کے بعد اس نے کہا حضرت صاحب مجھے چھٹی دیں، میں چلتا ہوں۔مجھے تو بتایا گیا تھا کہ آپ اس شہر کے غوث ہیں، قطب ہیں، میں تو اسی لئے آیا تھا کہ آپ کی زیارت کروں۔کیا فائدہ اس قطبی کا کہ گھر کی بیگم بھی آپ کو نہیں رہنے دیتی۔وہ پولیس والا کہ جس نے نہ پیسے پورے دیے بلکہ ساتھ لات ماری۔ادھر یہ کہتی ہے کہ رات کو

روٹی نہیں دینی۔ ٹکہ کدھر گم کر آئے ہو۔ اس قطبی کا کیا فائدہ؟ وہ بیڑا اُٹھا دو پولیس والے کا، ادھر یہ بیگم پڑی ہو۔ انہوں نے کہا کہ انہی کی وجہ سے تو مجھے قطب بنایا گیا ہے۔ یہ روز کرتے ہیں اور میں برداشت کرتا ہوں۔ ان سے میں یہ کیسے کروں؟

باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ سارا کچھ برداشت کرنا مردانگی ہے۔ بُرے سے بھی اچھا سلوک کرنا۔ مائی کوڑا پھینکتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ یہ نعتیں پڑھنے سے تو کام نہیں بنے گا کہ

سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سُن کر دعائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں

آپ کریں گے تو اس کا اثر ہوگا۔ ایک حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساری عمر باہر رہے، نقشبندیہ سلسلہ کے بزرگ تھے، وہ ایک دن بازار جا رہے تھے کہ آگے سے ایک بندہ سارنگی بجاتا مست مزاج جا رہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ کیسا زمانہ آگیا ہے لوگ سارنگی بجاتے ہیں۔ راستے میں تو چھوڑ دو اسے۔ اسے راستے میں بجا رہے ہو، اس کے بغیر رہ نہیں سکتے۔ وہ پریم میں مست تھا۔ یہ بزرگ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ تھے شاید۔ اس نے یہ سُنا اور وہ مارا۔ اس کی سارنگی ٹوٹ گئی۔ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ بھی سمجھ گئے کہ اس کا دل دکھانے والی بات جو میں نے کی ہے اس لئے اس نے یہ توڑا ہے۔ ورنہ وہ تو اس کا محبوب تھا۔ گھر گئے، غلام کو بلایا اور پوچھا کہ کتنے کا آتا ہے وہ ساز جو ہے؟ اس نے کہا کہ یہ اتنے روپے کا ہوگا۔ اسے پیسے دیے اور کہا کہ جاؤ اور نیا ساز خریدو۔ اس کے ساتھ حلوے کی ایک پلیٹ دی کہ ساتھ لے جاؤ اور اس کو دے کے آؤ کہ یہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے بھیجی ہے۔ انہوں نے بات کی، آپ کو وہ اچھی نہیں لگی اور آپ نے وہ توڑ دیا ہے۔ یہ وہ سرنگی ہے اور ساتھ یہ حلوہ بھیجا ہے کہ جو تھوڑی سی تلخی

پیدا ہوئی ہے وہ دور ہو جائے۔

مطلب یہ کہ ایسے ان کو خیال آجاتا ہے کہ کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہیے۔ اس کو غصہ آیا تو اس نے یہ کام کیا۔ فقیروں کا اسلام اور یہ اسلام۔ یہ عین اسلام ہے، اللہ کی تعلیم ہے کہ ایسے کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے کیا۔ اس مائی کا بھی ہے ناں جو کوڑا پھینکتی تھی۔ اُس مائی کو کوئی نہیں روک سکتا تھا؟ حضور ﷺ کے صحابہ جانثار تھے۔ مگر ان کو کہا کہ اس کو کرنے دو۔ وہ ایسے کرے گی، ہم ایسے کریں گے۔ جو ایسے کرتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ بھی جو ہے ان کو اعلیٰ درجات دیتا ہے۔ باباجیؒ نے بھی لکھا ہے ناں کہ اگر چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے تو اس کی مخلوق سے محبت کرو۔ لکھا ہے مثال بھی کہ مجنوں جو ہے وہ لیلیٰ کی گلی کے کتے سے بھی پیار کرتا تھا، تم کیسے محبّ ہو کہ اللہ کی بہترین مخلوق جس کو اس نے مسجودِ ملائک بنایا ہے، اس سے بھی پیار نہیں کرتے۔ یہ ہمارے لئے Lessons ہیں۔ کرنا چاہیے۔ اگر اپنا بت ہی بحال رکھے کہ میں یہ اور وہ جی تو پھر بات نہیں بنے گی۔ کسی کی زیادتی والی بات سن کر خاموش ہو جانا بہت بڑی بات ہے۔ وہ کریں گے تو پھر درجات ملتے ہیں۔ انسان کو اللہ کے انوار و برکات محسوس ہوتے ہیں کہ میں نے یہ کیا تھا تو یہ نعمتیں اور برکات جو ہیں یہ اس کا صلہ مل رہے ہیں۔ کرنا چاہیے۔ سلیبس باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے دے دیا کہ ایسے چلنا ہے، بیعت نامہ بھی لکھا ہے، روز پڑھیں۔ یاد رہے۔ یہ غصہ اور نفرت، اس کو نکالنا ہے اور اس پہ چلنا ہے، اپنے قول و فعل سے کسی کو دکھ نہیں پہنچانا۔ Faithfully، جہاں بھی ہوں، جو Situation ہو، اس کو کریں۔

حاضرین میں سے کسی نے کہا: باباجی! یہ انسان کا کردار جو ہے بعض دفعہ بہت اچھا ہو جاتا ہے، بعض دفعہ بہت برا ہو جاتا ہے۔ وہ کون سے Parameters

ہیں کہ پتا چلے کہ انسان Balance کرے کہ In actual وہ کہاں ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

Balance تو انسان خود کرتا ہے۔ اپنا جج وہ خود ہی ہوتا ہے۔ اس کے مطابق وہ فیصلے کرتا ہے کہ کن باتوں پر عمل کرنا ہے، کن لوگوں کا راستہ اختیار کرنا ہے۔ بزرگوں کی تلاش میں ہے تو دیکھتا ہے کہ کون سا بزرگ اچھا ہے۔ یہ سب وہ خود Decide کرتا ہے۔ اس کا دل اس کو قبول کرتا ہے۔ Judgement کے اپنے جو Parameters ہیں اپنے وہ خود بدلتا ہے۔ اسے وہ بدلتا رہتا ہے۔ اس کے مطابق وہ خود بدلتا رہتا ہے۔ جب وہ اعلیٰ مقامات پر ہوتا ہے تو اس کی Judgement بھی بڑی اعلیٰ قسم کی ہوتی ہے۔ وہ اسے سمجھ جاتا ہے جیسے کہا گیا ہے کہ ذکر اذکار کرو، خدا سے محبت کرو، بڑھاتے جاؤ اس کی محبت کو تو یہ روز بروز Change ہو جاتا ہے۔ اللہ قرآن میں فرماتا ہے کہ

صِبْغَةَ اللّٰهِ۔

اللہ کا رنگ۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً(1)۔

اللہ کا رنگ اور اس سے اچھا رنگ کس کا ہو سکتا ہے۔

وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ۔

اور ہم اسی کی بندگی کرتے ہیں۔ نام اس کا ہو۔ رنگ اس کی بندگی سے آتا ہے۔ جیسے جیسے آپ اس کے حکم کو مانتے چلے جاتے ہیں، اللہ کی محبت کا رنگ چڑھتا جاتا ہے۔ یہ جو ذکر آپ کرتے ہیں، یہ ذکر بتایا جاتا ہے کہ پاس انفاس کریں۔ یہ

(1) سورۃ البقرہ 2۔ آیت 138۔

یہاں سے نکل رہا ہے وہاں جاتا ہے، یہ زبردست چیز ہے۔ یہ ایسے کہا نہیں ہے کہ اللہ اللہ کرو بلکہ کہا ہے کہ جب پکارو تو وہ جذبہ چھپا ہونا چاہیے کہ اے اللہ! میں تیرا دیدار کرنا چاہتا ہوں، تیری محبت پہ میں قربان ہونا چاہتا ہوں، تیرے بغیر میرا جی نہیں لگتا۔ اندر محبت کے ساتھ وہ بات ہے۔ اس کے ساتھ ذکر، وہ اللہ کو پکارتا ہے۔ ایسے ہی Repetition ہے۔

سیرِ عارف ہر دمی تا تختِ شاہ
سیرِ زاہد ہر مہی یک روزہ راہ

زاہد کی ایک رات کی پرواز جو ہے تو کہتے ہیں کہ ایک روزہ راہ۔ زاہد جب ایک رات اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ ایک رات کا ہی سفر طے کرتا ہے اور عاشق جو ہے وہ جب اللہ کا نام لیتا ہے تو اس کا ایک سانس جو ہے وہ تا تختِ شاہ۔ ایک سانس شاہ کے تخت تک جاتا ہے۔ بابا جی عِشْقِیہ نے بھی ایک خطبے میں کہا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ کس لئے آئے ہو؟ یہ کیا کر رہے ہو؟ وہ کیا کر رہے ہو؟ فرمایا: آپ کا جواب ہے: اللہ۔ آپ کو کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کا جواب ہے: اللہ۔ تمہاری صورتیں ہی اس خلوص کا مظہر ہیں۔ تمہارے دلوں سے جو نام نکلتا ہے اور عرشِ الٰہی تک جاتا ہے، میں وہ بھی سن رہا ہوں۔ وہ یہاں ہی نہیں رہتا۔ وہ عرشِ الٰہی تک جاتا ہے۔ Call back ہوتی ہے پھر واپسی۔ وہ اللہ بھی یاد کرتا ہے۔ وہ ہے۔ اس کو سانس میں کریں گے تو عرش تک پہنچے گا اور پتا چلے گا کہ میرے اللہ کہنے سے فرق ہوگا۔ اس کا ثواب بھی اسی طرح ہوگا۔

(بموقع سالانہ دورہ حلقہ توحیدیہ لاہور 2011ء بمقام نشاط کالونی لاہور)

محفل 43

پوچھا گیا کہ بعض دفعہ ہم دُعا میں بھی یہ کلمات کہتے ہیں اور لکھا بھی ہوتا ہے: اللہ تعالیٰ کا قرب، لقاء، یدار، عرفان، یا روئیت باری تعالیٰ۔ انہیں الگ الگ کہا جاتا ہے۔ یہ کیا چیزیں ہیں؟ ان میں آپس میں فرق کیا ہے؟ ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں؟ لقاء، عرفان، دیدار، قرب، اور روئیت؟

اس سوال کے جواب میں فرمایا: معرفت جو ہے وہ تو پہچان ہے کہ پہچان ہو جائے۔ تعریف اس کی۔ کہتے ہیں کہ تعارف کرائیں بندے سے۔ وہ عرف ہے یعنی 'جاننا'۔ 'عرفان' یہ ہوتا ہے کہ اس کی پہچان ہو جائے۔ حقیقت نہ بھی ہو تب بھی اس کی پہچان ہو جائے۔ یہ بہرحال زیادہ ہے۔

یہ بجلی کی ایک صفت ہے جو ہمیں نظر آ رہی ہے۔ یہ انسان نے نہ دیکھی ہو تو کہے یہ بجلی ہے؟ یہ (بجلی) دیکھی ہے کبھی؟ پھر ایک اس کی صفت کا اظہار ہے۔ پہچان ہو جائے کہ یہ بجلی کے کام ہیں۔ اِدھر گیزر لگا ہوا ہے، دیکھو یہ بھی، اور یہ فریزر ہے۔ یہ یخ ٹھنڈا بنا رہا ہے، یہ بجلی بنا رہی ہے۔ یہ ہیٹر لگا ہوا ہے تو یہ بھی بجلی ہے۔ یعنی اس کی صفات کا اظہار ہو جائے، اس کی پہچان ہو جائے کہ ایسی خفیہ قوت ہے جو تاروں کو کرتی ہے۔ کہیں گرم کرتی ہے۔ کوئی دوسری قسم کی تار ہو تو اسے روشن کر دیتی ہے۔ کہیں پر

ٹھنڈک پیدا کرتی ہے۔اور بھی کئی کام ہیں جو یہ کرتی ہے۔'بجلی' جو اس کی ذات ہے وہ نہیں دیکھی کہ کیا ہے؟ Elecrticity ہے کیا؟اس کا نہیں پتا۔ یہ اس کی معرفت ہے کہ بجلی ہے۔آپ کو پتا ہے کہ یہ بٹن میں 'معرفت' ہے کہ ان کو آن کرتے ہیں تو یہ چل پڑتی ہے۔ یہ اس کا 'عرفان' ہے۔اس کے اثرات جو ہیں یہ کیسے چل رہے ہیں، کیسے Use کر رہے ہیں، وہ دیکھا جائے۔بذات خود Elecricity جو ہے یہ نہیں دیکھی۔تو یہ معرفت ہے کہ پہچان ہو جائے کہ وہ (اللہ) کیسے کرتا ہے؟اس کی صفات کیسے کام کرتی ہیں؟معجزات کا برپا ہونا۔

'لقاء اور 'دیدار' جو ہیں یہ دیکھنے میں ہیں کہ ملاقات ہو جائے۔

لقاء اللہ نصیباً۔

یہ دعاؤں میں بھی آتا ہے۔خطوں میں بھی لکھتے ہیں کہ

'عند القاء'۔

باقی ملاقات پہ دیکھیں گے۔جب ملیں گے تو باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔تو 'ملاقات' سے یہ 'لقاء' ہے۔ہمارے بھی بیعت نامے میں 'لقاء' لکھا ہوا ہے۔یہ معروف نہیں ہے۔کسی نے شاید 'بقاء' لکھا ہے۔کسی نے نقطہ ڈال دیا ہے،اسے 'بقاء' بنا دیا ہے لیکن یہ 'لقاء' ہے۔قیامت کے دن آمنا سامنا ہوگا۔اللہ میاں کے سامنے پیشی ہوگی۔ملاقات ہوگی۔وہ بھی 'لقاء' ہے۔پورا کہا بھی ہے:

فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً[1]۔

(1) سورۃ الکھف 18: آیت 110۔

جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید رکھتے ہیں۔ جانا ہے۔اس کا یقین ہے پھر دو
چیزوں کا خیال رکھیں:

عَمَلاً صَالِحاً وَلَا يُشْرِک۔

عمل صالح کریں اور شرک نہ کریں۔ کسی بھی چیز کو اس کی بندگی میں شریک
نہ ٹھہرائیں۔اس پر قائم رہیں اور عمل اچھے کریں تو انجام اچھا ہی ہوگا۔

'لقاء' اور 'دیدار' یہ مختلف زبانوں میں ہیں۔'دیدار' فارسی کا ہے اور 'لقاء' عربی
کا ہے۔'رویت' بھی فارسی کا ہے۔'دیکھنا'۔'رویت'۔ چاند دیکھنے والی کمیٹی کو 'رویت
ہلال کمیٹی' کہتے ہیں۔وہ تو Language کا فرق ہے۔اس کا مطلب 'دیکھنا' ہے۔
اس کی حقیقت کو۔ یہ معرفت جو ہے یہ پہچان کہ اس میں ہے کیا؟ بلب کوئی دیکھے تو
Suddenly کہتے ہیں کہ بجلی چل رہی ہے۔ Trip ہو جائے تو کہتے ہیں کہ جا رہی
ہے۔اس کی پہچان ہو گئی لیکن یہ Electricity کے اثرات ہیں۔دیکھیں
سائنسدانوں نے خود بھی کہا ہے کہ بنیادی طور پر یہ ان سائنسدانوں کا کام نہیں ہے کہ
وہ ان چیزوں کی حقیقت معلوم کریں کہ ان کی حقیقت کیا ہے؟ ہم بجلی کی حقیقت نہیں
جانتے کہ یہ کیسی ہے؟ کیسے بنتی ہے؟ اور Travel بھی کیسے کرتی ہے؟ تار کے اوپر
اوپر چلتی ہے؟ اندر چلتی ہے؟ یا Particles جو ہیں یہ ایک دوسرے کو
Discharge کرتے ہیں۔ یہ Convey کرتے ہیں یا یہ Through
کرتی ہے؟ یہ بھی نہیں پتا۔انہیں (سائنسدانوں کو) اس کے اثرات کا پتا ہے اور ہم
اسے Use کرتے ہیں۔مشینیں بنتی ہیں۔ Magnet کا انہیں اثرات کا پتا ہے
لیکن یہ ہے کیا؟ کیا چیز Exist کر رہی ہے؟ یہ نہیں پتا۔وہ Claim بھی نہیں کرتے
کہ ہمیں اس کی ماہیت کا پتا ہے کہ یہ ہے کیا؟ انہیں اس کے اثرات کا پتا ہے اور انہوں

نے اسے فائدے کے لئے Use کرنا ہے۔

باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ اللہ کو دیکھنے کیلئے قلب میں ایک دوسری آنکھ پیدا ہوتی ہے۔ دل میں ایک ایٹم کے برابر سوراخ ہے، وہ کھل جاتا ہے اور دوسرے عوالم سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔ دل میں ایک نئی آنکھ پیدا ہو جاتی ہے جو اللہ کو دیکھ سکتی ہے۔ اس (آنکھ) سے نہیں۔ یہ (آنکھ) مادے کو دیکھنے کیلئے ہے۔ جب اس سے دیکھنا ہے تو اللہ بھی اپنی صفات کسی صفاتی مظاہر میں ظاہر کرتا ہے۔ آنکھ کے نور سے آگ کی صورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا۔ جب آنکھ کے نور سے دکھائی دے رہا ہے تو وہ ذات نہیں مگر اس نے کہا کہ میں اللہ ہی ہوں۔ جیسے تم دیکھ سکتے ہو، اس کے مطابق اس نے ظہور کیا دیکھنے والے کی صلاحیت کے مطابق تا کہ دیکھ سکے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو دیکھتے ہیں ان کے پاس کوئی الفاظ نہیں ہیں کہ بیان کر سکیں۔

آپ سے پوچھا گیا کہ جو کچھ دیکھتے ہیں، اس کی صداقت کی اپنے آپ کو مطمئن کرنے کیلئے کوئی دلیل بھی ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

وہ خود اپنی آپ ہی دلیل ہے۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

جب سورج نکلتا ہے تو آپ ہی دلیل ہوتا ہے کہ میں نکل آیا ہوں۔ کوئی آ کے نہیں کہتا کہ سورج چڑھ آیا ہے۔ اس کا طلوع ہونا آپ ہی دلیل ہے۔ آگے ہر چیز روشن ہو گئی۔ خود دلیل کی اس کو ضرورت نہیں ہوتی نہ ہی وہ کوئی ایسی خواب و خیال والی بات ہے کہ خواب ہی چلتا رہے کہ کیا پتا۔ ایسا ویسا نہیں ہے۔

(بموقع سالانہ دورہ حلقہ توحیدیہ لاہور 2011ء بمقام نشاط کالونی لاہور)

محفل 44

قیامت پر بات چلی تو فرمایا:

قیامت کے آثار یہیں موجود ہیں۔ زمین کے اندر جو لاوا ہے، یہی باہر آجائے تو یہ بڑی تباہی مچا سکتا ہے۔اس سے پہلے بھی یہ ثبوت ملے ہیں کہ یہ North pole جو ہے یہ پہلے South pole تھا۔ زمین پہلے بھی کئی بار اوپر نیچے ہو چکی ہے۔

حاضرین میں سے ایک بھائی نے کہا کہ اب بھی یہ Techtonic plates کے کچھ کچھ حصوں کو جوڑیں تو لگتا ہے کہ یہ پہلے ایک حصہ تھا۔ یہ پلیٹیں بھی علیحدہ علیحدہ ہو گئی ہیں۔اس بات پر فرمایا:

Plates تو اندر ہیں۔ جس پر یہ آتش فشاں کے سلسلے ہیں۔ ہاں یہ تو نظر آتا ہے کہ مختلف Pieces کو جوڑیں تو ایک حصہ نظر آتے ہیں لیکن یہ حادثے جو ہیں اوپر والا Pole نیچے۔ یہ جو زمین سے لاوا نکلتا ہے، اس میں Magnet particles ہوتے ہیں پہلے وہ Floating کے دوران دبے ہوتے ہیں مگر وہ اب South - North پول میں Set ہو جاتے ہیں۔ وہ جم جاتے ہیں۔ اب اس سے نیچے کھودا تو جو اوپر North اور South پول تھے تو نیچے اس کے الٹ تھا۔ یعنی چند صدیوں پہلے جو لاوا نکلا تھا اس کے Magnet جو ہیں، ان کا North -

South pole اب جو ہیں ان کا Opposite تھا۔اس کا مطلبیہ ہے کہ اُس وقت یہ North کی جگہ South تھا اور South کی جگہ North تھا۔

یہ جو چودھویں صدی کی بات ہوتی ہے، یہ بابا جی عَلَیہِ السَّلام نے بھی لکھا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ Ultimate destruction نہ ہو لیکن ہوسکتا ہے کہ اس دوران کوئی ایسا واقعہ یا حادثہ ہو جائے۔اس میں یہ پہلے بھی زمین بلکہ لکھا ہوا ہے کہ بیس ہزار (20,000) سال کے بعد وہ وقت آتا ہے جب یہ زمین Turn لے جاتی ہے۔ہوسکتا ہے کہ ایسا کوئی حادثہ ہو جائے۔کوئی سیارہ ٹکرائے یا جو مرضی ہو اور پھر یہ زمین بل کھا جائے South جو ہے یہ North ہو جائے اور North جو ہے یہ South ہو جائے۔اس میں یہ ہوتا ہے کہ یہ پہاڑ جو ہیں یہ نیچے دب جائیں نیچے سے کہیں پھر یہ صورت اختیار کر جاتے ہیں۔

اب بھی آپ دیکھیں یہ معدنیات جو ہیں، کہتے ہیں کہ یہ کبھی سمندر کے نیچے تھیں۔آپ راولپنڈی جائیں، وہاں راستے ہیں جو چٹانیں نظر آتی ہیں، ان میں وہ گول گول سے پتھر لگے نظر آتے ہیں، اب گول پتھر جو ہے یہ دریاؤں کے Bed پہ ہوتا ہے، پہاڑوں پر تو نہیں ہوتا، وہ (پتھر) وہاں چلتے چلتے گول بن جاتے ہیں۔یہ جو پتھر کو توڑتے ہیں اور Road پہاڑوں کو توڑ کر بناتے ہیں، وہ تو سارے ویسے ہی ہوتے ہیں مختلف سائز کے مگر یہاں گول پتھر جو ہیں وہ پہاڑوں کے اندر لگے ہوئے ہیں۔یہ کیسے نکلے؟ اس کا مطلب ہے کہ کبھی ہوسکتا ہے کہ یہ زمین پر ہوں، پانی چلتا تھا تو اس کی وجہ سے گول ہو کر اوپر لگے ہوں۔یہ ساری چیزیں تحقیق کی ہیں کہ یہ سب کیسے ہوسکتا ہے؟

جناب محمد یعقوب صاحب توحیدی نے کہا کہ قیامت جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کی

طرف سے Universe میں آئے گی، زمین پر تو صرف نہیں آئے گی۔اس بات کے بعد آپ نے فرمایا:

یہ کہا جاتا ہے کہ قیامت صغریٰ اور قیامت کبریٰ۔ یہ قیامت صغریٰ، جب بندہ مر گیا تو اس کے لئے یہی قیامت ہے۔زمین پہ آ گئی تو ہمارے لئے وہی قیامت ہو گی۔ پوری کائنات میں وہ آئے یا نہ آئے مگر ہمارے لئے وہ ایسا ہو جائے۔وہ جو پوری Universe کے لئے ہے کہ سارے زمین، آسمان توڑ پھوڑ دیے جائیں گے مگر یہ جو ہے اس کے بارے میں بابا جی (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ایسا کوئی حادثہ ہو جائے کہ آبادی مر جائے، بڑے بڑے شہر غرق ہو جائیں، سارا جغرافیہ بھی Change ہو جائے، یہ ہو سکتا ہے۔

یہ جو particles Magnet ہوتے ہیں یہ مختلف ادوار میں مختلف حالات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ پہلے ان کا North pole دوسرا تھا، وہ پھر Change ہو گیا۔معلوم نہیں ابھی کیا کیا انکشافات ہوں گے۔اللہ میاں تو کہتا ہے کہ عنقریب تم دیکھو گے، تمہارے نفسوں کے اندر بھی۔ آفاق میں بھی تم دیکھو گے۔تم پکار اٹھو گے کہ اللہ جو کہتا ہے وہ حق ہے۔ اب ان (امریکیوں) کو یہ تو پتا چل چکا ہے کہ یہ (زمین) تباہ ہو سکتی ہے، اب ان کی مختلف Theries ہیں۔کبھی کہتے ہیں کہ ڈوب جائے گی یہ Global warming ہو رہی ہے، زلزلے آئیں گے، سیلاب آجائیں گے، Coastal cities جو ہیں یہ سارے Dip ہو جائیں گے۔ یہ سارے عین ممکن ہے۔

اندر سے یہ جو تیل اور پٹرول نکال رہے ہیں، زمین کے اندر ایک خلاء یا Flux پیدا کر رہے ہیں۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ Disturb کرے۔ یہ Matel

اور کیا کچھ جو ہے یہ زمین کے بطن سے ہم نکال رہے ہیں۔یہ بھی اچھا تو نہیں ہے۔ Equilibrium جو ہے اسے Disturb کر رہے ہیں ایسے ہی خلاء کو بھی کر رہے ہیں۔اللہ نے کہا ہے کہ

وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ(1)۔

خبردار! Balance کو خراب نہیں کرنا۔یہ جو بنایا ہے ایک میزان پیدا کیا ہے۔Balance پیدا کیا ہے۔خبردار! اس کو نقصان نہیں پہنچانا۔اس کا مطلب ہے کہ یہ بندے کے بس میں ہے تب ہی اللہ میاں Warning دے رہا ہے۔یہ بندہ خراب کرے گا۔کرسکتا ہوگا تب ہی کہا ہے کہ اس کو خراب نہیں کرنا۔اسے ہم خراب تو کر ہی رہے ہیں۔ترازو میں جو Balance ہوتا ہے اس میں سے اگر ایک دانہ بھی اٹھا لیں تو وہ Balance خراب ہو جاتا ہے۔اب چاند سے جو پتھر لائے ہیں، یہ راکٹ آپ نے اُدھر پھینکے ہیں اور وہ وہاں Add ہو گئے ہیں تو Definitely وہ Balance جو ہے وہ خراب ہوگا۔وہاں سے پتھر جو یہ لا رہے ہیں، چٹانیں اُٹھا کے زمین پہ Test کیلئے تو ظاہر ہے یہ بھی خراب ہو رہا ہے۔اسی طرح سے دوسرے سیاروں پہ پھینک رہے ہیں۔ایک مرتبہ تھا کہ یہ راکٹ جا کر اُدھر کہیں دوسرے سیارے پر گرے گا۔جو چیز Balance ہوتی ہے وہ ایک چھوٹی سی چیز اٹھانے سے بھی خراب ہوتی ہے۔اللہ نے کہا ہے کہ یہ Balance کو خراب نہیں کرنا۔یہ زمین کا تو ہم نے اربوں گیلن پٹرول نکال کے جلا دیا ہے۔یہ سب کدھر گیا؟ غائب ہوگیا۔اس کا Weight تو گیا۔دھواں بنا کے اُڑا دیا۔یہاں سے کتنے ہزاروں لاکھوں گیلن ہم روز جلاتے ہیں۔گاڑیاں، جہاز، اور یہ اور وہ بہت کچھ ہے۔

---

(1) سورۃ الرحمان 55: آیت 9۔

زمین کا وزن تو کم ہوا۔ خدا آبادی بڑھا کے اس کو خود Balance نہیں کر رہا؟ کہ اتنے بندے اور پیدا کر دیے۔ Ecology بھی تو ہے یہ کہ وزن اندر سے کم ہو گیا تو اوپر اللہ نے آبادی بڑھا دی کہ اس کا وزن جو ہے وہ صحیح رہے۔

حاضرین میں سے ایک بھائی نے کہا کہ یہ بڑی بڑی Buildings بنا دی ہیں۔ اس کے جواب میں آپ نے کہا کہ یہ جو Buildings ہیں یہ اور بات ہے۔ یہ ادھر کا مادہ تھا، ادھر ہی رہا، یہاں سے اٹھا کر وہاں لگا دیا، اصل مادہ وزن میں تو وہی رہا۔ وہ تو ادھر کا ہی Weight تھا لیکن زمین کے اندر سے نکال کر جو جلا دیا، وہ تو اُڑ گیا۔

اسی بھائی نے کہا کہ وہ Liquid سے Gas میں Convert ہو گیا۔

آپ نے بات کو جاری رکھا:

گیس تو بنا مگر وہ Weight تھا۔ جسم میں Balance تو Weight کا ہے۔ forces Centrifugal جو ہیں یہ اسے دور پھینکنا چاہتی ہیں اور سورج اسے اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے۔ اب وہ Weight ایک Balance میں ہے۔ اب زمین کا (یہ وزن) اگر زیادہ ہو جائے تو یہ بھاگ جائے گی Orbit سے باہر نکل جائے گا۔ اگر کم ہو گیا تو یہ سورج اور سیارے اسے کھینچ لیں گے شاید۔ قیامت کا منظر وہ ہے کہ چاند اور سورج اکٹھے ہو جائیں گے۔ اب ظاہر ہے کہ زمین کے اندر سے یہ Weight ختم ہو گیا تو اس چاند اور زمین کو سورج کھینچ لے گا۔ وہ (چاند اور زمین کا نظام) اپنے Orbit سے Change ہو جائے گا۔ Orbit کا مطلب ہے کہ وہ Perfect balance کی State میں ہیں۔ جتنا اس کی Centrifugal force نے اسے وہاں رکھا ہوا ہے، وہ چل رہا ہے اس کے آگے۔ اب اس کا اگر Weight زیادہ ہو جائے گا تو وہ اسے نزدیک کر دے گا۔ Balance اس کا

Change ہو جائے گا۔ Centrifugal force جو اس کو Throw کر رہی ہے، وہ Weight سے Balance کیے ہوئے ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ ہم نے زمین و آسمان ستونوں کے بغیر کھڑے کر دیے ہیں۔ وہ (ستون) نظر نہیں آتے۔ ان کے درمیان ایک قوت نے Balance پیدا کر رکھا ہے جس کی وجہ سے یہ نہ ادھر جا سکتی ہے، نہ اُدھر جا سکتی ہے۔ اگر آپ کے پاس یہ زمین ہے اور اوپر Magnet ہے اور آپ کوئی ایسی چیز درمیان میں کھڑی کر سکتے ہیں جہاں اس کا Magnetism اور Gravity برابر ہو جائے تو یہ Stay کر جائے گی۔ وہاں اس کا Balance ہو جائے گا۔ اللہ کہتا ہے کہ ہم نے یہ Balance کر رکھا ہے لیکن تم نے یہ Balance خراب نہیں کرنا۔

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ (1)۔

وزن کو صحیح قائم رکھنا۔ وزن کا کہا ہے۔ اب وزن میں گڑبڑ ہو گیا تو خراب ہو جائے گا۔ اللہ میاں نے انسان کو کہا ہے، اس کا مطلب ہے کہ یہ اس (انسان) کی Power میں ہے۔ یہ اس کی Grip میں ہو گا۔ وہ (انسان) Balance خراب کرنے کی Position میں آ جائے گا۔ اس (انسان) کو Warn کیا ہے پہلے۔ ہو سکتا ہے کہ اس Balance کو خراب کرنا خطرناک ہو۔ ابھی پچھلے دنوں آیا تھا کہ یہ خلاء میں جو Ozone ہے یہ ساری Damage ہو گئی۔ یہ ہو گیا، وہ ہو گیا۔ اب یہ تو بعد میں پتا چلے گا کہ کتنا خطرناک کام ہو گیا ہے۔ اب یہ Industrialized states جو ہیں یہ ان کا قصور ہے۔ یہ جو گیس ریلیز کرتی ہیں، یہ سیدھی اوپر جاتی ہے۔ اس Compresser میں جو گیس بھری ہوتی ہے، جب اسے توڑیں گے یا

(1) سورۃ الرحمان 55: آیت 9۔

یہ Damage ہو جائے تو اس میں جو گیس ہے یہ سیدھی اوپر جاتی ہے۔ یہ جو Ozone layer بنی ہے اسے توڑیں گے تو اس کے اثرات تو ہوں گے۔ اب کیا کریں گے، اس کے پریشر میں یہ فریج اور سہولیات کو تو کوئی بند نہیں کرے گا۔ وہ جو (ممالک) Environment کی میٹنگ کر رہے تھے، انہیں کا یہ سارا قصور ہے۔ وہاں ہی ساری انڈسٹری ہے، وہاں ہی ہر گھر میں دو دو، چار چار Compresser کی چیزیں ہیں۔ اب ان کو بند بھی نہیں کر سکتے۔ یہی تھا کہ یا تو Alternate کوئی گیس نکالی جائے، اس پر کام کیا جائے، یا اس Compresser کی گیس کی Disposal کا کوئی بندوبست کیا جائے لیکن وہ اتنے Forehead جا چکے تھے کہ

There is no return.

باباجی (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ) نے جو Gravity کے بارے میں لکھا ہے کہ فرشتے ہیں جو ہمہ وقت اترتے رہتے ہیں، Dive مارتے ہیں، یہ (کشش ثقل) اس سے بنتی رہتی ہے۔ جناب محمد یعقوب صاحب کہنے لگے کہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مجھے جو عرفان ہوا وہ اس طرح ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات اس وقت نہیں آتی تھی جب باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی۔ بڑی گہری بات تھی۔ لفظی معنیٰ تو یہ ہیں مگر ہمیں جو اللہ میاں نے بتایا وہ یہ ہیں۔ اللہ ہی جانتا ہے۔ جیسے عرفان ہوا ویسے باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے Explain کیا۔ جب باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے Explain کیا تو بڑے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔

آپ نے دوبارہ بات شروع کی: (باباجی انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے) فرمایا: جیسے پانی ہے۔ اس میں اوپر سے بندہ Dive مارتا ہے، وہ پانی سے Flash

ہوتا ہے اور اندر چلا جاتا ہے۔اس کے ساتھ بہت سی ہوا بھی اندر چلی جاتی ہے۔یہ ہوا بلبلے بن کر باہر آتی ہے۔جیسے لوٹے میں پانی بھرتے ہیں تو ہوا پہلے پانی کے ساتھ اندر چلی جاتی ہے اور بعد میں یہ واپس باہر بلبلے بن کے نکلتی رہتی ہے۔پانی کی بھی Surface جو ہے وہ Smooth ہو رہی ہے۔کوئی پانی کی دھارا دھر اُدھر جارہی ہے۔پہلے پانی بھی اس کے ساتھ جاتا ہے۔اندر جاتے ہیں تو اس کے ساتھ ہوا بھی جاتی ہے۔فرشتے جو ہیں یہ ہمہ وقت اللہ کے احکامات لے کر زمین کی طرف Dive کرتے رہتے ہیں۔احکامات اوپر سے جو نازل ہوتے رہتے ہیں۔فرشتہ آپ یہ سمجھیں کہ energies Electro-magnetic ہیں جو Dive کرتی رہتی ہیں۔اب جو اندر جاتی ہیں۔اب فرشتہ احکامات لے کر نازل ہوتا ہے تو سمجھیں کہ جیسے وہ پانی اور ہوا کی مثال ہے کہ ہوا جاتی ہے۔اسی طرح ایک Energy جو ہے وہ اس کے ساتھ Dive کرکے جارہی ہوتی ہے۔وہی Pull کی صورت بن جاتی ہے۔چاروں طرف سے Earth جو ہے،اس کے اندر Waves جو ہیں،وہ چل رہی ہیں۔وہی اس کی کشش کا سبب بنتی ہیں۔وہ جو Waves اندر آرہی ہیں ان میں کوئی بھی چیز آئے گی،اس کو وہ کھینچ کر اندر لے آئیں گی۔وہ Magnetic بھی نہیں ہیں مگر ایک Gravity ہے،Pull ہے،آپ محسوس کرسکتے ہیں۔اس کا فارمولا بھی جو ہے وہ سائنس کے مطابق ہے،وہ Distance کے مطابق ہے۔یہ جو Electronic diving جو ہوتی ہے یہ اس کی کشش ہے۔Gravity کہتے ہیں کہ یہ Electrons کی کشش ہے۔اب یہ فرشتے جو Dive کرتے ہیں،اس کی وجہ سے وہ بنتی ہے۔

یہ 'میزان' کا جو ذکر ہو رہا ہے،وہ ترجموں میں یہ ہوتا ہے کہ اللہ نے ترازو

اتارا۔ترجموں میں ترازو کا لکھتے ہیں ۔ترازو میں گڑبڑ نہ کرو۔ڈنڈی نہ مارو۔اب
Balance کا،میزان کا ترجمہ ترازو' کیا جاتا ہے کہ خدا نے آسمان سے ترازو اُتارا
ہے۔ یہ ترازو تولنے والا جو ہے۔اس کو بھی Balance کہتے ہیں۔ یہ بھی
Balance ہے۔ایک وہ Balance ہے۔ یہ جو آج کل Bullet trains
چلتی ہیں،ان کا کہتے ہیں کہ جب وہ چلتی ہیں Wheels پٹڑی کے ساتھ Touch
نہیں کرتے۔پٹڑی کو Wheel جو ہے وہ Touch نہیں کرتا۔وہ Up ہو کے چلتا
ہے۔Magnetic track وہ بناتے ہیں۔وہ اتنا اعلیٰ ہوتا ہے کہ اگر آپ ایک
گلاس بھی رکھ دیں تو ایک قطرہ بھی نہیں گرے گا۔اس Train (ریل گاڑی) میں کوئی
Vibration نہیں ہے۔کچھ نہیں ہے جو Bullet train چلتی ہے۔

حاضرین میں سے ایک بھائی نے کہا کہ جیسے جہاز میں ہوتا ہے۔

آپ نے کہا کہ جہاز بھی اوپر نیچے ہوتا رہتا ہے مگر وہ نہیں ہوتی۔لبالب
گلاس بھی رکھ دیں گے تو اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں گرے گا۔جب چلتی ہے
ٹرین تو اس کا ٹریک ہے مگر یہ ٹریک سے اوپر رہتی ہے۔جب وہ چلتی ہے تو ٹریک
Touch نہیں کرتا۔وہ مشینیں،پنکھے بھی بنائے ہوئے ہیں Compasses کے
کہ وہ جو اوپر جانے کے لئے بنائے ہیں،اس کو آپ چلا کے چلے جائیں،کل بھی
آئیں گے تو وہ چل رہا ہو گا۔شافٹ جو ہے اس کے اندر وہ اس کو Touch نہیں
کرتی۔ وہ Magnet سے ہے کہ اسے ہوا سے چلا کے چلے جائیں اور پھر آئیں تو
وہ چل رہا ہے۔کوئی Friction اس کو Stop کرنے والی ہے ہی نہیں۔ایسے ہی
اور کئی گھومنے والی مشینیں ہیں کہ وہ اندر Touch نہیں کرتیں۔جو سیانی قومیں
ہیں وہ کام کرتی ہیں۔آگے آگے Research and development

کرتی ہیں۔ ہر Idea جو ہے وہ ان کی طرف سے آتا ہے۔

حاضرین میں سے بھائی نے کہا کہ وہ ریسرچ کرتے ہیں۔ کچھ چیزیں انسانیت کے فائدے کیلئے بنا لیتے ہیں، کچھ نقصان کے لئے۔ اس پر آپ نے فرمایا:

یہ تو آپ پر Depend کرتا ہے۔ یہ ساری چیزیں جو آپ کے پاس ہیں، نقصان دہ بھی ہیں۔ استعمال پہ Depend کرتا ہے کہ In which hand it is اور وہ کیسے اسے استعمال کرتا ہے۔ دونوں پہلو ہیں۔ Medicine جو ہے یہ ڈاکٹر کو پتا ہے کہ آپ اسے غلط استعمال کر سکتے ہیں۔ کسی کو مارنے کیلئے، کسی کو زہر دینے کیلئے، لیکن ان کے Ethics ہوتے ہیں۔ یہ آگاہ کرتے ہیں کہ تم اس کو Miss use کر سکتے ہو لیکن ہر ایک کو ایک Ethics بتائی جاتی ہے کہ آپ نے اپنے Patient سے یہ نہیں کرنا۔

انسانی ریسرچ آپ کو جو Power دیتی ہے۔ اب Power کو آپ کہاں استعمال کر سکتے ہیں۔ اب ہاتھ بھی Power ہے۔ اب قابیل نے جو مار دیا تھا ہابیل کو تو اس کے پاس بندوق تو نہیں تھی۔ ہاتھ سے ہی مارا ہوگا۔ اسی سے پتھر مارا، یا گلا گھونٹا۔ جب نیت خراب ہوگئی تو پھر ہاتھ ہی تھے، ان سے اُس (ہابیل) کو مار ہی دیا۔ ویسے ہی ہے۔ اب 'ہتھیار' کو بھی 'ہتھ یار' کہا جاتا ہے کہ یہ آپ کا ہاتھ ہے، 'ہاتھ کا یار' ہے وہ۔ اس کو بھی Arms کہتے ہیں۔ ہتھیار بھی Arms ہے تو یہ Arms کی Extension ہوگئی۔ ایٹم بم بن گیا۔ یہ ہو گیا، وہ ہو گیا۔ اب یہ آپ کا Arm ہی ہے۔ اب یہ اس کا Use جو ہے یہ آپ کی Will پہ ہے۔ اگر آپ Purify ہو گئے تو اس کا استعمال ٹھیک ہی ہوگا۔ صحیح جگہ پہ ہوگا۔ اگر نہیں ہیں تو صحیح نہیں ہوگا۔

(بموقع سالانہ دورہ حلقۂ توحیدیہ لاہور 2011ء بمقام نشاط کالونی لاہور)



حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ (29 جولائی 1893ء۔ 23 جنوری 1977ء) نے 1953ء میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد رکھی۔ تصوف کے اس سلسلہ میں روحانی سلوک کی معراج "ذات حق کا دیدار" ہے۔ جناب محمد صدیق ڈار توحیدی رحمۃ اللہ علیہ (2 جولائی 1935ء۔ 7 جولائی 2013ء) سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے تیسرے شیخ ہیں جن کی محافل وعظ و ارشاد کو شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب محمد یعقوب خان صاحب توحیدی مدظلہ نے دو جلدوں میں شائع کیا۔ زیر نظر کتاب پہلی جلد ہے۔ تمام محافل کا بنیادی ماخذ آڈیو اور ویڈیو ریکارڈنگ ہیں جو کئی مریدین سلسلہ کے پاس ان کی ذاتی دلچسپی کے پیش نظر جمع ہوتی رہیں۔ مریدین سلسلہ کے استفادہ کے لئے اس علمی ذخیرہ کو تحریر کر کے کئی سال تک سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات کے ترجمان مجلہ ماہنامہ فلاح آدمیت میں شائع کیا جاتا رہا۔ از سر نو تمام محافل کی ریکارڈنگ کی سماعت، شائع شدہ تحریر کے مطالعہ، ان کے باہمی موازنہ، تصحیح و ترتیب کے بعد انہیں زیر نظر کتابی شکل میں استفادہ عام کے لئے پیش کیا گیا ہے تاکہ مذکورہ محافل کی اصلیت اور ان کا اصل رنگ برقرار رہے۔ بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں جاری روحانی فیض کو تحریری صورت میں محفوظ کر کے عام کیا گیا ہے جو نہ صرف سالکین راہ طریقت کے لئے رشد و ہدایت کا ذریعہ ہوگا بلکہ موضوع تصوف میں دلچسپی رکھنے والے کسی بھی فرد کی ظاہری و باطنی تسلی و تشفی کا ساماں کرے گا۔

مصنف کتاب ہذا جناب محمد صدیق ڈار توحیدی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان ایئر فورس سے ماسٹر وارنٹ افسر ریٹائرڈ ہیں۔ دوران ملازمت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کارکردگی ہمیشہ قابل ستائش رہی، صدارتی ایوارڈ "تمغہ خدمت PK II" سمیت کئی دیگر سرکاری اعزازات سے نوازا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ انگریزی، عربی، اردو اور فارسی زبان کے سکالر تھے۔ بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت پائی۔ بانی سلسلہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بطور روحانی مجاز مقرر کر کے تحریری پروانہ جاری فرمایا۔ 25، 26 اپریل 1991ء کو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے آل پاکستان مشاورتی اجتماع میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے منصب کی ذمہ داری سونپی گئی جسے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خوب نبھایا یہاں تک کہ 7 جولائی 2013ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آخری آرام گاہ مرکز تعمیر ملت گوجرانوالہ کے احاطہ میں ہے۔

مرکز تعمیر ملت، وحید کالونی کوٹ شاہاں ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ
0303-0466321- 0344-9000042